



المسکین

فیروز شاہ

تاریخ و حال الامیر فیروز شاہ
مستوفی حضرت فیروز شاہ

مکتبہ اسلامیہ لاہور

نام کتاب: حدیث احمدیہ

مصنف: انوار خورشید

صفحات: ۹۱۲

طبع حشرین: ذوالحجہ ۱۴۲۷ ۶ دسمبر ۲۰۰۶

ناشر: جمعۃ الخاتون لاہور

باہتمام: حافظ نعیم الدین

پریس: المعمر پرنٹنگ پریس



التشکب

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا سید حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر جامعہ مذہبیہ لاہور، (۲۰۰۸ء)

بحر العلوم حضرت مولانا قاری عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ

استاذ جامعہ مذہبیہ لاہور، (۲۰۱۴ء)

کی ارواح مبارکہ کے نام

جن کی علمی و روحانی تربیت سے اس قابل ہو سکا

کہ اپنی یہ تالیف اہل علم کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں

گر قبول افتد زہے عزد و شرف

انوار خورشید

گزارش احوال

غیر مقلدین ہندوستان مسائل متعلق چند احادیث سادہ لوح عوام کو کھل کر انہیں یہ باور کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حدیث پر فقط اہل حدیث عمل کرتے ہیں اور کوئی نہیں اور حنفی لوگ تو حدیث کے خلاف عمل کرتے ہیں اور ان کے پاس نماز سے متعلق احادیث ہیں ہی نہیں۔ کچھ بیچارے ان کے دھوکہ میں آجاتے ہیں اور انہیں صحیح سمجھ کر اپنا موقع و مسکت کھم بدل لیتے ہیں۔ اس صورتحال کے پیش نظر اس بات کی ضرورت تھی کہ ایک ایسی کتاب ترتیب دی جائے جس میں ان احادیث کو جمع کیا جائے جن پر احناف عمل کرتے ہیں اور غیر مقلدین ان پر عمل کرنا تو کجا ان کے خلاف عمل کرتے ہیں چنانچہ اللہ کا نام لے کر یہ کام شروع کر دیا گیا البتہ یہ کام چونکہ انتہائی اہم تھا اس لیے اس میں کافی عرصہ لگ گیا، تاہم اللہ کے فضل و کرم سے اب یہ کتاب پورے طور سے آراستہ ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ گئی ہے۔ اس کتاب میں مسائل نماز سے متعلق طہارت سے لیکر جنازہ تک تقریباً ۹۹ عنوانات قائم کر کے ان سے متعلق احادیث کو جمع کیا گیا ہے اور بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ دیکھئے اس قدر کثیر تعداد میں یہ احادیث موجود ہیں جو ان کتابوں سے لگی ہیں کچھ حدیث کی اہمیت، انتخاب میں شمار ہوتی ہے۔ ان پر احناف عمل کرتے ہیں اور غیر مقلدین نے انہیں پس پشت ڈال رکھا ہے، لہذا ان کا یہ کہنا کہ احناف حدیث پر عمل نہیں کرتے یہ بالکل غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات خود متنازعہ مسائل سے متعلق چند احادیث پر زعم خویش عمل کر کے باقی سب کو ترک کر دیتے ہیں اور دوسروں پر ترکہ حدیث کا الزام لگاتے ہیں۔ اس کوشش میں ہم کس حد تک کامیاب ہو سکے ہیں یہ تو قارئین ہی بتا سکیں گے۔ اتنا ضرور ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد انشاء اللہ بہت کچھ کرسامنے آجائے گی کہ حدیث پر کون عمل کرتا ہے اور کون نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور التجا ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو قبول و منظور فرما کر ہماری نجات اور عوام کی ہدایت کا ذریعہ بنائے، وعاہدینا الا البلاغ

افوار خورشید

سخن گفتنی

راحم المحدث ہارنگاہ خداوندی میں بصد عجز و نیاز شکر و سپاس پیش کرتا ہے کہ محض اس کے فضل و کرم سے ہندو کی یہ تحریک کوشش "حدیث اور اہل حدیث" اس قدر مقبول ہوئی کہ اس کا پہلا ایڈیشن بغیر کسی اشتہار و تبصرہ کے ہاتھوں ہاتھ بکھل گیا، علماء و طلباء اور عوام نے اسے قبولیت کے ہاتھوں لیا۔ ماقم کی حوصلہ افزائی کی، قیمتی آراء و مشوروں سے نوازا۔ یہ کتاب جو غیر مقلدین کے اس الزام کو دور کرنے کے لیے لکھی گئی ہے کہ۔ حنفی احادیث کے بجائے امام ابو حنیفہؒ کے اقوال پر عمل کرتے ہیں ان کے پٹے احادیث نہیں ہیں۔ اس کتاب نے جہاں غیر مقلدین کے اس الزام کو دور کیا، اور بتلایا کہ احناف کھرا اللہ سوا دھم کے پاس احادیث مبارکہ کثرت کے ساتھ موجود ہیں اور وہ ان احادیث ہی پر عمل کرتے ہیں، اور غیر مقلدین کا پوچھنا غلط ہے۔

نیز اس کتاب سے جہاں بہت سے گم کردہ راہوں کو ہدایت ملی اور بہت سے لوگوں کے دلی اطمینان کا سبب بنی، وہیں اس سے غیر مقلدین کے حلقہ میں اضطراب اور بے چینی بھی پھیلی اور ان کے عوام ان سے اس کے جواب کا مطالبہ کرنے لگے، غیر مقلدین نے اپنی خفت مٹانے اور اپنے عوام کو مطمئن کرنے کے لیے یہ راگ اپنا شروع کر دیا۔ کہ یہ کتاب ہے اور اس میں سب حدیثیں ضعیف ہیں۔ لیکن یہ ایسی بات ہے کہ اس سے کوئی بھی عقل سلیم دیکھنے والا منصف مزاج شخص مطمئن نہیں ہو سکتا، مقام غور ہے کہ ایسی کتاب جس میں بیسیوں آیات مبارکہ، اصحاح مستند (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) اور ان کے علاوہ حدیث کی مستند و معتبر کتابوں سے ماخوذ احادیث مبارکہ اور معتبر متون فقہ میں منقول ائمہ مجتہدین کے اقوال ہوں۔ اس کے بارے میں ایک نکتہ بلا دلیل یہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے کہ یہ غلط کتاب ہے اور اس میں

فہرست مضامین

صفحہ

نمبر شمار

۲۰	تقدیم
۳۱	حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی توہین و تہقیر۔
۱۸	حضرت امام ابو حنیفہؒ اکابر امت کی نظر میں۔
۳۳	غیر مقلدین کی فقہ حنفی سے نفرت و عداوت۔
۳۷	مولوی اشرف سلیم کا مبلغ علم۔
۴۰	محی الدین لاہوری غیر مقلد کا مبلغ علم۔
۴۲	حقیقت الفقہ کے چند حوالجات کا تجزیہ۔
۸۳	غیر مقلدین کا احناف کے بارے میں نظریہ۔
۸۶	حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اصول اجتہاد۔
۸۹	چند مسائل جن میں قیاس کو چھوڑ کر احادیث پر عمل کیا گیا ہے۔
۹۸	غیر مقلدین حدیث پر عمل کرتے ہیں یا اس سے بغاوت؟
۱۰۴	حنفی گمراہ اور فرقہ ناجیہ سے خائف ہیں ان سے نکاح جائز نہیں۔
۱۰۶	بخاری شریف آگ ہیں، الیاذ باللہ۔
۱۰۷	نواب وحید الزماں صاحب کی امام بخاریؒ پر تنقید۔

سب عریض نہایت ہیں، مجھ ایسے کارار تو می آید مردان جنس کثرت، غیر مقلدین کی اس قسم کی باتوں سے ان کی بوکھلاہٹ کا اظہار تو ضرور ہوتا ہے لیکن کتاب کی افادیت اور اس میں اپنائے گئے موقف پر ذرا فرق نہیں پڑتا۔ یہ بات بھی سننے میں آئی ہے کہ غیر مقلدین اس کتاب کا جواب لکھ رہے ہیں، اگر یہ بات صحیح ہے تو چشم مار و دشمن دل و ماشا اللہ در جواب بھیجیں انہیں اس کا حق ہے لیکن جواب لکھنے والے چند باتوں کو ملحوظ رکھ کر جواب لکھیں تاکہ اس کا کچھ فائدہ ہو بعض تضحیح اوقات نہ ہو۔

(۱) جو صاحب جواب بھیجیں اگر وہ اس کتاب میں مذکور احادیث پر جرح کریں تو جرح منسکریں اور حجت کا ایسا سبب بیان کریں جو متفق علیہ ہو نیز مدارج مامع ہونا چاہیئے نہ کہ متعصب اس چیز کا خاص خیال رکھیں کہ کوئی ایسی جرح نہ ہو جو بخاری و مسلم کے دیول پر چبکی ہو (۲) جو صاحب جواب بھیجیں وہ تدلیس، ارسال، جہالت، ساریت جیسی جرحیں نہ کریں کیونکہ اس قسم کی جرحیں متابعت اور شواہد سے ختم ہو جاتی ہیں، اور نتائج و شواہد اس کتاب میں پہلے ہی کثرت کے ساتھ ذکر فرمائے گئے ہیں، ان باتوں کو ملحوظ رکھ کر جو جواب دیا جائے گا وہ یقیناً در خدا اعتقاد سمجھا جائے گا ورنہ بے جا اور فضول باتوں سے ہمیں کوئی سروکار نہ ہوگا۔

بفضل خدا اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن قارئین کے ہاتھوں میں ہے اس ایڈیشن میں بعض مقامات پر ترمیم و اضافہ کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر مفید حواشی بٹھائے گئے ہیں اور پہلے ایڈیشن میں رہ جانے والی کتابت کی بہت سی غلطیوں کو درست کروا دیا گیا ہے اس سلسلے میں کتاب اپنی افادیت اور خوبی میں پہلے سے دوچند ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرما کر ہماری نجات اور عوام کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ وعا علیہنا الا البلاغ

انوار خورشید

۱۰۷	نواب وحید الزماں صاحب کی بخاری شریف کے ایک راوی پر سخت تنقید۔
۱۰۸	بخاری شریف حکیم فیض عالم کی نظر میں۔
۱۰۸	حکیم فیض عالم کے نزدیک امام بخاری واقعہ انکس کی روایت میں مرفوع القلم ہیں۔
۱۰۹	بخاری شریف میں موضوع روایت۔
۱۰۹	بخاری شریف کے ایک مرکزی راوی پر حکیم فیض عالم کی کج توجہ و تنقید۔
۱۱۰	امام ترمذی پر حکیم فیض عالم کی تنقید۔
۱۱۰	مسند امام احمد بن حنبل حکیم فیض عالم کی نظر میں۔
۱۱۱	شرح معانی الآثار مولوی عبدالعزیز مناظر ملتانی کی نظر میں۔
۱۱۲	غیر مقلدین کا مقصد احیاء سنت نہیں است میں اختلاف و انتشار پھیلا رہا ہے۔
۱۲۹	غیر مقلدین کے چودھویں صدی کے مجدد کے کارنامے۔
۱۳۱	غیر مقلدین کا احناف کی مساجد میں نماز پڑھنے کا مقصد۔
۱۳۲	سبب تالیف۔
۱۳۳	کتاب کا طرز۔
۱۳۵	تالیف کتاب کے مقصود۔

۱۳۷	تھوڑا پانی نجاست کے واقع ہونے سے ناپاک ہو جاتا ہے تھوڑی نجاست ہو یا زیادہ۔
۱۴۲	منی ناپاک ہے۔
۱۴۹	شراب کے ناپاک ہونے کی دلیل۔
۱۵۶	مردار خون خنزیر سب ناپاک ہیں۔
۱۶۳	گنا ناپاک ہے۔
۱۶۶	حلال و حرام سب جانوروں کا پیشاب ناپاک ہے۔
۱۷۱	صرف گڑی پر مسح صحیح نہیں۔
۱۷۵	وضوء میں پاؤں کا دھونا فرض ہے۔
۱۷۷	وضوء شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے فرض نہیں۔
۱۸۲	گردن (گدی) پر مسح کرنا مستحب ہے۔
۱۸۷	بدن کے کسی حصہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔
۱۹۱	حقے آنے اور تکبیر بننے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔
۱۹۳	نماز میں قہقہہ لگانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔
۱۹۷	شرم گاہ پر ہاتھ لگنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔
۲۰۳	ایک نئی دریافت۔
۲۰۴	اعضاء وضوء میں سے ذرا سی جگہ بھی خشک رہ گئی تو وضوء نہیں ہوگا (ناخن پالش کا مسئلہ)۔
۲۰۷	پیشاب پافانہ کرتے وقت قبلہ رو ہونا اور پیٹھ کرنا منع ہے۔
۲۱۰	ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق۔

۱۷	جمعہ کے دن غسل واجب نہیں سنت ہے۔	۲۱۴
۱۸	تیمم میں دو ضربیں ہیں۔	۲۲۱
۱۹	حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت۔	۲۲۶
۲۰	طہارت کے بغیر قرآن پاک کو چھونا جائز نہیں۔	۲۲۹
۲۱	کپڑوں کا اور بدن کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے۔	۲۳۲
۲۲	جگہ کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے۔	۲۳۵
۲۳	ستر کا ڈھانپنا نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے۔	۲۳۸
۲۴	فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھنا افضل ہے۔	۲۴۰
۲۵	ظہر کی نماز گرمیوں میں تاخیر سے اور سردیوں میں جلدی پڑھنی چاہیئے۔	۲۴۷
۲۶	تین اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔	۲۵۰
۲۷	بلاعذر دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا جائز نہیں۔	۲۵۱
	قرآن بال کھیلنے کے لیے جمع بین الصلواتین۔	۲۵۸
	توکری کے لیے جمع بین الصلواتین۔	۲۵۸
۲۸	اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہے جائیں۔	۲۵۹
۲۹	تکبیر تحریمیہ کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کاٹوں تک اٹھانا سنت ہے۔	۲۷۰
۳۰	نماز میں دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا مسنون ہے۔	۲۷۵
۳۱	تکبیر تحریمیہ کے بعد سبحانک اللہم وبحمدک پڑھنا مسنون ہے۔	۲۸۵
۳۲	نماز میں سبحان اللہ اونچی آواز سے نہیں پڑھنی چاہیئے۔	۲۹۱
۳۳	امام کے پیچھے قنوت نہیں کرنی چاہیئے۔	۲۹۹
	ظہار راشدین امام کے پیچھے قنوت کرنے سے منع کرتے تھے۔	۳۲۸

۲۸	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان۔
۲۹	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان۔
۳۰	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول و عمل۔
۳۱	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول و عمل۔
۳۲	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول و عمل۔
۳۳	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا فرمان۔
۳۴	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان۔
۳۵	حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا قول و عمل۔
۳۶	حضرت ابو دردار رضی اللہ عنہ کا فرمان۔
۳۷	حضرت علقمہ بن قیس رحمہ اللہ کا قول و عمل۔
۳۸	حضرت عمرو بن مسمون رحمہ اللہ کا فرمان۔
۳۹	حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ کا فرمان۔
۴۰	حضرت سعید بن غفلہ رحمہ اللہ کا فرمان۔
۴۱	حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کا فرمان۔
۴۲	حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا فرمان۔
۴۳	حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا فرمان۔
۴۴	حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مسلک۔
۴۵	حضرت امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام زہریؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ اور اسحاق بن ربیعہ کا مسلک۔
۴۶	حضرت امام شافعیؒ کا مسلک۔
۴۷	امام نضر الدین محمد بن عمر رازی شافعی کی تحقیق۔

۳۲۲ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا فرمان -
 ۳۲۳ علامہ ابن تیمیہؒ کا فیصلہ -
 ۳۵۳ جس نے امام کو رکوع میں پالیا اس نے دو رکعت پالی -
 ۳۶۱ فرضوں کی آخری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیے اور ان رکعتوں میں فاتحہ کی بجائے تسبیح پڑھنا اور خاموش رہنا بھی جائز ہے -
 ۳۶۸ نماز میں آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے -
 ۳۷۶ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے -
 ۳۷۷ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے -
 ۳۷۸ حضرت ابراہیم نخعیؒ خود بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے اور فتویٰ بھی آمین کے آہستہ آواز سے کہنے کا دیتے تھے -
 ۳۷۹ حضرت امام شعبیؒ اور حضرت ابراہیم تیمیؒ بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے -
 ۳۷۹ حضرت سفیان ثوریؒ کا مسکب بھی آمین آہستہ آواز سے کہنے کا ہے -
 ۳۸۰ حضرت امام حنفیہؒ کا مسکب یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آواز سے آمین کہیں -
 ۳۸۱ امام مالکؒ کا مسکب یہ ہے کہ امام تو آمین کہے ہی نہیں مقتدی آہستہ آواز سے کہیں -
 ۳۸۱ امام شافعیؒ کا مسکب یہ ہے کہ امام تو اونچی آواز سے آمین کہے لیکن مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہیں -

۳۹۰ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیئے -
 ۳۹۳ خلفاء راشدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے -
 ۴۰۴ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے -
 ۴۰۵ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے -
 ۴۰۶ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے -
 ۴۰۷ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے -
 ۴۰۸ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھ کر حضرت سالمؓ اور قاضی محارب بن دثارؒ کا اعتراض کرنا -
 ۴۰۹ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرنا -
 ۴۱۰ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھ کر حضرت میمونؓ بھی کا حضرت ابن عباسؓ کے پاس جا کر حیرت سے سوال کرنا -
 ۴۱۱ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے حضرت عبادؓ کا فرمان -
 ۴۱۱ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب تلامیذہ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے -
 ۴۱۲ حضرت ابو آق سبیعیؒ حضرت امام شعبیؒ اور ابراہیم نخعیؒ رحمہم اللہ تینوں ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے -

- ۴۱۳ حضرت اسود بن یزیدؓ اور حضرت علقمہؓ بھی ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔
- ۴۱۳ حضرت قیس بن ابی حازمؓ بھی ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔
- ۴۱۴ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؓ بھی صرف ابتداء نماز میں ہی رفع یدین کرتے تھے۔
- ۴۱۴ حضرت غنیمہؓ بھی صرف ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔
- ۴۱۴ حضرت سفیان ثوریؓ بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔
- ۴۱۵ محدث اسحاق بن اسرائیلؓ بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کے قائل ہیں۔
- ۴۱۵ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مسلک۔
- ۴۱۶ حضرت امام مالکؒ کا مسلک۔
- ۴۱۶ ترک رفع یدین پر اہل مدینہ کا اجماع۔
- ۴۱۷ ترک رفع یدین پر اہل کوفہ کا اجماع۔
- ۴۱۸ ترک رفع یدین پر فقہاء کا اجماع۔
- ۴۱۸ کسی بھی مقام پر رفع یدین کے واجب نہ ہونے پر اجماع۔
- ۴۲۸ رفع یدین کے مسئلے میں غیر مقلدین کن کذب بیانیات اور بدویات قیال۔
- ۴۳۶ نماز میں جلیہ استراحت نہیں کرنا چاہیے۔
- ۴۴۱ غلطی شدین جلیہ استراحت نہیں کرتے تھے۔
- ۴۴۱ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی جلیہ استراحت نہیں کرتے تھے۔
- ۴۴۲ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی جلیہ استراحت نہیں کرتے تھے۔

- ۴۴۲ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی جلیہ استراحت نہیں کرتے تھے۔
- ۴۴۲ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ بھی جلیہ استراحت نہیں کرتے تھے۔
- ۴۴۴ عام صحابہ کرام جلیہ استراحت نہیں کرتے تھے۔
- ۴۴۵ حضرت ابن ابی ملیکؓ بھی جلیہ استراحت نہیں کرتے تھے۔
- ۴۴۵ حضرت ابراہیم نخعیؓ بھی جلیہ استراحت نہیں کرتے تھے۔
- ۴۴۵ عام شیعہ کا معمول تھا کہ وہ جلیہ استراحت نہیں کرتے تھے۔
- ۴۴۶ حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ جلیہ استراحت کے قائل نہیں ہیں۔
- ۴۵۰ خالد گربا کھی صاحب کا بھوٹ۔
- ۴۵۰ نماز میں سجدے سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر نہیں اٹھنا چاہیے۔
- ۴۵۳ علامہ ابن قیمؒ جلیہ کی تحقیق۔
- ۴۵۳ دونوں قعدوں میں ایک طرح بیٹھنا ہی مسنون ہے اور تورک مسنون نہیں ہے۔
- ۴۶۱ پہلے قعدہ میں تشہد سے آگے کچھ نہیں پڑھنا چاہیے۔
- ۴۶۸ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دُعا مانگنا صحیح ہے۔
- ۴۷۹ عورت اور مرد کی نماز ایک جیسی نہیں بلکہ دونوں میں فرق ہے غیر مقلدین سے ایک سوال۔
- ۴۷۹ نماز کی امامت جائز نہیں۔
- ۴۹۰ امام بہتر بن شخص ہونا چاہیے۔
- ۴۹۶ جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اور پہلے کہ امام بنی

۵۷۱	حضرت ابو العالیہ الربیعؓ بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے۔	۵۰۸	ہے یا بے وضو ہے تو امام اور مقتدی سب نماز ٹوٹا نہیں۔
۵۷۲	حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کا وتر کے متعلق فیصلہ۔	۴۷	صفوں کی درستگی میں کندھے سے کندھا ملانا سنت ہے نہ کہ قدم سے قدم ملانا۔
۵۷۳	مدینہ طیبہ کے سات فقہاء بھی ایک سلام کے ساتھ تین رکعات وتر کے قائل تھے۔	۴۸	محلہ کی مسجد میں دوسری جماعت کروانا مکروہ ہے۔
۵۷۴	حضرت ابوبکرؓ کے پوتے قاسم بن محمدؓ کا فرمان۔	۴۹	نماز میں قرآن مجید دیکھ کر قرائت کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔
۵۷۵	اہل اسلام کا اجماع کہ وتر ایک سلام سے تین رکعات ہیں۔	۵۰	نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے جان بوجھ کر کلام کرے یا بھولے سے۔
۵۷۶	وتر میں دعاء قنوت سارے سال واجب ہے اور دعاء قنوت کے لیے بخیر کہنا اور دونوں ہاتھ کا نون تک اٹھانا مسنون ہے اور دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہیئے۔	۵۱	وتر واجب ہیں۔
۵۷۷	غیر مقلدین کا ایک مجبوث۔	۵۲	وتر کی تین رکعتیں اکٹھی ایک سلام سے پڑھنی چاہئیں اور وتر کی پہلی دو رکعتوں کے بعد قعدہ واجب ہے۔
۵۷۸	صداوق یا سکونی صاحب کا دھوکہ اور خیانت۔	۵۳	حضرت عمر فاروقؓ تین وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے۔
۵۷۹	فجر کی سنتیں فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے پر بھی پڑھنی جائز ہیں۔	۵۴	حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔
۵۸۰	فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹنا مسنون نہیں ہے۔	۵۵	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تین رکعت وتر کے قائل تھے۔
۵۸۱	فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد سورج نکلنے پہلے پڑھنا مکروہ ہے۔	۵۶	حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے۔
۵۸۲	مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا مسنون نہیں ہے۔	۵۷	حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی تین رکعت وتر کے قائل تھے۔
۵۸۳	تراویح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت مبارکہ ہیں۔	۵۸	حضرت انسؓ تین رکعات وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے۔
۵۸۴	حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں تراویح پس رکعات پڑھی جاتی تھیں۔	۵۹	حضرت ابی بن کعبؓ بھی وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے۔
۵۸۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی تراویح ۲۰ رکعات ہی پڑھی جاتی تھیں۔	۶۰	حضرت ابوامامہؓ باہلیؓ بھی وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔
۵۸۶	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے۔	۶۱	حضرت سعید بن جبیرؓ بھی وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔
۵۸۷	تراویح کے ۲۰ رکعات ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع۔	۶۲	حضرت علقمہؓ بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے۔
۵۸۸	حضرت سید بن خفصہؓ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے۔	۶۳	حضرت مکیولؓ بھی وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے۔
۵۸۹		۶۴	

کا ادا کرنا ضروری ہے۔

۶۰ سجدہ سہو واجب ہے اور وہ (قعدہ اخیر میں) سلام پھیر کر کیا جاتا ہے اور اس کے بعد التیمات پڑھ کر پھر سلام پھیرا جاتا ہے۔

۶۱ مقتدی کو اگر سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں۔

۶۲ سجدہ تلاوت کے لیے وضو شرط ہے بے وضو سجدہ تلاوت جائز نہیں۔

۶۳ کتنی مسافت پر قصر کرنا چاہیے۔

۶۴ مسافر جب تک کسی جگہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت نہ کرے اس وقت تک قصر کرے گا۔

۶۵ دوران سفر قصر کرنا واجب ہے اور پوری نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۶۶ دوران سفر اگر ممکن ہو تو سنتیں بھی پڑھنی چاہئیں۔

۶۷ گناؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔

۶۸ جمعہ کے صبح ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں جن کے بغیر جمعہ جائز نہیں۔

۶۹ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے۔

۷۰ جمعہ کی دو اذانیں مسنون ہیں۔

۷۱ جمعہ کے دن خطبہ کے وقت اذان منبر کے پاس خطیب کے سامنے مسنون ہے اور خطبہ جمعہ عربی زبان میں ہونا ضروری ہے۔

۷۲ خطبہ جمعہ کے درمیان نماز پڑھنا اور بات چیت کرنا مکروہ ہے۔

۷۳ جمعہ کی نماز سے پہلے اور بعد میں دس رکعات سنت نمکدہ ہیں۔

۷۴

کسی دن عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں تو اس دن جمعہ کی نماز ساقط نہیں ہوتی اس کا پڑھنا فرض ہی رہتا ہے۔

۷۵

غیر مقلدین کو تکبیر صلوٰۃ سے چڑھتے۔

۷۶

عیدین کی نماز میں زائد تکبیریں چھڑکھنی چاہئیں۔

۷۷

نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرنا چاہیے باقی میں نہیں۔

۷۸

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورت بطور قرأت پڑھنا جائز نہیں۔

۷۹

نماز جنازہ میں دعائیں وغیرہ آہستہ آواز سے پڑھنی چاہئیں نہ کہ اونچی آواز سے۔

۸۰

بغیر کسی عذر کے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔ ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق۔

تقدیم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت میں سے ایک علامت یہ ذکر فرمائی ہے کہ "اس امت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں پر لعن طعن کریں گے۔" اس دور پرفتن میں جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذکر کردہ دوسری علامات کا ظہور ہو رہا ہے، وہیں اس علامت کا بھی پوری طرح ظہور ہو رہا ہے، مادر پدر آزاد لوگ جو دین سے بے بہرہ اور دینی اقدار سے نا آشنا ہیں وہ اپنے مذموم مقاصد کی راہ میں جس ہستی کو اپنے خلاف پاتے ہیں اس پر کھیل کر تنقید اور طعن و تشنیع کرتے ہیں اور اس میں کسی کے مرتبہ و مقام کا لحاظ نہیں کرتے، انبیاء کرام ہوں یا صحابہ کرام، خلفاء راشدین ہوں یا اہل بیت عظام، تابعین و تبع تابعین ہوں یا ائمہ مجتہدین، اولیاء کرام ہوں یا علماء دین، اس دور میں ان محترم شخصیات میں سے کوئی بھی تنقید سے بچا ہوا نہیں، دشمنان دین اگر یہ طرز عمل اختیار کریں تو ان کا کیا نکل و شکوہ، حیرت و استعجاب کا مقام تو یہ ہے کہ آج کل تنقید کا عمل وہ لوگ کر رہے ہیں جو اپنے آپ کو دیندار، بلکہ اشاعت دین کا بلا شکر ست غیرے ٹھیکیدار سمجھتے ہیں۔

چنانچہ غیر مقلدین حضرات جو تمنا اپنے آپ کو قرآن و حدیث پر عامل اور

تمنا خود کو قرآن و حدیث کی تبلیغ و اشاعت کرنے والا سمجھتے ہیں، ان کا یہ حال ہے کہ ان کی تقریر و تحریر میں بے وقوف اسلاف پر تنقید اور ائمہ مجتہدین کی تذلیل و تضحیک ہوتی ہے، حتیٰ کہ اس تنقید سے صحابہ کرام کا دامن بھی محفوظ نہیں رہتا، حد یہ ہے کہ تنقید کے اس عمل میں غیر مقلدین کے چھوٹے، بڑوں سے چار قدم آگے ہیں، ع۔

آئندہ پندرہ کرو پیر تمام کند

وہ محترم شخصیات جن پر آج کل تنقید کا بازار گرم ہے، ان میں سے ایک حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں، نہ جانے غیر مقلدین کو حضرت امام صاحب سے کاتبے کا میر ہے کہ ان کا ہر چھوٹا بڑا حضرت امام صاحب کی ذات میں کٹیے نکالنے اور ان کی توہین و تنقیص کرنے میں مشغول ہے، حیران کن بات یہ ہے کہ تنظیم الامام عالی مقام میں اگر انہیں شیعوں سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی ہے تو اس سے بھی گریز نہیں کرتے، جیسا کہ اس کی شکایت حضرت شاہ اسماعیل صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد اور خلیفہ حضرت قاری عبدالرحمن پانی پتی مرحوم نے کی ہے۔ موصوف لکھتے ہیں۔

"مولوی نذیر حسین صاحب نے سید محمد مجتہد شیعہ سے بذریعہ خطوط مطاعن ابوحنیفہ کے طلب کئے اور ہمت آپ کی طرف مطاعن ائمہ فقہاء اور تجبیلات صحابہ کے مصروف ہے۔"

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی توہین و تنقیص

غیر مقلدین حضرات آٹھ دن کوئی نہ کوئی کتاب، رسالہ اور مچھلٹ شائع کرتے رہتے ہیں جو یا تو حضرت امام صاحب کے خلاف ہوتا ہے یا ان کی فتنہ کے

خلافت، اس میں ایسی سوقیانہ اور بازاری زبان استعمال کی جاتی ہے کہ پڑھ کر شرم سے سر جھبک جاتا ہے۔ غیر متقلدین کی ان لٹاؤں عبارت کے ذکر کرنے کو بھی تو نہیں چاہتا لیکن ان حضرات کا گھٹیا انداز دکھانے کے لیے دو چار عبارتیں مندرجہ ذیل میں کی جاتی ہیں تاکہ انہیں غیر متقلدین کی ذہنیت کا کچھ تھوڑا سا اندازہ ہو سکے۔

چنانچہ حکیم فیض عالم لکھتے ہیں :-

”امام ابوحنیفہ کے فرضی اور مزعومہ فضائل کی داستانیں شیعیت کے مزعومہ ائمہ سے بھی کئی گنا زیادہ ہیں مگر اس باب کو اس بات پر ختم کرنا چاہتا ہوں کہ فقہ حنفیہ کے اس ناگفتہ بہ پلندہ میں باریبار ان الفاظ کی تکرار کی گئی ہے عند ابی حنیفہ قال ابی حنیفہ هذا مذہب ابی حنیفہ وغیرہ دو کون سے ابوحنیفہ ہیں۔

۱۔ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوئی کے ہاں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے مجوسی النسل تھے، کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں، آپ کے باپ دادا مسلمان ہوئے تھے، حیرت انگیز کہ باقی مجوسی النسل نو مسلموں کی طرح نسلی عصبیت و رش میں پائی ہو اور بال عمر کینہ قدیم ست عجم را کے زمرہ میں شمار ہوتے ہوں۔“

لاحظہ فرمائیے حکیم صاحب نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا کس قدر بُرے انداز میں تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے مجوسی النسل ہونے کو بطور طعن ذکر کیا ہے حالانکہ یہ کوئی طعن کی چیز نہیں کیونکہ جو شخص خود مسلمان ہو اس کے لیے اس کے باپ دادا کا غیر مسلم ہونا کوئی عجیب نہیں، چہ جائیکہ جس کے باپ دادا بھی مسلمان ہوں ورنہ تو یہ طعن اسلاف میں سے کسی ایک پر نہیں سیکڑوں پر ہو سکے گا اور بات آگے

صحابہ کرام تک جا پہنچے گی مثلاً دیکھ لیجئے کہ خود حضرت امام بخاری رحمہ اللہ بھی مجوسی النسل تھے کیونکہ آپ کے جد اعلیٰ بردوزہ فارسی کے رہنے والے مذہباً مجوسی تھے۔

اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی مجوسی النسل تھے، لیکن آپ کے مجوسی النسل ہونے سے آپ کے مرتبہ و مقام میں ذرا بھی فرق نہیں پڑا بلکہ آپ کبار صحابہ کرام میں شمار ہوتے ہیں۔

دیکھا جائے تو کسی کو اس قسم کا طعن دینا خود اپنا ایمان خراب کرنے کے مترادف ہے کیونکہ حدیث میں کسی دوسرے کو اس قسم کا طعن دینے والے پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ناراض ہوتا آیا ہے، چنانچہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے، ازوان مطہرات بھی ساتھ تھیں۔ سوار اتفاق کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک اونٹ زائد تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو فرمایا کہ وہ اونٹ صفیہ کو دے دو۔ انہوں نے اس پر یوویہ کو اپنا اونٹ دے دوں؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اس قدر ناراض ہوئے کہ دو مہینے تک ان کے پاس نہیں گئے۔

مشہور مورخ پروفیسر اسلم صاحب اپنے ایک مضمون ”مولانا حامد میاں سے میری آخری ملاقات“ میں رقمطراز ہیں :-

”راقم آتم نے عرض کیا کہ ہمارے علاقہ کا ایک بھنگی چند سال ہوئے خاکہ دلوں میں بھرتی ہو کر سعودی عرب چلا گیا، وہاں قیام کے دوران میں وہ مشرف بہ اسلام ہوا اور اس نے مسلک اہل حدیث اختیار کر لیا۔ اس نے حج بھی کیا اور اب وہ واپس آچکا ہے۔ میں بھی اس

سے مل چکا ہوں وہ اکثر لاؤڈ اسپیکر پر یہ اعلان کیا کرتا ہے کہ ابو غنیہ کو میرے سامنے لاؤ میں اسے نماز ادا کرنے کا طریقہ بتاؤں اس کے بعد وہ یہ آیت پڑھا کرتا ہے۔ خُذُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ، قبلہ میاں صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ایک جنگی سے یہی امید رکھنی چاہیے، راقم آٹم نے عرض کیا کہ مولوی احسان الہی ظہیر کے ساتھ حادثہ بم میں جاں بحق ہونے والے ایک مولوی صاحب کا نام اشتہار میں یوں لکھا جاتا تھا: شیر ربانی مولانا حبیب الرحمن یزدانی خطیب اعظم کامونگی، میں نے ایک شخص سے اس کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگا کہ ان کا پورا نام لینے سے پہلے تو مسافر کامونگی سے گزر جاتا ہے، یہ خطیب اعظم کامونگی بھی حنیفیاں کے آبا، کو اپنی تقریروں میں کو سا کرتے تھے اور انہیں دین کے مسائل سمجھانے کی آرزو دل ہی میں لے کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔

۱۔ یہ مولوی صاحب غیر متقلدین کے معروف مقرر، خطیب اور ادیب تھے، غیر متقلدین نے ان کے خطبات کا ایک بڑا نمونہ قرار دیا ہے جس کا نام ہے "خطبات شہید اسلام" ان خطبات کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی صاحب علم سے سب اہل حق و مستحق، ان خطبات میں ایسی باتیں موجود ہیں جن کا علم حقیقی سے روکا جانی سزا کیلئے ہے، خطبہ فرمائیں، (۱) ایک خطبہ میں فرماتے ہیں: حضرت حسنؓ کے بیٹے قاسم کی شادی بھی میلان کریڈ میں محرم میں ہوئی تھی۔ بیٹی حسینؓ کی بے بیٹی کا نام ام کلثوم تھا اور بیٹی حسنؓ کا بیٹے کا نام قاسم اور نکاح حسینؓ نے پڑھایا ہے۔ خطبات شہید اسلامؒ، اپنی عتبات سے یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کوئی بیٹی ام کلثوم نامی نہیں ہے جس کی حضرت حسنؓ کے صاحبزادہ قاسم سے شادی ہوئی ہو۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

حال ہی میں کراچی سے غیر متقلدین نے اپنے عربی پھر عربی اردو میں حضرت امام ابو غنیہ رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ کے خلاف ایک کتاب شائع کی ہے۔ اس کتاب کا انداز اس قدر گھٹیا اور زبان اتنی غلیظ ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا، اس کتاب میں اللہ حدیث کی طرف منسوب کر کے ایسی ایسی موضوع و من گھڑت روایات ذکر کی گئی ہیں کہ خدا کی پناہ۔ ہم یہاں اس کتاب کے چند عنوانات ذکر کرتے ہیں تاکہ اس کتاب کے مصنف کی گندہ دہنی کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

بیتہ اشیا از سفر سابقہ:

۲۔ یہ خطبہ عبداللہی میں فرماتے ہیں: "أَصْحَى أَصْحَبِيْنَ كِي مَجْع بے" (خطبات شہید اسلامؒ) یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ أَصْحَى أَصْحَبِيْنَ کی جمع نہیں بلکہ أَصْحَابُ کی جمع ہے أَصْحَابِ کی جمع اصحاب صحیح آتی ہے (۲) ایک خطبہ میں فرماتے ہیں: اگر سر پر پچھلی یا ٹوپی ہے تو اس کے اوپر سج ہو سکتا ہے۔ موزوں اور جلاواں پر بھی سج ہو سکتا ہے امام بخاری نے بخاری شریف میں باب باندھا ہے: "المسح علی الجوربین" جرابوں پر مسح کرنا۔ خطبات شہید اسلامؒ ۲۲۵ مولوی صاحب کی یہ بات انتہائی غلط ہے، پوری بخاری شریف پڑھ جائیے کیسے آپ کو باب المسح علی الجوربین، نہیں ملے گا۔ مولوی صاحب نے بخاری شریف میں خود ساتھ باب کا اضافہ فرمایا ہے ورنہ بخاری شریف میں یہ باب نہیں ہے، مولوی صاحب کے انداز خطاب کی ایک جھلک بھی خطبہ میں فرماتے ہیں مجھے ایک آدمی کہتا ہے یزدانی صاحب:- لا تہاندھن فی بیٹا انھو ہے ہم کہاں اتھ باندھیں؟ میں نے کہا اگلی بات تو استعمال ہوگئی ہے آپ پیچھے باندھ لیا کرو، (خطبات شہید اسلامؒ) یہ سے مولوی صاحب کا مبلغ علم اور انداز خطاب کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قس کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے اور آرزو بھی حضرت امام اعظم ابو غنیہ رحمہ اللہ کو مسائل کا مسئلہ کی ہے کہ وہ بے ذہل بصیرت تو بے خود چمکے فروغ نفس ہوا عقل کے زوال کے بعد لے جائیہ بیانات ۵۰ شمار کنندہ

بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں اس ہستی کے ساتھ غیر متقدمین کا کیا رویہ ہے،

۱۱۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک بزرگ آئے، جب وہ اٹھ کھڑے گئے تو حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا جانتے ہو یہ کون تھے؟ حاضرین نے عرض کیا کہ نہیں (اور میں انہیں پہچان چکا تھا) فرمائے گئے۔

”هذا ابو حنيفة العراق“ یہ ابو حنیفہ ہیں عراق کے رہنے
لومقال هذه الاسطوانة والے، اگر یہ کہہ دیں کہ یہ ستون
من ذهب لخرجت كما سونے کا ہے تو ویسا ہی بکل
قال لغد و فوق له آئے انہیں فقہ میں ایسی توفیق
الفتى حتى ما عليه دی گئی ہے کہ اس فن میں انہیں
فيه كبد مؤنة“ لہ ذرا مشقت نہیں ہوئی،

۲۱۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔

”قيل للمالك بن النضر“ حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے
هل رأيت ابا حنيفة؟ دریافت کیا گیا کہ آپ نے ابو حنیفہ
قال نعم رأيت کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا ان
رجلا لو كلمت فـ دیکھا ہے وہ ایسے شخص تھے کہ
هذه السارية انـ اگر تم سے اس ستون کے سونا ثابت
يجعلها ذهباً لتمام کرنے کے دلائل بیان کریں تو وہ
بحجته“ لہ ضرور اپنی محبت میں کامیاب رہیں۔

(۳) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

”من اراد ان يعرف الفتى“ جو شخص فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے
خليلزم ابا حنيفة وہ امام ابو حنیفہ اور ان کے
واصحابه فان الناس اصحاب کو لازم پکڑے کیونکہ تمام
كلهم عيال عليه فـ لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے
الفتى“ لہ خوشہ چین ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے تھے۔

”مما رأيت احدا“ میں نے ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی
افقته“ لہ فقہ نہیں دیکھا۔

(۴) حضرت ابو بکر مری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

”لم يصح عندنا ان“ ہمارے نزدیک یہ بات ثابت
ابا حنيفة وقال القرآن انہیں کہ ابو حنیفہ نے قرآن کو مخلوق
مخلوق“ کہا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ الحمد للہ، اے ابو عبد اللہ! یہ امام احمد کی کنیت ہے،
ان کا تو علم میں بڑا مقام ہے، فرمائے گئے،

”سبحان الله هو من سبحان الله و هو علم، ورع، زهد،
العلم والورع والزهد اور عالم آخرت کو اختیار کرنے
ذالشار الدار الآخرة میں اس مقام پر ہیں جہاں کسی

(۵) حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

و (۴) امام الجرح والتعديل حضرت سبکی بن سعید القطار رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
 ”وَاللّٰهُ لَا عَلَمَ وَاللّٰهُ الْوَعْدِ اس امت میں خدا
 هٰذِهِ الْوَقْتِ بِهَا اور اس کے رسول سے جو کچھ
 جَاءَ عَنِ اللّٰهِ وارہوا ہے اس کے سب
 ورسولہ“ سے بڑے عالم ہیں۔

”عَدَلْتُ نَفْسِي مَا
ظَنَنْتُ بِكَ مِنْ عَدْلِهِ
أَنْتَ الْمُبَارَكُ
وَوَكَيْتُ“ ۛ

اسام اہل بیت حضرت خلع بن ایوب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

(۹) امام اہل بیت حضرت علی بن ابیوب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
 صار العلم من اللہ اللہ تعالیٰ سے علم حضرت محمد
 تعالیٰ الخ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا، آپ کے

۱۔ محمد شمیم ری — اخبار الیٰ حنیفہ و اصحابہ ص ۳۶

۱۳۲ - مسعود بن شعیبہ سندھ متوالی فی القرن السابع - مقدمہ کتاب التعلیم ص ۱۳۲

عاقظ العین بن محمد المعروف بالکروری - مناقب الی حقیقہ ص ۱۰۱

العلماء ابن عباسؓ
 زمانہ والشعبیؓ
 زمانہ و ابو حنیفہؓ
 زمانہ و الثوریؓ
 فی زمانہؓ

علماء تو یہ تھے ابن عباس رضی اللہ
 عنہما اپنے زمانے میں، امام شافعی
 رحمہ اللہ اپنے زمانے میں اور
 ابو حنیفہ رحمہ اللہ اپنے زمانے
 میں اور سفیان ثوری رحمہ اللہ
 اپنے زمانے میں۔

الحمد لله الذي جعلنا من عباده النجباء محمد بن عبد الله بن عثمان الغصني - مناقب الامام أبي طالب عليه السلام

١٩

۴۔ محدث نصیر علی — اخبار ابی حنیفہ واسحاق پم ۷۷

صلی اللہ علیہ وسلم ثم صار الى اصحابه ثم صار الى التابعين، ثم صار الى ابي حنيفة واصحابه فمن شاء فليرض ومن شاء فليخط" لہ

بعد آپ کے صحابہ کو، صحابہ کے بعد تابعین کو، پھر تابعین سے امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کو ملا اس پر چاہے کوئی خوش ہو یا ناراض۔

(۱۰) محدث..... عبداللہ بن داؤد الخرمی فرماتے ہیں۔

"ما يعيب ابا حنيفة حضرت امام ابو حنیفہؒ کی عجیب الا احد رجلين جاهل لا يعرف فضل قوله او سواك في نهين كرتا، يا تو جابل شخص جو آپ کے قول کا درجہ نہیں جانتا يا حاسد لم يقف على ما حاسد جو آپ کے علم سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے حسد کرتا ہے

نیز فرماتے ہیں:-

"يجب على اهل الاسلام ان يدعوا لله في حنيفة في صلاتهم قال وذکر حفظہ علیہم السلام کی وجہ سے کہ وہ اپنی نماز میں ابو حنیفہؒ کے لیے دعا کیا کریں، کیونکہ انہوں نے حدیث وفقہ کو ان کیلئے محفوظ کیا ہے"

لہ ابو بکر احمد بن علی الخطیب بغدادی - تارخ بغداد ۱۳ ص ۲۳۶

لہ ابو عبداللہ حسین بن علی الصیرفی - اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۷۹

لہ ابو بکر احمد بن علی الخطیب بغدادی - تارخ بغداد ۱۳ ص ۲۳۲

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"ولان الله قد ادركني اكر الله تعالى نسجته ابو حنیفہؒ بابي حنيفة وسفيان اور سفيان ثوري سے نہ ملایا ہوتا لکن بل عينا" لہ

تو میں بدعتی ہوتا،

(۱۲) امام فہرہبی رحمہ اللہ "تذکرۃ الحفاظ" میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

ابو حنیفہ الامام الاعظم ابو حنیفہ امام اعظم اور عراق کے فقیہ فقیہ العراق..... وکان ہیں..... وہ امام، پرہیزگار، اماما، ورعا، عالما عاملا عالم باعمل، انتہائی عبادت گزار، متعبدا اکبیر الثمان" لہ اور بڑی شان والے تھے۔

(۱۳) حافظ عطاء الدین بن کثیر رحمہ اللہ حضرت امام صاحب کا ذکر ان الفاظ سے کرتے ہیں۔

"الامام، فقیہ العراق، احد ائمة الاسلام والسادۃ من اعلام، احد اركان العلماء، احد الاربعة علماء میں سے ایک شخصیت ہیں، ائمة اصحاب مذاہب اربعہ جن کے مذاہب کی پیروی کی جاتی ہے ان میں سے ایک امام ہیں۔

لہ محمد بن احمد بن عثمان الدہلی الشافعی - مناقب الامام ابی حنیفہ ص ۱۸

لہ..... "تذکرۃ الحفاظ" ص ۱۶۸

لہ محمد الدین بن کثیر الشافعی - اہلیۃ والنبیۃ ص ۱۰ ص ۱۰

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے متعلق مذکورہ چند اکابر اعلام کے چیدہ چیدہ اقوال نقل کئے گئے ہیں، ان کے علاوہ اور بہت سے بزرگوں کے اقوال، کتب تاریخ و تذکرہ میں موجود ہیں جن سے حضرت امام صاحب کی فضیلت و عظمت و عظمت و بزرگی ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت امام صاحب کے بارے میں ان اقوال کے موجود ہوتے ہوئے غیر مقلدین کا اُن پر طعن و تشنیع کرنا، ان کی عیب جوئی اور عیب گوئی کرنا اپنی عاقبت خراب کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

چوں خدا خولہ کہ پردہ کس درو میلش اندر طعنہ پاکاں زبند

غیر مقلدین کی فقہ حنفی سے نفرت و عداوت

جس طرح غیر مقلدین، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بغض و عداوت رکھتے ہیں، ایسے ہی انہیں فقہ حنفی سے بھی شدید نفرت ہے، ان کے چھوٹے بڑے وقتاً فوقتاً فقہ حنفی کے خلاف ٹھٹھے رہتے ہیں اور یہ تو ان کے ہر فرد کے زباں زوہ ہے کہ ”فقہ حنفی قرآن و حدیث کے خلاف ہے“۔ بعض غیر مقلدین تو فقہ حنفی کے خلاف نہایت ہی غلیظ زبان استعمال کرتے ہیں، فقہ حنفی کے خلاف غیر مقلدین کی چند تحریرات نذر قارئین کی باقی ہیں۔

حکیم فیض عالم لکھتے ہیں :-

”میں مکرر اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ آج فقہ حنفیہ کے نام سے جو اسفار ہوا الحدیث (اول بہلائے والی باطل باتوں) ناقل کا مجموعہ دنیا میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کے ایک حصہ کو گمراہ کرنے کا موجب بن رہا ہے اس کا ایک لفظ بھی حضرت امام ابوحنیفہؒ سے تعلق نہیں رکھتا“۔

سچے آگے چل کر لکھتے ہیں :-

”مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ آج فقہ حنفی کی آڑ میں جو مجموعہ اسفار ہوا الحدیث ہمارے ہاں مروجہ اور شائع ہے اس میں ایک حرف بھی سیدنا امام ابوحنیفہؒ سے ثابت نہیں کیا جاسکتا اور نہ آج تک کوئی ثابت کرنے کی جرات کر سکا ہے، اس مقام پر بے اختیار سبائیت کی اس ڈاکہ زنی اور رفض کی اس نقب زنی کی واو دینے کو جی چاہتا ہے“۔

حکیم صاحب کی طرح ان کی جماعت کے اور بہت سے حضرات بھی یہی دعویٰ کرتے ہیں، مختار کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، اس کی تردید کے لیے حضرت امام صاحب کی مسانید اور کتاب الآثار، نیز آپ کے تلامذہ حضرت امام محمد وقاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا مطالعہ کافی ہے۔ یہ سب کتب بحد اللہ شائع ہو چکی ہیں ان کا مطالعہ کر کے دیکھ لیا جائے کہ فقہ حنفی کے مسائل اُن کتب میں بروایت امام ابوحنیفہؒ پائے جاتے ہیں یا نہیں؟

جماعت غبار الحدیث کے سابق امام مولوی عبدالستار صاحب اپنے والد مولوی عبدالوہاب صاحب کی اسلامی خدمات کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں۔

”اپنے نانا کے بخاری نے اپنے استاد شیخ الہند میاں صاحب مرحوم سے تحصیل علم کے بعد ۱۳۰۰ھ میں مدرسہ دارالکتاب والسنۃ کی بنیاد ڈھیر دہلی میں قائم کر کے خالص درس قرآن و حدیث شروع کیا اور دگر علوم اَلِیہ و عقلیہ منطق و فلسفہ، فقہ مروجہ وغیرہ کے دھول کا پول کھولنا شروع کیا اور قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے ان پر عمل عقیدہ رکھنا رکھنا نہایت سخت جرم بتایا اور بیان فرمایا کہ کتب فقہ مروجہ شریعت اسلام کے

باصطلاح مٹائی ہیں، کتاب و سنت کے ہوتے ہوئے ان پر عمل کن محض گمراہی اور حرام ہے بھلا اکل حلال کے ہوتے ہوئے خنزیر کھانا کب روا ہے۔ ۱۷

مزید دیکھتے ہیں:-

”شُرک و بدعت کی وہ چھٹاڑ کرتے ہیں اور شخصی تقلید ناسیدہ کا وہ کھون کھوتے ہیں اور فقہ کے خراب اور گندہ مسائل جو قرآن و حدیث کے سراسر خلاف ہیں وہ مٹی خراب کرتے کہ باید و شاید۔ ۱۸

غیر مقلدین کے مشہور مناظر مولوی طالب الرحمن صاحب لکھتے ہیں:-

”فقہ حنفی (جسے آپ کے علماء اس ملک میں بطور قانون نافذ کرنے کی سرور کو کوشش میں مصروف ہیں) اتنے گندے مسائل سے بھری پڑی ہے کہ قلم کی نوک اور ہماری زبان اس بات کی متحمل نہیں کہ انہیں ضبط تحریر - یا نوک زبان پر لایا جائے کیونکہ یہ تو وہ فقہ ہے کہ جب یہ مصطفیٰ کمال پاشا کے ملک میں رائج تھی تو اس کو گمراہی کا سبب بنی اور اسی کے مسائل سن سن کر اسے اسلام سے نفرت ہوئی اور پنجاب یونیورسٹی کی ایم۔ اے اسلامیات کی طالبات نے اس فقہ کی معتبر کتاب ہدایہ کے متعلق کچھ یوں اظہار خیال کیا کہ اگر یہ اسلام ہے تو ہمیں بوشلوم منظور ہے۔“ ۱۹

مولوی طالب الرحمن نے اس کتاب میں فقہ و اہل فقہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے

۱۷ عبدالتبارکی - خطبہ امارت ص ۱۵۷ مشمولہ مسائل الہدیت ج دوم

۱۸ عبدالتبارکی - خطبہ امارت ص ۱۵-۱۶

۱۹ اہل حنفی نماز مسئلہ: شائع کردہ مشابہ اہل سنت ملتان۔

وہ ہمارے لیے ضبط تحریر سے باہر ہے اس لیے ان کے ایک ہی حوالے پر اکتفا کرتے ہوئے آگے چلتے ہیں۔

غیر مقلدین کے ایک اور مناظر مولوی ابوالکلیم اشرف سلیم صاحب نے فقہ حنفی کے خلاف اپنی ایک کتاب کے ٹائٹل پر یہ عبارت درج کی ہے ”کتاب ہذا میں محمد رسول اللہ کی احادیث مبارکہ اور فقہ حنفیہ کو فیہ کے بے بنیاد عقائد اور شرماک مسائل کا علمی تحقیقی موازنہ کیا گیا ہے۔“

مولوی صاحب اس کتاب کا تعارف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”اس کے آخری حصے میں خالص فقہ حنفیہ کے ایک سد گمراہ کن، شرماک، انسانیت سوز، موجب لعنت، خود ساختہ، غیر معتبر، غیر مستند، مخرب اخلاق، عقائد باطلہ کا بیان کیا گیا ہے جسے پڑھ کر آپ بیمار اٹھیں گے کہ واقعی مقلدین احناف کی فقہ حنفیہ کے پرچے اڑ گئے اور قرآن و حدیث کا پرچم لہرا رہا ہے۔“ ۲۰

اس کتاب میں مولوی صاحب نے جو بیہودہ عنوانات قائم کر کے ان پر بحث آرائی کی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

مولوی اشرف سلیم کا مبلغ علم

مولوی اشرف سلیم صاحب غیر مقلدین کے معروف مصنف، مقرر اور مناظر ہیں، احناف کے خلاف اشتہار بازی اور چیلنج بازی ان کا عام مشغلہ ہے۔ ان اشتہارات اور چیلنج کے اندر کس قدر جھوٹ اور فریب ہوتا ہے وہ تو ہم اس وقت زیر بحث نہیں لاتے، اس وقت قارئین کو صرف یہ بتانا ہے کہ یہ مولوی صاحب جو فقہ حنفی کو قرآن و حدیث کے خلاف ثابت کرنے

کے درپے ہیں۔ اُن کا اپنا مبلغ علم کیا ہے، تفصیل میں غائبے بغیر صرف ایک حوالہ عرض ہے۔

مولوی صاحب موصوف فلسفہ معراج بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔
 ”ہر نبی کو اللہ تعالیٰ اس کی شان و مرتبہ کے مطابق معراج کرائی،
 حضرت آدمؑ کو جنگل میں مقام تو بہ پر معراج کرائی، حضرت نوحؑ
 کو جبل جودی کے مقام پر معراج کرائی، حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں
 معراج کرائی، حضرت اسماعیلؑ کو چھری کے نیچے معراج کرائی اور
 حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر معراج کرائی۔“

قارئین اس عبارت کو بغور پڑھیے اور داد دیجئے مولوی صاحب کے علم و تحقیق
 کی ۱۰ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب معراج کے معنی سے بھی واقف نہیں
 بس تقریری ترنگ میں ہر نبی کو معراج کروا رہے ہیں دوسرے اس پر بھی غور کیجئے
 مولوی صاحب نے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھا ہے کہ
 انہیں صلیب پر معراج ہوئی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کے نزدیک وہ عیسیٰ پر تو
 تھے اور انہیں رسولی دی گئی تھی، ”الاکھ یہ نظریہ یہود و نصاریٰ کا تو ہے اہل اسلام
 کا نہیں اور یہ نظریہ قرآن و حدیث کے باطل خلاف ہے۔“

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

وَمَا قَسَلُوهُ وَمَا
 صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ
 لَهُمْ ۚ ۝۳۰ ۱۵۷:۳۰
 بن گئی اُن کے آگے۔

جن کا مبلغ علم یہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول پر معراج کروا رہے

ہیں جو قرآن و حدیث کے بنیادی عقائد سے بھی واقف نہیں جو خود قرآن و حدیث
 کے خلاف لکھ رہے ہیں وہ امام الائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر کچھ
 اچھالتے ہیں اور اُن کی فقہ کے خلاف لکھتے ہیں۔
 بریں عقل و دانش بباہر گریست

ہم نے فقہ حنفی کے خلاف غیر مقلدین کی تحریرات کے صرف دو چار حوالے بطور
 نمونہ پیش کئے ہیں ورنہ ان کی اکثر کتب اسی قسم کی عبارات سے بھری پڑی ہیں
 فقہ حنفی کے خلاف لکھنا ان کا محبوب مشغلہ ہے، ایسے کتاب ہے کہ انہوں نے
 فقہ حنفی کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا اپنا مشن بنالیا ہے تاکہ سادہ لوح عوام کو فریب
 دے کہ فقہ حنفی سے متفق نہ ہو سکیں، پہلے بھی ان کے بڑوں نے فقہ حنفی کے خلاف
 بہت سی کتابیں لکھی تھیں اور آج بھی یہ کام زور و شور سے جاری ہے۔ آئے
 دن کوئی نہ کوئی عقل و شعور سے عاری غیر مقلد فقہ حنفی کے خلاف لکھتا رہتا ہے اور
 یہ اس کا کوئی نہ تحقیق نہیں ہوتی بلکہ بڑوں کی پٹاری سے چڑا کر اپنے نام سے شائع
 کر دیتا ہے۔

ہماری معلومات کے مطابق امام صاحب اور فقہ حنفی کے خلاف پاک و ہند
 میں پہلی کتاب ”استقصاء الافہام“ لکھی گئی ہے اس کے مصنف ایک عالی قلم
 کے شیعہ تاجد حسین کنتوری (متوفی ۱۳۰۶ھ) تھے، ان کا مشغلہ سی ائمہ اہل سنت
 اور ان کی کتب کی تردید کرنا تھا، بعد میں جو کتابیں فقہ حنفی کے خلاف لکھی گئیں
 انہیں اسی کتاب کا چر بہ سمجھ لیں، یا اس کتاب کو ان کا مأخذ کہہ لیں۔

۱۔ ہماری اسی بات کی تصدیق مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے اس تبصرو سے ہوتی ہے جنہوں نے
 فقہ حنفی کی کتاب السیف الصام پر تبصروں میں لکھی ہے موصوف لکھتے ہیں ”امام ائمہ ابو حنیفہ علیہ
 الرحمۃ ربہم ارحم الراحمین و مطاعن اخبار اہل الذکر (غیر مقلدین) کا اخبار ہے۔ ناقص، میں شہر کے گلی میں
 (باقی اگلے صفحہ پر)“

اس کتاب کے بعد فقہ حنفی کے خلاف ایک دوسری کتاب ظفر المبین فی رد مغالطات المتعبدین کے نام سے لکھی گئی۔ اس کے مصنف ہری چند بن دیوانہ کستری تھے جو بعد میں مسلمان ہو کر غلام محی الدین کے نام سے مشہور ہوئے۔

محی الدین لاہوری غیر مقلد کا مبلغ علم

ان کا مبلغ علم کیا تھا۔ اس کے متعلق ترجمان الہدیت مولوی محمد حسین ثالوی صاحب کی زبانی سنئے، موصوف محمد احسن امرہی مرزا فی سابق غیر مستند کی ترویج کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”اس کی تئیل میں ایسے بہت اشخاص کو پیش کر سکتے ہیں جنکو مجاہدے

مہربان منشی صاحب بھی مولوی نہ کہیں گے اور معینا وہ صاحب

تصانیف ہیں۔ انراں قبلہ ایک شخص محی الدین مرحوم تاج کتب لاہور

ہیں جو بڑی بڑی ضخیم کتب ظفر المبین اور بلاغ المبین وغیرہ ہمارے

شاگردوں غلام حسین لاہوری اور اردو تراجم کی مدد سے تصنیف کر کے

تمام ملکوں میں شائع کر گئے ہیں اور ان تصانیف کو دیکھ کر پنجاب سے

بامبر اور وودر کے بلا و ہندوستان، جنگال، مدراس، بمبئی، برہما، آسام،

بنگال وغیرہ کے لوگ ان کو مولوی و عالم سمجھتے ہیں اور حقیقت وہ

بقیہ اشعار صفحہ سابقہ، یہ سب کے سب ہدایات، بلا استثناء، اکاویب و بہانات ہیں جن کا اخذ زیادہ حال

کے محققین کے لیے علامہ حسین شیعہ بھٹوی کی کتاب ”استقصا الانہام اور استیفاء الاستقام فی متن مفتی

السلام“ کے سوا اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ اس کتاب میں اس قسم کے مطاعن سے امام ابو حنیفہ

علیہ الرحمۃ کے علاوہ کسی سنی امام (اکابر امام بخاری وغیرہ کو) نہیں چھوڑا۔ ایک ایک

کلام سے کرکئی کئی درقون بگ جنوں کو سیاہ کر دیا ہے۔ (السیف الصامد انکوشان

بیمارہ میزان، منشعب بھی پڑھے نہ تھے، اور ماضی مضارع کے معنی

نہ جانتے تھے اور اس امر کو آپ بھی جانتے اور مانتے ہوں گے، نہیں

جانتے تو لاہور اور امرتسر کے لوگوں سے معلوم کر سکتے ہیں، اور خود

بلاغ المبین کی مشمولہ اور ملحقہ تقریظ مولوی ابو عبد اللہ غلام علی قصوی

مرحوم کو دیکھ سکتے ہیں، اس میں مولوی صاحب مرحوم مقام تقریظ

کتاب میں اس امر کو بتا چکے ہیں۔“

جس کتاب کے مصنف کا مبلغ علم یہ ہو کہ اسے علم صرف کی معمولی کتاب بھی

نہ آتی ہوں جسے ماضی، مضارع کے معنی بھی معلوم نہ ہوں، اس کتاب میں جو کچھ

ہو گا غا ہر ہے کہ وہ عقل و خرد سے دور اور علم و تحقیق سے گرا ہوا ہو گا۔

ذیل الہدیت مولوی محمد حسین ثالوی صاحب کے تبصرہ کے بعد ہم اس کتاب

پر مزید تبصرہ کرتے بغیر آگے چلتے ہیں۔ ”ظفر المبین“ کے بعد فقہ حنفی کے خلاف

”حقیقت الفقہ“ لکھی گئی۔ اس کے مصنف محمد یوسف جے پوری صاحب

ہیں۔ موصوف نے اس کتاب میں جس قدر دلیل و تبلیغ، خیانت اور دھوکہ

دہی سے کام لیا ہے۔ شاید ایسی جرات دشمنان دین میں سے بھی کسی نے نہ کی

ہو، سچ یہ ہے کہ جے پوری صاحب کو حضرت امام صاحب رحمہ اللہ اور ان کی

فہم سے جو بغض و عناد ہے اس کا جتنا مظاہرہ وہ کر سکتے تھے اس کتاب میں

انہوں نے اس کا پورا پورا مظاہرہ کیا ہے۔ جے پوری صاحب نے اس کتاب

میں حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے متعلق اکابر کے حوالے سے جو زہر بکھارا ہے

ہم چاہتے ہیں کہ اس کا کچھ حقوڑا سا تجزیہ عوام کے سامنے پیش کریں، تاکہ

مصنف کی دیدہ دلیری، خیانت اور دھوکہ دہی سامنے آسکے اور سادہ لوح

عوام پر جو اس کی معروفیت ہے وہ ختم ہو۔
حقیقت الفقہ کے چند حوالجات کا تجزیہ

جے پوری صاحب نے حقیقت الفقہ میں ایک سرخی قائم کی ہے
”حنفی مذہب کی حالت“ اس سرخی کے تحت انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ
رحمہ اللہ کو حدیث میں قلیل ایضا صحت یعنی انتہائی کم علم، اور ان کا پایہ حدیث
میں گرا ہوا ثابت کرنے کے لیے، نیز انہیں مجروح قرار دینے کے لیے مختلف
عنوانات قائم کر کے تفصیل سے خامہ فرسائی کی ہے، ایک عنوان اس طرح قائم
کیا ہے: ”امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور علم حدیث“ اس عنوان کے تحت
لکھتے ہیں۔

”تاریخ ابن خلدون جلد اول میں ہے کہ خاجو حنیفہ رضی
اللہ عنہ یقال بلغت روايته الى سبعة عشر
حديثا او نحوها،
ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ ان کو سترہ
حدیثیں پہنچی ہیں۔“

جے پوری صاحب، ابن خلدون کی یہ عبارت نوکر کر کے بزعم خویش یہ ثابت
کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا حدیث میں پایا گیا ہوا تھا، لیکن
ابن خلدون کی اس عبارت سے امام صاحب کا علم حدیث میں پایا گیا ہوا ثابت
کرنا خود فحوی اور دھوکہ دہی کے سوا کچھ نہیں، اس لیے کہ اول تو جے پوری
صاحب نے ابن خلدون کی عبارت کا ترجمہ غلط کیا ہے، جے پوری صاحب
ترجمہ کرتے ہیں کہ ”امام ابوحنیفہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ ان کو سترہ حدیثیں پہنچی ہیں“

لہ محمد یوسف جے پوری - حقیقت الفقہ ص ۴۴

ماونکہ صحیح ترجمہ اس طرح ہے۔

”ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی روایت (یعنی
مرویات) سترہ تک پہنچتی ہیں۔“

دونوں ترجموں میں زمین آسمان کا فرق ہے، اصول حدیث سے جسے
ذرا بھی سمجھ کا وہ دونوں ترجموں کے فرق کو بخوبی سمجھ لے گا، عوام کے لیے ہم
تھوڑی سی وضاحت کئے دیتے ہیں، دیکھئے ایک ہوتا ہے اساذ سے حدیث
عاصل کرنا سے کہتے ہیں تحمل حدیث اور اخذ حدیث، اور ایک ہوتا ہے اساذ
سے برہمی ہوئی احادیث آگے شاگردوں کو پڑھانا سے کہتے ہیں ادا سے حدیث
اور روایت حدیث، ابن خلدون کے نوکر کردہ قول کا مطلب یہ ہے کہ امام صاحب
نے آگے جو احادیث روایت کی ہیں وہ سترہ تک پہنچتی ہیں، یہ مطلب نہیں کہ امام
صاحب نے حدیثیں کل سترہ پڑھی ہیں، روایت حدیث میں قلیل ہونا کوئی عیب
نہیں ہے، کیونکہ اس سے علم حدیث سے ناواقفی یا واقفیت کا تصور ہونا لازم
نہیں آتا۔ اس لیے کہ ممکن ہے محدث و فور علم کے باوجود حزم و احتیاط کی بنا پر
پر حدیث کی آگے روایت کم کرے، ورنہ تو چار عراض حضرت امام صاحب پر
کیا جاتا ہے اس سے عقار راشدین بالخصوص حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور دیگر
اعلیٰ صحابہ کرام بھی نہیں بچ سکتے، کیونکہ ان کی مرویات بھی دیگر صحابہ کرام کے مقابلہ
میں بہت کم ہیں۔ جے پوری صاحب اگر ابن خلدون کی عبارت کا ترجمہ صحیح کرتے
تو اعتراض کا کوئی پہلو نہ نکلتا۔ لیکن انہوں نے یا تو جان بوجھ کر یا عربی سے نااہل
ہونے کی بنا پر غلط ترجمہ کیا اور عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اعادنا اللہ منہ
دوسرے جے پوری صاحب نے تاریخ ابن خلدون سے اپنے مفید مطلب
عبارت نقل کی ہے اور آگے پیچھے سے ساری عبارت دید و دانستہ چھوڑ دی ہے

کیونکہ اس سے بنا اعتراض ہی ختم ہو جاتی ہے، ہم متعلقہ ساری عبارت ذکر کرتے ہیں تاکہ بے پوری صاحب کی خیانت کھل کر سامنے آ سکے۔
سورخ ابن خلدون لکھتے ہیں۔

”واعلم ايضاً ان الاشعة المجتهدين تفاء وتوافوا في الاكثار من هذه الضاعته والافتلال ما بوجيفته رضى الله عنه يفتال بلغت روايته الى سبعة عشو حدیثا ونحوها ومالك رحمه الله انما صح عنده ما في كتاب الموطا وغايتها ثلثا مائة حديث ونحوها واحمد بن حنبل رحمه الله تعالى في مسنده خمسون الف حديث وكل ما اداه اليه اجتاده في ذلك وقد تقول بعض المبعضين المتعصبين الى ان منهم من كان قليل البضاعة في الحديث فلهذا قلت روايته ولا سبيل الى هذا المعتقد في كبار الاشعة - لان الشريعة انما تؤخذ من الكتاب والسنة..... والامام ابو حنيفة انما قلت روايته لما شذت في شروط الرواية والتحمل وضعت رواية الحديث اليقين اذا عارضها الفعل النفسى وقلت من اجلها روايته فقل حديثي لا انه ترك رواية الحديث متعمدا فحاشاه من ذلك وبديل على انه من كبار المجتهدين في علم الحديث اعتماد مذهبه بينهم والتعويل عليه واعتباره رقا وقبولا واما

غيره من المحدثين وهم الجمهور فتوسعوا في الشروط وكثر حديثهم والكل عن اجتهاد وقد توسع اصحابه من بعده في الشروط فكثرت روايتهم“ الخ لہ

اور یہ بھی جان لو کہ ائمہ مجتہدین حدیث کے فن میں متفاوت ہیں کسی کی مرویات قلیل اور کسی کی کثیر ہیں، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی مرویات سترہ یا اس کے لگ بھگ پہنچتی ہیں، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح احادیث جو موطا میں ہیں ان کی زیادہ سے زیادہ تعداد تین سو یا اس کے لگ بھگ ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کی مسند میں ۵۰ ہزار احادیث ہیں اور ہر ایک نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق سنی کی ہے۔ بعض لوگ جو بغض رکھنے والے اور متعصب ہیں، انہوں نے اس جھوٹ پکڑا کر لیا ہے کہ ائمہ میں سے کچھ امام حدیث میں قلیل البضاعت ہیں اسی لیے ان سے روایت حدیث کم ہوتی ہے، لیکن اس اعتقاد کی کیا ائمہ کے حق میں کوئی سبیل نہیں، کیونکہ احکام شرعیہ کتاب و سنت ہی سے ماخوذ ہیں..... اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت اس لیے قلیل ہوتی کہ انہوں نے روایت اور اس کے تحمل کے بارے میں سخت شرطیں لگائیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث یقینی کی روایت جب کہ اس کے معارضہ میں فعل نفسی واقع ہو ضعیف ہو جاتی ہے نہ یہ کہ انہوں نے حدیث کی روایت کو عمدہ چھوڑ دیا، امام ابو حنیفہ

ہونے کی وجہ سے قلیل البصاعت (حدیث میں کم علم) خیال کیے ہیں
یہ محض ان کا افتراء ہے کبار ائمہ کے بارے میں اس کی قطعاً گنجائش نہیں

کیونکہ شریعت قرآن و سنت ہی سے اخذ کی جاتی ہے (اور جو شخص حدیث
میں قلیل البصاعت ہو وہ کیسے احادیث سے احکام شریعت کا استنباط کر سکتا ہے)
باقی حضرت امام صاحب سے جو روایت حدیث قلیل ہوئی تو اس کی وجہ نہیں
کہ حدیث میں ان کا پایا گیا ہو تھا یا انہوں نے جان بوجھ کر روایت حدیث کو چھوڑ
رکھا تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے روایت و تحمل حدیث میں شرائط
بہت سخت لگا رکھی تھیں جس کی وجہ سے ان کی احادیث قلیل ہوئیں ورنہ وہ علم
حدیث میں کبار مجتہدین میں سے تھے اور ان کے کبار مجتہدین میں سے ہونے کی دلیل
یہ ہے کہ ائمہ مجتہدین کے درمیان ان کا مذہب رد و قبول کے اعتبار سے معتد
معتبر ہے۔

قارئین آپ ابن خلدون کا مطلب پوری طرح سمجھ گئے ہوں گے اس لیے ہم
مزید شرح کی ضرورت نہیں سمجھتے البتہ ابن خلدون نے قلیل الروایت کی تشیل میں
امام صاحب کے متعلق جو یہ کہا ہے کہ ”کہا جاتا ہے کہ ان کی مرویات سترو یا اس کے
لگ بھگ پہنچتی ہیں“ اس کا ہم کچھ تجزیہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا نظریہ یہ ہے
کہ حضرت امام صاحب کے بارے میں ابن خلدون کا نقل کردہ قول عقلاً و نقلاً غلط
ہے جس کے بہت سے شواہد ہیں۔

۱۱) ابن خلدون نے اسے بصیغہ قرین ذکر کیا ہے جو خود اس کے ضعف و رتھ
کی دلیل ہے۔

۱۲) ابن خلدون کا یہ اپنا قول نہیں ہے بلکہ انہوں نے اسے مجہول کے صفیہ
نقل سے ذکر کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ ”کہا جاتا ہے“ یہ کہنے والے

کے علم حدیث میں کبار مجتہدین میں سے ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے
کہ مجتہدین ان کے مذہب پر اعتماد کرتے ہیں رد و قبول کے اعتبار سے
امام صاحب کے علاوہ جمہور محدثین نے روایت حدیث کی
شرائط میں توسع اختیار کیا ہے اس لیے ان کی احادیث کثیر ہوئیں
اور ہر ایک نے یہ شرائط اپنے اپنے اجتہاد سے عائد کیں، امام
صاحب کے بعد ان کے اصحاب نے بھی روایت حدیث کی شرائط
میں توسع اختیار کیا تو ان کی روایات بھی کثیر ہو گئیں۔

قارئین محترم آپ نے ابن خلدون کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائی کہ اسے
کہیں اشارتاً بھی جے پوری صاحب کا مطلب ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری
عبارات ان کے خلاف جاتی ہے شاید اسی لیے وہ صرف ایک فقرہ ذکر کرتے
ہیں باقی سب کھا جاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ابن خلدون نے پہلے یہ بتایا
کہ بعض ائمہ قلیل الروایت ہیں اور بعض کثیر الروایت، پھر اس کی تشیل میں
ائمہ ثلاثہ کا ذکر کیا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان
کی مرویات سترو یا اس کے لگ بھگ پہنچتی ہیں، حضرت امام مالکؒ کی
تین سو تک، اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی پچاس ہزار تک، اس سے
معلوم ہوا کہ ابن خلدون نے امام صاحب کے متعلق جو کہا ہے وہ ان کے
قلیل الروایت ہونے کی تشیل میں کہا ہے، بطور طعن یا اعتراض کے
نہیں کہا، بلکہ انہوں نے ان لوگوں کی پُر زور مذمت کی ہے جو کسی امام کو قلیل الروایت
ہونے کی وجہ سے حدیث میں قلیل البصاعت (کم علم) سمجھتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے
ہیں کہ:

”بعض متعصب لوگ جو ائمہ کبار میں سے کسی امام کو قلیل الروایت

کون ہیں؟ کوئی پتہ نہیں۔

(۳) انہوں نے آؤنچوہا کا لفظ بڑھا کر اشارہ کر دیا کہ خود انہیں صحیح پتہ نہیں کہ سترہوی کہا جاتا ہے یا زیادہ۔

(۴) ابن خلدون کو عظیم مؤرخ اسلام ہیں لیکن انہیں اندکرام کی مرویات کا صحیح علم نہیں اسی لیے انہوں نے امام مالک کی مرویات ان کی موطا میں تین سو بتائی ہیں حالانکہ بقول حضرت شاہ ولی اللہ کے موطا میں ۱۴۲۰ احادیث موجود ہیں۔ اور امام احمد رحمہ اللہ کی مرویات مسند احمد میں پچاس ہزار بتائی ہیں، حالانکہ مسند احمد میں کل تیس ہزار احادیث ہیں اور اگر امام احمد رحمہ اللہ کے صاحبزادے عبد اللہ کی مرویات کو بھی شامل کر لیا جائے تو پھر کل چالیس ہزار بنتی ہیں۔ ابن خلدون کو جب اندک کی مرویات کی صحیح تعداد معلوم نہیں تو حضرت امام ابو حنیفہ کے بارے میں ان کے نقل کردہ قول کا کیا اعتبار کیا جاسکتا ہے؟

(۵) حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے قلیل الروایت ہونے کی تردید کے لیے آپ کے تلامذہ، اصحاب پر نظر کر لینا ہی کافی ہے ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کے تلامذہ کے بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ امام صاحب سے جن لوگوں نے حدیث وفقہ حاصل کی ہے ان کی تعداد شمار کرنا مشکل ہے آگے فرماتے ہیں ”بعض متاخرین محدثین نے آپ کے آٹھ سو شاگردوں کی فہرست لکھی ہے جس میں تفصیل سے ان کا نام ونسب لکھا ہے“۔

یہ آٹھ سو شاگرد کوئی معمولی لوگ نہ تھے بلکہ کبار محدثین و مجتہدین تھے جن میں سے ایک محدث حضرت عبد اللہ بن یزید مقبری کی رحمہ اللہ نے حضرت امام

صاحب سے نو سو احادیث سنی تھیں بلکہ خیال فرمائیے جس امام کے تلامذہ و اصحاب اس قدر کثیر ہوں کہ ان کا شمار کرنا بھی دشوار ہو جن میں سے صرف ایک ہی کی روایات نو سو تک پہنچتی ہوں، اس امام کے بارے میں یہ کہنا کہ انہی مرویات سترہ تک پہنچتی ہیں، انصاف کا خون کرنے کے مترادف نہیں تو کیا ہے معمولی عقل و شعور رکھنے والا آدمی بھی اسے تسلیم نہیں کر سکتا۔

(۶) نیز اس پر غور کیا جائے کہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کی پندرہ مسند ہیں جن میں سے چار آپ کے شاگردوں نے بلا واسطہ آپ سے احادیث سنیں مگر جمع کی ہیں، باقی دیگر حفاظ نے بلا واسطہ آپ سے روایت کی ہیں، ان کے علاوہ آپ کے تلامذہ کی تصانیف مثلاً حضرت امام محمد رحمہ اللہ کی موطا، کتاب الحجۃ (۴ جلد) سیرکبیر وغیرہ اور قاضی ابویوسف رحمہ اللہ کی کتاب الخراج اور مالکی میں نیز مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہزاروں روایات آپ سے بسند متصل روایت کی گئی ہیں، حضرت امام صاحب رحمہ اللہ نے کتاب الآثار جن میں تقریباً نو سو احادیث ہیں، ان کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا ہے چنانچہ صدر الامۃ موفق بن احمد تحریر فرماتے ہیں۔

”انتخب ابو حنیفۃ وحمد اللہ الاثر من اربعین الف حدیث“

امام ابو حنیفہ نے کتاب الآثار کا چالیس ہزار احادیث سے انتخاب کیا ہے۔

علامہ قادری رحمہ اللہ امام محمد بن سماعہ رحمہ اللہ متوفی ۲۲۲ ہجری سے نقل

اس سے کون انکار کر سکتا ہے یہ ممکن ہے کہ تحصیل علم کے بعد امام
نے خیال کیا ہو کہ کس فن کو اپنا خاص فن بنائیں اور چونکہ عام علاقوں کی
ضرورتیں فقہ سے وابستہ و مجھیں اس لیے اسی کو ترجیح دی۔^۱

جب کہ یہ حکایت ہی موضوع و من گھڑت ہے تو بے پوری صاحب کا اس کو ذکر
کرنا اور اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ امام صاحب نے علم حدیث حاصل ہی نہیں کیا انصاف
و دیانت کے خلاف ہے۔

ثانیاً :- قوٹری ویر کے لیے اگر ہم اس روایت کو مان بھی لیں اور جو مطلب
بے پوری صاحب نکالنا چاہتے ہیں وہ مطلب بھی نکال لیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر
حضرت امام ابو نعیمہ رحمہ اللہ نے علم حدیث حاصل ہی نہیں کیا تو ان کے جو چار
ہزار اساتذہ بتائے جاتے ہیں اس کا کیا مطلب ؟ مثلاً پھر آپ کو جو کبار مجتہدین
میں سے شمار کیا جاتا ہے اس کا کیا مطلب ؟ کیونکہ مجتہد تو علم حدیث کی تحصیل کے
بغیر کوئی بن ہی نہیں سکتا، مثلاً پھر حضرت امام صاحب کو جو امام ذہبی، امام سیوطی
اور امام یوسف ہامی رحمہم اللہ نے حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اس کا کیا مطلب ؟
کیا وہ شخص بھی حافظ الحدیث بن سکتا ہے جس نے علم حدیث حاصل ہی نہیں کیا
نیز حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے جو لوگوں کو علم حدیث حاصل کرنے کے
لیے حضرت امام صاحب کی خدمت میں جانے کی تاکید کی ہے اس کا کیا مطلب ؟
کیا ایسا شخص جس نے خود علم حدیث حاصل نہیں کیا وہ دوسروں کو تعلیم دے سکتا
ہے، مثلاً حضرت عبداللہ بن مبارک، وکیع بن الجراح، یزید بن ہارون، یزید بن
زیلع، ابوعامر النبیل، قاسم بن معن، قاسم بن حکم، یحییٰ بن یونس، علی بن مسہر،
قاسم بن محصب، داود طائی، قاضی ابویوسف، امام محمد بن حسن شیبانی، زعفر بن

۱۔ سیرۃ النعمان ص ۱۱۰

حذیل، جعفر بن عون رحمہم اللہ اور ان جیسے سیکڑوں محدثین جو حضرت امام
ابو نعیمہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں انہوں نے امام صاحب سے کیا حاصل کیا ہے ؟
اصل بات یہ ہے کہ بے پوری صاحب ناواقف عوام کو دھوکہ دینا چاہتے
ہیں اور کچھ نہیں مکن ان حقائق کے ہوتے ہوئے ان کی دھوکہ دہی نہیں چل سکتی
۱۔ آخے کہتے ہیں

”سبب دوم عدم سفر در تلاش احادیث“^۲

اس کے ذیل میں علامہ شبلی نعمانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں :-

”چنانچہ علامہ شبلی نعمانی سیرۃ النعمان مطبوعہ مجتبائی منٹ میں لکھتے

ہیں کہ امام صاحب کے مزاج میں تکلف تھا، اکثر خوش لباس رہتے

تھے کبھی کبھی سیاح و قاصم کے جتے بھی استعمال کرتے تھے، ابو مطیع

مطی ان کے شاگرد کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن ان کو نہایت قیمتی

چادر پہنے دیکھا جس کی قیمت کم از کم چار سو درہم ہوگی۔ چار پانچ دینار

اشرفی، ایک چادر کو گندہ فرماتے اور اوستھ سے شراتے اور ایسا

صفہ ۱۲ میں لکھتے ہیں کہ ایسے شخص کو طلب حدیث کے لیے عراق بھیجا،

مصر بھیجا، اور شام کا سفر کرنا اور علم حدیث کی طالب علمی میں برسوں کاٹنا

اور احادیث حفظ کرنا اور زحمت طول سفر اٹھانی دشوار بلکہ ناممکن کہنا

چاہیے۔^۳

فاریحین محترم بے پوری صاحب نے اس موقع پر یہودیہ نخصلت“ تحریر
و تفسیر کا پورا پورا غلطابہ کیا ہے کیونکہ علامہ شبلی نعمانی نے مذکورہ بالا واقعہ اخلاق

۱۔ حضرت یوسف ہامی - حقیقت اللہ ص ۱۱۰

۲۔ سیرۃ النعمان ص ۱۱۰

وعادات کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے، جس سے صرف حضرت امام صاحب کے خوش لباس رہنے کو بیان کرنا مقصود ہے اور کچھ بھی نہیں۔ بے پوری صاحب نے اسے قلت کے اسباب کے تحت بطور ضمن ذکر کیا ہے اور انتہائی بددیانتی سے کام لیتے ہوئے علامہ شبلی کی عبارت کے ساتھ چار پانچ دینار سے لے کر ناممکن کہنا چاہتے تاکہ لائن زدہ عبارت کو جوڑ کر اپنا مطلب نکال دے۔ ہم نے غیر مقلدین کی طبع کردہ سیرت النعمان کی ایک ایک سطر چھان ماری لیکن ہمیں جے پوری صاحب کی علامہ شبلی کے حوالے سے ذکر کردہ لائن زدہ عبارت کہیں نظر نہیں آئی، اندازہ کیجئے کہ جے پوری صاحب حضرت امام ابوحنیفہؒ سے بغض و حسد میں اس قدر مغلوب ہوئے ہیں کہ ان کے غلط عبارت تراش کر دوسروں کے گلہ لگانے سے بھی نہیں بچکیئے اور انہیں یہودیانہ مصلحت برتتے ہوئے شرم و حیا مانع نہیں ہوتی، یا للعجب والضعیف الثوب۔

دوسرے جے پوری صاحب کا حضرت امام صاحب کے بارے میں یہ ثابت کرنا کہ انہوں نے حصول حدیث کے لیے سفر نہیں کیا اس لیے ان سے عادات کم مروی ہیں، یہ بھی سراسر دھوکہ اور فریب ہے، حقیقت اس کے بالکل خلاف ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کا قیام کوفہ میں تھا، جہاں کبار محدثین و مجتہدین موجود تھے جن سے عادات اخذ کرنے کے لیے لوگ خود کوفہ آیا کرتے تھے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے طلب حدیث میں بخارا سے لے کر مصر تک تمام اسلامی شہروں کا سفر کیا تھا و دو دفعہ جزیرہ گئے چار دفعہ بصرہ جانا ہوا چھ سال تک حجاز میں مقیم رہے مگر اس کے باوجود کوفہ اور بغداد کی وہ اہمیت تھی کہ فرماتے ہیں: لا احصى كم دخلت الى الكوفة وبغداد مع المحدثين^۱ میں شمار بھی نہیں کر سکتا کہ کوفہ اور بغداد میں مجھے محدثین

۱۔ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر مستدراک صحیح البخاری مقدمہ ج ۱ ص ۲۵۰

کے ساتھ کتنی بار جانا پڑا۔ ان حالات میں حضرت امام صاحب کو طلب حدیث کے لیے اول لوگوں میں جانے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن تاثر بتلاقی ہے کہ آپ نے طلب علم میں کئی سفر کئے ہیں، اُس زمانہ میں گنجی افادہ واستفادہ کا بڑا ذریعہ تھا کیونکہ محاکمہ اسلامیہ کے گوشہ گوشہ سے بڑے بڑے اہل کمال حریفین میں اگر جمع ہو جاتے تھے اور درس و افتاد کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا، امام ابو الحسن مرغینانی نے بسند نقل یہ ہے کہ آپ نے پچھن ریح کئے تھے، علاوہ انہیں شام سے لے کر مصر و عباسی کے زمانہ خلافت تک جس کو چھ سال کا عرصہ ہوتا ہے آپ کا مستقل طور پر قیام ممکن نہ رہا۔

۵۔ کچھ آگے چل کر ایک عنوان قائم کرتے ہیں۔

”حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اجماع صحابہؓ“

اس عنوان کے ذیل میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق یہ بتانے کے لیے کہ وہ صحابہ کرام کے اجماع کی مخالفت کرتے تھے علامہ دمیری کی کتاب حیاۃ الخوان^۲ سے لفظ ”جنین“ کے تحت علامہ دمیری کی تحقیق نقل کی ہے۔ لکھتے ہیں:-

”علامہ کمال الدین دمیری حیاۃ الخوان کبریٰ مطبوعہ مصر قلعہ اصطلاح میں فرماتے ہیں:- الجنین هو ما وجد في البطن البهيمة بعد ذبحها فان وجد ميتا بعد ذبحها فهو حلال باجماع الصحابة كما نقله الماورقي في الحاوي وبه قال مالك والاوزاعي والثوري وابويوسف ومحمد واسحق والامام احمد وقرئ ابو حنيفة بتحسين اكله۔ (تہجد) جنین وہ بچہ ہے جو چوپائے کے پیٹ

میں ذبح کے بعد نکلے اگر ذبح کے بعد وہ بچہ مردہ ہو تو باجماع حلال ہے جیسا کہ ماوردی نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے اور یہی مذہب امام مالکؒ اور ازہریؒ اور سنیان ثوریؒ اور ابو یوسفؒ اور محمدؒ اور اسحق بن راہویہؒ اور احمد بن حنبلؒ کا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ صرف اکیلے اس کو حرام کہتے ہیں (مواہف اس ایک ہی مسئلہ پر اکتفا کیا گیا وہ بہت ایسے مسائل ہیں کہ جن میں امام ابو حنیفہؒ نے اجماع صحابہ کا خلاف کیا ہے جو کسی اہل علم پر پوشیدہ نہیں)۔

جے پوری صاحب نے یہاں بھی بذیانتی سے کام لیتے ہوئے ادھوری عبارت نقل کی ہے، حیوة الحيوان میں مذکور عبارت میں - بتجریم اکلہ - کے بعد یہ عبارت ہے "محذبا بقوله تعالى حرمت عليكم الميتة والدم وبقره صلى الله عليه وسلم اكلت لنا ميتتان ودمان السمك والجراد والكلب والطحال وهذه ميتة ثالثة لم تذكر" یعنی حضرت امام صاحب نے اس کی تحریم کا قول اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کرتے ہوئے کیا ہے کہ "حرام کیا گیا ہے تمہارے لیے مردار اور خون کو" نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے بھی استدلال کیا ہے کہ "حلال کئے گئے ہیں جمارے لیے دو مردار اور دو خون یعنی مچھلی اور ٹڈی، جگر اور تلی، جینین جو مرا ہوا نکلے وہ تیسرا مردار ہے جس کا تذکرہ حدیث میں نہیں ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام صاحبؒ نے یہ رائے کتاب و سنت

۱۔ محمد یوسف جے پوری - حقیقت الفقہ ص ۹۱

۲۔ کمال الدین محمد بن موسیٰ الدیمیری - حیوة الحيوان ج ۱ ص ۱۱۱

سے استدلال کرتے ہوئے تاہم کی جتنی دلیل قائم نہیں کی، (جے پوری صاحب نے اسے اس لیے ذکر نہیں کیا کہ کہیں عوام کو یہ پتہ نہ چل جائے کہ حضرت امام صاحبؒ اسی مسئلہ میں کتاب و سنت سے استدلال کرتے ہیں نہ کہ اپنی رائے اور قیاس سے) اور حضرت امام صاحبؒ کا یہ استدلال بالکل صحیح ہے کیونکہ جو جینین مردہ نکلتا ہے وہ - میتہ - ہے جس کی حرمت آیت مبارکہ حرمت علیکم الميتة سے ثابت ہے اور یہ قطعی الثبوت بھی ہے اور قطعی الدلالت بھی، اس کے برخلاف مردہ جینین کے حلال ہونے پر جن احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے - اول تو ان میں تاویل کا احتمال ہے یعنی ذکوۃ الجینین ذکوۃ امہ کے معنی ہیں کہ ذکوۃ امہ یعنی جینین کا ذبح ایسے ہی ہے جیسے اس کی ماں کا، دوسرے بالاجماع ان احادیث کے عموم پر عمل نہیں کیا گیا کیونکہ جینین اگر زندہ نکل آتا ہے تو بالاتفاق سب کے نزدیک اس کا مستحلاً ذبح کرنا ضروری ہے، تیسرے وہ سب کی سب احادیث ضعیف ہیں - لہذا ان احادیث سے جوہر قطعی الثبوت ہیں نہ قطعی الدلالت، حضرت امام صاحبؒ کی پیش کردہ آیت مبارکہ کا جو قطعی الثبوت بھی ہے اور قطعی الدلالت بھی، کیسے مقابلہ کیا جاسکتا ہے اور حکم نفس پر عمل کیسے چھوڑا جاسکتا ہے۔

علامہ ابن حزم اس مسئلہ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں -

"قال ابو محمد: لو صح عن النبي صلى الله عليه وسلم لقلنا به صار عين واذا لم يصح عندنا فلا يحل ترك القرآن لقول قتال او قتالين"۔

ابو محمد (ابن حزم) کا کہنا ہے کہ اگر اس مسئلہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحیح طور پر کچھ ثابت ہوتا تو ہم بہت جلد اس کا قول کر لیتے، لیکن کچھ

۱۔ ابو محمد بن حزم انطاہری - المحلی ج ۲ ص ۱۹۱

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ میں صحیح طور پر کچھ ثابت ہی نہیں ہے تو کسی ایک کہنے والے یا بہت سے کہنے والوں کے کہنے کی وجہ سے قرآن کو چھوڑنا حلال نہیں ہوگا۔

باقی رہا مادی کا اجماع صحابہ کا دعویٰ کرنا تو یہ بلا دلیل ہے، اور علامہ دمیری کا اس مسئلہ میں حضرت امام صاحب کو منصف یعنی تنہا قرار دینا غلط ہے، کیونکہ جلیل القدر تابعی اور دور صحابہ کے مفتی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے، چنانچہ کتاب الآثار میں مروی ہے۔

”اخیرنا ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم قال

لا تكون زکوة نفس زکوة نفسین“ ۱۷

امام محمد فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی امام ابو حنیفہ نے اور انہوں نے بواسطہ حماد و حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ایک جاندار کا ذبح دو جانداروں کا ذبح نہیں ہو سکتا،

۱۸ جے پوری صاحب کچھ آگے چل کر ایک عنوان قائم کرتے ہیں۔

”حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جرح“ ۱۹

اس عنوان کے تحت جے پوری صاحب نے بعض متعصبین اور حاسدین اور کچھ ایسے حضرات کے حوالے نقل کئے ہیں جو خود غلط فہمی کا شکار تھے، ان کے جوابات ہزار دفعہ دہرائے جاسکتے ہیں، یہ حوالے نقل کرنے کے بعد جے پوری صاحب لکھتے ہیں۔

”اسماء گرامی ان ائمہ محدثین، فقہاء و فضلاء کے جنہوں نے حضرت امام

ابو حنیفہؒ کو ناقص الحافظ اور حدیث کم جاننے والا اور اسی کی جاپہنچ و پرکھ میں ناقص، نیز عربی زبان میں ناقص بتلایا ہے اور ان کے عقائد اور مسائل پر اعتراض کیا ہے۔“ ۲۰

یہ لکھنے کے بعد اُسی حضرات کے نام گنوائے ہیں جن میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد، عبد اللہ بن مبارک، ابن عیینہ، یزید بن ہارون، عبد اللہ بن ابی نعیم بن سعید قطان رحمہم اللہ جیسے بزرگوں کے نام بھی ہیں۔

چارمین محترم! حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں آپ ان کا برا ائمہ محدثین کے اقوال کی جھپٹ ملاحظہ فرمائیے کہ یہ کیا ان کی موجودگی میں یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے امام صاحب پر جرح کی ہوگی؟ پھر حیران کن بات یہ ہے کہ

اس فہرست میں ان لوگوں کے نام بھی ہیں جنہوں نے امام صاحب کی مدافعت میں مستقل کتابیں لکھی ہیں مثلاً حضرت عبد الوہاب شعرائی، مولانا عبدالحی لکھنوی، وغیرہ پھر اس میں وہ حضرات بھی شامل ہیں جو حضرت امام صاحب کے شاگرد تھے۔ ہم

حیران ہیں جے پوری صاحب کی عقل و نقل پر، جے پوری صاحب تو دنیا سے چلے گئے ہم غیر متقدمین کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ مرد میدان بنیں اور ہمت ہے تو ان تمام ائمہ سے بسند صحیح حضرت امام صاحب پر جرح ثابت کر دیں۔ ویدہ باید

۲۱ جے پوری صاحب مزید کچھ آگے چل کر ایک عنوان یہ قائم کرتے ہیں۔

”کیا حنفی مذہب میں ولی ہوئے ہیں؟“

اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

”اکثر حنفی کہا کرتے ہیں کہ ہمارے مذہب کے حق ہونے کی بڑی دلیل

یہ ہے کہ اس مذہب میں ہزاروں اولیاء اللہ ہوئے ہیں اسکا جواب

گجوش دل ملاحظہ ہو، حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کہ جن کو چاروں مذہب والے بڑا اولیٰ مانتے ہیں وہ صاف اس بات سے انکار کرتے ہیں چنانچہ لطیفات ابن رجب جلد اول ص ۱۸۱ میں ہے کہ قیل للشیخ هل كان لله وليا علي غير اعتقاد احمد بن حنبل فقتل ما كان ولا يكون۔ (ترجمہ) حضرت پیران پیر سے پوچھا گیا کہ منیل مذہب والوں کے سوا اور مذہب میں بھی کچھ ولی ہوئے ہیں یا نہیں۔ فرمایا نہ تو ہوئے ہیں اور نہ ہوں گے۔ لے

احناف کے ساتھ جے پوری صاحب کے بعض وعناد کو ملاحظہ فرمائیے کہ انہیں احناف کے اندر کسی ولی اللہ کا ہونا بھی گوارا نہیں ہے اور وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حنفی مذہب میں کوئی ولی نہیں ہوا۔ اور یہ ثابت کرنے کے لیے انہوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا ایک قول ڈھونڈا ہے لیکن ان کا اس قول سے استدلال کرنا بالکل غلط ہے فائدہ اور بے کار ہے۔

اولاً :- تو اس لیے کہ جے پوری صاحب کو کوئی حدیث پیش کرنی چاہیے تھی جس سے ثابت ہوتا کہ حنفی مذہب میں نہ ولی ہوئے ہیں نہ ہوں گے، مذکورہ قول توامتی کا ہے اور غیر مقلدین کے ہاں تو اقوال صحابہ محبت نہیں چر جائیکہ دیگر حضرات کے اقوال اس لیے یہ قول پیش کرنا شانِ تحدیث کو بڑھانے کے مترادف بلکہ بقول غیر مقلدین کے شرک ہے۔

ثانیاً :- جے پوری صاحب نے مذکورہ قول کا ترجمہ بھی انتہائی غلط کر کے لوگوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے اس لیے کہ انہوں نے اعتقاد کا ترجمہ مذہب کیا ہے جو غلط ہے، کیونکہ فقہی طور پر مذہب مسلک کے معنی میں ہوتا ہے اور حضرت

شیخ کے قول میں اعتقاد سے مسلک ہرگز مراد نہیں بلکہ اعتقاد سے وہ بنیادی عقائد مراد ہیں جن پر کفر و اسلام اور نجات و عذاب کا دارومدار ہے۔ ظاہر ہے کہ ان بنیادی عقائد میں اعتدال بعد باجم متفق ہیں اور ان کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں لہذا صحیح ترجمہ یہ ہوگا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے سوال ہوا کیا حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے جو عقائد تھے ان عقائد سے ہٹ کر کوئی ولی ہوا ہے تو آپ نے فرمایا نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ اس ترجمہ کو سامنے رکھیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ معتزلہ، خوارج و روافض کی تردید کر رہے ہیں کہ ان میں نہ ولی ہوا نہ ہو سکتا ہے کیونکہ وہ امام احمد کے عقائد سے ہٹے ہوئے تھے نہ کہ اہل سنت کے متبعین کی۔ براہِ عدم تاکید کا یہ انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے۔

ثالثاً :- اگر جے پوری صاحب کے ترجمے کے مطابق حضرت شیخ کی عبارت کا مطلب وہی ہے جو جے پوری صاحب سمجھنا چاہتے ہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ حنبلیوں کے سوا۔ مالکیوں اور شافعیوں میں بھی کوئی ولی نہ ہوا ہو، جے پوری صاحب کے حواری سوچ کر جواب دیں کیا وہ یہ کہنے کے لیے تیار ہیں؟ یاد رہے کہ جے پوری صاحب کا صرف حنبلیوں میں اولیاء ماننا یہ اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ غیر مقلدین میں بھی نہ کوئی ولی ہوا ہے نہ ہوگا کیونکہ غیر مقلدین جس طرح امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے مقلد نہیں ہیں اسی طرح وہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بھی مقلد نہیں ہیں لہذا غیر مقلدین خود اپنی زبان سے اقرار ہی ہو گئے کہ نہ ان میں کوئی ولی ہوا ہے نہ ہوگا۔

رابعاً :- جے پوری صاحب کا احناف میں ولیوں کا انکار کرنا سورج کی روشنی میں دن کا انکار کرنے کے مترادف ہے، جے پوری صاحب کے حواری

سودا کر جواب دیں کہ

(۱) حضرت ابراہیم ادم علیہ السلام، حضرت شقیق بلخی، حضرت بشر حافی، حضرت داود طائی، حضرت فضیل بن عیاض، جہم اشعری، امام صاحب شاکریہ اولیاء تھے یا نہیں ؟

(۲) حضرت علی بن جری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت تاجی، قطب الدین بختیار کاکی، حضرت خواجہ فرید الدین، حضرت خواجہ نظام الدین، حضرت علاؤ الدین صابر کلیری، حضرت ہمدانی، حضرت زکریا ملتانی رحمہم اللہ جو سب کے سب حنفی تھے یہ اولیاء تھے یا نہیں ؟

(۳) حضرت مجدد الف ثانی، ان کے صاحبزادگان اور ان کے خلفاء حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے صاحبزادگان جو سب حنفی تھے یہ اولیاء تھے یا نہیں ؟ اعلاہ فرمائیے جے پوری صاحب کی ذہنیت کا، کہتے ہیں آئینہ میں اپنا ہی منہ نظر آتا ہے، چونکہ غیر متقلدین میں کوئی ولی اللہ نہیں ہے اس لیے انہیں احناف میں بھی اولیاء نظر نہیں آتے۔

قارئین محترم ! ہم نے "حقیقت الفقہ" کے جن چند حوالوں کا تجزیہ کیا ہے یہ اس کے مقدمہ کے تحت آگے جے پوری صاحب نے اپنی کتاب کے دو حصے کئے ہیں۔ پہلے حصے میں فقہ حنفی کے وہ مسائل درج کئے ہیں جو ان کے زعم میں قرآن و حدیث کے خلاف ہیں، دوسرے حصے میں وہ مسائل درج کئے ہیں جو ان کے خیال میں قرآن و حدیث کے موافق ہیں، لیکن ان دونوں حصوں میں جے پوری صاحب نے انتہائی خیانت اور بددیانتی سے کام لیا ہے، عبارات میں کتر بیہوشی کی ہے اور مطالب غلط اخذ کئے ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ جن کتب کے حوالے دیئے ہیں ان کی اصل عبارات پیش نہیں کیں بلکہ حوالے اصل کتابوں کے دیئے ہیں اور عبارتیں اصل کتابوں کے ترجموں کی درج کی ہیں۔ جو ترتیب سے

خود غیر متقلدین نے کئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب ہم اصل کتابوں میں یہ حوالے دیکھتے ہیں تو وہ ان کا نام و نشان بھی نہیں ملتا، مگر سادہ لوح عوام بے چارے "حقیقت الفقہ" پڑھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں ویسے گئے حوالے اصل کتابوں کے ہیں جو صحیح ہوں گے۔

بلادران احناف سے ہماری گزارش ہے کہ غیر متقلدین سے جب بھی فقہی مسائل پر بات ہو تو اصل عربی کتابوں کے حوالے طلب کریں، اور جب کوئی غیر مستند "حقیقت الفقہ" لائے تو اس کے سامنے فقہ کی اصل عربی کتابیں لا کر رکھ دیں کہ یہ مسئلہ ان میں سے دکھائیں۔ محال ہے جو کوئی غیر متقلد اصل عربی کتاب سے وہ مسئلہ نکال دے۔ ہم اس کا بار بار تجربہ کر چکے ہیں۔

خنجر اٹھ گانہ تلوار ان سے یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں
ذیل میں "حقیقت الفقہ" سے چند حوالے نقل کرتے ہیں اور غیر متقلدین سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ یہ حوالے اصل عربی کتابوں سے نکال دیں، لیکن ہمیں یقین ہے کہ وہ قیامت تک بھی یہ حوالے اصل عربی کتابوں سے نہیں نکال سکتے، ملاحظہ فرمائیے۔

یوسف جے پوری صاحب لکھتے ہیں۔
" (۲۳۱) سبحانک اللہم کے اللہم باعد الخ پڑھنا زیاد

ترجمہ ہے، ابن حمام شرح وقایہ ص ۹
(۲۳۲) سبحانک اللہم اور انی وجہت کو نفل نماز میں ملانا جائز ہے

در مختار جلد ۱ ص ۱۲۴۔
(۲۳۳) انی وجہت الخ نماز کے اندر پڑھنا مسنون ہے (ابو یوسف)

شرح وقایہ ص ۹۴، منیر ص ۸۴۔
(۲۳۴) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین ضعیف

صفحہ - ہدایہ جلد ۲۵۰

مزید لکھتے ہیں -

(۲۵۹) تصدیق احادیث رفع الیدین قبل رکوع و بعد رکوع - ہدایہ جلد ۱

صفحہ ۲۵۳، شرح وقایہ ص ۱۲۰ و ص ۱۲۱

(۲۵۷) بہیقی کی روایت میں ابن عمرؓ سے جس کے آخر میں ہے کہ میں آپؐ کی نماز ہی بیان تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقی ہونے یہ حدیث صحیح الاشاہ ہے۔
ہدایہ جلد ۱ ص ۲۵۹

(۲۵۸) رفع الیدین کرنے کی حدیثیں بہ نسبت ترک رفع کے قوی ہیں ہدایہ

جلد ۱ ص ۲۵۹

(۲۵۹) رفع الیدین نہ کرنے کی حدیث ضعیف ہے۔ شرح وقایہ ص ۱۲۱

جے پوری صاحب تو اس دنیا سے چلے گئے اس لیے موجودہ غیر مقلدین سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ مذکورہ حوالے فقہ کی اصل عربی کتابوں سے نکال کر دکھائیں ورنہ قیامت کہہ دن خدا کے یہاں جوابدہی کے لیے تیار رہیں، اگر غیر مقلدین یہ کہیں کہ ہم ترجمہ والی کتابوں سے یہ حوالے دکھاسکتے ہیں تو ہم اس کے لیے بھی تیار ہیں، وہ ہمیں ترجمے والی کتابوں میں فقہ کی جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے ان کتابوں کی عبارات کا ترجمہ دکھلا دیں اور ساتھ ہی یہ نشانہ بھی کریں کہ یہ ترجمہ اس عربی عبارت کا ہے، لیکن ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ وہ اصل عربی عبارت کا ترجمہ بھی نہیں دکھلا سکتے کیونکہ یہ حوالے جب اصل کتابوں میں نہیں تو ترجمہ میں کہاں سے آئیں گے۔

قارئین کرام بات کہاں سے کہاں چلی گئی۔ اصل بات یہ چل رہی تھی کہ پاک و ہند میں فقہ حنفی کے خلاف پہلی کتاب "استقصاء الافحام" لکھی گئی جس کا مصنف قالی قاسم کا شیعہ تھا، دوسری کتاب "ظفر المبین" لکھی گئی جس کا مصنف

امام محمد و مسند جے پوری - حقیقت الفقہ ص ۱۹

(۲۳۵) سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین صحیح ہے جلد ۱

منہل شریعہ وقایہ ص ۹۳

(۲۳۶) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث مرفوع نہیں وہ قول حضرت علیؓ سے ہے اور ضعیف - شرح وقایہ ص ۹۳

(۲۳۷) حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ مجددی حنفی سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو بسبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔

مقدم ہدایہ جلد ۱ ص ۲۵۱

(۲۳۸) ابن المنذر نے امام مالکؒ سے ہاتھ باندھنا روایت کیا ہے۔

ہدایہ جلد ۱ ص ۲۵۱

(۲۳۹) لا صلوة الا بفسا تحت الکتاب یہ حدیث بسند صحیح صحیح

ستہ و ابن حبان و سنن و اوطائی وغیرہ میں مروی ہے۔ ہدایہ ص ۱۲۱

(۲۴۰) ابن حنبل نے ثعلب القرآن والی حدیث کے راوی کو ثقہ بتا کر کہا کہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہری ناز میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھے۔ ہدایہ جلد ۱ ص ۱۲۱

(۲۴۱) امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کی احادیث ضعیف ہیں۔ شرح وقایہ

ص ۱۰۹

(۲۴۲) حضرت ابن عمرؓ کا اثر فاتحہ خلف امام نہ پڑھنے کا ضعیف ہے

شرح وقایہ ص ۱۰۹

(۲۴۳) حضرت علیؓ کا قول بھی منع فاتحہ میں ضعیف ہے اور باطل ہے۔

شرح وقایہ ص ۱۰۹

(۲۴۴) اذا کبر الامام فکبروا الخ حدیث ضعیف ہے شرح وقایہ ص ۱۰۹

امام محمد و مسند جے پوری - حقیقت الفقہ ص ۱۹

مولوی محمد حسین بٹالوی کے بقول میزان و منشعب سے بھی ناواقف تھا اور اسے ماضی و مضارع کے معنی بھی نہیں آتے تھے، اس کے بعد "حقیقت الفتح" لکھی گئی جس کے چند حوالوں کا تجزیہ گزشتہ صفحات میں پیش کیا گیا۔ اس کے بعد شیخ محمدی، درایت محمدی وغیرہ وغیرہ لکھی گئیں اور تاہنوز یہ سلسلہ جاری ہے، اور اب تو چونکہ ترقی کا دور ہے اس لیے غیر مقلدین کے خلاف فقہ حنفی کی کتب کا فرداً فرداً جائزہ لے رہے ہیں، یعنی عالمگیری کے خلاف مستقل کتاب، ہدایہ کے خلاف مستقل کتاب علیٰ ہذا القیاس ان سب کی قدر مشترک یہ ہے کہ ان میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ فقہ حنفی قرآن و حدیث کے خلاف ہے، تقریباً یہ ساری کتابیں ہماری نظر سے گزری ہیں۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کتب کے مصنفین فقہ و حدیث کا تناقض تو کیا ثابت کریں گے ان لوگوں کو تناقض کی تعریف بھی معلوم نہیں، محض تعصب و عناد کی وجہ سے فقہ حنفی کے مسائل کو قرآن و حدیث کے مخالف و متناقض ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں حقیقت میں وہ مسائل قطعاً قرآن و حدیث کے مخالف و متناقض نہیں ہوتے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان حقیقت کو ذرا واضح کر دیا جائے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو اور ان تو ہمیں فقہ کی تعریف جانتی چاہیے کہ فقہ کسے کہتے ہیں، فقہاء نے فقہ کی تعریف کی ہے "علم بالاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ عن ادلتھا التفصیلۃ" فقہ جاننا ہے شریعت کے فرعی احکام کو ان کی تفصیل و دلیلوں سے، اس تعریف سے معلوم ہوا کہ فقہی مسائل وہ ہوتے ہیں جو تفصیلی دلائل، قرآن، حدیث، اجماع امت، اور قیاس مجتہد سے مستنبط ہوتے ہیں، غور فرمائیے جب فقہی مسائل ہوتے ہیں وہ ہیں جو قرآن و حدیث، اجماع امت اور قیاس سے مستنبط ہوں تو پھر ان مسائل کے قرآن و حدیث مخالف ہو کیا مطلب؟ دوسرے

نمبر پر میں تناقض کی حقیقت اور اس کی شرائط کو سمجھا چاہیے، تناقض کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے۔

القناقض هو اختلاف القضیتین بالإيجاب والسلب
بعبث یقتضی لذاتہ صلیق احداھا کذب الآخر
او بالعکس۔

تناقض کہتے ہیں دو قضیوں کے ایجاب و سلب میں اس طرح سے مختلف ہونے کو کہ لذاتہ ایک قضیہ کا صادق ہونا دوسرے قضیہ کا کاذب ہونے کا، یا ایک کا کاذب ہونا دوسرے کے صادق ہونے کا اتفاق کرے۔

دو قضیہ مخصوص میں تناقض پائے جانے کے لیے دونوں کا اکثر چیزوں میں متحد ہونا ضروری ہے وہ اکثر چیزیں درج ذیل ہیں۔ وحدت موضوع۔ وحدت محمول۔ وحدت زمان۔ وحدت مکان، وحدت قوۃ و فعل، وحدت شرط، وحدت جزو کل، وحدت اضافت۔ ان کو وحدت ثنائیہ کہا جاتا ہے۔ اگر ان میں سے ایک بھی نہ پائی گئی تو تناقض نہیں پایا جائے گا، مثلاً ایک شخص کے کہ زید کھڑا ہے، دوسرا کہ زید کھڑا ہوا نہیں ہے تو اس میں تناقض جب ہی ہوگا جب کہ زید کے کھڑے ہونے کا اور کھڑے نہ ہونے کا زمانہ بھی ایک ہو اور مکان (جگہ) بھی ایک ہو یعنی جس نے یہ کہا ہے کہ زید کھڑا ہے اس کی مراد شلاہ ہو کہ مسجد میں ان کے وقت کھڑا ہے اور جس نے یہ کہا ہے کہ زید کھڑا نہیں ہے اس کی مراد یہ ہے کہ زید مسجد میں دن کے وقت کھڑا نہیں ہے۔ اس صورت میں دونوں ثابت ہوں گے اور اگر زمان یا مکان بدل گئے تو تناقض نہیں رہے گا، اسی مثال کو لے لیں جس نے یہ کہا ہے کہ زید کھڑا ہے اس کی مراد یہ ہو کہ مسجد میں کھڑا ہے اور

اس سے منع فرمایا ہے، دیکھئے اس عبارت سے توفیق حنفی میں بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن حکیم صاحب عوام کو فقہ سے متنفذ کرتے کے لیے دیانت کا خون کر گئے اور یہ عبارت چھوڑ دی۔

ایک غیر متقلد صاحب فقہ کے اس مسئلہ کے خلاف یہ لیکچر دے رہے تھے کہ بھلا اس مسئلہ کی ضرورت کیا ہے۔ بیت اللہ کی چھت پر کون چڑھتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ بلا ضرورت تو یقیناً کوئی نہیں چڑھتا لیکن ضرورت کے موقع پر چڑھنے کی نفی نہیں کی جاسکتی مثلاً بیت اللہ کی چھت کی مرمت یا اس کی صفائی کی غرض سے چڑھنا ہو سکتا ہے اور بیت اللہ کی چھت پر چڑھنا خود حدیث سے ثابت ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ کعبۃ اللہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو چنانچہ آپ نے ظہر کی اذان بیت اللہ کی چھت پر دی تھی ثابت ہوا کہ ضرورت کے موقع پر بیت اللہ کی چھت پر چڑھا جاسکتا ہے اور اس صورت میں چڑھ کر ترکِ تعظیم نہیں ہے۔ اس لیے یہ چڑھنا مکروہ بھی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں کہ کوئی شخص ضرورتاً بیت اللہ کی چھت پر چڑھا اور اس نے وہاں نماز پڑھ لی تو اس میں کیا استیساو ہے؟ اور کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس مسئلہ کی ضرورت ہی نہیں۔

تلمیذ نے حکیم صاحب نے ہدایہ کی عبارت کا ترجمہ بھی صحیح نہیں کیا انتہائی غلط ترجمہ کیا ہے اور اسی سے عوام کو دھوکہ میں ڈالا ہے کیونکہ حکیم صاحب نے ترجمہ کیا ہے ”کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنی جائز ہے“ حالانکہ ترجمہ یہ بنتا ہے کسی نے کعبۃ اللہ کی چھت پر نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔

چوتھے یہ حدیث ضعیف ہے لہذا اس سے غیر مقلدین کو استدلال کرنا

صحیح نہیں، مولوی اشرف سلیم اس شدِ سرخی ”حنفی مذہب اور تکبیر تحریر یہ ہیں“ (۲)

تبدیلی کے تحت لکھتے ہیں۔

”مسئلہ بدایہ میں درج ہے کہ اگر نمازی نماز میں تکبیر بھی اللہ اکبر کے بدلے کوئی اور لفظ تعظیم کا کہہ دے تو جائز ہے اصل عبارت یوں ہے۔ قتال بدل المتکبیر اللہ اجل او اعظم او الرحمن اکبر اولہ الا اللہ او غیرہ من اسماء اللہ تعالیٰ اجزاء عند ابی حنیفہؒ ہدایہ احتل۔ حدیث رسول: فقہ کا یہ مسئلہ بھی صریحاً کئی تفسیروں کے خلاف ہے، صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الى الصلوٰۃ قال اللہ اکبر اسی مضمون کی اور بیت سی حدیثیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز میں اللہ اکبر لکھتے ہیں۔“

پور فرمائیے حدیث شراعت سے فقہ کا اختلاف توجب ہوتا جب کہ فقہاء یہ فرماتے کہ تم جب نماز شروع کرو تو اللہ اکبر کہو بجا کے اللہ اجل وغیرہ کہا کرو پھر آپ کہتے کہ دیکھو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی اللہ اکبر سے نماز شروع کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی یہی حکم دیتے ہیں کہ اللہ اکبر سے نماز شروع کرو اور فقہ میں ہے کہ نماز اللہ اجل سے شروع کیا کرو۔ لیکن فقہ میں تو ایسا کوئی حکم ہے ہی نہیں کہ تم اللہ اکبر چھوڑ کر اللہ اجل کہا کرو پھر اختلاف کہاں؟ فقہ کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ نماز اللہ اکبر کہہ کر شروع کی جائے چنانچہ مولوی اشرف سلیم نے ہدایہ کے جس مقام سے یہ مسئلہ لیا ہے وہیں اس سے پہلے یہ لکھا ہوا ہے۔

”ورفع ید یمید مع التکبیر و هو سفت لا ان النبی

لہ ابو العلیم اشرف سلیم۔ احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۱۱

عليه وسلم واخطب عليه ۱۰

کا توں تک ہاتھ اٹھا کر کے ساتھ اٹھائے یہی سنت ہے کیونکہ نبی علیہ السلام نے اس پر موافقت فرمائی ہے۔

قارئین : ہے کوئی اختلاف فقہ کا حدیث سے ؟ بلکہ یہ فقہی مسئلہ تو بالکل حدیث کے موافق ہے ، آف اور ثقت ہے غیر مقلدین پر کہ وہ محض عوام کو دھوکہ دینے کے لیے آگے بڑھنے سے کاٹ کر مقید مطلب عبارت ذکر کرتے ہیں اور اصل بات گول کر جاتے ہیں۔

فقہ میں بطور فرض یہ مسئلہ نکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر کے بجائے اللہ اہل وغیرہ کہے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟ امام صاحب فرماتے ہیں کہ ہو جائے گی اور یہ بھی انہوں نے اپنے پاس سے نہیں لکھا بلکہ قرآن کی آیت سے استدلال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى اور یا اس نے نام اپنے رب کا پھر نماز پڑھی۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ آیت مبارکہ میں وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ سے مراد تجسیم تحریر یہ کہنا ہے کیونکہ وہ ذکر جس کے فوراً بعد بلا کسی فصل کے صلوٰۃ یعنی نماز کا تذکرہ ہوا اس سے مراد تجسیم تحریر یہ ہوتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ نماز کی ابتداء مطلق ذکر سے مشروع ہے لہذا اس کا کسی خاص لفظ سے مقید کرنا درست نہیں ، تاہم امام قدوری رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ حضرت امام صاحب کے نزدیک اللہ اکبر کے علاوہ اللہ اہل وغیرہ سے گو نماز ہو جائے گی لیکن مکروہ ہوگی۔ دیکھتے حاشیہ ہدایہ ص ۱۱۱، ملاحظہ فرمائیے ہدایہ میں یہ مسئلہ بطور فرض کے نکھا ہوا ہے چنانچہ ہدایہ کی عبارت لفظ ان فتاں سے شروع ہوتی ہے لیکن مولوی اشرف صاحب نے مسئلہ نقل کرتے میں خیانت

۱۰ بہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر قرطبی - ہدایہ کا مسئلہ

کی کہ لفظ ان ذکر نہیں کیا ، ہم مولوی اشرف سلیم صاحب سے جو فقہ حنفی کو قرآن و حدیث کے خلاف ثابت کرنا چاہتے ہیں سوال کرتے ہیں کہ اگر کوئی غیر مقلد اللہ اکبر کے بجائے اللہ اہل کہے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟ جواب قرآن و حدیث سے دیں۔ ویدہ باید (۳) مولوی اشرف سلیم ایک دوسرا عنوان قائم کرتے ہیں۔ "مذہب حنفی میں دونوں ہاتھوں کی جگہ" اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

"مسئلہ ۱۔ فقہ حنفیہ کی کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ نمازی نماز میں اپنے دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھے ہدایہ جلد اول ص ۱۱۱ کی عبارت یوں ہے۔ وایست علی یسوی تحت السورة حدیث رسول : یہ مسئلہ بھی حدیث رسول کے بالکل مخالف ہے صحیح ابن خزیمہ میں وائل بن حجر سے روایت ہے ، قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ الیسوی علی یدہ الیسوی علی صدرہ۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینے کے اوپر رکھا۔ ۱۰

مولوی اشرف سلیم صاحب مشہور کتاب "الناظر کو تو ال کوٹاٹے" کا مطالعہ معلوم ہوتے ہیں کیونکہ غیر مقلدین حضرات کے پاس سینے پر ہاتھ باندھنے کی ایک جی سی تصریح ، مرفوع حدیث پوری حلالہ ستہ اور ان کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں موجود نہیں ، اور یہ جو حدیث پیش کی ہے یہ ضعیف حدیث ہے ، جس سے استدلال کے غیر مقلدین قائل نہیں۔ جبکہ احناف کے پاس ناف کے نیچے ہاتھ

۱۰ مولوی اشرف سلیم - امامیث مہوب اور فقہ حنفیہ مسئلہ

باندھنے سے متعلق حسن و ربح کی بہت سی احادیث اور آثار موجود ہیں جس میں سے بعض احادیث صحاح ستہ کی مختصر کتاب ابوداؤد میں موجود ہیں جن کی تفصیل آپ اصل کتاب میں وضع الیدین تحت السیۃ کے تحت ملاحظہ فرمائیں، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اصل میں تو غیر متقلدین یعنی پراگندہ باندھ کر صحیح احادیث کی مخالفت خود کرتے ہیں اور الزام یہ ہے کہ فقہ حنفی حدیث کے خلاف ہے۔

مولوی اشرف سلیم صاحب ایک اور عنوان قائم کرتے ہیں "حنفی مذہب اور نابالغ لڑکے کی امامت" اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

مسئلہ ۹: ہدایہ میں فقہ کا یہ مسئلہ بھی درج ہے کہ نابالغ لڑکے کی امامت اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اصل عبارت یوں ہے "وان یجوز للرجال ان یقتدوا بامرة او صبی حدیث رسول؛ فقہ کا یہ مسئلہ بھی حدیث ہذا کے خلاف ہے جو صحیح مسلم شریف میں تطویل واقعہ کے ساتھ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ چھ سات سال کا نابالغ بچہ بوقت ضرورت۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔" لے

فقہ کا مسئلہ اس حدیث کے قطعاً مخالف نہیں جس کی طرف مولوی اشرف سلیم صاحب اشارہ کر رہے ہیں کیونکہ اس سے فقط اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ ابتدائی دور اسلام میں صحابہ کرام نے ایک بچہ کے پیچھے نماز پڑھی، یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس قصے کی خبر ہوئی اور آپ نے منع نہیں فرمایا۔ اگر یہ ثابت ہوتا تو غیر متقلدین کا موقف درست ہوتا لیکن غیر متقلدین قیامت تک بھی یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس واقعہ کی خبر ہوئی اور آپ

لے مولوی اشرف سلیم۔ احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۸

نے منع نہیں فرمایا۔ جبکہ فقہاء اخلاف کے پاس بہت سے صحابہ کرام اور تابعین کے آثار ہیں جن میں نابالغ کی امامت سے منع کیا گیا ہے اخلاف کا ان احادیث و آثار پر عمل ہے گویا نابالغ کے پیچھے نماز سے روکنے والے فقہاء اخلاف نہیں۔ حضرات صما۔

کرام میں جو مزاج شمس رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ صحابہ بھی امام صحابہ نہیں ہیں بلکہ حضرت عمر بن خطاب حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں اسی طرح جلیل القدر تابعین حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت عمر بن عبداللہ وغیرہ ہیں۔ تفصیل کے لیے اصل کتاب کے "باب امامۃ الصبی" کو ملاحظہ فرمائیں، اس کے برعکس غیر متقلدین کے پاس کوئی بھی چیز، صریح مرفوع حدیث بچہ کی امامت کے متعلق موجود نہیں، تو حدیث کے مخالف یہ خود بخود اور الزام فقہ حنفی پر۔

۱۰: غیر متقلدین کے ایک فانی قسم کے مولوی طالب الرحمن صاحب فقہ حنفی کو قرآن و حدیث کے خلاف ثابت کرنے کے لیے عوام کے سامنے فقہ کا یہ مسئلہ پیش کیا کرتے ہیں کہ

فقہ کی کتاب ہدایہ میں ہے "و مقدار الدرہم وما دونہ من النجس المعلق كالدم والبول والخمر و خمر الدجاج و بول الحمار جازت الصلوٰۃ معہ وان فادلم تجز" لے

درہم یا اس سے کم نجاست قلیظہ مثلاً خون، پیشاب، شراب، مرغی کی بیٹ، گدھے کا پیشاب، کپڑے پر لگی رہی اور نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی اور اگر نجاست اس سے زیادہ ہوگی تو نہیں ہوگی

لے برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر قرظانی۔ ہدایہ ص ۱۸

سے خون آلود کپڑے کے متعلق دریافت کیا تھا، اپنے فرمایا پیٹے لے

اچھی طرح ہاتھوں سے رگڑ دے پھر پانی سے دھو دے۔

اس سے معلوم ہوا کہ فقہ میں تو نمازی کے لیے کپڑے، بدن، بیگہ سب کا پاک ہونا واجب قرار دیا گیا ہے، سوچئے کہاں اختلاف رہا فقہ کا قرآن و حدیث سے؟ ہاں فقہ میں بطور فرض یہ مسئلہ ضرور ہے کہ اگر کسی نمازی کے کپڑے یا بدن پر ایک درہم یا اس سے کم نجاست لگی رہ جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ فقہاء اختلاف فرماتے ہیں کہ ہو جائے گی۔ اس خاص جہزی مسئلہ کے خلاف اگر طالب الرحمن صاحب کے پاس قرآن کی کوئی آیت یا حدیث ہو تو پیش کریں جس میں صاف لکھا ہو کہ اتنی نجاست لگی رہ جائے پر نماز نہیں ہوگی۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ طالب الرحمن صاحب قیامت تک ایسی آیت یا حدیث پیش نہیں کر سکتے، دیکھا گیا۔ تو ان کا دعویٰ ہی دلیل کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ ان کا دعویٰ خاص (جہزی مسئلہ) ہے اور دلیل عام جس کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق ہی نہیں، رہی یہ بات کہ فقہاء احناف نے یہ تفریق کس دلیل سے کی ہے کہ ایک درہم یا اس سے کم نجاست لگے تو نماز ہو جائے گی زیادہ لگے تو نہیں ہوگی، یہ ہم بتلاتے ہیں۔

بہت سی احادیث اور آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ انسان بالکلیہ نجاست کے ازالہ کا مکلف نہیں ہے، تھوڑی نجاست معاف ہے، مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ”جب مکھی تم میں سے کسی کے برتن میں گر جائے تو اسے اس میں اچھی طرح ڈبو کر نکال دو کیونکہ اس کے دونوں پروں میں سے ایک میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا ہے۔“

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قلیل نجاست معاف ہے، کیونکہ مکھی

جبکہ قرآن کہتا ہے کہ وثیابک فطہر اپنے کپڑے پاک کیجئے اور حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی۔ قرآن و حدیث میں ہے کہ نماز میں کپڑے پاک ہونے چاہئیں اور فقہ کہہ رہی ہے کہ ایک درہم یا اس سے کم نجاست لگی رہی تو نماز ہو جائے گی لہذا فقہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔

قارئین کرام غور فرمائیے کیا فقہ کا یہ مسئلہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے؟ قرآن و حدیث کے خلاف جب ہوتا کہ ہدایہ میں یہ ہوتا کہ نماز میں کپڑوں کا پاک ہونا کوئی ضروری نہیں پھر آپ کہتے کہ دیکھئے قرآن و حدیث تو نماز میں کپڑوں کا پاک ہونا ضروری قرار دے رہے ہیں اور فقہ میں ہے کہ پاک ہونا ضروری نہیں، میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ غیر مقلدین کبھی بھی اصل مسئلہ عوام کو نہیں بتاتے کیونکہ اگر بتا دیں تو سارا اعتراض ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اسی ہدایہ میں جس باب سے طالب الرحمن صاحب لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے یہ مسئلہ دکھاتے ہیں اسی باب کی پہلی سطر یہ ہے۔

”تطهير النجاست واجب من بدن المصلی و ثوبه و المكان الذی یصلی علیہ لقولہ تعالیٰ و ثیابک فطہر و قال علیہ السلام حتیہ شم اقوصیہ شم اخلیہ بالماء“

نمازی کو اپنے بدن سے کپڑوں سے اور جس جگہ نماز پڑھ رہا ہے وہاں سے نجاست کو دور کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنے کپڑے پاک کر لیجئے اور ایک عورت سے (جس نے حضور علیہ السلام

میں نجس و ناپاک چیزوں پر بیٹھنے کی وجہ سے تھوڑی سی نجاست ضرور ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود اسے سالن وغیرہ میں ڈبو کر نکالنے کا حکم ہوا معلوم ہوا کہ اتنی نجاست معاف ہے ورنہ تو جس چیز میں کچھی گرتی وہ چیز ناپاک ہو جاتی چاہیے تھی۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ

”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مرتبہ صحابہ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک آپ نے جوتیاں اتار کر بائیں طرف رکھ دیں، صحابہ کرام نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی جوتیاں اتار دیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا کہ تمہیں جوتیاں اتارنے پر کس چیز نے ابھارا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا ہم نے آپ کو جوتیاں اتارنے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیں، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے تو جبریل امین نے آکر خبر دی تھی کہ جوتیوں میں ناپاکی لگی ہوئی ہے۔“

اس حدیث سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ تھوڑی نجاست معاف ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ معلوم ہو جانے پر کہ جوتیوں میں ناپاکی لگی ہوئی ہے جوتیاں اتار کر نماز پڑھاتے رہے اور نماز نہیں توڑی، اگر تھوڑی نجاست معاف نہ ہوتی تو آپ نماز توڑ دیتے اور جوتیاں اتار کر نئے سرے سے نماز پڑھاتے۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ کچھ نہ کچھ نجاست تو معاف ہے تو اب سوال یہ پیدا ہوا کہ عوام کو کیسے بتلایا جائے کہ اتنی نجاست معاف ہے اس کے کپڑوں پر لگے رہنے کی صورت میں نماز ہو جائے گی اس سے زیادہ لگے رہنے کی صورت میں نہیں ہوگی، یہ حد مقرر کرنے کے لیے فقہاء نے اس حدیث میں غور کیا جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ”جب تم میں سے کوئی

پاخانے کے لیے جلے تو اسے چاہیے کہ اپنے ساتھ تین پتھر لیتا جائے جن سے وہ استنجاء کرے، یہ تین پتھروں سے استنجاء کر لینا اس کے لیے کافی ہوگا“ (یعنی پھر پانی سے استنجاء کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی)۔

اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ پانی سے استنجاء کرنا ضروری نہیں ہے اگر کوئی پتھروں سے استنجاء کر لے تو یہ بھی کافی ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ پتھر سے استنجاء کرنے سے نجاست بالکلیہ نازل نہیں ہوتی کیونکہ پتھر نجاست کو خشک یا پونچھ تو دیتے ہیں لیکن بالکلیہ نازل نہیں کرتے کچھ نہ کچھ نجاست رہ جاتی ہے لیکن اس نجاست کو شریعت نے معاف قرار دیا ہے، ورنہ تو پانی سے استنجاء کرنا لازمی قرار دیا جاتا، اور پاخانہ کی جگہ جہاں قلیل نجاست لگی رہ جاتی ہے وہ درہم کے برابر ہے۔ اس پر نظر کرتے ہوئے فقہاء نے یہ تفریق کی کہ اگر نجاست غلیظہ درہم یا اس سے کم کم بدن یا کپڑوں پر لگی رہ جائے تو نماز ہو جائے گی اور اگر اس سے زیادہ لگی رہی تو نماز نہیں ہوگی، لیکن اس کا یہ مطلب یہ نہیں کہ اس نجاست کو نکال رہتے دیا جائے بلکہ اس کا زائل کرنا ضروری ہے۔

فائدہ میں متحرم یہ ہے فقہ کا مسئلہ جو احادیث سے مستنبط ہے لیکن غیر متقلدین جو قیاس کو نیکار اہلیس قرار دیتے ہیں وہ اسے اس قدر بھونڈے انداز میں پیش کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ، خاص کر طالب الرحمن صاحب کا انداز اس قدر سؤ فیانہ ہوتا ہے کہ ہم اسے بیان نہیں کر سکتے وہ انہیں کے شایان شان ہے۔

ہماری اس تشریح سے ثابت ہوا کہ فقہ حنفی میں نجاست کو زائل کرنا واجب ہے اگر قدر درہم سے زائد نجاست لگے لگے نماز پڑھی تو نماز نہیں ہوگی، اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرماتے ہیں وہ یہ کہ جو لوگ فقہ کو قرآن و حدیث

کے خلاف کہتے ہیں ان کے بڑوں کا اس مسئلہ میں کیا موقف ہے۔

سنئے نواب صدیق حسن خان صاحب جو غیر مقلدین کے محدث، مجدد اور فقیر ہیں، لکھتے ہیں۔

”فمن صلی علی النجاستہ عامداً فقد اخل
بواجب و صلاتہ صحیحہ“ ۱

جس شخص نے جان بوجھ کر نجاست لگے لگے نماز پڑھی اس نے واجب میں خلل ڈالا تاہم اس کی نماز صحیح ہے،

موصوف ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :-

”و طہارت محمول و ملیوس را شرط صحت نماز
گردانیدن کہاینبغی نیست“ ۲

نماز صحیح ہونے کے لیے اٹھائی ہوئی چیز اور پتے ہوئے کپڑوں کے پاک ہونے کو شرط قرار دینا مناسب نہیں۔

نواب نور الحسن خان صاحب قمبر از میں۔

”یا در نجاست ناپاک نماز گذارد شواہش صحیح است“ ۳
کوئی ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہے۔

فرا انصاف سے جواب دیجئے یہ مسئلے قرآن و حدیث کے مخالفت ہیں یا نہیں؟
یقیناً یہ قرآن و حدیث کے خلاف ہیں، کیونکہ ان میں بلا تفریق نجاست لگے لگے نماز کے جائز ہونے کا قول کیا گیا ہے، لیکن طالب الرحمن صاحب اور ان کے

دوایمین کو اپنے بڑوں کے قرآن و حدیث کے مخالفت مسائل نظر نہیں آتے۔

غیر کی آنکھ کا شکنا تجھ کو آتا ہے نظر دیکھ غافل ذرا اپنی آنکھ کا شہتیر بھی

فاریں محترم، جس فقہ کے متعلق گزشتہ صفحات میں آپ نے غیر مقلدین کے دل آزار اقوال ٹپھے، اور جس فقہ کو قرآن و حدیث کے خلاف ثابت کرنے کے لیے آج کل ایسی سوئی کا زور لگایا جا رہا ہے یہ وہ فقہ ہے جسے عند اللہ ایسی مقبولیت حاصل ہوئی ہے کہ تیسری صدی کے اوائل میں کوہ قاف کے دامن میں واقع سد سکندری تک اس کا دائرہ عمل پھیل گیا تھا، صدیوں یہ اسلامی ممالک میں بطور قانون نافذ رہی، جس پر استدلال سے لے کر آج تک ہر دور میں تقریباً دو تہائی مسلمانوں کا عمل رہا جس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ - جن کی تعریف و توصیف میں غیر مقلدین رطب اللسان ہیں - فرماتے ہیں۔

”عرفنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی
المدھب الحق طریقۃ انیقۃ ہی اوفق
الطرق بالنسبۃ المعروفۃ الی جمعت و نفتحت
فی زمان البخاری و اصحابہ“ ۴

(دوران مکاشفہ) مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ (تشریح کتاب و سنت اور استنباط مسائل کے سلسلہ میں) مذہب حنفی کا طریقہ تمام طریقوں میں سب سے زیادہ سنت معروفہ (اعادیت مبارکہ) کے موافق ہے جس کو امام بخاری وغیرہ کے زمانہ میں متفق کیا گیا اور جمع کیا گیا۔

جس کے طریقہ نماز کو غیر مقلدین کے خاتم المحدثین نواب صدیق حسن خان

۱۔ شاہ ولی اللہ - الانصاف مترجم صحت

۱۔ صدیق حسن خان : نواب - الروضۃ الندیجہ ص ۱۷

۲۔ ” ” ” ” بدور الاحاطہ ص ۲۹

۳۔ نور الحسن خان : نواب - عرف الحدادی ص ۱۱

صاحب اقرب الی السنۃ سمجھتے تھے۔

چنانچہ بعض شاہ پهلوارى صاحب لکھتے ہیں۔

”اور سب سے نیا وہ عجیب بات یہ ہے کہ وہ (نواب صاحب) نقل

حنفی طریقہ نماز کو اقرب الی السنۃ سمجھتے تھے۔“

صرف یہی نہیں کہ نواب صاحب حنفی طریقہ نماز کو اقرب الی السنۃ سمجھتے تھے

بلکہ وہ نماز پڑھتے ہی حنفی طریقہ کے مطابق تھے۔ چنانچہ نواب سید علی حسن خان فرزند

صاحب سوانح لکھتے ہیں۔

”والایاہ مرحوم نماز پنجگانہ حنفی طریقہ پر پڑھتے تھے۔“

غیر مقلدین کا احناف کے بارے میں نظریہ

غیر مقلدین حضرات جیسا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر کچھ اچھالتے اور ان

کی فقہ میں کیڑے نکالتے ہیں، ویسے ہی حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے پیروکار

احناف کثر اللہ سوا دھم پر برکتے ہیں، کہیں انہیں مشرک کا خطاب دیتے ہیں اور

کہیں انہیں اجار و رعبان کا پجاری کہتے ہیں، کہیں انہیں تقلید کا مریض بتلاتے ہیں۔

سب سے زیادہ یہ طعنہ دیتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے امام کو نبی و منیر بلکہ خدا کے برابر

سمجھتے ہیں اور یہ قرآن و حدیث پر عمل کے بجائے ائمہ کے اقوال پر عمل کرتے

ہیں، ان کے ہاں ائمہ کے اقوال اصل ہیں اور قرآن و حدیث ان کے تابع العیاذ باللہ

چنانچہ ایک غیر مقلد عالم مولوی واڈوار صاحب لکھتے ہیں۔

”مگر ان فرقوں میں اور مسلک اہل حدیث کے طرز عمل میں یہی آسمان

کا فرق ہے، تقلیدی مذاہب میں اولین بنیاد اقوال ائمہ کو قرار دیا گیا

ہے پھر قرآن و حدیث کو ان اقوال ائمہ اور قواعد مختصر عدیدہ پیش کیا جاتا ہے

لہ جعفر شاہ پهلوارى - الدین لیسر ملالہ

لہ سید علی حسن خان - مکتبہ صدیقی ۲۵ ص ۶۱

اگر قرآن و حدیث، ان اقوال ائمہ اور قواعد مختصرہ کی موافقت کریں تو

ان کو تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ اقوال ائمہ اور قواعد مختصرہ کے

خلافت واقع ہوں تو ان کی تاویل کر دی جاتی ہے۔ اعادیت کو صرف قلیل

سے رو نہیں کیا جاتا بلکہ ان کی تخصیص و تردید کے لیے دماغوں کی ساری

کوششیں ختم کر دی جاتی ہیں۔“

پروفیسر عبداللہ ہاوپلوری یوں گویا فاشی کرتے ہیں۔

”مشرک اپنے مقلد ہوتا ہے پھر مشرک.....“

عبادت کہتے ہیں دوسروں کو بڑے سے بڑا جان کر اپنے آپکو اس

کے مقابلے میں چھوٹے سے چھوٹا سمجھنا، یہی کچھ مقلد اپنے امام سے

کرتا ہے وہ اپنے امام کو اتنا بڑا سمجھتا ہے کہ خود کو اس کے سامنے

جانور سمجھتا ہے اور جانوروں کی طرح سے اس کا قلاوہ نگلے میں ڈالنے

کو اپنی سعادت خیال کرتا ہے پھر آہستہ آہستہ اسے اللہ کا شریک

ٹھہرا لیتا ہے۔“

مذہب لکھتے ہیں۔

”حنفی اگر مشروع کی رفع یدین کرتا ہے تو اس لیے نہیں کہ یہ سنت

رسول ہے وہ اس لیے کرتا ہے کہ حنفی طریقہ نماز یہی ہے وہ رکوع

کو جانتے اور اٹھتے رفع یدین نہیں کرتا اس لیے نہیں کہ یہ سنت رسول

نہیں بلکہ اس لیے کہ حنفی نماز میں یہ رفع یدین نہیں، جو رفع یدین حنفی

مذہب میں نہیں خواہ وہ سنت رسول ہی ہو وہ اسے گھوڑے کی

لہ محتسب مسکب الحدیث جداول ص ۱۱۱

لہ عبداللہ ہاوپلوری : اصلی اہل سنت ص ۳۲

دوم مارنے سے تشبیہ دیتا ہے۔

قارئین کرام! اختصار کے پیش نظر ہم صرف ان دو تین حوالوں پر اکتفا کر رہے ہیں ورنہ ان حضرات کی اکثر کتابوں میں اس قسم کی عبارات پائی جاتی ہیں اور تقریباً ہر چھوٹا بڑا غیر مقلد اسی کا پرچارک ہے۔

کہتے ہیں کہ مبالغہ آرائی نہیں عورتوں کو کوئی مات نہیں کر سکتا، لیکن غیر مقلدین کی ان تحریکات کو پڑھ کر ایسے لگتا ہے کہ وہ مبالغہ آرائی میں عورتوں کو بھی مات کر گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ باتیں سب جھوٹ اور بہتان ہیں جو غیر مقلدین نے احناف سے بغض و عداوت کی بنا پر ان کے ذمے لگائے ہیں، احناف کثر اللہ سوادِ حم کا ان باتوں سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور وہ ان سے بالکل بری ہیں۔

اللہ کے فضل و کرم سے احناف قرآن و سنت کے درجات کو بخوبی جانتے ہیں اور ان کے درجات کے مطابق ان پر عمل کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں، احناف کے یہاں پہلا درجہ کتاب اللہ کا ہے دوسرا درجہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے تیسرا درجہ اجماع امت کا ہے اور چوتھا درجہ قیاس کا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اصول اجتہاد

چنانچہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اپنے اصول اجتہاد ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”أخذ بكتاب الله من المأجد فبسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم من المأجد في كتاب الله ولا سنن رسول الله صلى الله عليه وسلم أخذت بقول اصحابه أخذ بقول من شئت منهم وادع من

شئت منهم ولا اخرج من قولهم الى قول غيرهم فاما اذا انتهى الامر وجاء الى ابراهيم والشعبي وابن سيرين والحنن وعطاء وسعيد بن المسيب وعطاء ورجال فقوم اجتهدوا واجتهد كما اجتهدوا

میں کتاب اللہ کو لیتا ہوں اگر اس میں حکم نہیں پاتا تو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لیتا ہوں، اور اگر کتاب و سنت میں حکم نہیں پاتا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول کو لیتا ہوں، ان میں سے جس کے قول کو چاہتا ہوں لیتا ہوں اور جس کا قول چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں، لیکن سب حضرات صحابہ کے قول کو چھوڑ کر کسی اور کے قول کو نہیں لیتا، اور جب معاملہ ابراہیم، شعبی، ابن سیرین، عطاء، عطاء اور سعید بن مسیب تک۔ ان کے علاوہ کچھ اور نام بھی لگتے پہنچتا ہے تو جیسے انہوں نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

احناف کثر اللہ سوادِ حم استنباط مسائل میں حتیٰ الوسع قرآن و سنت کو سامنے رکھتے ہیں، اور کسی بھی مسئلہ کے صراحتاً قرآن و سنت میں ہوتے ہوئے قیاس و اجتہاد نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ حدیث مرفوعہ کے ساتھ ساتھ حدیث موقوفہ اور مرسل کو بھی حجت مانتے ہیں، اور خبر واحد کے ساتھ ساتھ ضعیف حدیث کو بھی اجتہاد و قیاس پر مقدم رکھتے ہیں اور اس کے ہوتے ہوئے قیاس نہیں کرتے۔

چنانچہ علامہ ابن قیم جوزی فرماتے ہیں۔

”واصحاب ابی حنیفۃ رحمہ اللہ مجتمعون علی ان

مذہب ابی حنیفۃ ان ضعیفۃ از حدیث عندہ اولیٰ
من القیاس والراۃ علی ذالک بنی مذہبیۃ ۱۰۸
حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب کا اس بات پر اجماع ہے کہ
امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث بھی
قیاس و رائے سے اولیٰ و بہتر ہے اور اسی پر انہوں نے اپنے
مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی الحسکفی المتوفی ۱۰۸۸ھ تحریر فرماتے ہیں۔

”وقف علی اصحاب الحدیث لایدخل فیہ الشافعی
اذالم یکن فی طلب الحدیث ویدخل الحنفی کان فی
طلبہ اولاً۔ بزازیتہ ای لکونہ یعمل بالمرسل
ویقدم خیر الواحد علی القیاس“ ۱۰۹

اگر کسی شخص نے اصحاب الحدیث پر کوئی چیز وقت کی تو شافعی المسلک
اس میں داخل نہیں ہوگا تا وقتیکہ وہ حدیث کی طلب نہ کرتا ہو اور
حنفی اصحاب الحدیث کے زمرے میں داخل ہوگا خواہ وہ طلب حدیث
میں مشغول ہو یا نہ ہو وچیز یہ ہے کہ حنفی مرسل حدیث پر بھی عمل کرتا ہے
اور خبر واحد کو قیاس پر مقدم سمجھتا ہے۔

علامہ الحسکفی کے اس بیان سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ احناف خبر واحد کو بھی قیاس
پر مقدم سمجھتے ہیں وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل اہل حدیث کہلانے کے مستحق
بھی احناف ہیں نہ کہ غیر مقلد بلکہ کورد خواجیات سے یہ بات روز روشن کی طرح

۱۰۸ شمس الدین محمد بن ابی بکر: المعروف ابن قیم - اعلام الموقعین ص ۱۸۷

۱۰۹ در مختار مع شرح روا المعاد ص ۱۸۷

واقع ہوگئی کہ احناف کے یہاں قرآن و سنت مقدم ہیں اور قیاس کا درجہ قرآن
و سنت اور اجماع امت کے بعد کا ہے۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس موقع
پر فقہ حنفی کے چند وہ مسائل ذکر کر دیں جن میں احناف نے قیاس کو چھوڑ کر حدیث
پر عمل کیا ہے۔

چند مسائل جن میں قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا ہے

(۱) قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ نوم انینہ بلا تقصیر ہر حال میں ناقص وضو
ہو جیسا کہ بیہوش ہو جانا ہر حال میں ناقص وضو ہے۔ کیونکہ نقص وضو کی علت
دونوں میں مشترک ہے۔ لیکن چونکہ نینہ کے متعلق حدیث میں تفصیل آئی ہے کہ نماز
میں قیام، قعود، رکوع سجود میں کوئی سوجائے تو اس پر وضو لازم نہیں ہے اس
لیے ہر نینہ کو ناقص وضو قرار نہیں دیا گیا اور حدیث پر عمل کرتے ہوئے قیاس کو چھوڑ
دیا گیا چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

”والا غناء حدث فی الاحوال کلھا وهو القیاس فی
النوم الا انما عرفناہ بالاثار والا غناء فوفت فلا
یقاس علیہ“ ۱۱۰

بیہوشی ہر حال میں ناقص وضو ہے اور نینہ کی بابت بھی قیاس ہی
ہے (کہ وہ ہر حال میں ناقص وضو ہو) مگر نینہ (میں تفصیل) کو
ہم نے حدیث سے معلوم کیا ہے اور انما عرفناہ نینہ سے بڑھ کر بھی ہے
اس لیے نینہ کو انما پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ نماز میں قہقہہ مارنے سے وضو نہیں ٹوٹتا
چاہے کچھ نہ کہ قہقہہ کوئی ناپاک چیز تو ہے نہیں جو بدن سے نکلی ہو اور اس کے

۱۱۰ بیان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر فرغانی - ہدایہ ص ۱۸۷

مکھنے سے وضو ٹوٹ جائے لیکن چونکہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں قہقہہ مارنے والوں کو وضو کرنے کا حکم دیا تھا اس لیے نماز میں قہقہہ مارنے سے وضو کے ٹوٹنے کا قول کیا گیا اور قیاس کو یہ چھوڑ دیا گیا۔

چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

”والفقه قہقہۃ فی صلوٰۃ ذات رکوع وسجدة والقیاس انہا لا تنقص وهو قول الشافعی لانه لیس بخارج تجسس ولہذا لم یکن حدیثا فی صلوٰۃ الجنائزہ وسجدة التلاوة وخارج الصلوٰۃ ولینا قوله علیہ السلام الا من ضحك منکم قہقہۃ فلیعد الوضوء والصلوٰۃ جمیعاً وبمثله یترک القیاس“

اور وضو کو ٹوٹانے والی چیز رکوع وسجود والی نماز میں قہقہہ مارنا (بھی) ہے۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے وضو نہ ٹوٹے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول بھی ہے، اس لیے کہ قہقہہ کوئی مکھنے والی ناپاک چیز تو ہے نہیں یہی وجہ ہے کہ نماز جنائزہ، سجدہ تلاوت اور نماز سے باہر قہقہہ مارنا ناقض وضو نہیں۔ لیکن قہقہہ کے ناقض وضو ہونے پر ہماری دلیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ہے ”خبر دار تم میں سے جو بھی قہقہہ مار کر بیٹھا ہے اسے چاہیے کہ وہ وضو اور نماز دونوں کو ٹوٹائے اور اس جیسی حدیث کی موجودگی میں قیاس کو ترک کر دیا جاتا ہے

(۳) کنوئیں میں اگر نجاست گر جائے تو ازر و تے قیاس اس میں دو صورتیں بنتی ہیں ایک تو یہ کہ نجاست نکال دینے کے باوجود بھی کنواں پاک نہ ہو کیونکہ

لے برآن الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر قرطبی - ہدایہ ص ۱۱۱

اس کی دیواروں وغیرہ پر جو نجاست لگی ہے اس سے پاکی ممکن نہیں، دوسری یہ کہ کنوئیں کا پانی جاری پانی کے حکم میں ہو کر کبھی ناپاک ہی نہ ہو۔ لیکن چونکہ کنوئیں کے بارے میں آثار صحابہ پائے جاتے ہیں اس لیے کنوئیں کے مسائل کو ان آثار پر مبنی کیا گیا اور قیاس کو چھوڑ دیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

”ومسائل البیہ مبنیۃ علی اتباع الآثار دون القیاس“

اور کنوئیں کے تمام مسائل اتباع آثار پر مبنی ہیں نہ کہ قیاس پر

(۴) مسئلہ محاذات میں قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ مرد کی نماز بھی فاسد نہ ہو جیسے عورت کی نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ محاذات کا تحقق دونوں سے ہوا ہے ایک سے نہیں لیکن چونکہ حدیث سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ دیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

”وان حاذتہ امرأۃ وہما مشترکان فی صلوٰۃ واحدة فسدت صلوٰۃ ان نوى الامام اصابتهما والقیاس ان لا یفسد وهو قول الشافعی رحمۃ اللہ علیہ اعتباراً بصلوٰۃتھا حیث لا یفسد وجہ الاجتماع ما رویناہ وانہ من المشاہیر“

اگر کوئی عورت مرد کے برابر کھڑی ہو گئی اس حال میں کہ دونوں ایک نماز میں مشترک ہیں تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی اگر امام نے عورت کی آواز کا نیت کر لے قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ مرد کی نماز فاسد نہ ہو اور

لے برآن الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر قرطبی - ہدایہ ص ۱۱۱

لے برآن الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر قرطبی - ہدایہ ص ۱۱۱

یہی حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی ہے (عورت کی نماز پر قیاس کرتے ہوئے کہ عورت کی نماز فاسد نہیں ہوتی وجہ استحسان وہ حدیث ہے جو ہم روایت کر چکے جو کہ احادیث مشہورہ میں سے ہے)

(۵) امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھا کرے اور اس کے مقتدی اس کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تو ان کی نماز ہو جائے گی، قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ مقتدی کی نماز نہ ہو کیونکہ اس صورت میں مقتدی کی حالت امام کی حالت سے قوی ہے۔ لیکن چونکہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرض الوفا میں بیٹھ کر نماز پڑھائی تھی اور صحابہ کرام نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تھی اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا۔ چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

”وَجَلَّى الْقَائِمُ خَلْفَ الْقَاعِدِ وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَا يَجُوزُ وَهُوَ الْقِيَاسُ لِقُوَّةِ حَالِ الْقَائِمِ وَخَنَ تَرْكُهُ بِالنَّصِّ وَهُوَ مَا رَوَى أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَّى آخِرُ صَلَوَاتِهِ قَاعِدًا وَالْقَوْمُ خَلْفَهُ قِيَامًا“^۱ اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا بیٹھ کر پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کیونکہ قائم کا حال قاعد سے قوی ہے لیکن ہم نے قیاس کو حدیث کی وجہ سے ترک کر دیا اور وہ حدیث یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری نماز بیٹھ کر پڑھی جب کہ صحابہ کرام آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔

(۶) نماز کے دوران بے وضو ہو جانے کی صورت میں ”بناؤ“ جائز ہے قیاس

کا تقاضا تو یہ ہے کہ بنا کر نماز نہ ہو کیونکہ اول تو بے وضو ہو جانا منافی صلوٰۃ ہے دوسرے اپنی جگہ سے ہٹنا پھر وضو کے لیے چل کر بنانا یہ خود غصب صلوٰۃ ہیں لیکن چونکہ حدیث میں بنا کر نماز قرار دیا گیا ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

”وَمِنْ سَبَبَاتِ الْحَدِيثِ فِي الصَّلَاةِ الْاضْطِرَّاتِ كَانِ امَامًا اسْتَخْلَفَ وَتَوَضَّأَ وَبَنَى وَالْقِيَاسُ اِنْ يَسْتَقْبِلُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ اَنَّ الْحَدِيثَ يَنَافِيهَا وَالْمَشْيُ وَالْاِنْحِرَافُ يَفْسِدَانَهَا فَشَابِهَ الْحَدِيثِ الْمَعْدُولُ وَلَقَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ قَاءَ اَوْ عَفَا اَوْ اَمَّنْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَنْصُفْ وَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيَبْنِ عَلَى صَلَاتِهِ مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ“ الخ^۲ لہ

جسے نماز میں حدیث پیش آجائے وہ لوٹ جائے پھر اگر امام ہے تو خلیفہ بنانا جائے اور وضو کر کے بنا کر کرے۔ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ وہ نئے سرے سے نماز پڑھے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول بھی ہے وجہ یہ ہے کہ حدیث منافی صلوٰۃ ہے اور وضو کے لیے چل کر بنانا اور قبلہ سے پھرنا یہ چیزیں غصب صلوٰۃ ہیں لہذا یہ جان بوجھ کر بے وضو ہو جانے کے مشابہ ہو گیا (بجیسے اس میں نماز نئے سرے سے پڑھنی پڑتی ہے اس میں بھی نئے سرے سے پڑھی جائے) لیکن (قیاس کے برعکس) ہماری دلیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ہے کہ جسے نماز میں قے آجائے یا تکبیر بہم پڑے یا ندی بکلی

جائے تو وہ جا کر وضو کرے اور اپنی نماز پڑھ لے جب تک کہ اس
نجات نہ کی ہو۔

(۷) عید الفطر کے دن کسی عذر کی وجہ سے نماز نہ پڑھی جاسکے تو دوسرے
دن پڑھنی جائز ہے لیکن اگر دوسرے دن بھی کوئی عذر پیش آیا تو تیسرے دن
عید الفطر کی نماز پڑھنی جائز نہیں۔ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ دوسرے دن پڑھنی بھی
جائز نہ ہو کیونکہ یہ نماز جمعہ کی نماز کی طرح ایک مخصوص نماز ہے جس کی بہت سی شرطیں
ہیں اور جیسے جمعہ کی نماز وقت نکلنے کے بعد قضا نہیں کی جاتی ایسے ہی یہ بھی
نہ کی جائے لیکن چونکہ حدیث میں عید الفطر کی نماز کی قضا دوسرے دن تک
جائز رکھی گئی ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ایہ
تحریر فرماتے ہیں۔

”فان حدث عذر يمنع من الصلوة في اليوم
الثاني لم يصلها بعده لان الاصل فيها ان لا
تقتضي كالجمعة الا اذا تركناه بالحديث وقد ورد
بالتأخير الى اليوم الثاني عند العذر“
اگر کوئی ایسا عذر پیش آجائے جس کی وجہ سے عید الفطر کی نماز دوسرے
دن بھی ادا نہ کی جاسکے تو پھر تیسرے دن ادا نہیں کی جائے گی، کیونکہ
قیاس کا تقاضا تو اس میں یہ ہے کہ یہ دوسرے دن بھی قضا نہ کی جائے
جمعہ کی نماز کی طرح لیکن ہم نے حدیث کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا اور
حدیث میں عذر کی وجہ سے عید الفطر کی نماز میں تاخیر صرف دوسرے دن
تک ہی آئی ہے (اس لیے دوسرے دن تو پڑھنی جائیگی تیسرے دن نہیں)۔

(۸) غیر مسلم کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں لیکن صدقہ دیا جاسکتا ہے۔ قیاس کا تقاضا تو
یہ ہے کہ زکوٰۃ کی طرح صدقہ دینا بھی جائز نہ ہو، لیکن چونکہ حدیث میں صدقہ دینے کی
اجازت موجود ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب
ہدایہ فرماتے ہیں۔

”ويدفع اليه ما سوى ذلك من الصدقة وقال
الشافعي لا يدفع وهو رواية عن ابى يوسف اعتبارا
بالزكوة ولنا قوله عليه السلام تصدقوا على
اهل الاديان كلها ولولا حديث معاذ لقلنا بالجواز
في الزكوة“

دومی (دارالاسلام میں رہنے والے غیر مسلم) کو زکوٰۃ کے علاوہ دیگر صدقات
دینے جاسکتے ہیں، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہیں دینے
جاسکتے۔ (اور یہی قاضی ابویوسف سے بھی ایک روایت ہے) زکوٰۃ
پر قیاس کرتے ہوئے لیکن (قیاس کے برخلاف) ہماری دلیل نبی علیہ
الصلوة والسلام کا یہ فرمان ہے کہ تمام دین والوں پر صدقہ کر دیا کرو اور
اگر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث نہ ہوتی جس میں زکوٰۃ دینے
سے منع کیا گیا ہے تو ہم زکوٰۃ دینے کو بھی جائز قرار دے دیتے۔

۹۱) اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں بھولے سے کھاپی لے تو اس کا روزہ
نہیں ٹوٹتا، قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جائے کیونکہ روزہ کے منافی چیز
پانی گئی، بعینہ ایسے ہی جیسے نماز میں کوئی بھولے سے بات چیت کرے تو اس
کی نماز ٹوٹ جاتی ہے، لیکن چونکہ حدیث میں آتا ہے کہ بھولے سے کھاپی

لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

”اذا اكل الصائو او شرب او جامع ناسيا لم يفطر والقياس ان يفطر وهو قول مالك لوجود ما يضاد الصوم فصار الكلام ناسيا في الصلوة ووجه الاحتسان قوله عليه الصلاة والسلام للذي اكل وشرب ناسيا منتم على صومك فانما اطعمك الله وسقاك الله“ اگر روزہ دار نے بھولے سے کھاپی لیا، یا صحبت کر لی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ ٹوٹ جائے یہی حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا قول بھی ہے وجہ یہ ہے کہ روزہ کے مخالف چیز پانی بارہی ہے لہذا یہ ایسے ہی ہو گیا جیسے کوئی بھولے سے نازیں بات چیت کر لے لیکن استحسان کی وجہ (کہ روزہ نہیں ٹوٹتا) یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص سے جس نے روزہ میں بھولے سے کھاپی لیا تنزیہ فرمایا تھا کہ اپنے روزہ کو پورا کر لو تمہیں اللہ تعالیٰ نے کھلایا پالا ہے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص روزہ میں جان بوجھ کر منہ بھر کر قے کر دے تو اس پر روزہ کی قضا لازم ہے، قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس پر قضا لازم نہ ہو کیونکہ کوئی چیز جوف بطن یا جوف دماغ میں تو گئی نہیں کہ جس سے روزہ ٹوٹے لیکن چونکہ حدیث میں ہے کہ جسے از خود قے ہو جائے اس پر قضا نہیں ہے اور جو عمدتاً قے کرے اس پر قضا ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

”ان استفتاء عمدا ملاقية فعليه القضاء لما روينا والقياس متروك به“

اگر کسی نے عمدتاً منہ بھر کر قے کی تو اس پر روزہ کی قضا لازم ہے اسکی دلیل دو حدیث ہے جو ہم دیکھے روایت کر چکے ہیں اور (یہ) قیاس دیکھ اس پر قضا لازم نہ ہو کیونکہ کوئی چیز کھائی پی نہیں (۱۱) اس حدیث کی وجہ سے چھوڑ

دیا گیا ہے (۱۱) اعتکاف واجب کے لیے روزہ شرط ہے۔ اگر کسی نے روزہ کے بغیر اعتکاف واجب کیا تو اس کا اعتکاف نہیں ہوگا، قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ اعتکاف واجب میں روزہ کی شرط نہ لگائی جائے کیونکہ روزہ مستقل عبادت ہے اگر اسے دوسری عبادت کے لیے شرط قرار دیں تو لازم آئے گا کہ یہ مستقل عبادت نہ رہے، لیکن چونکہ حدیث میں ہے کہ روزہ کے بغیر اعتکاف نہیں ہوتا اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

”والصوم من شوطه عندنا خلافا للشافعي هو يقول ان الصوم عبادة وهو اصل بنفسه فلا يكون شرطا لغيره ولنا قوله عليه السلام لا اعتكاف الا بالصوم والقياس في مقابلته النص المنقول غير مقبول“ روزہ اعتکاف واجب کی شرط ہے ہمارے نزدیک، بخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے وہ فرماتے ہیں کہ روزہ چونکہ خود مستقل عبادت ہے اس لیے کسی دوسری عبادت کی شرط نہیں بن سکتا، ہمارے دلیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ہے کہ روزہ کے بغیر اعتکاف نہیں ہوتا اور منقولہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس قبول نہیں کیا جاتا۔

قارئین محترم! ہم نے فقہ کی صرف ایک کتاب ہدایہ سے یہ چند مسائل جو صرف عبادات سے متعلق ہیں نقل کئے ہیں ان جیسے سیکڑوں مسائل ہیں جن میں قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا ہے بخوف طوالت ہم انہیں چھوڑ رہے ہیں اس وقت صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ غیر مقلدین نے عوام کو بہکانے کے لیے بہت سی باتیں بے پرک اڑا رکھی ہیں جن میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ احناف حدیث کو چھوڑ کر قیاس و رائے اور اماموں کے اقوال پر عمل کرتے ہیں، حالانکہ جس قدر حدیث پر احناف عمل کرتے ہیں کوئی اور نہیں کرتا، احناف کے یہاں حدیث مرفوعہ بھی حجت ہے حدیث موقوفہ بھی حجت ہے، حدیث مرسل بھی حجت ہے اور ضعیف حدیث بھی رائے و قیاس کے مقابلہ میں مقدم اور حجت ہے، جبکہ غیر مقلدین صرف مرفوعہ کو حجت مانتے ہیں وہ بھی جب ان کے حق میں ہو۔ اگر خلاف ہو تو رد کر دیتے ہیں۔ ان کے ہاں نہ موقوفات صحابہ حجت ہیں نہ مرسل احادیث حجت ہیں اور نہ ہی ضعیف احادیث حجت ہیں پھر بھی یہ عامل بالحدیث ہیں اور احناف جو سب احادیث کو حجت مانتے ہیں وہ ان کے گمان میں عامل بالقیاس اور تارک حدیث ہیں درحقیقت یہ لوگ خود تارکین حدیث ہیں سوائے چند متنازعہ مسائل میں احادیث مختلفہ پر عمل کرنے کے ان کے پلے کچھ نہیں، متنازعہ مسائل میں بھی جن احادیث کو اپنے موقف کے مطابق سمجھتے ہیں ان پر عمل کرتے ہیں باقی تمام احادیث کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، اس حقیقت کو ہم ذرا تفصیل سے ذکر کرتے ہیں تاکہ ان حضرات کی اصلی صورت قارئین کے سامنے آ سکے اور انہیں ان کے قول و عمل کا حال معلوم ہو سکے، اس سلسلہ میں ہم ان حضرات کے اکابر کی عبارات پیش کریں گے جو خود عمل بالحدیث کے دعویدار تھے غیر مقلدین حدیث پر عمل کرتے ہیں یا اس سے بغاوت؟

غیر مقلدین کے عمل بالحدیث کی حقیقت کیا ہے؟ آیا یہ لوگ واقعتاً زندگی کے تمام

شعبوں میں قرآن و حدیث ہی سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں؟ یا یہ صرف ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں؟ اس کو جاننے کے لیے غیر مقلدین کے بزرگوں کی تحریرات پیش کی جاتی ہیں جن سے بخوبی یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ غیر مقلدین کا عمل بالحدیث فقط دعاوی کی حد تک ہے ماسوا آئین بالجہر، رفیعین، فاتحہ خلعت الامام اور ان جیسے چند متنازعہ مسائل کے دیگر مسائل سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے، سارا زور و شوق ان ہی مسائل پر ہے۔ تمام تحقیقات کا مدار بھی مسائل ہیں گویا یہ مسائل فردی مسائل نہیں بلکہ کفر و ایمان کی بنیادیں۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کے یہاں ہر وہ شخص اہل حدیث اور پکا محمدی مسلمان ہے جو آئین پیکار کر کہے، رفیعین کرے، سینہ پر ہاتھ باندھے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھے خواہ وہ کتنا ہی جاہل گندے اخلاق والا اور بدکردار کیوں نہ ہو، ان جو ان مسائل پر عامل نہیں خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم باعمل متقی و پرہیزگار کیوں نہ ہو، وہ نہ اہل حدیث ہے نہ محمدی مسلمان ہے۔ یا کفیب خیر آپ غیر مقلدین کے عمل بالحدیث کے متعلق ان کے بزرگوں کی تحریرات ملاحظہ فرمائیے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب بکھر فرماتے ہیں

”اس زمانہ میں ایک مشہرت پسند اور ریاکار فرقہ نے جنم لیا ہے جو ہر قسم کی خامیوں اور نقائص کے باوجود اپنے لیے قرآن و حدیث کے علم اور اس پر عامل ہونے کا دعویدار ہے، حالانکہ اہل علم و عمل اور اہل عرفان سے اس کو کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ فرقہ ان علوم الیہ سے جاہل ہے جن کی واقفیت غالب حدیث کے لیے اس فن کی تکمیل میں نہایت ضروری ہے اس کے ساتھ ساتھ یہی فرقہ ان ”علوم عالیہ“ سے بھی جاہل ہے جن کے بغیر طریق سنت پر چلنے کی کوئی گنجائش نہیں، مثلاً صرف، سنو، لغت، معانی اور بیان، جو ہر ایک دوسرے کلمات ان میں پائے جاتے ہیں۔۔۔۔۔ اسی لیے تم ان لوگوں کو دیکھو گے کہ یہ محض الفاظ

شیخ عباس قمی کہتا ہے کہ ابن شہاب پہلے سنی تھا پھر شیعہ ہو گیا (تمتہ المفیدی ص ۱۲)
 میں الغزال فی اسماء الرجال میں بھی ابن شہاب کو شیعہ ہی کہا گیا ہے۔ ۱۱۰

قارئین کرام! حکیم فیض عالم کی امام بخاری اور ابن شہاب پر اس شدید جرح کے بعد غیر متدین
 کو بخاری شریف پر سے اعتماد اٹھالینا چاہیئے اور بخاری شریف کی ان سیکنڈوں احادیث
 سے ہاتھ دھولینا چاہیئے جن کی سند میں ابن شہاب موجود ہیں بالخصوص حضرت عبداللہ
 بن عمرؓ کی رفع یدین والی حدیث اور حضرت عبادہؓ کی قرأت فاستحوالی حدیث سے تو بالکل
 مستبعد رہو جانا چاہیئے کیونکہ ان احادیث کی سند میں ہی ابن شہاب موجود ہیں، دیکھئے غیر
 مقلدین کیا فیصلہ فرماتے ہیں۔

امام ترمذی پر حکیم فیض عالم کی تنقید

حکیم فیض عالم ترمذی شریف کی دو روایتوں پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”امام مسلم نے تقریباً ۲۱ برس بعد ابو عیسیٰ محمد ترمذی نے یہ شخصی روایات اپنی
 کتاب میں درج کی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلم کی وفات کے بعد کسی سبائی
 محال میں انہیں گھر لایا جائے۔“ ۱۱۱

مسند امام احمد بن حنبل حکیم فیض عالم کی نظر میں

حکیم صاحب تحریر فرماتے ہیں :

”مسند احمد بن حنبلؓ کا جامع اول ابو بکر شافعی کے نام سے معروف ہے
 حقیقت میں یہ شخص رافضی تھا اور بظاہر شافعی بنا ہوا تھا..... مسند
 کا جامع دوم ابو بکر قطعی متوفی ۳۶۸ء ہے یہ بھی شیعہ تھا، ان دونوں شیعوں نے
 امام احمد اولان کے بیٹے عبداللہ سے کچھ حدیثیں لے کر ان میں جابجا اپنے
 مسلک کے مطابق محو و اثبات کر کے شیعہ روایات کے الفاظ کو بدل کر اپنی

خود ساختہ حدیثوں کے مناسب اسناد جوڑ کر چھوٹے جلدوں میں ایک ضخیم مجموعہ احادیث
 مدون کر ڈالا۔“ ۱۱۰

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیے مسند احمد میں ۳۰ ہزار (اور ایک قول کے مطابق ۴۰ ہزار) احادیث
 ہیں جنہیں امام احمد بن حنبلؓ نے ساڑھے سات لاکھ احادیث میں سے انتخاب کر کے ان کی
 نعت کا خیال رکھتے ہوئے اپنی مسند میں جمع کیا ہے اور محدثین نے اس مسند کو دو حصے
 درجہ کی کتب حدیث میں شمار کیا ہے اور ابہات الکتب میں سے قرار دیا ہے، لیکن
 کیا کہیئے غیر مقلدین کے ان محقق صاحب کو کہ انہوں نے اس قدر احادیث کو شیعوں کی
 کارستانی قرار دے کر ان پر سے اعتماد ختم کر ڈالا اور پھر بھی اہلحدیث، اہلحدیث، ولا حول
 ولا قوۃ الا باللہ۔

مشریح معانی الآثار مولوی عبدالعزیز مناظر ملتانی کی نظر میں

مولوی عبدالعزیز ملتانی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

”جواب اس کا یہ ہے کہ یہ سب امام طحاوی حنفی کا نظریہ ہے جو کسی طرح
 بھی قابل وثوق نہیں، آپ امام مزنی کے بھانجے اور شاگرد ہیں اپنے ماموں کے

کسی وجہ سے ناراض ہو کر حنفی ہو گئے پھر کیا تھا حنفی مذہب کی حمایت
 اور تائید میں ایک مستقل کتاب بنام معانی الآثار لکھ مارے جس میں ضعیف

حدیثوں کی تصحیح اور صحاح کی تضعیف کر کے احناف کی رضا جوئی حاصل کی۔“ ۱۱۱

غیر مقلدین کے دل میں ذرا خوف خدا نہیں، اتنے بڑے جلیل القدر محدث پر الزام لگاتے
 ہوئے حیا نہیں آئی، بے دھڑک جو منہ میں آیا کہہ دیا، امام طحاویؒ اپنے ماموں سے ناراض
 ہو کر حنفی نہیں بنے بلکہ وجہ اور ہے یہ وجہ خود امام طحاویؒ بیان فرماتے ہیں امام طحاویؒ

۱۱۲ فیض عالم : حکیم حدیث کائنات ص ۱۰۸ ۱۱۳ فیض عالم : حکیم حدیث کائنات ص ۱۱۳

۱۱۴ فیض عالم : حکیم حدیث کائنات ص ۱۰۸ ۱۱۵ فیض عالم : حکیم حدیث کائنات ص ۱۱۵

۱۱۶ فیض عالم : حکیم حدیث کائنات ص ۱۰۸ ۱۱۷ فیض عالم : حکیم حدیث کائنات ص ۱۱۷

۱۱۸ فیض عالم : حکیم حدیث کائنات ص ۱۰۸ ۱۱۹ فیض عالم : حکیم حدیث کائنات ص ۱۱۸

۱۲۰ فیض عالم : حکیم حدیث کائنات ص ۱۰۸ ۱۲۱ فیض عالم : حکیم حدیث کائنات ص ۱۱۸

۱۲۲ فیض عالم : حکیم حدیث کائنات ص ۱۰۸ ۱۲۳ فیض عالم : حکیم حدیث کائنات ص ۱۱۸

سے محمد بن احمد شروطنی نے پوچھا کہ آپ نے اپنے ماموں کا مسلک کیوں ترک کیا اور
امام ابوحنیفہ کا مسلک کیوں اختیار کیا؟
فرمایا۔

”اس کی وجہ یہ ہوئی کہ میں دیکھتا تھا کہ میرے ماموں امام اعظم کی کتابوں کا
مسلک مطالعہ فرماتے ہیں اس لیے میں نے بھی یہی مسلک اختیار کر لیا۔“
معلوم ہوا کہ امام عطاء دہلیؒ کی اپنے ماموں سے کوئی ناراضگی نہیں تھی یہ سب باتیں حاسنین
کی اڑائی ہوئی ہیں۔ دوسرے امام عطاء دہلیؒ نے شرح معانی الآثار بعض علماء کے اصرار پر
بکھی تھی۔ اصرار کی وجہ یہ تھی کہ بعض محدثین لوگوں کے سامنے یہ ذکر کرتے تھے کہ عطاء دہلیؒ
آپس میں بہت متناقض و متعارض ہیں جس سے کم علم اور کمزور ایمان والے کچھ مذہب
کا شکار ہوتے تھے، امام عطاء دہلیؒ نے اس مشکل کو حل کرنے کے لیے ایک کتاب لکھی
جس میں ناسخ و منسوخ راجح و مرجح مہول و متروک کو ظاہر کیا تاکہ عوام الناس کسی مذہب
کا شکار نہ رہیں مگر حاسدوں کا خدا بھلا کرے انہوں نے امام عطاء دہلیؒ کا احسان ماننے
کے بجائے اُلٹا ان پر طعن شروع کر دیا اور الزام لگایا کہ امام عطاء دہلیؒ نے اخلاف کی
رضا جوئی کے لیے یہ کام کیا حاشا وکلا ہرگز ہرگز امام عطاء دہلیؒ سے یہ گمان نہیں کیا جاسکتا
خود ان کی کتاب شہادت دے رہی ہے کہ معاملہ ہرگز ایسا نہیں کیونکہ شرح معانی
الآثار میں بہت سی اعاذیت ایسی ہیں جو اخلاف کے ہاں معمول بہا نہیں ہیں لیکن خود
امام عطاء دہلیؒ کا معمول نہیں۔

غیر مقلدین کا مقصد احیاء سنت نہیں امت میں اختلاف و انتشار پھیلانا ہے

جس شخص کے دل میں بھی احیاء سنت کا جذبہ ہو تا ہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی چھوٹی سی چھوٹی سنت پر بھی عمل کرتا ہے اور اس کے چھوڑنے کو بُرا سمجھتا ہے اور اس
میں کسی مصلحت کی پروا نہیں کرتا، جیسا کہ اس پر اسلاف کے واقعات شاہد ہیں۔
چاہیے تیرے قاتل کو غیر مقلدین جو اتباع سنت کے دعویدار ہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی تمام سنتوں کو اپنا تھے اور کسی بھی سنت کے چھوڑنے کو بُرا جانتے لیکن وہ ایسا نہیں کرتے
ان کے ہاں فقط ان اُمال پر زور ہے جو مختلف فیہ ہیں اور ان لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی دوسری سینکڑوں سنتوں سے جو سونے جا گئے چلنے پھرنے کھانے پینے ملنے جلنے
معاشرت و معاشرت سے متعلق ہیں کوئی سروکار نہیں۔

اور جن متنازع فیہ اعمال پر ان کا زور ہے ان میں بھی یہ حال ہے کہ جہاں کوئی مصلحت
دیجی انہیں ترک کر دیا مثلاً رفع یدین کو لے لیجے، ان لوگوں کے یہاں رفع یدین سنت
مذکورہ، سنت دائر، سنت مستواترہ، بلکہ فرض و واجب تک کے درجے میں ہے جس
کے اثبات کے لیے انہوں نے سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں جس پر ہر وقت مناظرہ و مجاہدہ
بلکہ عقائد تک کے لیے تیار ہیں، اس عمل کو بھی یہ لوگ ذاتی اغراض کے لیے ترک کر
دیتے ہیں، چنانچہ اگلے ملاحظہ فرمائیے۔

عنایت اللہ شامی لکھتے ہیں:

”انہیں امام کا ذکر ہے کہ مولوی عبد الوہاب صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ
مولوی عبد الحکیم نصیر آبادی جب فلاں جگہ جاتے ہیں تو وہاں کے اخلاف کی
خاطر رفع الیدین چھوڑ دیتے ہیں۔“

۱۲۰ غیر مقلدین کے جماعتی اگر ”ہفت روزہ الاقصام میں رفع یدین سے متعلق ایک
سوال و جواب شائع ہوا ہے اُسے بھی ملاحظہ فرمائیں،
سوال یہ ہے۔

۱۱۔ بعد رفع الیدین کو سنت رسول سمجھ کر نمازیں ادا کرنا سہنے والدین کا

۱۔ ہمارے کہہ کر رفع الیدین چھوڑ دو مجھے اس صورت میں سنت رسول پر عمل کرنا چاہیے یا والدین کی اطاعت؟

۲۔ چونکہ اسلامی تعلیمات ہیں اس قسم کی نظائر ملتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور جہاد کے مواقع پر اطاعت و خدمت والدین کو ترجیح دی ہے اب جب کہ رفع الیدین سنت ہے اور اطاعت و خدمت والدین فرض ہے مجھے کس پہلو کو ترجیح دینا چاہیے بہر حال ابھی تک میں سنت پر پابند ہوں مگر تذبذب ضرور رہتا ہے، کہ کہیں روزِ حشر خدا کے ہاں والدین کا نافرمان نہ ٹھہر جاؤں۔

سائل محمد گلزار عابد ولد محمد اسماعیل اردکانی پورہ

غیر مقلدین کے شیخ، الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی جواب دیتے ہیں۔

۱۔ ”الحجاب بعون الرب“ ان حالات میں والدین کی دہجائی کے لیے ترک رفع الیدین کی گنجائش ہے، البتہ وقتاً فوقتاً بطریق احسن اقبام و تقسیم کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً ہمارے بعض اسلاف تبلیغی مصلحت کے پیش نظر ترک رفع پر عامل تھے اس طرح ممکن ہے آپ بھی کوئی بہتر اصلاح کر دار ادا کر سکیں۔“ ۱۔

۲۔ خواجہ عطاء الرحمن صاحب رقمطراز ہیں۔

۳۔ مولانا خالد صاحب (گر جاکھی) نے بتایا ہے کہ والد صاحب (نور حسین گر جاکھی) نے ایک دن تہجد کی نماز میں اپنے استاد مولانا علاؤ الدین صاحب کے ساتھ باجماعت ادا کی تو مولانا علاؤ الدین صاحب کو تہجد میں رفع الیدین کر کے نماز پڑھتے دیکھا، حالانکہ مولانا دن کی نمازوں میں رفع الیدین نہ کرتے تھے۔ میں نے پوچھا تو فرماتے لگے بیٹا یہ سنت سے ثابت ہے لیکن میں دن کو اس لیے نہیں کرتا

۱۔ کہہ لوگ بدک نہ جائیں، کہنے لگے میں ایک دن اپنے استاد حضرت مولانا غلام رسول صاحب قلعوی کے ساتھ اکیلا نماز پڑھ رہا تھا تو انہوں نے بھی رفع الیدین کیا۔ میں نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا بیٹا یہ سنت رسول ہے۔ ہم لوگ صرف اس لیے نہیں کرتے کہ لوگ بدک نہ جائیں اور ہماری تبلیغ میں رکاوٹ نہ ہو۔“ ۱۔

۲۔ راقم کے علم میں ہے کہ تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ لاہور کے ایک بڑے مولوی صاحب جب دیوبندی اور بریلوی امام کے پیچھے ان کی مساجد میں نماز پڑھتے ہیں تو رفع الیدین نہیں کرتے یہ سب غیر مقلدین کا رفع الیدین سے عشق کہ جہاں مصلحت دیکھی اسے چھوڑ دیا، یہ ایک رفع الیدین ہی کی بات نہیں بلکہ ان لوگوں کے یہاں مسئلہ ہی یہ ہے کہ سنت کی خلاف ورزی جائزہ اور اس کے ترک پر کوئی گناہ نہیں۔

۳۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب سے سوال ہوا کہ ”کوئی شخص فرض نماز ادا کرے اور سنت ترک کر دے یا غیر موکدہ ترک کر دے تو خدا کے پاس اس ترک سنت کا کیا مواخذہ ہوگا؟“ مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب نے جواب دیا

۴۔ ”جواب سنتوں کی وضع رفع درجات کے لیے ہے ترک سنن سے رفع درجات میں کمی رہتی ہے مواخذہ نہیں ہوگا انشاء اللہ“ ۱۔

۵۔ جماعت غریبا، الحدیث کے مفسر عبد الستار صاحب کے چند فتاویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں۔
۶۔ سوال نمبر ۲۱ کیا قبدرٹ پاؤں کر کے سونا جائز ہے (محمد عاشق از ابوہریرہ)
جواب نمبر ۲۱، لیکن والے کی نیت اگر تو یہاں کہہ نہ ہو تو درست ہے اگر

۱۔ خواجہ عطاء الرحمن - سوانح مولانا نور حسین گر جاکھی ص ۱۱۱

۲۔ فتاویٰ اللہ امرتسری - فتاویٰ ثناء مدنی ص ۱۲۴

۳۔ ثناء اللہ مدنی - ص ۱۱۱

ہو تو نادرست ہے۔ نیت درست ہو تب ہی افضل و بہتر و مسنون ہے
یہی ہے کہ قبلہ کی طرف منہ شمال کی جانب سر ہو جنوب کی جانب پیروں
جس طرح مردہ کو قبر میں لٹایا جاتا ہے اگر اس کے خلاف بیٹھے گا تو مسنون
نہیں جائز ہے۔ ۱۔

سوال (۳) ”سنا ہے کہ آپ (مفتی عبدالستار) اور آپ کے طلباء نماز کی سنہلہ
کو ضروری نہ سمجھ کر نہیں پڑھتے کیا یہ صحیح ہے اور کیا حقیقتاً سنتیں نہ پڑھنے
میں کوئی عرق نہیں فقط والسلام آپ کا مخلص عبدالرشید منہ صفر ۱۳۸۲ھ

جواب: (۳) میں یا میرے طلباء سنتوں کو سنت سمجھ کر پڑھتے ہیں فرض یا واجب
نہیں جانتے۔ کوئی شخص کسی وجہ سے سنتیں نہ پڑھتے تو ثواب سے محروم
ہوگا، کافر یا گنہگار نہ ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے ایک اعرابی اور ایک
نجدی شخص کو توحید نماز روزہ، زکوٰۃ فرض کی ادائیگی پر مطلق اور مفتی فرمایا تھا
نیز آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عالم کو جو فرض نماز پڑھ کر کتاب و

سنت کے درس دینے میں مصروف ہو جائے وہ بابر غفلت دی ہے۔

فقط ابو محمد عبدالستار امام جماعت غریبہ اہل حدیث کثر اللہ سوادہم مورخہ ۲۳ صفر ۱۳۸۲ھ

سوال (۴) ”نبی علیہ السلام نے فجر کی سنتیں کبھی ترک کی ہیں؟ وافل و سنت کے
ترک پر گناہ تو نہیں؟

جواب (۴) وافل و سنن صلوٰۃ کے ترک پر گناہ نہیں۔ ۱۔

فائب صدیق حسن خان صاحب تحریر فرماتے ہیں:

کتاب النکاح - فتاویٰ ساریہ ۱۵ ص ۱۳۰

کتاب النکاح - فتاویٰ ساریہ ۲۵ ص ۲۵۲ - کتاب النکاح - فتاویٰ ساریہ ۲۵ ص ۲۵۲

والسنة ان تكون السورة بعد الفاتحة وبعد
آمين و يقرأ على ترتيب المصحف ولو خالف جاز
وصح بلا كراهة۔ ۱۔

اور سنت یہ ہے کہ سورۃ، فاتحہ اور آمین کے بعد سوراہا باقی سورتوں میں
بھی قرآن کی ترتیب کے مطابق پڑھے اگر ترتیب کے خلاف پڑھا تو بھی
جائز اور بلا کراہت صحیح ہے۔

نماز سے بہت کر دیگر سنتوں کے متعلق غیر مقلدین کے اکابر کا طرز عمل بھی ملاحظہ فرماتے
ہیں۔ میاں نذیر حسین صاحب کے ایک شاگرد مولوی سلامت اللہ جیراچوری صاحب
کے صاحبزادے اسلم جیراچوری صاحب لکھتے ہیں۔

”ان مولوی بشیر احمد سہسوانی شاگرد میاں نذیر حسین صاحب ناقل اکامیٹی
کو بیان کرنے کے لیے سہسوان کے ایک معزز اور دولتمند رئیس آئے۔ جماعت
اہل حدیث میں اس شادی کی بڑی دھوم تھی۔ میں بھی والد صاحب
کے ساتھ مدارالہام صاحب کی مسجد میں گیا جہاں نکاح تھا۔ مجھے تعجب

ہوا کہ میری سہیلی سہسوانی مقرر کیا گیا۔ واپسی پر جب ہم سوار ہوئے
تو میں نے والد سے کہا کہ اس قدر مہر تو سنت کے خلاف ہے، ہمارے
مسجد کے مؤذن حاجی نعمت اللہ پرتاب گروہی بھی ساتھ تھے جنہوں نے
الحمد للہ کے جہاد میں مولوی امیر علی کا ساتھ دیا تھا، مفتی، مجاہد اور سوا

اللہ کے کسی سے نہ ڈرنے والے، میری بات سن کر بولے کہ

”مولویوں کا حال مجھ سے سنو۔ یہی مولوی محمد بشیر اور قاضی شیخ محمد اور فلان
فلان چھارہی مسجد میں ایک دن بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے، مسکے بیٹھے
ہوا کہ خدایا میں سوائے اللہ کے کسی کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا جائز نہیں

ہے۔ اسکی درمیان میں نواب صدیق حسن خان آگئے جس اس وقت شیخ محل میں رہتے تھے اور جماعت اسی مسجد میں پڑھتے تھے۔ یہ سارے مولوی ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے صرف میں بیٹھا ہوا تھا اور ہنس رہا تھا۔ نواب صاحب نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ میں نے سارا قصہ سنایا وہ بھی ہنس پڑے۔ یہ مولوی ہم کو تو حدیث سناتے ہیں کہ جس عورت کا مہر کم ہو وہ بکرت والی ہوتی ہے اور خود اپنی بیٹیوں کا مہر نہ دھواتے ہیں پچاس ہزار دینار عسریٰ^۱ سلہ

راقم المحروف غیر مقلدین کے ایک مکتبہ پر ان مبلغ و عید پارے تبدیل کر دانے کے لیے گیا تو انہوں نے انتہائی جیل و جت سے کام لیتے ہوئے تبدیل کرنے سے انکار کر دیا اس پر راقم نے اُن سے کہا کہ حدیث میں تو سودا واپس لینے کی تفسیلت وارد ہوئی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ مَنْ اَقَالَ اَقَالَ اللّٰهُ عَشْرًا وَاَقَالَ اَقَالَ نَعْمُ نے سودا واپس لے لیا اللہ اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ آپ اچھا الجھٹ ہیں کہ سودا واپس کرنا تو کجا تبدیل بھی نہیں کر رہے۔ اس پر وہ منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہنے لگے انہیں نماز (یعنی رفع یدین) کی حدیثیں نہیں آتیں یہ آتی ہیں۔

ڈسکچ کے ایک مولانا نے راقم کو بتلایا کہ میں غیر مقلدین کے مکتبہ پر گیا تو وہ زمین پر جگہ ہونے کے باوجود بچے پر کھانا کھا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ مولانا حدیث میں تو آتا ہے کہ اللہ کے نبی زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور آپ کسی مجبوری کے بغیر جگہ ہوتے ہوئے بھی بیٹھ کر کھا رہے ہیں، انہوں نے بلا تکلف فرمایا کہ کیا کہ مولوی صاحب پٹے اپنی نماز صبح کریں۔ آپ لوگ نماز صبح پڑھتے نہیں (یعنی رفع یدین تو کرتے نہیں) ان باتوں پر اعتراض کرتے ہیں۔

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ غیر مقلدین کے یہاں متفق علیہ اور متروکہ سنتوں کی دانگی

ضروری ہے اور نہ ان کے چھوڑنے پر کوئی گناہ ہے بلکہ سنت سے ہٹا ہوا عمل جائز و صحیح ہے متروکہ بھی نہیں۔ لیکن آئین باجمہر رفع یدین وغیرہ جن کے مستحب ہونے میں بھی امت کا اختلاف ہے وہ ان کے یہاں اس قدر ضروری ہیں کہ ان پر عہدہ آمد کے بغیر نہ کسی کی نماز صحیح ہے اور نہ کوئی ان کے بغیر محمدی بن سکتا ہے، ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ احیاء سنت میں مخلص نہیں اور نہ ان کا مقصد احیاء سنت ہے ان کا مصلح نظر فقط اختلافی مسائل کو ہار دینا ہے اور ہر اس کام کا الٹ کرنا ہے جو احیاء سنت کا معمول ہے۔

مشورہ ہے کہ کسی شدید نے اپنے شیعہ ذاکر سے پوچھا یہ تو بلائیے ہمارا مذہب کیا ہے؟ ذاکر نے جواب دیا کہ اہل سنت جو کریں اس کا الٹ کرنا ہمارا مذہب ہے۔ شاید غیر مقلدین نے بھی اسی روش کو اپنا لیا ہے اور ہر اس مسئلہ کی مخالفت کرنا ہمارا سمجھنے لگے ہیں جو اہل سنت کے یہاں متفق ہوا ہے اور اہل سنت کا اس پر عمل ہے جس کا منطقی نتیجہ اختلاف و انتشار کا پیدا ہونا ہے۔

مثلاً

(۱) یہ لوگ گدھی پر مسج کو بلا وجہ بدعت کہتے ہیں حالانکہ گدھی پر مسج احادیث سے ثابت ہے۔ سلہ

(۲) عام نامن اور سوئی چراہوں پر لوگوں کو دکھلا کر مسج کرتے ہیں حالانکہ یہ کسی صحیح و صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

(۳) دوران نماز زبردستی پاؤں سے پاؤں ملاتے ہیں حالانکہ کسی بخو مرفوع حدیث میں اس کا تذکرہ نہیں۔

(۴) چنانچہ اگر آئین کہنے کو سنت سمجھتے ہیں حالانکہ شریعت میں چنانچہ منع آیا ہے،
بالخصوص مسجد میں۔

(۵) رکوع میں جاتے اٹھتے رفع یدین نہ کرنے سے نماز کو ناقص بلکہ فاسد تک
کہہ دیتے ہیں حالانکہ نہ یہ کسی حدیث میں ہے اور نہ ہی اہل سنت میں سے کسی
امام کا یہ مسلک ہے۔

(۶) جو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز کو باطل کہتے ہیں ان کے
تذویک اس کی نماز بھی نہیں ہوتی، حالانکہ یہ کسی صحیح، صریح، مرفوع حدیث سے
ثابت نہیں اور نہ ہی یہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مسلک ہے۔

(۷) فجر کی رو جانے والی سنتوں کو فجر کی نماز کے فوراً بعد ادا کر لینے پر زور دیتے ہیں
حالانکہ متعدد احادیث میں اس سے ممانعت آئی ہے۔

(۸) دیگر متفق علیہ نوافل کو چند گزیر جس کے خطبہ کے دوران اور مغرب کی نماز سے
پہلے نفل پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ یہ نوافل ائمہ اہل سنت کے بیان متروکہ
مختلف قیہ ہیں اور کتب حدیث میں ان کے معارضی احادیث موجود ہیں۔

(۹) جمع بین الصلوٰتین پر بے خوف و خطر عمل کرتے ہیں حالانکہ صحابہ و تابعین بلا مذکر
جمع بین الصلوٰتین کو گناہ کبیرہ قرار دیتے تھے۔

(۱۰) منگے سر نماز پڑھنے میں فخر محسوس کرتے ہیں حالانکہ منگے سر نماز پڑھنا حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت مبارکہ کے خلاف ہے اور بقول مولانا محمد داؤد
نورانی کے بدرمسم ہے۔

(۱۱) عورت و مرد کی نماز میں فرق کو بدعت کہہ کر مٹانا کار ثواب سمجھتے ہیں حالانکہ
متعدد احادیث میں فرق موجود ہے۔

(۱۲) عورتوں کے بعد و عیدین کے لیے کھلے میدان اور مساجد میں آنے پر زور
دیتے ہیں حالانکہ صحابہ و تابعین زمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے عورتوں کو مسجد میں آنے
سے منع کرتے تھے۔

(۱۳) آٹھ رکعت تراویح کی ترویج و تبلیغ کو جہاد سمجھتے ہیں حالانکہ صحابہ و تابعین بیس رکعت
تراویح پڑھا کرتے تھے اور اہلسنت کے ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی ۲۰ رکعات سے کم تراویح
کا قائل نہیں۔

(۱۴) گائڈ، ویڈیو میں جمعہ کی نماز پڑھنے کو فرض عین قرار دیتے ہیں حالانکہ احادیث
و آثار میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

(۱۵) مسجد محلہ میں دوسری تعمیر ہو چکی ہو جماعت کے کروانے کو ثواب کا کام سمجھتے
ہیں حالانکہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معمول مبارکہ کے بالکل خلاف ہے۔

(۱۶) عیدین کی نماز میں بارہ تکبیروں کو ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کسی صحیح، صریح مرفوع
حدیث سے ثابت نہیں جب کہ سچے تکبیریں کہنا صحیح آثار سے ثابت ہے۔

۱۔ دیکھئے فتاویٰ ہمارے حدیث ۲۵ ص ۲۹۱ دیکھئے مراسیل الی وادعش جامعہ اسلامیہ ج ۱ ص ۱۰۱
ص ۱۰۱ شیعہ ۱ ص ۱۰۱ وغیرہ دیکھئے ہمارے شریعت ۱ ص ۱۰۱ و درمنشور ۱ ص ۱۰۱
۲۔ دیکھئے فتاویٰ ہمارے حدیث ۲۵ ص ۲۹۱ دیکھئے مراسیل الی وادعش جامعہ اسلامیہ ج ۱ ص ۱۰۱
۳۔ دیکھئے فتاویٰ ہمارے حدیث ۲۵ ص ۲۹۱ دیکھئے مراسیل الی وادعش جامعہ اسلامیہ ج ۱ ص ۱۰۱
۴۔ دیکھئے فتاویٰ ہمارے حدیث ۲۵ ص ۲۹۱ دیکھئے مراسیل الی وادعش جامعہ اسلامیہ ج ۱ ص ۱۰۱

۱۔ دیکھئے سورۃ اعراف آیت ۵۵۔ بخاری ۲ ص ۲۰۵ مسلم ۶ ص ۲۲۶
۲۔ دیکھئے بخاری ۱ ص ۱۰۱ مسلم ۶ ص ۲۲۶ وغیرہ دیکھئے مولانا امجد علی صاحب
صنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۰۱ ہمارے حدیث ۱ ص ۱۰۱ دیکھئے ترمذی ۱ ص ۱۰۱
مسند فاکہ ۱ ص ۱۰۱ مولانا محمد صنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۰۱

۱۷۔ نماز بخیرہ اپنی آواز سے پڑھتے ہیں حالانکہ یہ کسی صحیح صریح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں اور نہ ہی یہ ائمہ مجتہدین ائمہ اہل سنت میں سے کسی کا مسلک ہے (البدعہ روافض کا ضرور معمول ہے)

۱۸۔ قربانی عید کے چوتھے دن کرنے کو احیاء سنت سمجھتے ہیں حالانکہ کسی صحیح صریح مرفوع حدیث سے چوتھے دن قربانی کرنا ثابت نہیں۔

۱۹۔ اونٹ کی قربانی میں دس آدمیوں کو شریک کرنا بھی صحیح سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کسی صحیح صریح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں بلکہ صحیح حدیث کے خلاف ہے اور ائمہ اہل سنت ائمہ اربعہ میں سے کسی کا بھی مسلک نہیں۔

۲۰۔ ایک مجلس کی دی ہوئی تین طلاقیں کو ایک ہی سمجھتے ہیں حالانکہ صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہے کہ ایک مجلس کی دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی۔ یہی ائمہ اہل سنت ائمہ اربعہ کا مسلک ہے۔

۲۱۔ مصافحہ ایک ہی ہاتھ سے کرتے ہیں اپنی شان سمجھتے ہیں حالانکہ کسی ایک بھی صحیح صریح مرفوع حدیث سے صرف یکے کے ہاتھ سے مصافحہ کرنا ثابت نہیں۔

۱۲۔ تقلید کو شرک و بدعت اور تمام باتوں کی جڑ سمجھتے ہیں حالانکہ تقلید قرآن و حدیث اجماع امت اور قیاس مجتہدین چاروں دلائل سے ثابت ہے۔ اہل باطل کو چھوڑ کر ساری امت اہل اجتہاد میں ائمہ مجتہدین کی تقلید پر متفق رہی، جن میں بڑے بڑے محدثین، فقہاء اور اولیاء ہوئے ہیں۔ اور ان جیسے بیسیوں مسائل ہیں جن میں غیر مقلدین اہل سنت کے خلاف چلتے ہیں اور اس میں اجماعی مسائل کی بھی پرواہ نہیں کرتے، لہذا اب اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ ان لوگوں کا مقصد احیاء سنت نہیں بلکہ امت میں اختلاف و انتشار پھیلانا ہے جس کا آج کل بخوبی مشاہدہ ہو رہا ہے۔

اس موقع پر غیر مقلدین کے ایک ماہانہ رسالے ”ترجمان الحدیث“ ۱۳ شمارہ نمبر ۲ کے ایک صفحہ کا عکس پیش کیا جاتا ہے۔ یہ صفحہ ایک غیر مقلد مولوی خواجہ قاسم کے مضمون کا ہے۔ اس صفحہ کو پڑھ کر قارئین اعزاء فرمائیں کہ غیر مقلدین کی محنت و قوت کس کام میں صرف ہو رہی ہے جو آیا یہ اختلاف و انتشار کو ہوا دی جا رہی ہے یا نہیں؟ خواجہ صاحب نے اپنے مضمون کا عنوان قائم کیا ہے، ”غیر اہل حدیث کی گالیوں کے جواب میں“ کہتے ہیں آئینہ میں اپنا ہی منہ نظر آتا ہے، خواجہ صاحب کا اپنے رسالوں میں خود اپنا انداز تیراٹی اور سو قیاس ہے اس لیے دوسروں کی تنقید انہیں گالیاں نظر آتی ہیں، خیر سر درست اس کو چھوڑئیے اصل بات تو یہ عرض کرنی ہے کہ اس وقت غیر مقلدین امت میں اختلاف و انتشار کو ہوا دینے میں مصروف ہیں جس کا ایک زندہ ثبوت خواجہ قاسم کی یہ تحریر ہے جس میں تمام اختلافی مسائل کا تذکرہ ہے جنہیں ہوا دے کر غیر مقلدین اپنا مطلب نکالتے ہیں۔

جناب محمد قاسم خواجہ

غیر اہل تشیع کی گالیوں کے جواب میں

تعلیق پر نزع کا عالم !

تعلیق کا اندر ٹوٹ رہا ہے۔ بعد از لوگ اس سے کئی کترنے لگے ہیں۔ بستیوں میں بھی ہو رہے ہیں۔ عورتوں کو مسجدوں میں آنے کی اجازت مل گئی ہے۔ غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔ احناف کی مساجد آٹھ نمازوں کے بعد دو تہائی ت زیادہ خالی ہو جاتی ہیں۔ مساجد میں دوبارہ جماعتیں ہونے لگی ہیں۔ تین طلاق کے مسئلے پر حنفی علماء خود اپنے معتدلوں کو اہل تشیع کے پاس جانے کا مشورہ دینے لگے ہیں۔ حلالہ کے علمبرداروں کو حلالہ کا مسئلہ بتلاتے ہوئے الجھڑت محسوس ہونے لگی ہے۔ اب انہیں مفقود الخبیر کی بڑی کے بارے میں نوے برس کی عدت بتلانے میں بھی خرم آنے لگی ہے۔ بلکہ تعلیق کے مبلغین ہر مسئلے پر تحقیق کے میدان میں قدم رکھ چکے ہیں۔ جو تعلیق کی عین ضد ہے۔ ————— الفتن تعلیق پر نزع کا عالم گاری ہے وہ جاگتی کے مذاہب میں مبتلا ہے اور اپنے کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے۔ تعلیق کے محافظ آست آکسیوں لگا کر زندہ رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور اسے ایسا خون دے رہے ہیں جکا نمر اس کے گرد پ سے نہیں مٹا۔ جب کوئی صورت کا اگر ثابت نہیں ہوتی تو غصہ نکلنے کیلئے بڑے سیول گولیاں دینا شروع کر دیتے ہیں۔

حنفی علماء کرام !

شہر گمرہ لالہ میں پہلے بھی حنفی علماء کرام رہتے تھے مثلاً حضرت مرزا محمد جبار صاحب حضرت مولانا عبد الواحد صاحب، حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب، حضرت مفتی خلیل احمد صاحب

تاریخین کے سامنے حال ہی میں پیش آنے والا کراچی کا ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے جس کا تذکرہ مفتی رشید احمد صاحب نے کیا ہے۔ انہیں کے الفاظ میں یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں :

مفتی صاحب وقطر از ہیں :

۱۰ ایک اور عجیب سماعت فرمائیں آبادی کے اندر بول و براز کی حالت میں قبلہ کی طرف رخ کرنے کا جواز مختلف فرم ہے اس لیے احتیاط بہر حال اس میں ہے کہ اس سے استرازا کیا جائے مگر اہل حدیث کے ہاں تو دوسرے مذاہب کی مخالفت ہی بڑا جہاد ہے چنانچہ کراچی میں انہوں نے اپنی مسجد کے استخا خانے گرا کر از سر نو قبلہ رخ تعمیر کرائے ہیں وجہ دریافت کرنے پر ارشاد ہوا کہ یہ سنت چودہ سو سال سے مردہ تھی ہم نے اس کو زندہ کیا ہے۔ الفاظ دیکھئے : کیا قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا احیاء سنت ہے ؟ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی حکم ہے اور کیا صحابہ و تابعین اور دیگر مسلمان ایسا ہی کرتے تھے ہرگز نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم نیز صحابہ کرام کا قصد اور ان کا عمل سن لیجئے۔

” حضرت ابویوب انصاری سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تم بیت الخلاء آؤ تو پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کرو نہ پیچھے کرو بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ کیا کرو (یہ حکم مدینہ منورہ کے اعتبار سے ہے کیونکہ مسجد نبوی کا قبلہ جنوب کی طرف ہے) حضرت ابویوب انصاری فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ملک شام آئے تو یہاں بیت الخلاء قبلہ رخ بنے ہوئے پائے ہم تو رخ تبدیل کر کے بیٹھتے تھے پھر بھی اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے تھے۔ صلہ

غیر مقلدین کی ایسی ناشائستہ حرکات جو سراسر حدیث کے خلاف ہیں ان کے
ہوتے ہوئے اب بھی انہیں اگر انتشار و اختلاف کا باعث نہ سمجھا جائے اور بقول
غیر مقلدین کے اسے احیاء سنت ہی کہا جائے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر خلاف
سنت کام سنت ہے اور صحیح سنت پر عمل کرنا دین سے دور رہنا ہے العیاذ باللہ۔
یوسف پیشتر کی کاروائی بھی سنت چلتے وہ کہتا ہے۔

”اگر سر میں یگل کھلا کر میں اپنے وطن ضلع مظفر گڑھ میں شادی کرانے چلا گیا
ریل نہ ہونے کی وجہ سے کئی دنوں کا سفر تھا، راستے میں بھی یہی طریق رہا،
جہاں نماز پڑھی آئین بالچکر کی اور شورش ہوئی خدا خدا کر کے اپنے وطن
حسین پور ضلع مظفر گڑھ میں پہنچے وہاں بھی اپنے قصبہ (حسین پور) میں
آئین بالچکر کی تو عام شورش ہوئی یہاں تک کہ میرے کسرال والوں
نے نکاح دینے سے انکار کر دیا“۔ لے

ملاحظہ فرمائیے یہ طریقہ ہے غیر مقلدین کے احیاء سنت کا، جہاں جاتے ہیں گل کھاتے
ہیں اور وہ گل بھی کھلتا ہے کہ بھائی بھائی دست و گریباں ہو جاتے ہیں ماں باپ
اور آل و اولاد میں نفرت ہو جاتی ہے۔ لوگوں میں عام شورش اور اختلاف و انتشار پیدا
ہوتا ہے فوبت مقدمہ بازی تک پہنچ جاتا ہے۔ حالانکہ احیاء سنت کا ثمرہ تو یہ ہوتا
ہے کہ ٹوٹے دل جوڑ جاتے ہیں باہم الفت و محبت پیدا ہوتی ہے۔ درحقیقت غیر
مقلدین احیاء سنت نہیں کرتے مسائل متنازعہ کو چھیڑتے ہیں جس کا نتیجہ تنازعہ ہوتا ہے
یہ لوگ بے نمازی سے یہ نہیں کہتے کہ نماز پڑھو۔ نمازی سے کہتے ہیں کہ تمہاری نماز
نہیں ہوئی اس سے اصل فساد پیدا ہوتا ہے۔

اب تک جو کہ دار غیر مقلدین کا بیان ہوا اس کی صداقت ان کے بعض علماء کی

تحریرات سے ظاہر ہوتی ہے جہاں وہ جو سرحد کے بولے۔ قارئین غیر مقلدین کے
بعض علماء کی تحریرات ملاحظہ فرمائیں۔
پروفیسر محمد مبارک غیر مقلدین کی ایک ذیلی جماعت، جماعت غبار اہل حدیث پر تبصرہ
کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

”جماعت غبار اہل حدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت پر رکھی گئی تھی
صرف یہی مقصد نہیں بلکہ تحریک مجاہدین یعنی سید احمد بریلوی کی تحریک کی
مخالفت کر کے انگریز کو خوش کرنے کا مقصد یہاں تھا جس کا اظہار اس
طرح کیا گیا کہ ستم میں مولوی عبدالوہاب ملتان صاحب نے اپنے امام بننے
کا دعویٰ کیا اور ساتھ ہی یہ کہا تو میری بیعت نہیں کرے گا وہ جماعت کی
موت مرے گا“۔ لے

میرا براہیم مسیحا کوئی صاحب لکھتے ہیں۔

”جماعت اہل حدیث اپنے ناقص العلم اور غیر محتاط نام نہاد علماء کی تحریروں
اور تقریروں سے دھوکا نہ کھائے کیونکہ ان میں سے بعض تو پرانے خارجی
اور بے علم محض اور پرانے کا نظریہ ہی ہیں جو کاٹھنکس کا حق نمک ادا کرنے
کے لیے ایک نہایت گہری زمین دوز تجویز کے تحت انگریزی پالیسی تفرقہ
ڈال اور فتنہ کو سے مسلمانوں کو اختلافی مسائل میں مشغول کر کے باہمی اتفاق
میں رکاوٹ اور مسلمانوں میں خصوصاً اہل حدیث میں تعصب پیدا کرنا
چاہتے ہیں“۔ لے

قاضی عبداللہ صاحب خان پوری تحریر فرماتے ہیں :

”محمد مبارک“ پروفیسر۔ علماء خافت اور تحریک مجاہدین ص ۲۸

”محمد مبارک مسیحا کوئی“ احیاء المیت ص ۲۶ بحوالہ تحقیق مسند قادیان ص ۳۵

”اس زمانے کے جھوٹے ائمہ حدیث مبتدعین مخالفین سلف صالحین جو حقیقت
ما جاد الرسول سے جا مل ہیں وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں
روافض کے یعنی جن طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر و
نفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ و زنداقہ کا تھے اسلام کی طرف اسی طرح یہ
جا مل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ
اور زنداقہ منافقین کے بعینہ مثل تشیع کے

مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علی اور جنین
رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی
دے دیں اور پھر جس قدر الحاد و زنداقہ پھیلائیں کچھ پرواہ نہیں اسی طرح ان
جہال بدعتی کا ذب اہل حدیثوں میں ایک دفعہ رفع یدین کرے اور تقلید کا
رد کرے اور سلف کو چٹک کرے مثل امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جن
کی امامت فی الفقہ اجماع امت کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر کفر
بد اعتقادی اور الحاد اور زنداقیت ان میں پھیلاوے بڑی خوشی سے

قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چین بچیں بھی نہیں ہوتے اگرچہ علماء اور
فقہاء اہل سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں ہرگز نہیں سنتے سبحان اللہ ماشبہ
اللیلۃ بالیارحۃ، اور ستر اس کا یہ ہے کہ وہ مذہب و عقائد اہل السنۃ
و الجماعۃ سے نکل کر اتباع سلف سے مستکف و متکبر ہو گئے ہیں فافہم و تدبر

ماہانہ مجلہ ”اہل حدیث دہلی“ کے ایڈیٹر حکیم اجمل خان (یہ وہ حکیم اجمل خان نہیں جو خاندان
شرعیہ کے مشہور و معروف حکیم و طبیب ہیں) اپنی جماعت کی کارروائی پر تبصرہ کرتے
ہوئے لکھتے ہیں۔

”فی الوقت ہماری جمیعت، مسلک کی دعوت و تبلیغ کے لیے نہیں بلکہ روپیہ
اقتدار کی بوس کو پورا کرنے کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے، عوام کو بیوقوف بنایا
جا رہا ہے اور مسلک و جماعت کے نام اور منصب کا بلیک میل کیا جا رہا ہے
جس شخص کے پاس جمیعت کا عہدہ و منصب ہو وہ پہلے اس کے ذریعہ عرب
دنیا میں چمکتا ہے پھر اپنے کاروبار کو وسیع کرتا ہے کیونکہ اس منصب کے
ذریعہ ویزا اور عرب شیونٹک رسائی بہر حال آسان ہو جاتی ہے اس لیے
ان عہدوں پر دوبارہ آنے اور ہمیشہ برقرار رہنے کی کوشش کی جا رہی ہے
جیسا کہ حالیہ جماعتی انتخابات کے نظارے سامنے آئے ہیں لوگوں نے
ایک دوسرے کی ہانگیں کھینچنے، آبروریزی کرنے، دھاندلی مچانے لاقانونیت
اور شرعی تقاضوں کو پامال کرنے میں کوئی کورسہ رقی نہیں رکھی ہے اور آپ
کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ سب سے بڑی دھاندلی اور لاقانونیت مرکزی
جمیعت کے ناظم صاحب کی طرف سے ہو رہی ہے جس کا صاف مطلب
یہ ہے کہ وہ اپنے عہدہ پر دوبارہ آنے کے لیے بے چین ہیں اور اس
کے لیے جوڑ توڑ اور دھاندلیاں کر رہے ہیں“۔ سہ

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں :

”دہلی کا حال اس سے بھی زیادہ خراب ہے۔ یہاں جمیعت کے کارکنان کو ہنگامہ
آرائی اور دینی جماعت کے ماحول کو پرانگندہ کرنے، پارٹی بازی پھیلانے کے
لیے استعمال کیا گیا“۔ سہ

غیر مقلدین کے چودھویں صدی کے مجدد کے کارنامے

جماعت غریبہ اہل حدیث کے دوسرے امام عبدالتا صاحب نے جماعت

اہل خانہ حکیم۔ مجلہ اہل حدیث دہلی ص ۱۹۰ سہ اہل خانہ حکیم۔ مجلہ اہل حدیث دہلی ص ۱۹۰ سہ

نظارہ اہلحدیث کے اجلاس دہلی ۱۳۵۲ میں ایک خطبہ امارت پیش کیا تھا جس میں چودھویں صدی کے اپنے مجدد کی خدمات ذکر کرتے ہیں، کچھ خدمات آپ بھی مدح فرماتے چلیں۔
مولوی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں۔

”چودھویں صدی کے مجدد اعظم کی اہم ترین اسلامی خدمات، جناب حافظ کلام سب الغلیں رئیس المحدثین امام زمانہ وحید دہرہ مولانا الحجاز ابو محمد بلوچہ رضی اللہ عنہ حائمی توحید و ماحی الشک بھی اس سلسلہ قانع البدعہ اپنے زمانہ کے بخاری نے اپنے استاد شیخ الہند میاں صاحب مرحوم سے تحصیل علم کے بعد سنہ ۱۳۰۰ھ میں مدرسہ دارالکتاب والسنۃ کی بنیاد شہر مدنی میں قائم کر کے خالص درس قرآن حدیث شروع کیا اور دیگر علوم آلیہ و عقلیہ منطق و فلسفہ فقہ مروجہ وغیرہ کے ڈھول کا پول کھولنا شروع کیا اور قرآن حدیث کے ہوتے ہوئے ان پر عمل عقیدہ رکھنا رکھنا سخت مجرم بتایا اور بیان فرمایا کہ کتب فقہ مروجہ شریعت اسلام کے بالکل منافی ہیں۔ کتاب وسنت کے ہوتے ہوئے ان پر عمل کرنا محض گمراہی اور حرام ہے بھلا اکل حلال کے ہوتے ہوئے منکر رکھنا کب روا ہے۔“

مزید لکھتے ہیں:

”بعد نماز علی الصبح کلام مجید کا ترجمہ ہوتا ہے، قرآن کھل جاتے ہیں۔ کس گنج کے تمام اہلحدیث بوڑھوں سے لے کر جوانوں اور شعور دار بچے تک ترجمہ پڑھتے ہیں۔ مولانا ممدوح ترجمہ میں وہ عام فہم دقائق بیان فرماتے ہیں اور شرک و بدعت کی وہ چٹھاڑ کرتے ہیں اور شخصی تقلید ناسید کا وہ کھون کھوتے ہیں اور فقہ کے خراب اور گندہ مسائل کی جو قرآن وحدیث

کے سراسر خلاف ہیں وہ مٹی خراب کرتے ہیں کہ باید و شاید اور بے تحاشا سامعین کی زبان سے سبحان اللہ اور بارک اللہ نکلتا ہے۔“

غیر مقلدین کا احناف کی مساجد میں نماز پڑھنے کا مقصد غیر مقلدین کے چودھویں صدی کے مجدد انکم کے پوتے عبدالغفار سلفی حنفیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے یوں گوبرافشانی کرتے ہیں۔

اہل حدیث کی نماز غیر اہل حدیث کی اقتدا میں بہتر نہیں۔ اگر سنت اور صحیح مسکک و اشاعت کی خاطر احناف کی اقتدار میں نماز پڑھی جائے تو جائز کیا بلکہ ضروری ہے کیونکہ آپ احناف کی مسجد میں جا کر صحیح طریقہ کے مطابق صحیح وضو کریں گے پھر نماز سنت طریقہ کے مطابق آمین نعتین سے پڑھیں گے، مقلدین کو متبعین سنت کی نماز کا علم ہوگا وہ آپ سے دریافت کریں گے آپ نے آمین کیوں کہی رفع یدین کیوں کیا آپ ان کو جواب دیں گے، سننے والوں میں دس ہوں گے تو ایک تو آپ کا حامی بھی ہوگا۔ اس طرح آپ کا مسکک پھیلے گا۔ اگر اس پوری کارروائی کی ہمت و عزائم نہ ہو تو پھر آپ اہل حدیث مسجد بنانے کی الگ کوشش کریں اور قائم مسجد اپنی نماز گھر پڑھیں۔ الخ

قارئین محترم یہ ایک طویل موضوع ہے جس کے لیے دفتر کے دفتر دار
ہیں اختصار کے پیش نظر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور کچھ زیر نظر کتاب "حدیث
اور اہل حدیث" کے متعلق عرض کر کے مقدمہ کو ختم کرتے ہیں۔
کبھی فرصت سے سن لینا بڑی ہے داستان میری

سبب تالیف

اس کتاب کے لکھنے کا سبب یہ بنا کہ اکثر غیر متقلدین کی زبانی یہ سننے میں
آتا تھا کہ متقلدین احناف حدیث پر عمل نہیں کرتے اور نہ ہی ان کے پاس حدیثیں
ہیں۔ ان حضرات کی تحریرات میں بھی یہی چیز نظر آتی تھی۔ اس چیز کو دیکھ کر دل
میں خیال پیدا ہوا کہ ہمیں اپنی فقہ کا جائزہ لے کر دیکھنا چاہیے کہ کیا واقعی غیر
متقلدین کے کہنے کے مطابق ہمارے پاس احادیث نہیں ہیں اور ہم اقوال اہل
ہی پر عمل کرتے ہیں، یا ہمارے پاس بھی احادیث ہیں اور ہمارا عمل بھی احادیث
پر ہے، چنانچہ جب ہم نے اپنی فقہ کا جائزہ لینا شروع کیا تو ہر مسئلہ میں اس
قدر احادیث نظر آئیں کہ عقل حیران رہ گئی اور غیر متقلدین کی اُڑائی بیوٹی باتوں کے
دھول کا اچھی طرح سے پول کھل گیا، اور یہ حقیقت ظاہر ہوئی کہ ان کی یہ سب باتیں
جھوٹ کا پلندہ ہیں جن سے فقہ حنفی کا دامن پاک ہے۔

ان احادیث مبارکہ کو دیکھ کر دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ انہیں ترتیب دے کر ان
کا ترجمہ کیا جائے اور عوام کو بتایا جائے کہ احناف کا عمل ان احادیث پر ہے۔

کتاب کا طرز

اس کتاب کا طرز یہ ہے کہ اس میں اولاً اوپر ایک عنوان قائم کر کے اس
سے متعلق احادیث مبارکہ حدیث کی مستند کتابوں (صحاح ستہ وغیرہ) سے
بحوالہ نقل کی گئی ہیں ساتھ ہی ان کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

ثانیاً ان احادیث مبارکہ سے جو مسئلہ ثابت ہوتا ہے وہ ذکر کیا گیا ہے، پھر اس
مسئلہ کے خلاف غیر متقلدین کے علماء کے اقوال ذکر کئے گئے ہیں، بعد میں ان پر
تبصرہ کر کے فیصلہ عوام پر چھوڑ دیا گیا ہے وہ فیصلہ کریں کہ غیر متقلدین حدیث کی
موافقت یعنی اس پر عمل کرتے ہیں یا اس کی مخالفت؟

زیر نظر کتاب میں غیر متقلدین کے جن علماء کی تحریرات ذکر کی گئی ہیں۔ مناسب
معلوم ہوتا ہے کہ ان علماء کا غیر متقلدین کے ہاں جو مرتبہ و مقام ہے وہ بھی ذکر
کر دینا کہ عوام کے سامنے یہ بات بھی آجائے کہ یہ اقوال معمول غیر متقلدین کے
نہیں بلکہ ائمہ بڑے بڑے علماء کے ہیں جن کا دعویٰ تھا کہ ہم صرف قرآن و حدیث
پر عمل کرتے ہیں۔

چنانچہ غیر متقلدین کے ایک مقتدر عالم مدینہ الدین راشدی صاحب نے لکھے
"قول القابات عطاء اللہ" صاحب لکھے ہیں۔

"ناصی السنۃ النبویۃ - ناصی العقیدۃ السلفیۃ
فناصی البدعۃ - المجاہد لاعلاء کلمۃ اللہ"

الصلب في السنة - الملازم للعبادة
 العالي والفاضل المحدث الفقيه
 رئيس المحققين العلامة الشيخ
 السيد يونس الدين الشاه السندي الراشد

”ہدایۃ المستفید ترجمہ فتح الحمید“ کے مقدمہ میں اپنے اکابر علماء کا تعارف اور ان کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے ان کے القابات ذکر کئے ہیں ان میں سے چند ایک کے القابات کو یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ ہمارے پیش کردہ حوالوں کو پڑھتے وقت غیر متعلدین کے ذہن میں اپنے ان علماء کا درجہ و مقام طغویٰ خاطر رہے۔

میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کے القابات

شیخ اکل، امام المتقین، سید المحدثین، تاج الفقہاء، علم العلماء، جامع
العلوم النقلیہ والعقلیہ، ناصر السنۃ النبویۃ، عمدۃ العالمین، زبدۃ الناطقین
حجتہ اللہ علی الخلق مجدد القرن، الامام، المحدث الفقیہ الاصولی اشیر
شیخنا السید نذیر حسینؒ رحمہ اللہ

شہداء اللہ امرتسری صاحب کے القابات

« رئيس المفسرين - شيخ المحدثين ، امام المناظرين ، ابن تيمية زمان
شوكاني دوران سردار اهل الحديث في الهند شيخنا الشيخ ، الامام المستفي
النقي العاقل الورع الكامل محب السنة ، محمود اهل البدعة ، بقية
السلط عمدة الخلف ، مجدد القرن ابد الوفاء ثناء الثناء محمد خضر
الكشميري الاصل ثم الامر تسري » عليه

نواب صدیقی حسن خان صاحب کے القابات

قواب معلی القاب، مرجع العلماء وعمدة المتكلماء، وصنيع الفیوض الرحمانية،
ناشر السنة النبوية، المحدث الفقیه العلامة السيد عبدلی بن حسن بن علی
الحیسی البخاری القنوجی البوفالی، سلمه

نواب وحید الزماں صاحب کے الثابت

نواب عالی جناب، عالم باعمل فقیر وقت محبت السنۃ وحبیب الزمان
 من مسیح الزمان الکافی

ماہیچہ عبداللہ روٹری صاحب کے القابات

شيخنا العلامة المحدث، استاذ العلماء افضل الفضلاء الصابر الصائم
شيخ الحافظ عبد الله بن روثين دين الروبري الامير ترمي الاصولي

لیف کتاب سے مقصود

ن کتاب کے نکلتے سے ہمارے پیش نظر تین مقاصد ہیں۔

- (۱) اشاعت حدیث میں حصہ لینا۔
(۲) اختلاف کے دلائل کو یکجا کرنا تاکہ عام پڑھے لکھے لوگ بھی ان سے استفادہ کر سکیں اور انہیں عمل کرتے وقت اس بات پر پوری طرح سے شرح صدر ہو کہ ان کے پاس کثیر تعداد میں احادیث مبارکہ موجود ہیں اور ان کا عمل ان احادیث پر ہے۔
(۳) غیر متعلمین جو ہر وقت یہ لاک لاپتے ہیں کہ قرآن و حدیث پر عمل فقط علم کرتے

در بیان الدین شاد راشدی - هدایت المستفید ترجمه فتح الحمیدین اصل ۱۳۳

14 12 11 10 9 8 7 6 5 4 3 2 1

1.5 g

ہیں کوئی اور نہیں کرتا اور حنفی قرآن و حدیث کے خلاف عمل کرتے ہیں انہیں آئینہ میں ان کی صورت دکھانا اور بتلانا کہ وہ کچھ بے کثیر تعداد میں عادیہ سے پاک موجود ہیں جن پر ہمارا عمل ہے اور آپ ان کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ اس لیے حدیث کے مخالف آپ ہیں ہم نہیں۔

راقم الحروف نے اس کتاب کی تدوین میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا ہے کہ حوالے اصل کتابوں سے تلاش کر کے اصل کتابوں ہی کے دیئے ہیں اور جہاں کہیں کسی دوسری کتاب سے حوالہ نقل کرنا پڑا وہاں اس دوسری کتاب کا حوالہ بھی دیا ہے، اس کتاب کی ترتیب سولے چند مقامات کے حدیث کی مایہ ناز کتاب "اعلام السنن" کی ترتیب پر رکھی ہے۔ اس کتاب کی ترتیب میں احقر کو بے شمار کتابوں سے استفادہ کا موقع ملا جن میں سب سے زیادہ استفادہ اعلام السنن اور آثار السنن سے کیا۔ اللہ تعالیٰ انکے مصنفین کے درجات بلند فرمائے اور ان کا فیض نایاب مست جاری و ساری رکھے آمین۔

چونکہ انسان خطا کا پتلا ہے اس لیے بہت ممکن ہے کہ کتاب میں کچھ غلطیاں گئی ہوں لہذا علماء کرام سے میری درخواست ہے کہ وہ اس کتاب میں جہاں کہیں کوئی ستم یا نہیں راقم کو اس پر متنبہ فرمائیں۔ راقم الحروف کسی بھی ستم کے دور کرنے اور کسی بھی غلطی کی اصلاح کرنے میں ذرا بھی پس و پیش سے کام نہ لے گا بلکہ ان ظلمات کا شکر گزار اور ان کے حق میں دعا گو ہوگا۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ اس کاوش کو مقبول و منظور فرمائے اور اسے عوام کی اصلاح اور احقر کی نجات کا ذریعہ بنائے اور جن بزرگوں عزیزوں و دوستوں نے راقم الحروف سے جس درجے میں بھی تعاون کیا ہے اللہ انہیں جزا خیر عطا فرمائے آمین۔

وہا علیہنا الا البلاغ المبین

انوار خورشید

فجاست الماء القلیل بوقوع نجس فیہ قلیلًا کان او کثیرًا
تھوڑا پانی نجاست کے واقع ہونے سے پاک ہو جاتا ہے تھوڑی نجاست یا زیادہ

۱۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ولغ الکلب فی اناء احدکمْ فلیرفتمہ ثم لیغسلہ سبع مرار

(مسلم ج ۱ ص ۱۲۷)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے ہما کر سات مرتبہ دھو لے۔

۲۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طھور اناء احدکمْ اذا ولغ فیہ الکلب ان یغسلہ سبع مرات اولاً من بالتراب

(مسلم ج ۱ ص ۱۲۷) ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۷

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے برتن کی پاکی جبکہ کتا اس میں منہ ڈال دے یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھو میں پہلی بار مٹی سے مانجھیں۔

۳۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم لا یبولن احدکم فی الماء الذی هو الذی
لا یجری ثم یفصل فیہ

(ترمذی ۵۱۷۱)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
نہ پیشاب کرے تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں جو کہ بہن میں
رہا پھر اس میں غسل کرے۔

۴۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال لا یبولن احدکم فی الماء الذی هو
یجری ثم یفصل فیہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ
آپ نے فرمایا کہ نہ پیشاب کرے تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی
میں پھر اس سے وضو کرے۔

۵۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال اذا استیقظ احدکم من اللیل فلا یفعل یدہ
فی الماء حتی یرغ علیہا مرتین او مثلثاً
فاسلم لا یدوی این باتت یدہ

(ترمذی ۵۱۷۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ
آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی رات کو سو کر اٹھے تو جب تک
ہاتھوں پر دو یا تین دفعہ پانی نہ بہائے اس وقت تک دھو لے اور تن
میں دھو نہ دے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ اس کے ہاتھوں نے کہاں

رات گزار دی۔

معلوم احادیث سے ثابت ہوا ہے کہ جب پانی میں نجاست گر جائے اور پانی تھوڑا
ہو تو پانی ناپاک ہو جائے گا چاہے پانی کے تینوں اوصاف رنگ، بو، مزہ میں سے
کوئی وصف بدلے یا نہ بدلے کیونکہ ان احادیث میں اس کی کوئی صراحت نہیں کہ
ان تینوں وصفوں میں سے کوئی وصف بدلے تو پانی ناپاک ہوگا ورنہ نہیں۔

پہلی حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتے کے
جوٹھے پانی کو بہا دینے کا حکم دیا ہے اس کے بہا دینے کی وجہ اس کے سوا اور کیا
ہو سکتی ہے کہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور نہ پاک پانی کے بہا دینے کا آپ حکم نہیں دے
سکتے کیونکہ وہ تو پانی کو حلال کرنا ہوگا جو کہ ناجائز ہے حالانکہ کتے کے مزہ دھونے سے
تینوں اوصاف میں سے کوئی وصف بھی نہیں بدلتا۔

دوسری حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتے
کے جوٹھے برتن کو پاک کرنے کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ برتن کو سات دفعہ دھویا جائے
اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کتے کے مزہ دھونے سے برتن ناپاک ہو جاتا ہے جب
برتن ناپاک ہوگا تو جو چیز اس میں ہوگی وہ بھی ناپاک ہو جائے گی اسی کی بنا پر آپ نے
اس چیز کے بہا دینے کا حکم دیا ہے حالانکہ کتے کے مزہ دھونے سے کوئی وصف بھی
نہیں بدلتا۔

تیسری اور چوتھی حدیثوں سے معلوم ہوا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کر کے اس سے وضو اور غسل کرنے سے منع فرمایا
ہے۔ ظاہر ہے کہ وضو و غسل سے ممانعت اسی لیے ہے کہ پانی ناپاک ہو جاتا
ہے حالانکہ پانی میں پیشاب کرنے سے تینوں وصفوں میں سے کوئی وصف بھی
نہیں بدلتا۔

پانچویں حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور طہارۃ الصلوٰۃ والسلام نے نیند سے
 بیدار ہو کر ہاتھ کو دھوئے بغیر پانی میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے
 کہ سوتے میں ہاتھ شرمگاہ کو چھو جانے سے شرمگاہ پر رہ جانے والی نجاست ہاتھ
 کو لگ جائے جس کی وجہ سے پانی ناپاک ہو جائے اس لیے احتیاطاً ہاتھ دھوئے
 بغیر پانی میں ڈالنے سے منع فرمایا حالانکہ ناپاک ہاتھ ڈالنے سے پانی کے اوصاف
 میں سے کوئی وصف بھی نہیں بدلتا۔ الغرض ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اگر
 پانی میں نجاست گر جائے اور پانی تھوڑا ہو تو پانی ناپاک ہو جائے گا چاہے پانی
 کتنوں وصفوں میں سے کوئی وصف بدلے یا نہ بدلے۔

لیکن ان تمام احادیث کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ پانی تھوڑا ہو
 یا زیادہ وہ اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی چیز
 تبدیل نہ ہو۔

چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔

”آب باران و دریا و چاہ طاهر و مطہر بہت پدید نمی گردد مگر نجاست کہ
 بویا مزہ یا رنگ اور برگرواند“ (عرف الہادی ص ۱)
 بارش، دریا اور کنوئیں کا پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے وہ ناپاک
 نہیں ہوتا مگر اس نجاست سے کہ جو اس کے رنگ یا بویا مزہ کو

بدل دے۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

”لا یفسد ماء البر ولو کان صفیرا والماء فیہ
 قلیلا بوقوع نجاستہ او موت حیوان دمی
 او حیوان دمی ولو انتفخ او تفسخ او تمط
 بشرط ان لا یتغیر احد اوصافہ“ الخ

کنوئیں کا پانی ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ کنواں چھوٹا ہو اور اس میں پانی تھوڑا
 ہو کسی نجاست کے گرنے سے یا (اس میں) خونی یا غیر خونی جانور کے
 مرنے سے اگرچہ وہ جانور (مکرر) پھول گیا ہو یا پھٹ گیا ہو یا اس
 کے بال و پر گر گئے ہوں بشرطیکہ پانی کے اوصاف میں سے کوئی وصف
 نہ بدلے۔

ملاحظہ فرمائیے۔ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ تھوڑے پانی میں نجاست
 گر جائے تو وہ ناپاک ہو جائے گا۔ رنگ، بو، مزہ بدلے یا نہ بدلے لیکن غیر متقلدین
 قلیل و کثیر میں تفریق کے بغیر کہہ رہے ہیں کہ نجاست صاحب جب تک رنگ، بو،
 مزہ میں سے کوئی چیز نہ بدلے اس وقت تک پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ قارئین فضیلہ
 فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت۔ ؟

نوٹ :- غیر متقلدین کے اس نظریہ کے مطابق اگر پانی کے ایک گلاس یا
 کسی ایک چھوٹے برتن میں پیشاب کے قطرے پڑ جائیں تو وہ پانی پاک ہونا چاہیے
 کیونکہ پیشاب کے قطرے پانی کے رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی چیز بھی
 نہیں بدلتی۔

نجاسة المني مني ناپاک ہے

۱۔ عن يحيى بن عبد الرحمن بن حاطب انه اعتمر مع عمر بن الخطاب في ركب فيهم عمرو بن العاص وان عمر بن الخطاب عرس ببعض الطريق قريبا من بعض المياه فاحتلم عمرو وقد كاد ان يصبح فلم يجد مع الركب ماء فركب حتى اذا جاء الماء فجعل يغسل مازي من ذلك الاحتلام حتى اسفر فقال له عمرو بن العاص اصبت ومعا ثياب قدع ثوبك يغسل فقال عمر بن الخطاب و اعجبا لك يا عمرو بن العاص لئن كنت تجد ثيابا فكل الناس يجد ثيابا والله لو فعلتها لكانت سنة بل اغسل ما رأيت واتضح ما لم ادر (موظا امام ملائک ص ۳۱)

یحیی بن عبد الرحمن بن حاطب سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب کے ساتھ ایک ایسی جماعت میں شریک ہو کر عمرہ کیا جس میں حضرت عمرو بن العاص بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے پانی کے قریب ایک بچہ رات کو پڑاؤ ڈالا اتفاق سے آپ کو احتلام ہو گیا۔ صبح ہونے کے قریب

تھی لیکن آپ کو ساتھیوں سے پانی نہیں ملا چنانچہ آپ سوار ہوئے اور پانی کے پاس پہنچ کر احتلام کے اثرات و نشانات کو دھونے لگے حتیٰ کہ خوب روشنی ہو گئی۔ حضرت عمرو بن العاص کہنے لگے کہ آپ نے توضیح کر دی (یہ) ہمارے پاس کپڑے ہیں (انہیں پہن کر نماز پڑھ لیجئے) اور اپنا کپڑا چھوڑ دیجئے۔ وہ بعد میں دھویا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عمرو بن عاص تم پر تعجب ہے۔ اگر تمہارے پاس کپڑے ہیں تو کیا سب کے پاس کپڑے ہیں، بخدا اگر میں نے ایسا کیا تو یہ ایک طریقہ بن جائیگا میں تو کپڑے میں منی دیکھتا ہوں تو دھو لیتا ہوں ورنہ پانی چھڑک لیتا ہوں۔

۲۔ ابن وهب عن ابلح بن جبیر عن ابيه قال عرسنا مع ابن عمر بالابواء ثم سئنا حين صليتنا الفجر حتى ارتفع النهار فقلت لابن عمر اني صليت في ازارى وفيه احتلام ولم اغسله فوقف علي فقال انزل فاطرح ازارك وصل ركعتين واقتم الصلوة ثم وصل الفجر ففعلت۔

(المدة الكبرى ج ۱ ص ۲۲)

حضرت ابن وهب بروایت ابلح بن جبیر حضرت جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے ایک دفعہ حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ مقام ابواہیں راست گزارا۔ ہم نے جب فجر کی نماز پڑھ لی تو وہاں سے چل پڑے یہاں تک کہ دن بلند ہو گیا۔ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ جس کپڑے میں میں نے نماز پڑھی ہے اس میں منی لگی ہوئی تھی اور

میں اُسے دھونیں سکا تھا، آپ میری وجہ سے ٹرک گئے اور فرمایا کہ اگر کپڑے بدلواؤ اور دو رکعت سنت پڑھ کر نماز کی اقامت کہو اور فجر کی نماز پڑھو، میں نے ایسا ہی کیا۔

۲- عن جابر بن سمرة قال سئل رجل النبي صلى الله عليه وسلم اصابني في الثوب الذي آتني فيه اهلتي قال نعم الا ان ترى فيه شيئا فغسله۔

(مواروا النعمان ج ۱ ص ۸۲)

حضرت جابر بن سمرة فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ کیا میں ان کپڑوں میں نماز پڑھ سکتا ہوں جو میں نے بیوی سے صحبت کے وقت پہنے ہوئے ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں لیکن اگر تمہیں ان میں منی لگی ہوئی نظر آئے تو پھر انہیں دھو لو۔

۳- عن خالد بن ابی عزة قال سئل رجل عمر بن الخطاب فقال اني احتلمت على طئفستي فقال ان كان رطبا فاغسله وان كان يابسا فاحككه وان خفي عليك فامش مشى (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۸۵)

حضرت خالد بن ابی عزة فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب سے ایک شخص نے پوچھا کہ مجھے کپڑوں میں احتلام ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو منی تر ہے تو اسے دھو لے اور اگر خشک ہے تو اسے کھرچ دے اور اگر منی کا پتہ ہی نہ چلے تو اسے ہلکا سا دھو ڈال۔

۵- عن عائشة انها قالت في المني اذا اصاب الثوب اذا رأيته فاغسله وان لم تره فانصهه (جمادى ج ۱ ص ۲۲)

حضرت عائشہ نے منی سے آلودہ کپڑے کے بارے میں فرمایا کہ اگر تو کپڑے میں منی لگا ہوئی دیکھ تو اسے دھو لے اور اگر نہ دیکھے تو پانی چھڑک دے۔

۶- عن معاوية بن ابی صفیان انه سئل اختي ام حبيبته زوج النبي صلى الله عليه وسلم هل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي في الثوب الذي يجامعها فيه فقالت نعم اذا لم ير فيه اذى۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۵)

حضرت معاویہ بن ابی صفیان سے مروی ہے کہ آپ نے اپنی ہمیشہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہلیہ حضرت ام حبیبہ سے پوچھا کہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کپڑوں میں نماز پڑھ لیتے تھے جو آپ نے صحبت کے وقت پہنے ہوئے ہوتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں لیکن اس وقت جب کہ آپ ان میں کوئی گندگی (منی) نہ دیکھتے۔

۷- عن ابی هريرة قال في المني يصيب الثوب ان رأيته فاغسله والا فاحككه (بخاری ج ۱ ص ۲۳)

حضرت ابو ہریرہ نے منی کے متعلق جو کہ کپڑے کو لگ گئی ہو ارشاد فرمایا کہ اگر وہ تمہیں دکھائی دے تو اسے دھو لو ورنہ سارے کپڑے کو دھو۔

۸- عن عبد الملك بن عمار قال سئل جابر بن سمرة عن ابينا عنده عن الرجل يصلي في الثوب الذي يجامع فيه اهلته قال صل فيه الا ان ترى

فیر شیئاً فتغسله و لا تنضحہ فان النضح لایزیدہ
الاشراء (طحاوی ج ۱ ص ۱۱۷)

عبدالملک بن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن سمرہؓ سے میری
موجودگی میں ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو انہی کپڑوں
میں نماز پڑھ لیتا ہے جو اس نے بیوی سے صحبت کے وقت
پہنے ہوئے ہیں۔ آپ نے جواباً فرمایا کہ تو انہی کپڑوں میں نماز پڑھ
لے، البتہ کہ تو ان میں کوئی چیز (منی) دیکھے۔ ایسی صورت میں اس
کو دھو لے اور پانی نہ چھڑکیو کیونکہ اس سے تو مزید گندگی بڑھے گی۔

۹۔ عن عبد الکرم بن رشید قال سئل انس بن
مالک عن قطیفۃ اصابها جنابت لا یدری
این موضعها قال اغسلها۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۱۷)

عبدالکرم بن رشید فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ سے
ایک ایسی چادر کے متعلق سوال کیا گیا جس میں منی لگ گئی تھی لیکن
یہ نہیں پتہ چلتا تھا کہ کہاں لگی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ (سادہ) چادر
کو دھو۔

۱۰۔ عن عائشۃؓ قالت کنت افرک المني من ثوب
رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان يابساً
واغسله اذا كان رطباً۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۱۷)

ص ۱۱۷ طحاوی ج ۱ ص ۱۱۷ ص ۱۱۷ طحاوی ج ۱ ص ۱۱۷

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑے

سے منی کو کھرتی دیتی تھی جب کہ منی خشک ہوتی اور جب کہ منی تر
ہوتی تو پھر میں اس کو دھو دیتی تھی۔

۱۱۔ عن عمار بن یاسر قال اتت علی رسول الله
صلى الله عليه وسلم وانا على بثر او لوماء
في ركوة لي فقال يا عمار ما تصنع ؟ قلت يا رسول
الله باني وامي اغسل ثوبی من نخامة
اصابته فقال يا عمار انما يغسل الثوب من
خمس من الفائط والبول ، والقئ والدم ، والمنی
يا عمار ما خاستك ودموع عینک والماء
الذي في ركوتك الاسواء ، الحديث

(طحاوی ج ۱ ص ۱۱۷)

حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ میں کنوئیں پر اپنی چھانگل میں پانی
کھینچ رہا تھا کہ میرے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے
اور فرمایا کہ عمار کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم میرے مال باپ آپ پر قربان ہوں میں اپنا کپڑا دھو
رہا ہوں اسے تھوک لگ گیا ہے، آپ نے فرمایا عمار کپڑے کو
پانچ چیزوں لگ جانے کی وجہ سے دھونا چاہیے۔ پیشاب پانخانہ
تھو، خون اور منی۔ عمار تمہارا تھوک، تمہاری آنکھوں کے آنسو اور
وہ پانی جو تمہاری چھانگل میں بہے سب برابر ہیں (یعنی سب پاک ہیں)

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ منی ناپاک ہے کیونکہ اگر منی پاک
ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرامؓ منی سے آلودہ کپڑے کو نہ تو خود

دھوئے نہ دھونے کا حکم دیتے بلکہ انہی کپڑوں میں نماز پڑھ لیتے لیکن حدیث نمبر ۲
اور اسے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منی سے آلودہ
کپڑے کے دھونے کا حکم دیا ہے۔ حدیث نمبر ۶ سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ
منی سے آلودہ کپڑے میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اگر منی پاک ہوتی تو کم از کم بیان
جو ازا کے لیے زندگی میں ایک مرتبہ تو آپ منی سے آلودہ کپڑوں میں نماز پڑھتے
لیکن ذخیرہ احادیث میں کوئی ایسی حدیث نہیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ آپ
نے منی سے آلودہ کپڑے میں نماز پڑھی ہے۔ اور حدیث نمبر ۴، ۵، ۷، ۸ اور
۹ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت
ابو ہریرہؓ، حضرت جابر بن سمرہؓ، حضرت انس بن مالکؓ منی سے آلودہ کپڑے
کے دھونے کا فتویٰ دیتے تھے۔ حدیث نمبر ۱ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت
عمر بن خطابؓ نے منی سے آلودہ کپڑے کو دھویا پھر نماز پڑھی حتیٰ کہ نماز میں تاخیر
کی بھی پروا نہ تھی کی لیکن منی سے آلودہ کپڑے میں نماز نہیں پڑھی۔ حدیث نمبر ۱
سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے منی سے آلودہ کپڑوں میں
پڑھی گئی نماز کے ٹوٹانے کا حکم دیا۔ اگر منی پاک ہوتی تو آپ نماز ٹوٹانے کا حکم نہ دیتے
لیکن ان تمام احادیث کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ منی پاک ہے اس کے
نپاک ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں

چنانچہ نواب عبدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں :-
"دور نجاست منی آدمی دیلی نیامدہ"

آدمی کی منی کے نپاک ہونے میں کوئی دلیل نہیں آئی، (بذرا حلاصہ)
نواب نور الحسن لکھتے ہیں :-

"منی ہر چند پاک است"

منی ہر صورت میں پاک ہے
نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

"والمنی طاهر سواء كان رطباً او يابساً مغلطاً
او غیر مغلطاً" (کنز الحقائق ص ۱۱)
(نزل الابرار ص ۱۱)

منی پاک ہے چاہے تر ہو یا خشک گاڑھی ہو یا گاڑھی کے علاوہ
ملاحظہ فرمائیے :- احادیث سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے
کہ منی ناپاک ہے لیکن غیر متقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب منی بالکل پاک
ہے اور اس کے نپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔
تاریخ فیصلہ فرمائیں کہ منی کو پاک کہنا احادیث کی موافقت کرنا ہے یا
مخالفت ؟

الدلیل علی نجاسة الخمر شرک ناپاک ہوئی دلیل
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ
وَالْأَنْصَابَ وَالْأَزْوَاجَ لَا تُحْسِنُوا كَمَلِ الشَّيْطَانِ
فَاجْتَنِبُوهُ تَسْلَمُونَ ۖ ۵ : ۹

اے ایمان والو! جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے سب
گندے کام ہیں شیطان کے، سوان سے بچتے رہو تاکہ تم نجس نہ
ہو۔ (عن ابی نعیم الخضنی اند سال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال انما نجس اهل الکتاب
وهم یطبخون فرب قدورهم الخنزیر
ولیسربون فی انیتهم الخمر فقال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ان وجدتم غیرہا
فکلوا فیہا واشربوا وان لم تجدوا غیرہا
فارحضوہا بالماء وکلوا واشربوا۔

(ابوداؤد ۲ ص ۱۸۱)

حضرت ابو ثعلبہ خثنی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا
عرض کیا کہ ہم اہل کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں یہ لوگ اپنی ہاتھوں
میں خنزیر پکاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں؟ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہیں ان کے علاوہ دوسرے برتن
میں تو ان میں کھاپی نو اور اگر دوسرے نہ ملیں تو پھر ان کو پانی سے
دھو کر (ان میں) کھاؤ پیو۔

۲۔ عن عثمان قال اجتنبوا الخمر فان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سماها ام الخبائث

(المعتمد المحسن للسنن ص ۲۱۰)

حضرت عثمان (بن عفان) نے فرمایا کہ شراب سے بچو کیونکہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ام الخبائث (تمام ناپاک چیزوں
کی ماں) رکھا ہے۔

۳۔ عن طارق بن سويد الجعفی سأل النبی صلی اللہ
علیہ وسلم عن الخمر فنہاہ وکرہ ان
یصنعها للدواء فقال انہ لیس بدواء ولکنہ

(مسلم ۲ ص ۱۶۳)

حضرت طارق بن سويد جعفی نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شراب

کے متعلق سوال کیا، آپ نے انہیں روک دیا اور دوا کے لیے شراب
بنانے کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ یہ دوا نہیں ہے یہ تو بیماری ہے۔

۴۔ عن سلیمان بن موسی قال لما افتتح خالد بن
الولید الشام نزل آمد فاعد لہ من بہا من
الاعاجیو الحمام وذلک عجن بالخمر
وکان لعمریون من جیوشہ یکتبون الیہ
بلاخبار فکتبوا الیہ بذلك فکتب الیہ
عمران اللہ حرم الخمر علی بطونکم واشعارکم
وابشارکم۔ (کنز العمال ۹ ص ۵۱۳)

سلیمان بن موسی فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید نے جب مکہ
شام فتح کیا اور آمد (شہر) میں نزول فرمایا تو وہاں رہنے والے
— عجیوں نے حضرت خالد بن ولید کے لیے حمام اور

جسم پرٹنے کے لیے ایک خوشبو تیار کی جو شراب سے تیار کی گئی تھی
ان کے لشکر میں حضرت عمرؓ کے بہت سے جاسوس بھی تھے جو
حضرت عمرؓ کو رپورٹیں لکھ کر بھیج کر رہے تھے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ
کو یہ بات بھی لکھ بھیجی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت خالد بن ولید کو لکھا کہ
اللہ تعالیٰ نے شراب حرام قرار دی ہے تمہارے بطونوں پر تمہارے
— باول پڑا اور تمہاری کھالوں پر۔

۵۔ عن ابی عثمان والربیع ابی الجبار قال بلغ
عمران خالد بن الولید دخل الحمام فقتلک بعد المشورة
بخیبر عصفور معجون بخمر

فكتب إليه بلغني انك قد كنت بخمر
وانته قد حرم ظاهر الخمر وباطنها وقد
حرم من الخمر كما حرم شربها فلا تمسوها
اجسامكم فانها نجس (کنز العمال ۹ ص ۵۲۲)
ابو عثمان درین سے یا ابو حارثہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ
عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ خالد بن ولید حمام میں داخل ہوئے اور انہوں نے
نورہ کے بعد کوئی خوشبو ملی جو شراب سے خیر کی گئی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
حضرت خالد بن ولید کو لکھا — مجھے پتہ چلا ہے کہ تم نے شراب
کی مالش کی ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بلاشبہ شراب
کے ظاہر و باطن کو ہی حرام قرار دیا گیا ہے اور شراب کے پینے کی طرح
اس کے پھونکنے کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ شراب اپنے جسموں پر
مت لگاؤ کیونکہ یہ ناپاک ہے۔

۴۔ عن ابن ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ حرم
الخمر وشمئها وحرم الميتۃ وشمئها
وحرم الخنزیر وشمئہ۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۳۱)
حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے شراب اور اس کی قیمت
کو، مردار اور اس کی قیمت کو، خنزیر اور اس کی قیمت کو۔

۵۔ عن مجاہد قال اذا اصاب ثوبك خم فاعسله

هو اسد من الدم، مصنف ابن ابی شیبہ ۱ ص ۱۳۱)
حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ تمہارے کپڑے پر شراب لگ جائے
تو اس کو دھوؤ یہ خون سے زیادہ شدید ہے۔

آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ شراب ناپاک ہے کیونکہ
اللہ تعالیٰ نے شراب، جوئے اور اقصاب و ازالام کو جس قرار دیا ہے جس کے
معنی ناپاکی کے ہیں۔

پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شراب
اور خنزیر کے برتنوں میں دوسرے برتنوں کے ہوتے ہوئے کھانے پینے سے
روکا ہے اور دوسرے برتن نہ ہونے کی صورت میں ان کو دھو کر استعمال کرنے
کا حکم دیا ہے اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ شراب ناپاک ہے ورنہ آپ ان
برتنوں کو دھو کر استعمال کرنے کا اور دوسرے برتنوں کے ہوتے ہوئے ان کے
استعمال کرنے کا حکم نہ فرماتے۔

دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
شراب کو اُمّ النجاست قرار دیا ہے۔ نجاست خبیثہ کی جمع ہے اور خبیثہ نجاست سے
ہم ہے جس کے معنی نجاست و ناپاکی کے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "لَا يَصْلِيَنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ وَهُوَ يَدْفَعُ
الْأَخْبَثَيْنِ" یعنی آدمی ایسی حالت میں نماز نہ پڑھے کہ اسے شدت سے پیشاب پائا
آ رہا ہو۔ اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشاب پائا کو اخبث
کہا ہے۔ اخبث، خبث کا اسم تفضیل ہے جس کے معنی ہیں بہت ناپاک
شراب کو آپ نے اُمّ النجاست قرار دیا ہے جس کے معنی تمام ناپاک چیزوں
کی اصل اور جڑ۔

تیسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوا کے لیے بھی شراب بنانے کو ناپسند فرمایا ہے۔ اس سے ایک تویہ ثابت ہوا کہ دوا کے لیے شراب بنانا صحیح نہیں۔۔۔۔۔ دوسرے یہ ثابت ہوا کہ شراب ناپاک ہے کیونکہ دوا دو قسم کی ہوتی ہے ایک وہ جو کھائی یا پی جاتی ہے دوسری وہ جو بدن پر لی جاتی ہے۔ شریعت نے مطلقاً دونوں قسم کی دوا کے لیے شراب بنانے کو منع فرمایا ہے۔ اگر شراب پاک ہوتی تو کم از کم زخم پر لگانے کے لیے بنانی جائز ہوتی کیونکہ ہر ایسی چیز جو حرام ہو لیکن پاک ہو اس کا پھونانا اجماعاً جائز ہے۔

چوتھی اور پانچویں حدیث سے شراب کا ناپاک ہونا باطل صراحت سے معلوم ہو رہا ہے حضرت عمرؓ فرما رہے ہیں کہ شراب کو جسم پر بطور دوا یا خوشبو بھی نہ لگو کیونکہ یہ ناپاک ہے۔ چھٹی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ شراب کی خرید و فروخت حرام ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ شراب ناپاک ہے کیونکہ اشیاء کی خرید و فروخت کے حرام ہونے کی چند وجوہات ہیں اول یہ کہ وہ چیز کرامت (عزت و احترام و بزرگی) والی ہے اس لیے اس کی خرید و فروخت حرام ہے جیسے آزاد آدمی کو بیچنا حرام ہے۔ دوم یہ کہ اس چیز سے مالیت منتفی ہے جس کی بنا پر اس کی خرید و فروخت حرام ہے جیسے سوم یہ کہ وہ چیز ایسی ہے جس سے سب

کو نفع اٹھانا جائز ہے اس لیے اس کی خرید و فروخت حرام ہے جیسے کنوئیں کا پانی اور زمین پر لگی ہوئی گھاس پھوس۔ چہارم یہ کہ وہ چیز ناپاک ہے اس لیے اس کی خرید و فروخت حرام ہے جیسے پیشاب پاخانہ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ شراب کی خرید و فروخت کو جو حرام قرار دیا گیا ہے اس کی کیا وجہ بن سکتی ہے چنانچہ آپؐ خود کہیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ شراب کی خرید و فروخت کے حرام ہونے کی وجہ تو یہ ہے کہ وہ کرامت (بزرگی اور عزت و احترام) رکھتی ہے اور نہ

اس سے مالیت منتفی ہے کیونکہ کافروں کے حق میں تو وہ مال ہی ہے اور نہ شراب ایسی چیز ہے جس سے سب کو نفع اٹھانا جائز ہو۔ اب ایک ہی صورت اس کی خرید و فروخت کے حرام ہونے کی رہ جاتی ہے اور وہ یہ ہے اس کا ناپاک ہونا پیشاب پاخانہ کی مانند۔ علیل القدر تابعی حضرت مجاہدؒ کے فتوے سے معلوم ہو رہا ہے کہ شراب خون سے بھی زیادہ ناپاک ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کپڑے پر لگ جائے تو اس کو دھوؤ۔ اگر شراب پاک ہوتی تو آپ شراب آلود کپڑے کے دھونے کا حکم نہ دیتے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ اور احادیث و آثار کی بنا پر فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ شراب ناپاک ہے، شراب کے ناپاک ہونے پر اجماع امت بھی ہے چنانچہ محمد بن عبد الرحمن الشافعی فرماتے ہیں۔ "اجمع الائمة على نجاسته الغر الا صاحبی عن داود انه قال يطها رتھامع تحریمھا" (رحمت الامم في اختلاف الائمة ص ۸) یعنی شراب کے ناپاک ہونے پر تمام ائمہ کرام کا اجماع ہے البتہ داود ظاہری سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ شراب کو حرام سمجھتے ہوئے پاک کہتے ہیں۔

لیکن آیت کریمہ، احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ شراب پاک ہے۔ شراب کو ناپاک کہنا بے دلیل ہے۔ چنانچہ قاضی عیاضی حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

"فتحریم الخمر والخنزیر الذی دلت علیہ النصوص لا یلزم منه نجاستھا بل لا بد دلیل اخر علیہ والا بقیا علی الاصول المتفق علیھا من الطھارة" (الروضة الشریعة ص ۱۵۸)

۳۔ عن عطارد عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیہرمتہ ویغسلہ ثلاث مرات ، (دارقطنی ج ۱ ص ۱۷۹)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے چاہیے کہ پانی بہا دے اور برتن کو تین بار دھو لے۔

۴۔ عن الاعرج عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الکلب یلغ فی الاناء ینہ ثلاثا وخمسا و سبعا ، (دارقطنی ج ۱ ص ۱۷۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ (آپ نے فرمایا) کتا برتن میں منہ ڈال دے تو برتن کو تین یا پانچ یا سات دفعہ دھو دیا جائے۔

۵۔ عن عطارد عن ابی ہریرۃ قال اذا ولغ الکلب فی الاناء فاہرمتہ شتم اغسلہ ثلاث مرات ، (دارقطنی ج ۱ ص ۱۷۹)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس کا پانی گر کر تین دفعہ اُسے دھو دے۔

۶۔ عن عطارد عن ابی ہریرۃ انہ کان اذا ولغ الکلب فی الاناء اہراقہ وغسلہ ثلاث مرات ، (دارقطنی ج ۱ ص ۱۷۹)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کتا برتن میں منہ ڈال دیتا تو آپ پانی گر کر تین مرتبہ اسے دھو لیتے۔

۷۔ عن ابن جریج قال قلت لعطاء یرکو یغسل الاناء الذی یلغ فیہ الکلب قال کل ذلک سمعت سبعا

وخمسا وثلاث مرات ، (مصحف عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۷۹)
حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال جائے اسے کتنی بار دھویا جائے۔ آپ نے فرمایا میں نے سب سنا ہے تین دفعہ بھی، پانچ دفعہ بھی، سات دفعہ بھی۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ کتا ناپاک ہے کیونکہ حدیث ۱۲ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتے کے جوٹھے کے پھینکنے اور برتن کے دھونے کا حکم دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتے کا جوٹھا ناپاک ہے اور کتے کے جوٹھے کا ناپاک ہونا اسی وجہ سے ہے کہ خود کتا ناپاک ہے۔

دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے وہ برتن ناپاک ہو جاتا ہے اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے مٹی سے مانجھا جائے پھر پانی سے دھویا جائے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ کتا ناپاک ہے ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کتے کے جوٹھے برتن کو ناپاک نہ قرار دیتے۔ علیل اللہ تعالیٰ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا عمل بھی یہی تھا اور وہ اسی پر فتویٰ دیتے تھے۔ لیکن ان احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ کتا بھی پاک کتے کا لہاب بھی پاک کتے کا جوٹھا بھی پاک کتے کا پیشاب بھی پاک کتے کا پاخانہ بھی پاک، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں۔

”وحدیث ولوغ کلب دال برنجاست تمامہ کلب و دم و شعر و عرق نیست بلکہ ایں حکم منحصر بولوغ اوست“ (بدوا لا حلا ص ۱۷۹)
یعنی کتے کے منہ ڈالنے والی حدیث پورے کتے اس کے خون، بال اور پسینے کے ناپاک ہونے پر دلالت نہیں کرتی بلکہ یہ حکم تو صرف اس کے منہ ڈالنے کے ساتھ خاص ہے۔

”واختلفوا في لعاب الكلب والخنزير وسودهما والارجح طهارته كما مرّ وكذلك في بول الكلب وخرأه والحق انه لا دليل على النجاسته“ (نزل الابارح ۱ ص ۵۹-۶۰)

لوگوں نے کتے، خنزیر اور ان کے جوٹھے کے متعلق اختلاف کیا ہے زیادہ راجح بات یہ ہے کہ ان کا جوٹھا پاک ہے جیسا کہ گزر چکا اور ایسے ہی لوگوں نے کتے کے پیشاب پاخانہ کے متعلق اختلاف کیا ہے حق بات یہ ہے کہ ان کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

ملاحظہ فرمائیے۔ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ کتا اور اس کا جوٹھا ناپاک ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب کتا، کتے کا لعاب، کتے کا جوٹھا، کتے کا پیشاب، کتے کا پاخانہ سب پاک ہیں۔ ان کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

بول ما یؤکل لحمہ وما لا یؤکل لحمہ نجس

حلال و حرام سب جانوروں کا پیشاب ناپاک ہے،
۱۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر عذاب القبر من البول

(مسند رک عاکم ج ۱ ص ۱۸۷)
حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اکثر قبر کا عذاب پیشاب (سے نہ بچنے) کی وجہ سے ہوتا ہے
۲۔ عن ابی امامۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قال اتقوا البول فانہ اول ما یحاسب بہ العبد فی القبر

(معجم الزوائد ج ۱ ص ۲۸)
حضرت ابوامامہ رحمہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پیشاب سے بچو کیونکہ قبر میں بندہ کا سب سے پہلے اسی پر محاسبہ ہوتا ہے۔

۳۔ عن ابی ہریرۃ مرفوعاً استنہوا من البول فان عامۃ عذاب القبر منہ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸)
حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیشاب سے بچو کیونکہ عام طور پر عذاب قبر پیشاب (سے نہ بچنے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔

۴۔ عن عبادة بن الصامت قال سألنا رسول الله صلى الله عليه وسلم عن البول فقال اذا مسكم شيء فاغسلوه فان اظن ان منه عذاب القبر - (تغییر البحر ج ۱ ص ۱۸۷)

حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشاب کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب تمہارے قدم یا ہاتھ یا کپڑے یا کھانا یا پانی یا کچھ اور اس سے بھی عذاب قبر ہوتا ہے۔

۵۔ عن عمار بن یاسر قال اتی علی رسول الله صلى الله عليه وسلم واتنا على بيتراد لوماء

فِرْدَكُوۡةٌ لِّیۡ فَتَالِیَا عِمَّاۤیَا تَصْنَعُ ؕ قُلْتُ
 یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَابِیْ وَ اُمِّیْ اَعْسَلَ ثَوْبِیْ مِنْ نِّحَاسَتِہٖ
 اَصَابَتْہٗ فَقَالَ یَا عِمَّاۤرُ اِنَّہَا یَغْسِلُ الشُّوْبَ
 مِنْ خَمْسٍ مِنَ الْغَائِطِ وَ الْبَوْلِ وَ الْقِیِّیِّ وَ الدَّمِ
 وَ الْحَمِیِّ یَا عِمَّاۤرُ مَا فُخِّمْتُکَ وَ دُمِیْعَ عَیْنِکَ
 وَ الْمَاءُ الَّذِیْ فِی رُکُوۡتِکَ الْاَسْوَاۤءُ (دارقطنی ص ۱۷۸)
 حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ میں کنوئیں پر اپنی چھانگل میں پانی بھرنے لگا
 تھا کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا
 کہ عمار کیا کر رہے ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 میرے مال باپ آپ پر قربان ہوں میں اپنا کپڑا دھو رہا ہوں اسے
 تھوک لگ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا عمار کپڑے کو پانچ چیزیں لگ جانے
 کی وجہ سے دھونا چاہیے۔ پیشاب، پاخانہ، تھو، خون اور منی، ہمارا
 تمہارا تھوک، تمہاری آنکھوں کے آنسو اور وہ پانی جو تمہاری چھانگل میں
 ہے سب برابر یعنی پاک ہیں۔

۱- رَوٰی اَبُو ہُرَیْرَۃٌ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ لَمَّا خَرَجَ مِنْ دَفْنِ صَدِّیْقِہِ
 صَالِحٍ اَبْتَلٰی بِعَذَابِ الْقَبْرِ جَاءَ اِلٰی اَمْرَئَۃٍ فَسَالَهَا
 عَنْ اَعْمَالِہٖ فَقَالَتْ یَرٰعِیَ الْفَحْمُ وَلَا یَتَنَزَّہُ مِنْ بَوْلِہٖ
 فَحَیْنَمَا ذُفِّرَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اسْتَنْزَہَ مِنْ الْبَوْلِ
 فَانْ عَامَۃٌ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْہٗ ۔ (ابوداؤد)
 مثلاً وعناہ فی حاشیئہ الی العاکم

مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک نیک و صالح صحابی کی

تدفین سے فارغ ہوئے، تو آپ کو احساس ہوا کہ وہ عذاب قبر میں مبتلا
 ہوئے ہیں آپ ان کی اہلیہ کے پاس تشریف لائے اور ان صحابی کے
 اعمال کے متعلق دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ کچھ بیاں چرایا
 کرتے تھے اور ان کے پیشاب سے نہیں بچتے تھے۔ اس موقع پر
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پیشاب سے بچو کیونکہ قبر کا عذاب
 عام طور پر اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ پیشاب ناپاک ہے۔ انسان کا پیشاب
 ہو یا حیوان کا حلال جانوروں کا ہو یا حرام کا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشاب
 سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے اور نہ بچنے پر وعید ذکر کی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے
 کہ پیشاب ناپاک ہے اس کے لگنے سے بدن ناپاک ہوگا اور جب بدن ناپاک ہوگا
 اور بے خیالی میں کوئی پیشاب لگے ہوئے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔
 نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدن اور کپڑے پر پیشاب لگ جانے کی
 صورت میں ان کے دھونے کا حکم دیا اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ پیشاب
 ناپاک ہے ورنہ آپ دھونے کا حکم نہ دیتے اور چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 پیشاب کے ناپاک ہونے میں حلال و حرام جانور کی کوئی تخصیص نہیں فرمائی اس لیے
 یہی کہا جائے گا کہ پیشاب مطلقاً ناپاک ہے۔ انسان کا ہو، حیوان کا ہو، حلال جانور
 کا ہو یا حرام جانور کا۔

لیکن ان تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جانوروں کا پیشاب
 پاک ہے حلال جانور کا پیشاب ہو یا حرام جانوروں کا چنانچہ
 نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

والسبحی طاهر وكذلك الدم عنی دم الحيض

وَكَذَلِكَ رَطوبَةُ الْفَرْجِ وَكَذَلِكَ الْخَمْرُ وَبَوْلُ
مَا يُؤْكَلُ لِحَمْدِهِ وَمَا لَا يُؤْكَلُ لِحَمْدِهِ مِنْ

الْحَيَوَانَاتِ ۝

(نزل الابرار اصل)

فرائض الوضوء

یعنی منی پاک ہے، ایسے ہی حیض کے خون کے علاوہ باقی خون شریک کی رطوبت، شراب اور حلال و حرام جانوروں کا پیشاب سب پاک ہیں ملاحظہ فرمائیے۔ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ پیشاب ناپاک ہے خواہ کسی کا بھی ہو لیکن غیر مقلدین کا کہنا ہے حیوانات کا پیشاب پاک ہے خواہ حلال ہوں یا حرام۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

المسح على العمامة (صرف پگڑی پر مسح صحیح نہیں)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا
وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا
بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ (آية ۶: ۵)
اے ایمان والو جب تم نماز کے لیے اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ
اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت (دھوؤ) اور اپنے سر پر مسح کر دو
اپنے پیروں کو بھی شغنون سمیت (دھوؤ)

۱۔ عن انس بن مالك قال رأيت رسول الله صلى
الله عليه وسلم يتوضأ وعليه عمامة قطرية
فدخل يده من تحت العمامة فمسح مقدم
رأسه ولم ينقض العمامة (ابوداود اصل)
حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا آپ کے سر مبارک پر قطری کی عمامہ تھی۔ آپ
نے پگڑی کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا اور پگڑی کو
کھینچا نہیں۔

الزبیر کان ینزح العمامة ویمسح رأسه بالماء۔
(موطا امام مالک ص ۲۳)

حضرت عروہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ وہ سر سے پگڑی ہٹا کر پانی سے سر پر مسح فرماتے تھے۔

۴۔ عن نافع انه رأى صفية بنت أبي عبيد امرأة عبد الله بن عمر تنزع خمارها وتمسح على رأسها بالماء ونافع يومئذ صغير، قال يحيى وسئل مالك عن المسح على العمامة والخمار فقال لا ينبغي ان يمسح الرجل ولا المرأة على العمامة ولا خمار ولا يمسحها على رؤوسها۔
(موطا امام مالک ص ۲۳)

امام نافعؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابو عبیدہ کی صاحبزادی اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ انہوں نے دوپٹہ سر سے ہٹا کر پانی سے سر پر مسح کیا نافعؓ ان دنوں بچے تھے۔ امام مالکؓ سے پگڑی اور دوپٹہ پر مسح کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ مرد و عورت کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ پگڑی اور دوپٹہ پر مسح کریں انہیں چاہیے کہ سر پر مسح کریں۔

۲۔ قال الشافعي اخبرنا مسلم عن ابن جريج عن عطاء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ فحسرا العمامة عن رأسه ومسح مقدم رأسه او قال ناصيته بالماء۔ (کتاب الوضوء ص ۲۶)

حضرت عطاء بن ابی رباحؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو اپنی پگڑی کو سر سے اوپر کیا، اور سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا۔ یا حضرت عطاءؓ نے فرمایا کہ آپؐ نے اپنی ناصیہ پر مسح فرمایا پانی سے۔

۳۔ عن ابن عمر انه كان اذا مسح رأسه رفع القلنسوة ومسح مقدم رأسه۔ (رواه الدارقطني ج ۱ ص ۲۸۱ وفي تعليق المنذرى مستدرك)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب سر پر مسح فرماتے تو ٹوپی سر سے ہٹا لیتے اور سر کے اگلے حصے پر مسح فرماتے۔

۴۔ مالك انه بلغه ان جابر بن عبد الله الانصاري سئل عنه المسح على العمامة فقال لا حتى يمسح الشعر بالماء (موطا امام مالک ص ۲۳)

حضرت امام مالکؓ سے مروی ہے کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے پگڑی پر مسح کرنے کے متعلق سوال کیا گیا آپؓ نے فرمایا جائز نہیں ہے جب تک بالوں کا پانی سے مسح نہ کرے۔

۵۔ مالك عن هشام بن عروة عن ابيه عروة بن

آیت کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ دوران وضو سر پر مسح کرنا فرض ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے لہذا جو شخص دوران وضو سر پر مسح نہیں کرے گا اس کا وضو نہیں ہوگا۔ احادیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اگر کسی کے سر پر پگڑی یا ٹوپی ہو تو دوران وضو یا تو ان کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر سر پر مسح کرے یا پھر اسے پگڑی یا ٹوپی اتار کر مسح کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا ہی کیا کرتے تھے صحابہ کرامؓ کا بھی یہی معمول تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اہلیہ صفیہؓ حضرت عروہ بن زبیرؓ کے بارے میں صراحت ہے کہ وہ دوران وضو سر سے پگڑی بٹا کر سر پر مسج کیا کرتے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ انصاری سے پگڑی پر مسج کرنے کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے یہی فتویٰ دیا کہ پگڑی پر اس وقت تک مسج صحیح نہیں ہوگا جب تک پانی بالوں کو نہ لگے۔

ان تمام تصریحات سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ اگر کسی نے صرف پگڑی یا ٹوپی یا دوپٹہ پر مسج کیا سر پہ نہ کیا تو اس کا وضو نہیں ہوگا کیونکہ مسج فرض ہے اور فرض رہ جانے سے وضو نہیں ہوتا۔ ہاں اگر سر پر مسج کر کے پگڑی یا ٹوپی پر بھی مسج کر لے یا پہلے سے با وضو ہو اور دوبارہ ثواب کی نیت سے وضو کر رہا ہو اور صرف پگڑی یا ٹوپی پر مسج کر لے تو وضو ہو جائے گا۔

لیکن آیت کریمہ اور احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ سر پر مسج کے بغیر صرف ٹوپی یا پگڑی پر بھی مسج کر لینا کافی ہے چنانچہ نواب صدیقی خان صاحب کے نزدیک تنہا پگڑی پر بھی مسج صحیح ہے۔

(المختار للفتاویٰ ج ۱ ص ۱۷۱)

عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں۔

”صرف پگڑی پر بھی مسج کافی ہے۔“ (فتاویٰ امجدیہ ج ۱ ص ۱۷۱)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:-

”والجمع بین الصلوٰتین والمسح علی الخفین والمسح علی العمامۃ والجواربین جائز تغذنا“ (نزل الابرار ج ۱ ص ۱۷۱)

”نمازوں کو اکٹھا پڑھنا، مونوں پر مسج کرنا اور پگڑی و جرابوں پر مسج

کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے۔“

ملاحظہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ تو سر پر مسج کا حکم دے رہے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سر پر پگڑی وغیرہ پہننے کی صورت میں پگڑی بٹانے یا اس کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر سر پر مسج کرنے کا طریقہ تعلیم فرما رہے ہیں۔ اسی پر صحابہ کرام کا عمل ہے اور اسی پر صحابہ کرام اور ائمہ عظام کا فتویٰ ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب صرف پگڑی وغیرہ پر بھی مسج کافی ہے سر پر مسج کرنے کے لیے پگڑی وغیرہ بٹانے کی ضرورت نہیں۔

تو ہمیں فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

غسل الرجلین فی الوضوء
وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ
فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى
الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى
الْكَعْبَيْنِ - آئۃ ۵: ۶

اے ایمان والو جب تم نماز کے لیے اُٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ
اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت (دھوؤ) اور اپنے سر پر بھی شنبول سمیت (دھوؤ)

عن عبد اللہ بن عمرو قال تخلف عنا النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فی حفر سافرناہ
فادركنا وقد حضرت العصر فجعلنا تمسح

على ارجلنا فنادى ويل للعقاب من النار
(مسلم ۱۲۵۵)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک سفر میں جو ہم نے آپ کے ساتھ کیا تھا ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ نے ہم کو پایا اس اثناء میں عصر کا وقت ہو گیا۔ ہم اپنے پاؤں پر مسح کرنے لگے۔ آپ نے پکار کر فرمایا ایڑیوں کے لیے طہارت ہے آگ سے۔

۲- عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای رجلا لم یغسل عقبہ فقتل ویل للعقاب من النار
(مسلم ۱۲۵۵)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا ایک شخص نے (دوران وضو) اپنی ایڑی نہیں دھوئی تو آپ نے فرمایا ایڑیوں کے لیے طہارت ہے آگ سے۔

آیت کریمہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ دوران وضو پاؤں (میں موزے نہ ہوں تو ان) کا دھونا فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پاؤں کے دھونے کا حکم دیا ہے لہذا اگر کسی نے وضو کرتے ہوئے پاؤں نہ دھوئے تو اس کا وضو نہیں ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرامین سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ پاؤں میں موزے نہ ہوں تو ان کا دھونا فرض ہے کیونکہ آپؐ فرمادیجئے کہ خشک رہ جانے پر اتنی وعید فرما رہے ہیں جبکہ مسح میں تو اکثر پاؤں ہی خشک رہتا ہے۔

خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کا ہمیشہ کا عمل یہی تھا کہ دوران وضو پاؤں میں موزے نہ ہوتے تو پاؤں کو اچھی طرح دھوتے اسی پر اجماع امت

بھی ہے۔

لیکن آیت کریمہ احادیث مبارکہ اور اجماع امت کے خلاف غیر متقدمین کا کہنا ہے کہ اگر کوئی دوران وضو پاؤں پر مسح کرے تو اسے منع نہیں کرنا چاہیئے۔ ایک غیر متقدم صابا نے لکھے بڑھے کہ انہوں نے فرمایا کہ مسح ہی فرض ہے۔

چنانچہ ناب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

”ولا یجوز الا نکار علو امور مختلفۃ فیہا

بین العلماء کفصل الرجل و مسحہ“ (ہدایۃ المبتدیان ص ۱۸)

یعنی جن امور میں علماء کے درمیان اختلاف ہے ان پر انکار جائز نہیں

جیسا کہ (دوران وضو) پاؤں کا دھونا اور اس کا مسح کرنا۔

مولوی ابراہیم لکھتے ہیں :-

”پاؤں دھونے کے بجائے مسح فرض ہے۔“

(فتاویٰ ابراہیم ص ۱۸۰ بحوالہ فتح البین ص ۱۵۲)

ملاحظہ فرمائیے قرآن و حدیث تو پاؤں کے دھونے کو فرض قرار دے رہے ہیں اسی پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام اور ائمہ عظام کا عمل ہے لیکن غیر متقدمین کہہ رہے ہیں کہ اگر کوئی پورا پاؤں نہ دھوئے صرف مسح ہی کر لے تو بھی صحیح ہے اسے روکنا نہیں چاہیئے بلکہ مسح ہی فرض ہے۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے یہ قرآن و حدیث کی موافقت یا مخالفت ؟

استجاب التسمیۃ عند الوضوء وعدم کونها فرضا

وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے فرض نہیں

۱- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا ہریرۃ اذا قوضات فقتل بسم اللہ والحمد

لله فان حفظت لا تبرح تكتب لك الحسنات
حتى تحدث من ذلك الوضوء -

(معجم طبرانی صغیر ص ۱۷۱ و اسنادہ من مجمع الزوائد ص ۱۷۱)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اے ابو ہریرہ جب تو وضو کرنے لگے تو کہہ بسم اللہ والحمد للہ بلاشبہ
تیرے محافظ فرشتے تیرے لیے مسلسل نیکیاں لکھتے رہیں گے حتیٰ کہ تو
اس وضو سے بے وضو ہو جائے۔

۲- (عن البراء مرفوعاً) ما من عبد يقول حين
يتوضأ بسم الله ثم يقول بكل عضو اشهد
ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد
ان محمدا عبده ورسوله ثم يقول حين يفرغ
اللهو اجعلني من التوابين واجعلني من
المتطهرين الا فتحت له ثمانية ابواب
الجنة يدخل من ايها شاء فان قام من
خوره ذلك فصلى ركعتين يقرأ فيهما ويعلم
ما يقول انتقل من صلاته كيوم ولدته
امه ثم يقال له استأنف العمل -

(کنز العمال ص ۱۶۹)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جو شخص وضو کرتے
وقت کے بسم اللہ پھر ہر عضو کو دھوئے وقت کے کہے اشهد ان لا اله
الا اللہ وحده لا شریک لہ و اشهد ان محمداً عبداً ورسولہ، پھر وضو سے
فارغ ہو کر کہے - اللهم اجعلني من التوابين واجعلني

من المتطهرين - تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے
کھول دیئے جائیں گے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔ پھر اگر وضو
سے فارغ ہوتے ہی فوراً دو رکعتیں اس طرح سے پڑھے کہ ان میں
قرآنہ کرے اور جو کچھ کہہ رہا ہے اس کا اسے علم بھی ہو تو وہ اپنی
نماز سے ایسے منتقل ہوتا ہے جیسے وہ اس دن تھا جس دن اسے اس
کی ماں نے جنا تھا، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ اب نئے سرے سے عمل کر۔
۳- عن رفاعہ بن رافع انه كان جالساً عند النبي
صلى الله عليه وسلم فقال انها لا تتم صلاة
لاحد حتى يسبغ الوضوء كما امره الله تعالى
يفسل وجهه ويديه الى المرفقين ويمسح
برأسه ورجليه الى الكعبين -

(ابوداؤد ص ۱۷۱ ابن ماجہ ص ۱۷۱)

حضرت رفاعہ بن رافعؓ سے مروی ہے کہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کسی کی نماز اس وقت تک
پوری نہیں ہوتی جب تک وہ اچھی طرح سے وضو نہ کرے جیسا کہ
اللہ نے وضو کا حکم دیا ہے اپنے چہرہ کو دھوئے دونوں ہاتھ کیوں
سمیت دھوئے اپنے سر کا مسح کرے اور دونوں پاؤں شخصوں
سمیت دھوئے۔

۴- عن عبد الله بن مسعود قال سمعت رسول
الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا تطهر
احدكم فليذكر اسم الله عليه فانه يطهر
جسده كله فان لم يذكر احداً اسم الله

على طهوره لم يطهر الا ما ص عليه الماء الحديث

(بیروت ۵ ص ۱۴۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اسے چاہیے کہ اللہ کا نام لے لے (بسم اللہ پڑھے) اس طرح سارا جسم پاک ہوگا اور اگر کسی نے دوران وضو اللہ کا نام نہ لیا تو جس عضو پر پانی جائے گا وہی پاک ہوگا۔

۵۔ عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قوضاء فذكر اسم الله على وضوئه كان طهورا لجسده قال ومن قوضا ولم يذكر اسم الله على وضوئه كان طهورا لعضائه۔
(دار الفکر ۵ ص ۱۴۴)

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وضو کیا اور وضو کرتے وقت اللہ کا نام لیا تو یہ اس کے (سارے) بدن کی طہارت ہوگا، فرمایا جس نے وضو کیا اور وضو کرتے ہوئے اللہ کا نام نہ لیا تو یہ صرف اس کے اعضاء وضو کی طہارت ہوگا۔

۶۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قوضا وذكر اسم الله تطهر جسده كله ومن قوضا ولم يذكر اسم الله لم يطهر الا موضع الوضوء۔
(دار الفکر ۵ ص ۱۴۴)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام لیا تو اس کا بدن پاک ہوگا اور جس نے وضو کیا اور اللہ کا

نام نہ لیا تو صرف اس کے وضو کی جگہ پاک ہوگی۔

۷۔ عن الحسن قال يسجد اذا قوضا فان لم

يفعل اجزاه۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۵ ص ۱۴۴)

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ جب (کوئی) وضو کرے تو بسم اللہ پڑھے اور اگر نہ پڑھی تو بھی وضو ہو جائے گا۔

مذکورہ احادیث و آثار سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ وضو کرتے وقت شروع میں بسم اللہ پڑھ لینا چاہیے اس کا بڑا اجر و ثواب ہے لیکن اگر کسی نے بسم اللہ نہ پڑھی تو وضو بہر حال ہو جائے گا (گو ترک سنت کی وجہ سے ثواب کم ہوگا) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک صاحب کی نماز کی اصلاح کرتے ہوئے وضو کا طریقہ بتلایا لیکن انہیں یہ نہیں فرمایا کہ پہلے بسم اللہ پڑھو۔ اگر وضو کے شروع میں بسم اللہ ضروری ہوتی تو آپ اس کا تذکرہ ضرور فرماتے۔ حدیث نمبر ۴۔ ۵۔ ۶ سے صراحت معلوم ہو رہی ہے کہ اگر وضو کرتے ہوئے بسم اللہ نہ پڑھی تو وضو ہو جائے گا بھتر حسن بصری بھی فتویٰ دیتے تھے اسی پر اجماع امت بھی ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگر کسی نے بسم اللہ نہ پڑھی تو اس کا وضو نہیں ہوگا۔ چنانچہ مفتی عبد الستار لکھتے ہیں۔

الغرض ہر متونشی کو وضو کے شروع میں بسم اللہ یا بسم اللہ والحمد للہ ضرور کہنا چاہیے۔ اگر ابتدا وضو میں بھول جائے تو آثار وضو میں بسم اللہ اولاً و آخراً کہے ورنہ وضو نہ ہوگا اور جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں

غالب گرجا بھی صاحب لکھتے ہیں۔ (فتاویٰ ستاریہ ۲ ص ۱۴۴)

وضو کرتے سے پہلے بسم اللہ پڑھ کر وضو شروع کرنا چاہیے جو بسم اللہ

نہیں پڑھتا اس کا وضو نہیں ہوتا۔ (صلوة النبی ص ۷۷)

ملاحظہ فرمائیے :- وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کو نہ تو اللہ تعالیٰ نے
قرآن پاک میں ذکر کیا اور نہ ہی کسی صحیح حدیث سے بسم اللہ کا ضروری ہونا ثابت ہو سکتا ہے
ائمہ اربعہ میں سے بھی بسم اللہ کے ضروری ہونے کا کوئی قائل نہیں نہ ان میں سے کسی نے
یہ فتویٰ دیا کہ اگر کسی نے وضو کرتے ہوئے بسم اللہ نہ پڑھی تو اس کا وضو نہیں ہوگا
لیکن عمل بالحدیث کے دعویدار کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب وضو کرتے ہوئے
بسم اللہ نہ پڑھی تو وضو نہیں ہوگا۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت :-

یاد رہے کہ اس مسئلہ میں غیر مقلدین نے داود ظاہری کی تقلید کی ہے کیونکہ وہ
محقق اس بات کے قائل ہیں۔

چنانچہ محمد بن عبدالرحمنؒ لکھتے ہیں۔

”وحكى عن داود انه قال لا يجزئ وضوء الا بها

سواء قو كها عامدا او ناسيا“ (مقتل الامة ص ۷۷)

داود ظاہری سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ بسم اللہ کے بغیر وضو نہیں
ہوتا چاہے کوئی عمدًا چھوڑے یا سہواً۔

المسح على الرقبة

گردن (گدی) پر مسح کرنا مستحب ہے

۱۔ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قتال من قوضاً ومسح بیدیه علی عنقه

وقب الغل يوم القيامة (التغیر بحیرہ ص ۹۳)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
جس نے وضو کیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن (گدی) پر مسح
کیا تو وہ قیامت کے دن طوق (پہنائے جانے) سے بچا لیا جائیگا
۲۔ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قتال من قوضاً ومسح بیدیه علی عنقه
يوم القيامة من الغل (مسند فروس مع تسبیح النور ص ۴۷)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
فرمایا جس نے وضو کیا اور دونوں ہاتھ اپنی گردن (گدی) پر پھیرے
تو وہ قیامت کے دن طوق (پہنائے جانے) سے مامون رہے گا۔

۳۔ عن لیث عن طلحة بن مصرف عن ابیه عن جدہ

انه رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم
مسح مقدم رأسه حتى بلغ العتدال من مقدم
عنقه۔ (طحاوی ج ۱ ص ۷۷)

حضرت طلحہ بن مصرفؓ بروایت اپنے والد، اپنے دادا سے روایت
کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ
نے اپنے سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا حتیٰ کہ آپ (اپنے ہاتھ) سر کے
آخر حصہ تک لے گئے۔

۴۔ عن طلحة عن ابیه عن جدہ انه رأى

رسول الله صلى الله عليه وسلم
يمسح رأسه حتى بلغ العتدال وما يليه من مقدم العنق

حضرت طلحہ بروایت اپنے والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے سر پر مسح فرما رہے ہیں یہاں تک کہ آپ (اپنے ہاتھ) سر کے آخری حصے اور اس سے متصل گردن کے اوپر کے حصہ تک ایک بار لے گئے۔

۵۔ عن موسیٰ بن طلحة قال من مسح قفاه مع رأسه وقت الغل يوم القيامة قلت فيحتمل ان يقال هذا وان كان موقوفاً فله حكم الرفع (التفخيس البحرية ص ۱۵۴)

حضرت موسیٰ بن طلحہ فرماتے ہیں جس نے اپنے سر کے ساتھ گری کا بھی مسح کیا وہ قیامت کے دن طوق (پہنائے جانے) سے بچا لیا جائے گا، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے۔

۶۔ حدثني طلحة بن مصرف عن ابيه عن جده كعب بن عمرو اليهما في ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قوضاً فمضمض ثلاثاً واستنشق ثلاثاً يأخذ لكل واحدة ماء جديداً وغسل وجهه ثلاثاً فلما مسح رأسه قال هكذا وأوماً بيده من مقدم رأسه حتى بلغ بهما إلى أسفل عنقه من قبل قفاه - (غاية المقصود ج ۱ ص ۱۲۴)

حضرت کعب بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا۔ تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، ہر مرتبہ آپ پانی لیتے تھے پھر تین دفعہ چہرہ کو دھویا جب آپ نے سر پر مسح کیا تو اس طرح کیا۔ راوی نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سر کے اگلے حصے سے (مسح شروع کیا) یہاں تک کہ اپنے ہاتھوں کو گدی کی طرف سے گردن کے نیچے تک لے گئے۔

۷۔ عن وائل بن حجر في حديث طويل (فغسل وجهه ثلاثاً و دخل لحيته ومسح باطن اذنيه ثم ادخل خنصره في داخل اذنه ليبلغ الماء شتم مسح رقبتيه و باطن لحيتيه من فضل ماء الوضوء - الحديث (مجم طبرانی کبیر ج ۲ ص ۲۲)

حضرت وائل بن حجر سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چہرہ کو تین مرتبہ دھویا پھر ڈاڑھی میں غسل کیا اور کانوں کے اندر مسح فرمایا پھینکی کان میں ڈال کر تاکہ پانی پہنچ جائے پھر آپ نے گردن (گدی) کا اور ڈاڑھی کے اندر کے حصے کا مسح کیا چہرہ کے نیچے ہونے پانی سے۔

۸۔ عن وائل بن حجر في حديث طويل (ثم مسح على رأسه ثلاثاً و ظاهر اذنيه ثلاثاً و ظاهر رقبتيه و اظفره قال و ظاهر لحيتيه

مشائخنا الحديث وكشف الاستار من زاد المزارع (ص ۸۲)
حضرت وائل بن حجر سے (ایک دوسری روایت میں) مروی ہے کہ پھر حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سر پر تین دفعہ مسح کیا اور کالوں کے
اوپر کے حصے پر تین دفعہ مسح کیا اور گردن کے اوپر کے حصہ (گدی)
پر راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضرت وائل نے یہ بھی فرمایا کہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ڈاڑھی کے اوپر کے حصے پر (بھی)
تین دفعہ مسح کیا۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ دوران وضو گردن (گدی) پر
مسح کرنا مستحب ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بھی گردن (گدی) پر
مسح فرمایا ہے اور لوگوں کو بھی گردن (گدی) پر مسح کی ترغیب دی ہے۔
لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ احادیث
میں گردن پر مسح کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ گردن پر مسح کرنا احادیث فی الدین ہے،
بدعت ہے چنانچہ حکیم صادق سیاح کوئی صاحب لکھتے ہیں۔
”گردن کے مسح کا احادیث میں کہیں ذکر نہیں“ (صلوة الرسول ص ۵۷)
مفتی عبدالستار لکھتے ہیں۔

”اور گردن کا مروجہ مسح کسی حدیث میں نہیں بلکہ احادیث فی الدین
ہے۔“ (فتاویٰ ستاریہ ص ۲۵ ص ۵۲)

خالد حسین گرجا لکھی لکھتے ہیں۔

”وضو میں گردن کا مسح کرنا ثابت نہیں بلکہ بدعت ہے۔“

(صلوة النبی ص ۶)

ملاحظہ فرمائیے۔ یہ ہے غیر مقلدین کی حدیث دانی اور عمل بالحدیث کی

حالت کہ ذخیۃ احادیث میں گردن کے مسح کی کئی حدیثیں موجود ہیں مگر یہ کہتے
ہیں کہ گردن کے مسح کا احادیث میں کوئی ذکر نہیں، احادیث سے صاف
پتہ چل رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گردن (گدی) پر خود بھی مسح
کیا ہے اور لوگوں کو بھی ترغیب دی ہے لیکن یہ کہتے ہیں کہ گردن پر مسح بدعت
ہے۔ یہ ہے غیر مقلدین کا نتیجہ کہ بے دھڑک فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
بدعت کہہ دیا۔ العیاذ باللہ

قارئین کرام فحیصلہ فرمائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل کو بدعت
کہنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ہے۔

فَوَضَّحَ الْوُضُوءَ

الوضوء من خروج الدم

بدن کے کسی حصے سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے

۱۔ عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم من أصاب رقبتي أو رجلي أو فم
أو مني فليتوضأ ثم ليبن على
صلاته من هو فذلك لا يتكلم
(ابن ماجه ص ۵۷)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جسے دوران نماز ایسی جگہ سے یا نچیر بہہ پڑے یا منہ سے بھر کر

ہو جائے یا مذی بیکل آئے تو اسے چاہیے کہ جا کر وضو کرے اور نماز پر بنا کرے بشرطیکہ اس دوران کوئی بات پیٹ نہ کی ہو۔

۲۔ عن عائشة انہا قالت قالت فاطمة بنت ابی حبیش لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یارسول اللہ انی لا اطہر افادع الصلوة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ذلک عرق و لیس بالحيضة فاذا اقبلت الحيضة فامترک الصلوة فاذا ذهب قدرها فاعسلی عنک الدم و صلی (بخاری ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا میں نماز پڑھتی چھوڑ دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رگ سے نکلنے والا خون اس لیے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دے اور جب اعازہ کے مطابق وہ ایام گزر جائیں تو خون کو دھو لے اور نماز پڑھ لے۔

۳۔ عن زید بن ثابت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "الوضوء من کل دم سائل" (کمال ابن مدنی ج ۱ ص ۱۹۷)

حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بہنے والے خون (کے نکلنے سے) سے وضو لازم ہو جاتا ہے۔

۴۔ عن عمر بن عبد العزیز قال قال تعیم الطبعی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "الوضوء

من کل دم سائل" (دارقطنی ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت عمر بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ حضرت تمیم دارقطنی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بہنے والے خون (کے نکلنے سے) وضو لازم ہو جاتا ہے۔

۵۔ عن معمر بن ایوب عن ابن سیرین فی الرجل یبصق دما قال اذا کان الغالب علیہ الدم قوضاً (مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت ابن سیرین نے اس شخص کے متعلق جسے خون آلود تھوک آتا ہے فرمایا کہ جب تھوک پر خون غالب ہو تو وضو کرے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر بدن کے کسی حصہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نکسیر بہنے کی صورت میں وضو کرنے کا حکم دیا ہے اور ظاہر ہے کہ نکسیر بہتی ہے تو خون ہی نکلتا ہے۔

دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش کو خون استحاضہ آنے کی صورت میں نماز کے لیے وضو کا حکم دیا ہے اور وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ خون استحاضہ رگ سے نکلنے والا خون ہے جو مانع صلاۃ و نہیں ہے البتہ اس سے وضو باقی نہیں رہتا اس لیے نماز کے وقت وضو کرنا پڑیگا۔ اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ رگ سے نکلنے والا خون ناقض وضو ہے جب رگ سے نکلنے والا خون ناقض وضو ہے تو پھر پڑھنا خون جو بدن کے کسی حصہ سے بھی نکل کر بہہ پڑے وہ بھی ناقض وضو ہوگا۔

کیونکہ بہنے والا خون رگ ہی کا ہوتا ہے شاید اسی لیے آپ نے یہ کلیہ بیان فرمایا ہے کہ ہر بہنے والے خون سے وضو لازم ہو جاتا ہے۔ حلیل القدر تابعی حضرت امام ابن سیرینؒ سے کسی نے خون آلود تھوک کے متعلق مسئلہ پوچھا تو فرمایا اگر خون غالب ہو تو وضو کرنا پڑے گا۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ بدن کے کسی حصہ سے بھی خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔

”وہی شکند از برآمدن خون و تھے“ (عرف الجادہ ص ۱۷۷)
خون نکلے اور تھے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

فَلَا يَنْقُضُ بِخُرُوجِ الدَّمِ مِنْ غَيْرِ السَّبِيلَيْنِ
وَلَوْ سَالَ وَالِدُ الدَّمِ الْخَارِجِ مِنَ الْحَبْرَةِ
وَالثَّبُورِ لَا يَنْقُضُ وَكَذَا الْقَيْحُ وَالصَّدِيقُ

(نزل الابرار ص ۱۷۷)

پیشاب یا خاندہ کی جگہ کے علاوہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ وہ بہہ پڑے وہ خون جو زخموں سے نکلے وہ بھی وضو نہیں ٹوٹتا ایسے ہی خالص پیپ اور خون آلود پیپ سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں :-

”بدن سے خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا“ (دستر التی ص ۱۷۷)

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو فرما رہے ہیں کہ کسی بھی جگہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جائے گا لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

قاریین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

الوضوء من القيئ والوعاف

تھے آنے اور نکسیر بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من أصابه قيئ أو وعاف أو مذي فليغتسل بالحديث۔ (ابن ماجہ ص ۱۷۷)
حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دو دن نماز الٹی ہو جائے یا نکسیر بہہ جائے یا منہ بھر کر تھے ہو جائے یا مذی نکل آئے تو اسے چاہیے کہ جا کر وضو کرے۔

۱۔ عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا قام احدكم فف صلاته او قلنس فليغتسل فليغتسل ثوبين على ما مضى من صلاته ما لم يغتسل قال ابن جرير فان تكلم استأنف (دار الفکر ص ۱۷۷)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم میں سے کسی کو دو دن نماز الٹی ہو جائے یا منہ بھر کر تھے ہو جائے تو اسے چاہیے کہ جا کر وضو کرے اور جو نماز پڑھ چکا ہے اس پر بنا کرے جب تک بات چیت نہ کی ہو۔ ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ اگر بات چیت کر لی تو پھر نئے سرے سے نماز پڑھے۔

۲۔ عن المحدثين ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فليغتسل فليغتسل ثوبين في مسجد دمشق

فذكرت ذلك له فمات صدق وانا صبيت له وضوءه۔
(ترمذی ص ۲۵)

حضرت ابو درارہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تھے ہوئی تو آپ نے وضو فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں جامع مسجد دمشق میں حضرت ثوبانؓ سے ملا تو میں نے اُن سے اس بات کا ذکر کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ ابو درارہؓ نے یہ سچ کہا اور میں نے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وضو کا پانی ڈالا تھا۔

۴۔ عن ابن عمر انه كان اذا رجع رجع فتوضأ ولم يتكلم شئ ورجع وبني على ما قد صلي۔
(بخاری ص ۲۵۹)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب کبھی ان کی تکبیر بھوٹ جاتی تو لوٹ کر وضو کرتے اور بات چیت نہ کرتے پھر واپس آکر پڑھی ہوئی نماز پر بنا کر لیتے۔

۵۔ عن ابن عمر قال اذا رجع الرجل في الصلوة اذ رجع الفتيء او وجد مذيا فانه يتوضأ ويتوضأ ثم يرجع فيصلي ما بقي على ما مضى ما لم يتكلم۔ (مصنف ج ۲ ص ۳۳۹)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب کسی کی نماز میں تکبیر بہہ پڑے یا تھے غالب آجائے یا مذی پائے تو وہ جا کر وضو کرے اور واپس آکر باقی نماز کو پڑھی ہوئی نماز پر (بنا کرتے ہوئے) پوری کرے جب تک کہ اس نے کلام نہ کیا ہو۔

۱۔ عن ابی موسیٰ قال بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی اذا دخل رجل فترددی فی حجرة كانت فی المسجد وكان فی بصره ضرر

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ منہ بھر کرتے آنے سے اور تکبیر پڑھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تھے ہوئی تو آپ نے وضو کیا۔ صحابہ کرام کو بھی آپ نے اسی کا حکم فرمایا۔ چنانچہ صحابہ کرام اسی پر عمل کرتے کرتے رہے۔

لیکن ان احادیث کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ تھے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں ۱۔

۲۔ ونفی شککذا برآمدن خون و تھے۔ (عرف المجاہدی ص ۱۳)

یعنی خون نکلنے اور تھے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

۳۔ وكذا القیح والصدید۔ (نزل الابارح ص ۱۵)

ایسے ہی خالص پیپ اور خون آلود پیپ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے آنے سے خود وضو فرماتے تھے۔ کرام کو بھی یہی حکم دیتے تھے کہ تھے آنے سے وضو کرو لیکن غیر متقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب تھے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا لہذا وضو کی ضرورت نہیں۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت یا مخالفت؟

نقص الوضوء من القمقہة فی الصلوة نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

۱۔ عن ابی موسیٰ قال بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی اذا دخل رجل فترددی فی حجرة كانت فی المسجد وكان فی بصره ضرر

فضحك كثير من القوم وهو في الصلوة فامر
رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يعيد
الوضوء ويعيد الصلوة - (رواه الطبرانی
في الكبير مجمع الزوائد ۱/۱۳۱)

حضرت ابو موسیٰ افراتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا
رہے تھے کہ ایک صاحب آئے اور مسجد کے ایک کمرے میں
گر گئے۔ ان صاحب کی آنکھ میں تکلیف تھی۔ بہت سے لوگ دولہا
نمان سی ہنس پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو
وضو اور نماز دونوں کئے لوٹانے کا حکم دیا۔

۲۔ عن ابی العالیہ (الریاحی) ان رجلاً اعطی
تردی فی بشر والنبی صلی اللہ علیہ وسلم
یصلی باصحابہ فضحك بعض من کان
یصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم من
ضحك منه ان يعيد الوضوء والصلوة
(مصحف عبد الرزاق ۱/۱۳۱)

حضرت ابو العالیہ الریاحی سے مروی ہے کہ ایک نابینا آدمی
ایک کنوئیں میں گر پڑا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کو نماز
پڑھا رہے تھے۔ کچھ لوگ جو آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے ہنس
پڑے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہنسنے والوں کو حکم دیا کہ وہ وضو
اور نماز دونوں لوٹائیں۔

۳۔ عن الحسن البصری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
انه قال بیئنا هو فی الصلوة اذا قبل
رجل اعطی من قبل القبلة یرید الصلوة والقوم
فی صلاة الفجر فوقع فی رُبَیْتٍ فاستضحك
بعض القوم حتی قهقهه فلما فرغ رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال من كان قهقهه
منكم فليعد الوضوء والصلوة

(کتاب آثار الامام ابی حنیفہ بروایت الامام محمد ص ۳۵۷)

حضرت حسن بصری حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے
ہیں فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھا رہے تھے کہ
ایک نابینا آدمی قبلہ کی جانب سے نماز کے ارادہ سے آیا۔ لوگ فجر کی
نماز میں مشغول تھے۔ یہ نابینا ایک کمرے میں گر گیا۔ کچھ لوگ ہنس پڑے
حتیٰ کہ انہوں نے ٹھٹھہ لگایا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز
سے فارغ ہوئے تو فرمایا تم میں سے جس نے ٹھٹھہ مارا ہے وہ وضو
اور نماز دونوں لوٹائے۔

۴۔ یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفہ عن منصور بن زبائہ
عن الحسن عن معبد رضی اللہ عنہ عن النبی
صلى الله عليه وسلم انه بيئنا هو في الصلوة
اذا قبل رجل اعطى يريد الصلوة فوقع في
رُبَيْتٍ فاستضحك بعض القوم حتى قهقهه فلما
انصرف النبي صلى الله عليه وسلم قال من
كان منه قهقهه فليعد الوضوء والصلوة -

(کتاب آثار الامام ابی حنیفہ بروایت الامام ابی یوسف ص ۲۸۷)

مس الذکر عن غیر ناقض شرمگاہ پر ہاتھ لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا

۱- عن طلق بن علی قال قال رجل مَسَّتْ ذَکْرِي
أَوْ قَالَ الرَّجُلُ يَمَسُّ ذَکْرَهُ فِي الصَّلَاةِ
أَعْلِيهِ الْوُضُوءُ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا إِنَّمَا هُوَ يَضَعُكَ مِنْكَ (أَخْرَجَهُ الْخَمْسَةُ
وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ، وَقَالَ ابْنُ الْمَدِينِ هُوَ أَحْسَنُ مِنْ حَدِيثِ
بُسْرَةَ، بَلَوَّغُ الْمَرَامِ مُتَرَجِمٌ ص ۱۱۱)

حضرت طلق بن علی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا کہ میں اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگاؤں یا کہنا کہ کوئی شخص بھی ایسا کرے تو کیا اسے وضو کرنا پڑے گا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، وہ تمہارے جسم کا ایک حصہ ہے۔

(امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے یہ حدیث ذکر کی ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ابن عدینی کا کہنا ہے کہ یہ حدیث حضرت بسو کی حدیث سے زیادہ بہتر ہے۔)

۲- عن سلام الطويل عن اسماعيل بن رافع عن حكيم
بن سلمة عن رجل من بني حنيفة قال له
جدي ان رجلا اتى النبي صلى الله عليه وسلم
فقال يا رسول الله اني ربما اكون في الصلاة
فققع يدي على فرجي فقال امض في صلاتك.

(رواه ابن . ورواه السوار بموافقة اسنن واهل

حضرت مجتہبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نماز پڑھانے میں مشغول تھے کہ ایک نابینا آدمی نماز کے ارادہ سے آیا اور ایک گڑھے میں گر گیا کچھ لوگ ہنس پڑے تھے کہ انہوں نے قہقہہ لگایا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا تم میں سے جس نے قہقہہ لگایا ہے وہ وضو اور نماز دونوں لوٹائے۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ دوران نماز قہقہہ لگانے سے جس طرح نماز ٹوٹ جاتی ہے ایسے ہی وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران نماز قہقہہ لگانے والوں کو وضو اور نماز دونوں کے لوٹانے کا حکم دیا۔

لیکن ان احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

چنانچہ قواب و حید الزماں لکھتے ہیں :-

”وَلَا يَنْقُصُ بِالْقَهْقَرَةِ وَلَوْ مِنْ مَصِلٍ بَالِغٍ
فِي صَلَاةٍ كَامِلَةٍ“ (نزل ۱۱ بارہ اصل ۱۹)

یعنی قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ بالغ نمازی کا مل نماز میں قہقہہ لگائے۔

ملاحظہ فرمائیے۔ یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالحدیث کہ اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ دوران نماز قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن یہ کہتے ہیں کہ نہیں صاحب قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

حکیم بن سلمہ بن خلیفہ کے ایک شخص سے جسے جبری کہا جاتا ہے۔
روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات میں نماز
میں مشغول ہوتا ہوں اور میرا ہاتھ شرمگاہ پر پڑ جاتا ہے تو آپ نے
فرمایا نماز جاری رکھا کرو۔

۳۔ عن ارقم بن شرحبیل قال حکمت جسدی وانا
فی الصلوٰۃ فنافضیت الی ذکری فقلت
لعبد اللہ بن مسعود فقال لی اقطعہ وهو یضحک
این تعزلہ منک انما هو بضعہ منک۔

(رواہ الطبرانی فی المعجم و رجالہ موثقون مع الزوائد ص ۲۲۷)

حضرت ارقم بن شرحبیل فرماتے ہیں۔ دوران نماز میں نے اپنا بدن کھنچا
تو ہاتھ شرمگاہ تک پہنچ گیا۔ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے
عرض کیا۔ آپ نے ہنستے ہوئے فرمایا اسے کاٹ دو، اسے اپنے سے
جدا کر کے کمال لے جاؤ گے یہ تمہارے بدن کا ہی ایک ٹکڑا ہے۔

۲۔ عن الحسن ان خمسۃ من اصحاب محمد صلی
اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب و ابن مسعود
و حذیفۃ و عمران بن حصین و رجلا آخر
قال بعضهم ما ابالی مست ذکرى و ارنبتی
وقال الآخر فخذی و قال الآخر رکبتی۔

(رواہ الطبرانی فی المعجم مع الزوائد ص ۲۲۷)

حضرت حسن بصریؒ سے مثنوی ہے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے
پانچ صحابہ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت
حذیفہ، حضرت عمران بن حصین اور ایک اور صحابی کا (شرمگاہ کو ہاتھ
لگ جانے کے متعلق مذاکرہ ہوا) ایک نے کہا کہ مجھے کوئی پرواہ نہیں
ہے کہ میں شرمگاہ کو چھوؤں یا ناگ کو، دوسرے نے کہا کہ یا اپنی ران
کو، تیسرے نے کہا کہ یا اپنے گھٹنے کو۔

۵۔ عن قیس قال سأل رجل سعدا عن مس
الذکر فقال ان علمت ان منک بضعۃ نجست
فما قطعها۔

(صنف ابن ابی شیبہ ص ۱۷۷)

حضرت قیس فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضرت سعدؓ سے
شرمگاہ کو چھونے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم جانتے
ہو کہ یہ تمہارے بدن کا ناپاک ٹکڑا ہے تو اسے کاٹ دو۔

۶۔ اخبرنا ابو العوام البصری قال سأل رجل
عطاء بن ابی رباح قال یا ابا محمد
رجل من فرجہ یعد ما توضع قال رجل
من القوم ان ابن عباسؓ کان یقول ان کنت
تستجسد فاقطعہ قال عطاء بن ابی رباح
ہذا والله قول ابن عباس۔ (موطا امام محمد ص ۱۷۷)

ابو العوام بصری فرماتے ہیں کہ حضرت عطاء بن ابی رباحؓ سے
ایک شخص نے سوال کیا کہ اسے ابو محمد ایک شخص سے وضو کرنے

کے بعد اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگا لیا ہے۔ لوگوں میں سے ایک صاحب بولے کہ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تو اسے ناپاک سمجھتا ہے تو کاٹ دے۔ حضرت عطار ابن ابی براحؓ نے فرمایا بخدا یہ ابن عباسؓ ہی کا قول ہے۔

۷۔ عن علی بن ابی طالب فی مس الذكر فقال ما ابائی مَسَّ شَرِّهِ اَوْ طَرَفِ اَنْفِ (موطا امام محمد ص ۵۵)
حضرت علیؓ سے شرمگاہ کو پھونکے کے متعلق مروی ہے کہ آپؓ نے فرمایا مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اپنی شرمگاہ کو پھونکوں یا اپنی ناک کا کنارہ۔

۸۔ عن البراء بن قیس قال سألت حذیفۃ بن الیمان عن الرجل مس ذکرہ فقال انما هو کَمِثِّهِ رَأْسَهُ۔ (موطا امام محمد ص ۵۵)
حضرت براء بن قیسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جس نے اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگا لیا تو آپؓ نے فرمایا ایسے ہی ہے جیسے سر کو ہاتھ لگا لینا۔

۹۔ عن عمیر بن سعد النخعی قال کنت فی مجلس فیہ عمار بن یاسر ف ذکر مس الذكر فقال انما هو بضعۃ منك وان لکفک موضعا غیرہ۔ (موطا امام محمد ص ۵۵)
عمیر بن سعد نخعیؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک ایسی مجلس میں موجود

تھا جس میں حضرت عمار بن یاسرؓ بھی تھے کہ شرمگاہ کو ہاتھ لگانے کا تذکرہ ہوا۔ آپؓ نے فرمایا وہ تیرے بدن کا ہی ایک ٹکڑا ہے البتہ تیری پتیلی کے لیے اس کے علاوہ (بھی) جگہ ہے۔

۱۰۔ عن ابی السداء انه سئل عن مس الذكر فقال انما هو بضعۃ منك۔ (موطا امام محمد ص ۵۵)

حضرت ابو دردارؓ سے شرمگاہ کو ہاتھ لگانے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا وہ تیرے بدن کا ہی ایک ٹکڑا ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ شرمگاہ پر ہاتھ لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ عام صحابہ کرام کا فتویٰ بھی یہی ہے چنانچہ حضرت علیؓ، حضرت عمارؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت حذیفہؓ بن یمانؓ، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت ابو دردارؓ اور حضرت سعد بنی اللہؓ انہم کے فتاویٰ احادیث میں موجود ہیں۔ ان سب کے نزدیک شرمگاہ پر ہاتھ لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
چنانچہ جواب ذرا حسن لکھتے ہیں۔

”مس کردن ناقض وضو است“ (اشیٰ المقبول ص ۵۵)
یعنی شرمگاہ کو ہاتھ لگانا ناقض وضو ہے۔
نواب و حیدر زماں لکھتے ہیں۔

”و منقض لمس الذكر والفرج بطن الکفت او

بطون الاصابع من غير حائل وينقص وضوء

اللامس والملموس“ (نزل الابرارۃ اصلا ۱۹)

مرد و عورت کی شرمگاہ پر پھیلی کے اندر کے محنت یا انگلیوں کے اندر کے محنت سے بغیر کسی رکاوٹ کے ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور ہاتھ لگانے اور لگوانے والے دونوں ٹوٹتا ہے۔

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

”ذکر یا فرق کو ہاتھ لگانے یا اونٹ کا گوشت کھانے سے

وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (دستور المتقی ص ۸۷)

ابوسعید شرف الدین لکھتے ہیں۔

”من ذکر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لہذا وضو کرنا فرض ہے۔

(فادائی ثنائیرۃ اصلا)

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جلیل القدر صحابہ کرام فرما

رہے ہیں کہ من ذکر (شرمگاہ کو ہاتھ لگانے) سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن غیر مقلدین

بالکل بے دھڑک بلا بھیجاک فتویٰ دے رہے ہیں کہ نہیں صاحب وضو ٹوٹ

جاتا ہے۔ ان احادیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے سوچئے کیا حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا فرمان غلط ہے۔ کیا صحابہ کرام غلط فتوے دیتے رہے ؟ اگر غیر مقلدین

کی بات صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب صحابہ اور ان سے مسئلہ پوچھ

کر عمل کرنے والے سب تابعین بے وضو ہی نماز پڑھتے پڑھاتے رہے۔ ایذا

بالذی نواب وحید الزماں صاحب کی عقل کی داد دیتے چلتے کہ انہوں نے یہ فتویٰ

اپنی طرف سے جبر کیا کہ اگر کوئی دوسرا کسی کی شرمگاہ کو ہاتھ لگائے تو جس نے لگایا

ہے اور جس کے لگایا ہے دونوں کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ نواب صاحب تو گزر

گئے کیا نواب صاحب کے حواری اس کے ثبوت میں کوئی حدیث پیش کر سکتے ہیں؟

ذرا اس پر بھی غور فرمائیے کہ نواب صاحب کے نزدیک دوسرا کسی کی شرمگاہ کو ہاتھ لگائے تو دونوں کا وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن اگر دونوں مباشرت فاحشہ کریں (یعنی بالکل برہنہ ہو کر ایک دوسرے سے مل کر لیٹیں) تو اس سے نواب صاحب کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

”وکذا بمباشرة الفاحشة“ (نزل الابرارۃ اصلا وکنز العمال ص ۸۷)

اور ایسے ہی مباشرت فاحشہ سے (بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔)

فاریہ کرام ملاحظہ فرمایا آپ نے یہ ہے مسلک اہل حدیث۔ اب آپ خود فیصلہ فرمائیے کہ یہ قرآن و سنت کے موافق ہے یا مخالف ؟۔

مردوں کے لیے شلوار یا تہبند ٹخنوں سے نیچے کرنا گناہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

ایک نئی دریافت

اس سے منع فرمایا ہے اور اس عمل پر سخت وعید بیان فرمائی ہے۔ یہ بات سب کو

معلوم ہے اور بالکل واضح ہے محتاج بیان نہیں۔ لیکن کیا کپڑے کے ٹخنوں سے

نیچا ہو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ؟ اس کا نہ کسی حدیث میں تذکرہ ہے نہ

ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مسلک ہے ہاں غیر مقلدین نے اسے نواقض وضو میں

شمار کیا ہے ان کے نزدیک اگر کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو جائے تو ازہر تو وضو

کرنا چاہیے۔ چنانچہ یونس قریشی صاحب رقمطراز ہیں۔

”ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہننے والوں کو ازہر تو وضو کرنا چاہیے۔“

(دستور المتقی ص ۸۷)

من ترك جزأيسيراً ما يجب تطهيره لا تصح طهارته
اعضاء وضو میں سے ذرا سی جگہ بھی خشک رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا

عن جابر رضی اللہ عنہ قال اخبرني عمر بن الخطاب ان رجلاً قوضاء فترك موضع ظفر على قدمه فابصمه النبي صلى الله عليه وسلم فقال ارجع فاحسن وضوءك فارجع شوصلي۔

(مسلم ۱۲۵۱)
حضرت جابر فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ نے بتایا کہ ایک شخص نے وضو کیا اور ناخن کے برابر جگہ اپنے پاؤں پر (خشک) چھوڑ دی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے دیکھ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ اچھی طرح سے وضو کرو۔ وہ گیا (اور اچھی طرح وضو کر کے) نماز پڑھی

مذکورہ حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ دوران وضو اگر اعضا وضو میں سے کوئی جگہ ناخن کے برابر خشک رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا۔ ہر آدمی جانتا ہے کہ ناخن پالش لگانے سے ناخن خشک رہتے ہیں اس لیے اگر کسی نے ناخن پالش لگالی ہے تو اس کا وضو نہیں ہوگا۔

لیکن اس حدیث اور اتنی عام فہم بات کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ ناخن پالش لگے ہونے کے باوجود وضو ہو جاتا ہے چنانچہ عبداللہ روپڑی صاحب ایک سوال کا جواب دیتے ہیں، سوال و جواب دونوں ملاحظہ فرمائیے۔

سوال :- کیا عورت ناخن پالش ناخنوں پر لگا کر وضو کر کے نماز پڑھ سکتی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ناخن پالش لگا کر وضو کرے تو وضو نہیں ہوتا؟
جواب :- ناخن پالش مہندی کی قسم سے مہندی کا رنگ بھی دو تین دن تک

سے گاڑھا اور موٹا ہو جاتا ہے جو بالائے اتفاق جائز ہے ایسا ہی ناخن پالش کو سمجھ لینا چاہیے۔

(فتاویٰ المحدثین ۱۵ ص ۲۵)
ملاحظہ فرمائیے :- غیر مقلدین کے مجتہد العصر صاحب کو چاہیے تھا کہ اس سوال کا جواب حدیث سے دیتے کیونکہ غیر مقلدین

کا دعویٰ ہے کہ ہر مسئلہ قرآن و حدیث میں موجود ہے، لیکن چونکہ اس مسئلہ سے متعلق کوئی حدیث تھی نہیں اور جواب دینا ضروری تھا اس لیے مجتہد صاحب نے خود اجتہاد کیا وہ اس طرح سے کہ ناخن پالش کو مہندی پر قیاس کیا اور حکم لگایا کہ چونکہ مہندی لگانے سے وضو ہو جاتا ہے تو ناخن پالش سے بھی وضو ہو جائے گا لیکن مجتہد صاحب نے اس قیاس میں بڑی طرف ٹھوکر کھائی اور غلط قیاس کر بیٹھے جو لوگ ائمہ مجتہدین کے قیاسات کو غلط قرار دیتے پر تلے ہوئے ہوں وہ خود کیسے صحیح قیاس کر سکتے ہیں۔ ناخن پالش قطعاً مہندی کی قسم سے نہیں ہے کیونکہ مہندی میں انسانی صنعت کو دخل نہیں۔ مہندی کے پتے پتے ہوتے ہیں جنہیں پس کر پانی میں ڈال کر گوند دیا جاتا ہے اور اس کے ہاتھ پر لگانے سے رنگ پڑھ جاتا ہے جبکہ ہاتھوں پر مہندی کا کوئی اثر بھی باقی نہیں رہتا۔ اس کے برعکس ناخن پالش فاصلہ انسانی صنعت ہے اس کے ناخنوں پر لگانے سے ناخنوں پر کوئی رنگ نہیں پڑھتا بلکہ ناخنوں پر رنگ دار روغن رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لمبی ناخن پالش اترتی ہے ناخن صاف ہو جاتے ہیں۔ کوئی رنگ نظر نہیں آتا دوسرے مہندی کا رنگ گہرا ہوتا ہے، ناخن پالش کی طرح اس کی تہہ نہیں بن جاتی جو پانی کو ناخن تک پہنچنے سے روک سکے۔ تیسرے مہندی کا رنگ پانی کے ناخن تک سرایت کرنے کو نہیں دے گا جبکہ ناخن پالش پانی کے سرایت کرنے کو روکتی ہے۔ اس کا تجربہ اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ کسی صاف کاغذ پر مہندی کا رنگ پڑھائیں اور مہندی ہٹا

ہیں اور اس پر پانی ڈال کر دیکھیں پانی سرایت کر جائیگا اس کے بعد کاغذ پر ناخن
پالش لگائیں اور اس پر پانی ڈالیں پانی نیچے سرایت نہیں کرے گا۔ یہ اس بات
کی واضح دلیل ہے کہ ناخن پالش پانی کے سرایت کرنے میں رکاوٹ بنتی ہے لہذا
جب پانی ناخن تک نہیں پہنچتا تو وضو کیسے ہو جاتا ہے۔ غیر مقلدین جو اس
انوکھے اجتہادی فتوے پر عمل کر رہے ہیں۔ وہ سراسر حدیث کی مخالفت کر رہے
ہیں کہ اللہ کے نبی تو ناخن کے باہر جگہ خشک رہ جاتے سے وضو کے لوٹانے کا
حکم دیتے ہیں اور یہ ہیں کہ ۱۰-۲۰ ناخنوں کی جگہ خشک رہ جانے پر بھی وضو کے

لوٹانے کا حکم نہیں دیتے بلکہ کہتے ہیں کہ وضو ہو جاتا ہے العیاذ باللہ۔ یہ ہے حدیث کے
مقابلہ میں قیاس پر عمل جس کا الزام غیر مقلدین حضرات احناف پر لگاتے نہیں تھے۔
الجبھا ہے پاؤں یا رگاز لہف و راز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا
عمل بالحدیث کے دعویدار بتلائیں کہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل کرنا یہ حدیث
کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

النہی عن استقبال القبلة واستدبارها في البول والتغوط
پیشاب یا خاندہ کرتے وقت قبلہ رو ہونا اور پیٹھ کرنا منع ہے
۱۔ عن ابی ایوب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اتیتم العائط فلا
تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها ببول ولا غائط
ولکن شرفوا او عربوا قال ابو ایوب ففتدنا
الشام فوجدنا مرا حیض فتد بنیت قبل القبلة
فتنحرف عنها و نستقصر اللہ۔ (بخاری، مسلم، ابن ماجہ، ترمذی،
حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے فرمایا ہے کہ جب تم بیت الخلاء آؤ تو پیشاب یا خاندہ کرتے وقت قبلہ
کی طرف نہ رخ کرو نہ پیٹھ کرو البتہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ
کرو۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مکہ شام میں گئے
تو ہم نے بیت الخلاء قبلہ رخ بنے ہوئے پائے ہم تو رخ تبدیل کر لیتے
تھے اور اللہ سے استغفار کر لیتے تھے۔

۲۔ عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال اذا جلس احدکم علی حاجتہ فلا
يستقبلن القبلة ولا يستدبرها (مسلم، ابن ماجہ)
حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جب کوئی تم میں سے قضا، حاجت کے لیے بیٹھے تو وہ ہرگز ہرگز
قبلہ کی طرف رخ کرے نہ پیٹھ۔

۳۔ عن سهل بن حنيف ان النبي صلى الله عليه وسلم
بعثه قال انت رسولى الى اهل مكة قل ان رسول الله صلى
الله عليه وسلم ارسلنى ليقرا عليكم السلام ويا صرکم
بثلاث لا تحلفوا بعين الله واذا تخليتو فلا تستقبلوا
القبلة ولا تستدبروها ولا تستنجوا بظن ولا بجرة
(مسند احمد ۳ ص ۲۸۸)

حضرت سهل بن حنيف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے انہیں قاصد بنا کر بھیجا فرمایا تم میرے قاصد بن کر اہل مکہ
کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے
بھیجا ہے وہ تمہیں سلام کہتے ہیں اور تین چیزوں کا حکم دیتے ہیں۔
(۱) غیر اللہ کی قسم نہ کھاؤ (۲) جب بیت النملہ جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ
منہ کرو نہ پیٹو (۳) ہڈی اور میٹگی سے استنجاء کرو۔

۴۔ عن سهل بن سعد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اذا ذهب احدكم الى الخلاء فلا يستقبل القبلة
ولا يستدبرها (مجمع الزوائد ۱ ص ۱۸۸)
حضرت سهل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی بیت النملہ جائے تو قبلہ
کی طرف نہ رخ کرے نہ پشت۔

۵۔ عن سلمان قال قال له بعض المشركين وهو يستهزئ
به الخ لا دى صاحبكوا لعلكمو كل شئى حتى
الخراة قال اجل امرنا صلى الله عليه وسلم ان

لا تستقبل القبلة ولا تستدبرها الحديث
(دارقطني ۱ ص ۱۸۸)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُن سے کسی مشرک
نے استہزاء کیا کہ تمہارے صاحب تو تمہیں ہر چیز سکھاتے ہیں
حتیٰ کہ پشایب پاخانہ کا طریقہ بھی، آپ نے کہا کہ ہاں نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ حج قبلہ کی طرف نہ رخ کریں نہ پشت۔
۱۔ عن معقل بن ابی معقل الاسدي قال نهى رسول الله

صلى الله عليه وسلم ان تستقبل القبلة
ببول او غائط (ابوداؤد ۱ ص ۱۸۸)

حضرت معقل بن ابی معقل اسدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پشایب پاخانہ کرتے وقت دونوں قبلوں
کی طرف رخ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۔ عن سلمة بن وهرام قال سمعت طاووسا قال
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اتي احدكم
المبراز فليكر من قبلته الله فلا يستقبلها ولا يتدبرها
الحديث (دارقطني ۱ ص ۱۸۸)

حضرت سلمہ بن وہرام فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طاووسؓ کو
سنا کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ
جب تم میں سے کوئی پاخانہ کے لیے آئے تو اُسے چاہیے
کہ وہ اللہ کے قبلہ کا اکرام کرے نہ اس کی طرف رخ کرے نہ پشت۔

۳۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

تھے دوسری جگہ بیان کئے ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے شہادت ہو رہا ہے کہ بول و براز و پیشاب پاننانہ کرتے وقت بغیر کسی ہذر کے قبلہ رو ہونا اور پشت کرنا مطلقاً ناجائز ہے آبادی میں ہو یا صحرا میں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے، اور قبلہ شریف کے اکرام کرنے کا حکم دیا ہے جس کی صورت یہی بتلائی ہے کہ بول و براز کے وقت اُس کی طرف نہ رخ کیا جائے اور نہ پشت نہ آپ نے اس شخص کے لیے جو بول و براز کے وقت نہ قبلہ رو ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی طرف پشت کرتا ہے نیکیوں کے ملنے اور گناہوں کے مٹنے کی نوید سنائی ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام بول و براز کے وقت قبلہ رو ہونے اور اس کی طرف پشت کرنے سے بچتے تھے، اور اگر کہیں بیت الخلاء قبلہ رو بنے ہوئے بھی ہوتے تو رخ بدل کر بیٹھتے تھے چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث (ع) سے واضح ہے، امام ابن قیمؒ کی تحقیق کے مطابق صحیح ترین مذہب بھی یہی ہے کہ آبادی ہو یا صحرا ہر حال میں بول و براز کے وقت قبلہ رو ہونا اور اس کی طرف پشت کرنا منع ہے البتہ کہ کسی ہذر کی وجہ سے کیا جائے تو وہ دوسری بات ہے۔

لیکن ان صحیح، صریح، مرفوع احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ پیشاب پاننانہ کرتے وقت قبلہ رو ہونا یا پشت کرنا بالکل جائز ہے۔ ناجائز ہونا تو دور بلکہ وہ بھی نہیں ہے بلکہ مسنون ہے۔

چنانچہ محمد بن یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں :-

عن محمد بن یونس عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ (مسند متقی ص ۵۵)

من لو یستقبل القبلة ولو یستدبرها فی العناط
کتبت لہ حسنة ومحی عنه سیدئ (مجمع الزوائد ص ۱۷۱)
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بیت الخلاء میں نہ قبلہ کی طرف نہ کیا نہ پیٹھ کی تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک گناہ مٹا دیا جائے گا۔

ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق

قال ابن قیمؒ

ومن خواصہا (ای الکعبۃ) ایضاً ان یحرم استقبالہا
واستدبارہا عند قضاء الحاجة دون سائر بقاع
الارض واصح المناہب فی ہذہ المسئلۃ ان
فرق فی ذلک بین القضاء والبخیان لبضعۃ عشر
دلیلاً قد ذکر فی غیر ہذا الموضع،

(نفاذ المعاد فی حدی خیر العباد ص ۱۷۱)

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

بیت اللہ شریف کے خواص میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ قضاء حاجت کے وقت اس کی طرف رخ کرنا اور پشت کرنا حرام ہے دنیا کی باقی تمام جگہوں کے علاوہ، اور اس مسئلہ میں صحیح ترین مذہب یہ ہے کہ استقبال و استدبار میں کوئی فرق نہیں خواہ قضاء میں ہو یا عمارت میں (مہر جگہ حرام ہے) ان دس زیادہ دلائل کی وجہ سے جو میں

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

”ولا یکره الاستقبال والاستدبار للاستنجاء“

(نزل المبارک ۱ ص ۳۵)

استنجا کرتے وقت قبلہ نہ ہونا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا مکروہ نہیں ہے۔
مفتی رشید احمد لدھیانوی لکھتے ہیں :-

”ایک اور اجماع سماعت فرمائیں۔ آبادی کے اندر بول و بلاز کی حالت میں

قبلہ کی طرف رخ کرنے کا جواز مختلف فیہ ہے اس لیے احتیاط بہر حال اس میں ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے بنگراٹھ میٹ کے ہاں تو دوسرے مذاہب کی مخالفت ہی بڑا جہاد ہے چنانچہ کراچی میں انہوں نے اپنی مسجد کے

استنجا خانے گرا کر از سر نو قبلہ رخ تعمیر کرائے ہیں۔ وجہ پوچھنے پر ارشاد ہوا کہ

یہ سنت چودہ سو سال سے مردہ تھی ہم نے اس کو زندہ کیا ہے۔“

(حسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۱)

ملاحظہ فرمائیے :- اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ پیشاب پاشنا کرتے وقت برگزیدہ قبلہ رو نہ ہونا۔ صحابہ کرام آپ کے فرمان کے مطابق عمل کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ استنجا خانے قبلہ رخ بنے ہوئے ہوتے ہیں تو خود رخ بدل لیتے ہیں لیکن واسطے نادانی غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نہیں صاحب منہ کوٹنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پیشاب پاشنا کرتے وقت قبلہ رو ہونا اس کی طرف پیٹھ کرنا بالکل جائز ہے اور صرف جائز ہی نہیں مسنون ہے حتیٰ کہ وہ قبلہ رو ہو کر پیشاب کرنے کے لیے دوسرے رخ پر بنے ہوئے استنجا خانے گرا کر قبلہ رخ بنواستے ہیں اور اسے مردہ سنت کو زندہ کرنا سمجھتے ہیں۔

قارئین کرام دل پر ماتھہ رکھ کر اور کلیجہ کو تھام کر بتلائیے کیا اللہ کے نبی کے فرمان کے خلاف کوئی عمل سنت ہو سکتا ہے؟ کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے خلاف کسی عمل کو سنت قرار دینا یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شاہین اقدس میں گستاخی نہیں؟ کیا اللہ کے نبی کے فرمان کے خلاف عمل کو سنت قرار دینے والے ابو حریث کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ ع

۔ ناطقہ سر بگریباں بت لے کیا کہنے

قارئین کرام انصاف سے فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

عدم وجوب غسل الجمعة وكونه سنة
جمعة کے دن غسل واجب نہیں سنت ہے

۱- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ فاحسن الوضوء ثم اتی الجمعة فدنس واستمع وانصت غفرلہ ما بینہ و بین الجمعة و زیادة ثلاث ايام و من مس الحصى فقد لغا۔

(رواہ الترمذی وقال هذا حدیث حسن صحیح ۱ ص ۱۱۲)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے خوب اچھی طرح سے وضو کیا پھر نماز جمعہ کے لیے آیا اور قریب ہو کر کان لگائے اور خاموش رہا تو اس جمعہ سے اگلے جمعہ اور مزید تین دن کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے کنکریوں کو چھوا اس نے لغو کام کیا۔

۲- عن مسمرۃ بن جندب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ یوم الجمعة فبھا ونعمت و من اغتسل فالغسل افضل۔

(ترمذی ج ۱ ص ۱۱۱، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت مسمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن وضو کیا تو خیر اچھا کیا اور جس شخص نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔

۳- عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان هذا یوم عید جعلہ اللہ للمسلمین فمن جاء الجمعة فلیغتسل وان کان طیب فلیمس منہ وعلیکم بالسواک (ابن ماجہ ص ۱۷۷)
حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک یہ عید کا دن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے (خاص) کر دیا ہے پس جو شخص جمعہ کی نماز پڑھنے آئے اسے چاہیئے کہ وہ غسل کرے اور اگر خوشبو ہو تو وہ بھی لگا لے اور تم پر مسواک لازم ہے۔

۴- عن ابن مسعودؓ قال من السنۃ الغسل یوم الجمعة (رواہ البزار و رجالہ ثقاتہ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۷۱)
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے
۵- عن علیؓ قال یتحب الغسل یوم الجمعة و لیس بحتم (رواہ الطبرانی فی الاوسط و رجالہ ثقاتہ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۷۱)
حضرت علیؓ فرماتے ہیں جمعہ کے دن غسل کرنا مستحب ہے واجب نہیں۔

۶- عن عکرمۃ ان ناسا من اهل العراق جاءوا فقالوا یا ابن عباس اترى الغسل یوم الجمعة فاجبا قال لا و لکن اطهر و خیر لمن اغتسل و من لم یغتسل فلیس بواجب۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ کچھ اہل عراق (حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس) آئے اور کہتے لگے ابن عباسؓ کیا تم جمعہ کے دن غسل کرنے کو واجب سمجھتے ہو آپ نے فرمایا نہیں البتہ غسل زیادہ پاکیزگی کا سبب ہے اور جو غسل کرے اس کے لیے بہتر ہے اور جو نہ کرے تو واجب بھی نہیں ہے۔

۷۔ عن ابی واسئل قال ذکر واغسل يوم الجمعة عنده فقتال ابو واسئل انه ليس بواجب رب شیخ کبیر لو اغتسل فی الیوم الشدید يوم الجمعة لمات (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹)

حضرت عبیدہ (راوی حدیث) فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے حضرت ابو واسئلؓ کے سامنے جمعہ کے دن کے غسل کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا (جمعہ کے دن) غسل واجب نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو بہت سے بوڑھے جمعہ کے دن سخت سردی میں نہاتے اور مر جاتے۔

۸۔ عن زاذان قتال سألت علیاً عن الغسل فقال اغتسل اذا شئت فقلت انما اسئلك عن الغسل الذي هو الغسل قتال يوم الجمعة و يوم عرفة و يوم الفطر و يوم الاضحیٰ

(طحاوی ج ۱ ص ۸۷)

حضرت زاذانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے غسل کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا جب چاہو غسل کر لو۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو اس غسل کے متعلق پوچھ رہا ہوں جس کے کرنے میں فضیلت ہے۔ آپ

نے فرمایا جمعہ کے دن عرفہ کے دن عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن۔

۹۔ عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب بینا هو قائم في المخطبة يوم الجمعة اذ جاء رجل من المهاجرین الاولین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فناداه عمر ایتہ ساعة هذه قال انی شغلت فلم انقلب الی اہلی حتی سمعت التاذین فلم آتہ ان توضأت قتال والوضوء ایضا وقد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یأمر بالغسل

(بخاری ج ۱ ص ۱۸۸)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہاجرین اولین صحابہ میں سے ایک صاحب (حضرت عثمانؓ) حاضر ہوئے حضرت عمرؓ نے پکار کر ان سے کہا کہ یہ (آنے کا) کونسا وقت ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں کسی کام میں مشغول تھا اور ابھی گھر بھی نہیں لوٹا تھا کہ میں نے اذان سنی اور وضو سے زیادہ کچھ نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا صرف وضو ہی کیا؟ حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے واجب نہیں ہے۔

پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کے

دن اچھی طرح سے وضو کر کے آنے پر اجر و ثواب ذکر فرمایا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جمعہ کے لیے اگر کوئی صرف وضو ہی کرے تو بھی کافی ہے۔ غسل واجب نہیں اگر غسل واجب ہوتا تو اس کو چھوڑ کر محض وضو کر لینے پر اتنا اجر و ثواب نہ ملتا۔

دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کے دن صرف وضو کر لینے کو بھی کافی بتلایا ہے البتہ غسل کو افضل قرار دیا ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ غسل واجب نہیں صرف افضل ہے۔

تیسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کے دن غسل کے ساتھ ساتھ خوشبو لگانے اور مسواک کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ غسل سنت ہے واجب نہیں ورنہ تو غسل کے ساتھ خوشبو لگانا اور مسواک کرنا بھی واجب ہوتا حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

چوتھی پانچویں چھٹی ساتویں آٹھویں احادیث سے بالترتیب ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت ابوہریرہؓ سب جمعہ کے دن غسل کو سنت سمجھتے تھے واجب نہیں سمجھتے تھے۔ اگر جمعہ کے دن کا غسل واجب ہوتا تو یہ صحابہ کرام اس کا انکار نہ فرماتے۔

نویں حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن غسل سنت ہے واجب نہیں کیونکہ حضرت عثمانؓ کے وضو کر کے آنے پر حضرت عمرؓ نے صرف انہیں ٹوکا تھا واپس نہیں بھیجا تھا کہ جاؤ غسل کر کے آؤ اگر غسل واجب ہوتا تو حضرت عمرؓ ضرور انہیں واپس بھیج دیتے اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا عمرؓ اور عثمانؓ دونوں کے نزدیک بھی غسل واجب نہیں ہے۔ یہی تابعین و تبع تابعین کا مسلک ہے اور اسی پر اجماع امت بھی ہے چنانچہ محمد بن عبدالرحمن الشافعیؒ لکھتے ہیں والفضل

للجمعة سنة عند جميع الفقهاء الا داود والحسن (دمعة الاحمد ص ۱۰۰)

جمعہ کے لیے غسل تمام فقہاء کے نزدیک سنت ہے سوائے داود ظاہری اور حسن کے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جمعہ کا غسل واجب ہے چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔

”وہ برائے جمعہ واجب ست“ (عرف المجاہد ص ۱۰۰)
اور جمعہ کے لیے غسل واجب ہے
نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

”ولمن يريد ان يصلي الجمعة واجب“
(نزل الابرار ص ۲۵)
اور جو شخص جمعہ کی نماز پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہے اس پر غسل واجب ہے۔
یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں :-

”جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔“ (دستور المتقی ص ۵۷)
ملاحظہ فرمائیے :- احادیث و آثار سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔ یہی صحابہ کرام کا مسلک ہے۔ اسی پر اجماع امت بھی ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب جمعہ کے دن غسل واجب ہے۔

تاریخ کرام فضیلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟
یاد رہے کہ غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں داود ظاہری کی تقلید کی ہے کیونکہ وہ جمعہ کے غسل کو واجب قرار دیتے ہیں۔

ذیل میں غسل سے متعلق چند مسائل ذکر کئے جاتے ہیں یہ وہ مسائل ہیں جنہیں نواب وحید الزماں صاحب نے بنی مختار (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی فقہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ وہ رقمطراز ہیں :-

۱۔ ”ولو ادخل ذكره فـ دبر نفسه لا يلزم

الفـ الا بالانزال“ (نزل الابارح اص ۲۴)

اگر کسی شخص نے اپنا عضو تناسل اپنے پچھلے حصہ میں داخل کیا تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا مگر یہ کہ انزال ہو جائے۔

۲۔ ”ولو لف الحشفـ فـ خروقة شو

اولجها فان وجد لذة الجماع اغتسل والا فلا“

(نزل الابارح اص ۲۴) اگر کسی نے اپنا عضو تناسل پٹی میں لپیٹ کر عورت کی شرمگاہ میں داخل کیا تو اس صورت میں اگر صحبت کا مزہ پایا ہے تو غسل کرے گا ورنہ نہیں۔

۳۔ ”ولو اتـ عذاراء ولفـ عزل عذر تھا لا يجب

الفـ ولو حبلت“ (نزل الابارح اص ۲۴)

اگر کسی نے کنواری لڑکی سے صحبت کی اور لڑکی کا پردہ بکارت زائل نہ ہوا تو غسل واجب نہیں ہوگا اگرچہ وہ لڑکی حاملہ ہو جائے۔

یہ اور ان جیسے دسیوں مسائل ہیں جنہیں نواب وحید الزماں صاحب نے نبی مختار کے فقہی مسائل کہہ کر پیش کیا ہے۔ نواب صاحب اگر حیات ہوتے تو ہم ان سے پوچھتے وہ تو اس دنیا سے جا چکے اس لیے اب ہم نواب صاحب کے مرثیہ خوانوں اور ان کی تعریف کے پل باندھنے والے غیر مقلدین سے پوچھتے ہیں کہ نواب صاحب کے یہ مسائل قرآن و حدیث کے مطابق ہیں یا مخالف؟ اگر یہ قرآن و حدیث کے مطابق ہیں تو پھر ان کے اثبات میں قرآن کی کوئی آیت یا احادیث میں سے کوئی حدیث پیش فرمائیں جس میں یہ مسائل درج ہوں۔

اور اگر یہ مسائل قرآن و حدیث کے خلاف ہیں تو پھر نواب صاحب اوداں کے متبعین کے بارے میں کیا فتویٰ ہے جو ان مسائل کو نہ صرف صحیح سمجھتے ہیں بلکہ

انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فقہی مسائل قرار دیتے ہیں؟

نواب صاحب اگر ان مسائل کو اجتہادی مسائل کہہ کر پیش کرتے تو ہمیں اس سوال و جواب کی ضرورت نہ پڑتی لیکن انہوں نے چونکہ یہ مسائل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فقہی مسائل کہہ کر پیش کئے ہیں۔ (نواب صاحب نے اپنی کتاب کا نام رکھا ہے ”نزل الابارح من فقہ النبی المختار“۔ جس کا مطلب ہے نبی مختار کی فقہ سے نیک لوگوں کی ہجائی) اس لیے اس سوال و جواب کی ضرورت پیش آئی۔

التیمم ضربتان

تیمم میں دو ضربیں ہیں

۱۔ عن ابن عمر عن النبی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وسلم والاسلام سے روایت کرتے ہیں کہ قال التیمم ضربتان آپ نے فرمایا تیمم میں دو ضربیں ضربۃ للوجه وضربۃ ہوئی ہیں ایک چہرہ کے لیے اور للیدین الی المرفقین۔ ایک کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔ (دارقطنی ص ۱۸)

۲۔ عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التیمم ضربۃ للوجه وضربۃ للمرفقین الی عن جابر رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تیمم میں ایک ضرب چہرہ کے لیے ہے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں بازوؤں کے لیے۔ (دارقطنی ص ۱۸)

۳- عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال التيمم ضربتان ضربت للوجه وضربة لليد إلى المرفقين - (مستدرک ما کم ج ۱ ص ۱۷۹)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک ضرب چہرہ کے لیے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔

۴- عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال کان تیمم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضربتین ضربت للوجه وضربة للیدین الی المرفقین - (جامع المسانید ج ۱ ص ۲۳۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیمم دو ضربیں تھا ایک ضرب چہرہ کے لیے اور دوسری کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔

۵- عن تافع ان ابن عمر تیمم فی مزبد النعم فقال بیدیه علی الارض فمسح بهما وجهه ثم ضرب بهما علی الارض ضربتہ اخرى فمسح بهما بیدیه الی المرفقین - (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت نافعؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے چوپایوں کے بارے میں تیمم کیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے چہرہ پر مسح کیا پھر دوسری مرتبہ دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر مسح کیا۔

۶- عن تافع قال سألت ابن عمر عن التیمم فضرب بیدیه الی الارض ومسح بهما بیدیه ووجهه وضرب ضربتہ اخرى فمسح بهما ذراعیہ - (محدی ج ۱ ص ۱۷۹)

حضرت نافعؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے تیمم کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان ہاتھوں اور چہرہ کا مسح کیا پھر دوسری بار دونوں ہاتھ مارے اور ان سے دونوں بازوؤں کا مسح کیا۔

۷- عن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ قال التیمم ضربتان ضربت للوجه وضربة للذراعین الی المرفقین - (مسند امام زید ص ۱۷۹)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک ضرب چہرہ کے لیے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔

۸- عن جابر اللہ ضرب بیدیه الارض ضربتہ فمسح بهما وجهه ثم ضرب بهما الارض ضربتہ اخرى فمسح بهما ذراعیہ الی المرفقین - (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے چہرہ کا مسح کیا پھر دوبارہ دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔

۱۲- عن ابراهيم في التيمم قال تضع راحتيك في
الصعيد فتمسح وجهك ثم تضعهما ثانية
فتنفضهما فتمسح يديك وزراعتك الى
المرفقين - (كتاب الآثار للامام ابی حنیفہ بروایت الامام محمد صلا)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے تیمم کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا
اپنے دونوں ہاتھ غلطی پر رکھ کر چہرہ کا مسح کر لو پھر دوبارہ دونوں ہاتھ رکھ
کر جھاڑو اور کھنیوں سمیت دونوں ہاتھوں — کا مسح کر لو۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں۔ پہلی
غرب چہرہ پر مسح کے لیے اور دوسری ضرب دونوں ہاتھوں پر مسح کے لیے نبی علیہ
السلوة والسلام فرما رہے ہیں کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ جلیل القدر صحابہ کرام حضرت
علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابرؓ کے نزدیک بھی تیمم میں دو ضربیں
ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ، زہریؒ، طاؤسؒ، ابراہیم نخعیؒ جیسے اجلۃ تابعین کا فتویٰ
بھی یہی ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ حرام شافعی رحمہ اللہ بھی تیمم میں دو ضربوں ہی قائل ہیں رحمۃ اللہ علیہ
لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تیمم میں صرف
ایک ہی ضرب ہوتی ہے اور کسی حدیث میں دو ضربوں کا ذکر نہیں۔

پہنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں:-

(عرف الجادی ص ۱۱)

”تیمم ایک ضرب بہت بر زمین“

تیمم ایک ضرب ہے زمین پر۔

نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں:-

”وہ احادیث صحیحہ جز ایک ضربہ از برای وجہ و کفین دیگر صحیح نیامد“
(مردور الاظہار ص ۱۱۲)

تیمم احادیث میں چہرہ اور تھیلیوں کے لیے سوائے ایک ضرب کے

۹- عن حبيب الشهيد انه
سمع الحسن سئل عن
التيمم ف ضرب بيديه
على الارض ف مسح بهما
وجهه ثم ضرب بيديه
على الارض ضربته اخرى
ف مسح بهما يديه الى
المرفقين -

حضرت حبیب شہیدؒ نے فرمایا ہے
کہ آپ نے حضرت حسنؒ (بصری)
کو سنا کہ آپ سے تیمم کے بارے
میں سوال کیا گیا آپ نے اپنے دونوں
ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے چہرہ
کا مسح کیا پھر دوبارہ دونوں ہاتھ
زمین پر مارے اور ان سے کھنیوں
سمیت دونوں ہاتھوں کا مسح کیا

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۸)

۱۰- عن ابن طاووس عن
ابيه انه قال التيمم
ضربتان ضربته للوجه
وضربته للذراعين الى
المرفقين -

ابن طاؤسؒ اپنے والد طاؤسؒ سے
روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تیمم
میں دو ضربیں ہوتی ہیں۔ ایک چہرہ
پر چہرہ کے لیے اور ایک کھنیوں سمیت
دونوں ہاتھوں کے لیے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۸)

۱۱- عن الزهري قال
التيمم ضربتان
ضربته للوجه
وضربته للذراعين -

امام زہریؒ فرماتے کہ تیمم میں دو
ضربیں ہوتی ہیں ایک چہرہ
کے لیے اور ایک دونوں ہاتھوں
کے لیے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۸)

اور کچھ نہیں آیا۔

ملاحظہ فرمائیے۔ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام، تابعین عظام سب کہہ رہے ہیں کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں لیکن جو مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب دو نہیں ایک ہے۔ قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی کھلی مخالفت ہے یا موافقت ہے۔

اقتل الحيض واكثره

حيض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت

۱۔ عن ابی امامتہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قتل الحيض ثلاث و اکثره عشر -

(رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط لمجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۸۱)

حضرت ابو امامتہؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

۲۔ عن واثلہ بن الاسقع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقل الحيض ثلث ايام و اکثره عشرة ايام
(دارقطنی ج ۱ ص ۱۹۱)

حضرت واثلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

۳۔ عن انس قال ادنى الحيض ثلث ايام

(رواہ الدارمی ج ۱ ص ۱۸۱، قلت رجالہ سلم اعلم السنن ج ۱ ص ۱۲۷)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن ہے۔

۴۔ عن انس قال ادنى الحيض ثلث ايام
(دارقطنی ج ۱ ص ۱۲۷)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

۵۔ عن الحسن بن عثمان بن ابی العاص الثقفی قال الحائض اذا جاوزت عشرة ايام فہی بمنزلة المستحاضة تغسل وتصلی -

(دارقطنی ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت حسنؓ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حائضہ عورت جب دس سے تجاوز کر جائے تو وہ بمنزلہ مستحاضہ عورت کے ہے غسل کر کے نماز پڑھے گی۔

۶۔ عن سفیان قال اقل الحيض ثلث و اکثره عشر -

(دارقطنی ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت سفیانؓ فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

لیکن ان احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ حیض کی اقل اکثر کوئی مدت متعین نہیں اور نہ ہی تعین مدت پر کوئی دلیل موجود ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں :-

”و در تقدیر اقل و اکثر حیض آنچه بتمسک اردو نیامدہ“

(بدور الابلہ ص ۳۵)

اور حیض کی اقل و اکثر مدت کی تعیین سے متعلق کوئی قابل مسک دلیل نہیں آئی۔
نواب نور الحسن خاں لکھتے ہیں :-

”غیبت مدت برائے اقل و اکثر حیض و در شرع و دلیل از
برائے اقل و اکثر طہر و حیض نیامده۔“
(عرف الجلدی ص ۱۱۱)

اور اقل و اکثر حیض کی کوئی مدت متعین نہیں۔ اور شریعت میں اقل و اکثر
طہر و حیض کے متعلق کوئی دلیل نہیں آئی۔
نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

ولا حد لا قلة و اکثرہ“
(نیل الابرار ص ۴۵)
اقل و اکثر حیض کی کوئی حد نہیں

ایک دوسرے مقام پر نواب صاحب رقمطراز ہیں :-

”اور اس باب میں جو حدیثیں حنفیوں نے روایت کی ہیں وہ سب
موضوع اور باطل ہیں اور صحیح مذہب اہل حدیث کا یہ ہے کہ حیض کی
کوئی مدت متعین نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک عورت کی عادت پر اس کا
انحصار ہے۔“
(تیسیر الباری ص ۱۱۱)

ملاحظہ فرمائیے : احادیث و آثار سے تو حیض کی اقل و اکثر مدت ثابت ہو رہی
ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب حیض کی کوئی مدت متعین نہیں،
قارئین فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

لا یجوز لمس المصحف الا بطہارة

طہارت کے بغیر قرآن پاک کو چھونا جائز نہیں

لا یَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ“ ۵۶۸: ۹۹ نہیں چھوتے اس کو مگر پاک لوگ
۱۔ عن حکیم بن حزام عن ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لما بعثہ والمیا الى الیمن قال لا تمس القرآن
الا و انت طاهر، (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۸۵ دار قطنی ص ۱۱۱)

حضرت حکیم بن حزام سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب انہیں
مین کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ تم قرآن کو نہ چھونا مگر اس حالت میں کہ
تم پاک ہو۔

۲۔ عن عبد اللہ بن عمر عن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال لا یمس القرآن الا طاهر۔

(رواہ الطبرانی فی البکیر والصغیر و رجالہ موثقون مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲)
حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ قرآن کو پاک آدمی کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

۳۔ عن عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم ان فی الکتاب الذی
کتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمر بن حزم
ان لا یمس القرآن الا طاهر، (موطا امام مالک ص ۱۸۵)

حضرت عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے جو خط عمر بن حزم کو لکھا تھا اس میں یہ بات بھی تھی کہ قرآن
کو پاک آدمی کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

۴۔ عن انس بن مالك قال خرج عمر متقلدا السيوف فقتل له انت خنك واخنك قد صبا فانا هما عمر وعندهما رجل من المهاجرين يقتال لخباب وكانوا يفترون طه فقال اعطوني الكتاب عندكم اقرأه وكان عمر يقرأ الكتاب فقالت له اختك انتك رجس ولا يمسه الا المطهرون فقم فاغتسل او توضأ فقام عمر فتوضأ ثم اخذ الكتاب فقرأ طه۔
(دارقطني ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ تلوار لٹکا کر نکلے آپ سے کہا گیا کہ آپ کے تو بہنوئی اور بہن صابی ہو گئے ہیں۔ آپ سیٹھے بہن بہنوئی کے پاس آئے ان کے پاس مہاجرین میں سے ایک صاحب جنہیں خبابؓ کہا جاتا ہے موجود تھے یہ سورۃ طہ پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ کتاب دو جو تم پڑھ رہے تھے میں بھی پڑھوں اور کتاب پڑھنے لگے۔ آپ سے آپ کی بہن نے کہا کہ تم تو ناپاک ہو اور کتاب اللہ کو پاک لوگ ہی چھوتے ہیں اس لیے کھڑے ہو اور غسل یا وضو کرو حضرت عمرؓ اٹھے وضو کیا پھر کتاب لے کر سورۃ طہ پڑھی۔

۵۔ کان اجواسل يرسل خادما وهي حائض الى ابى رزين فتاتى بالمصحف فتمسك به لاقتر۔
(بخاری ج ۱ ص ۲۳۳)

حضرت ابو وائلؓ اپنی خادمہ کو حالت حیض ہی میں حضرت ابو رزینؓ کے پاس بھیجتے تھے اور خادمہ ان کے یہاں سے قرآن مجید ڈوری سے پکڑ کر لاتی تھی۔

آیت کریمہ اور احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ قرآن مجید کو چھونے کے لیے طہارت شرط ہے۔ طہارت (وضو یا غسل) کے بغیر قرآن کو چھونا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے منع فرمایا ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام کا اسی پر عمل ہے اور اسی پر اجماع امت بھی ہے۔ چنانچہ عبدالرحمن الشافعی لکھتے ہیں۔

”ولا يجوز لمس المصحف ولا حمله لمحدث بالاجماع“
(معجم الامم ص ۱۵۱)

اور جائز نہیں ہے قرآن کا چھونا اور اٹھانا بے وضو شخص کے لیے اجماعی طور پر۔

لیکن آیت کریمہ احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ قرآن کو چھونے کے لیے طہارت شرط نہیں ہے۔ طہارت کے بغیر بھی قرآن کو چھو سکتے ہیں۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:-

”وقيل لا يشترط الطهارة لمس المصحف وجزم به الشوكاني وغيره من اصحابنا“
(نزل الابرار ج ۱ ص ۱)

اور کہا گیا ہے کہ قرآن کو چھونے کے لیے طہارت شرط نہیں ہے اسی پر ہمارے اصحاب میں سے شوکانی وغیرہ نے جزم کیا ہے۔ نواب نور الحسن لکھتے ہیں:-

”اگرچہ محدث رامس مصحف جائز باشد“ (عرف المجادی ص ۱۵۱)
اگرچہ بے وضو شخص کے لیے قرآن کو چھونا جائز ہے۔

نے فرمایا کہ یہ رگ سے نکلنے والا خون ہے حیض نہیں ہے اس لیے جب حیض کے دن آئیں تو نماز پھوڑ دے اور جب اندازہ کے مطابق وہ ایام گزر جائیں تو خون کو دھو لے اور نماز پڑھ لے۔

۲۔ عن ابی سعید الخدری — قال

بينا رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي باصحابه اذ خلع ثعلبه فوضعهما عن يساره فلما رأى القوم ذلك القوا نعالهم فلما قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاته قال ما حملكم على التائكم نعالكم قالوا رأيناك القيت ثعلبك فالتينا نعالنا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان جبريل عليه السلام اتان فاخبرني ان فيهما قذرا الحديث۔

(ابوداود ج ۱ ص ۹۵)

حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک آپ نے جوتیاں اتار کر بائیں طرف رکھ دیں صحابہ کرام نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی جوتیاں اتار دیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا کہ تمہیں جوتیاں اتارنے پر کس چیز نے ابھارا؟ صحابہ نے عرض کیا ہم نے آپ کو جوتیاں اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تو جبریل امین نے آکر

خبر دی تھی کہ جوتیوں میں ناپاکی (لگی ہوئی) ہے

آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے

ملاحظہ فرمائیے :- اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام تابعین عظام اللہ مجتہدین سب کہہ رہے ہیں کہ طہارت کے بغیر قرآن مجید کو لکھنا جائز نہیں ہے لیکن ان سب سے ہٹ کر غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب قرآن کو بلا طہارت بھی پھوننا جائز ہے۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے کہ یہ قرآن وحدیث کی کھلی مخالفت ہے یا موافقت؟ یاد رہے کہ غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں داود ظاہری کی تقلید کی ہے کیونکہ وہی قرآن مجید کو بلا طہارت پھوننے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

طهارة الثوب والبدن شرط لصحة الصلوة

کپڑوں کا اور بدن کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کیلئے شرط ہے

وَيَا بَكَ فَطَهِّرْ ۝ ۴۴ - اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھئے۔

۱۔ عن عائشة انها قالت قالت فاطمة بنت

ابی حبیش لرسول الله صلى الله عليه وسلم

يا رسول الله اني لا اطهر اذ ادع الصلوة فقال

رسول الله صلى الله عليه وسلم انما ذلك

عرق وليس بالحيضة فاذا اقبلت الحيضة

فاترك الصلوة فاذا ذهب قدرها فاغسل

عنك الدم وصلي

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابوحبیش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو پاک ہی

نہیں ہوتی تو کیا میں نماز پڑھنی پھوڑ دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

”فَمَنْ صَلَّى مَلًا بِسَالِحَةٍ عَامِدًا فَقَدْ

اخْلَ بَوَاجِبٍ وَصَلَاتٍ صَحِيحَةٍ“ (

جس شخص نے جان بوجھ کر نجاست لگے ہوئے نماز پڑھی اس نے واجب میں خلل ڈالا البتہ نماز اس کی صحیح ہے۔

نیز فرماتے ہیں :-

”وَطَهَارَتِ مَحْمُولٍ وَطَبُوسٍ رَا شَرْطِ صَحْتِ نَازِ كِرْدَانِ كَمَا فِغْنِ نَمِيسِ“

(بدو الاصلۃ ص ۳۹)

نماز کے صحیح ہونے کے لیے اٹھائی ہوئی چیز اور پہنے ہوئے کپڑوں کے پاک ہونے کو شرط قرار دینا مناسب نہیں۔

نواب نور الحسن خان لکھتے ہیں :-

”یا درجامہ ناپاک نماز گزار و نماز شش صحیح ست“ (عرف الجادی ص ۲۲)

ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھی تو اس کی نماز صحیح ہے۔

ملاحظہ فرمائیے :- آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز صحیح ہونے کے لیے کپڑے اور بدن کا پاک ہونا شرط ہے۔ ناپاک کپڑوں میں اور ناپاک بدن سے نماز صحیح نہیں ہوگی۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب مارت کو شرط قرار دینا مناسب نہیں۔ ناپاک لگے ہوئے بھی نماز صحیح ہے۔

قارئین آپ خود فیصلہ فرمائیے یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

طهارة المكان شرط لصحة الصلوة

جگہ کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے

قَسَمُكَ يَا اَللّٰهُ اَبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ اَنْ طَهَرَا

بدن کا پاک ہونا اور کپڑوں کا پاک ہونا ضروری ہے۔ اگر بدن پر اور کپڑوں پر مقدارِ غفو سے زیادہ نجاست لگی رہی اور اسی حالت میں نماز پڑھ لی تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔

آیت کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کپڑوں کے پاک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ صحتِ صلوٰۃ کے لیے کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے۔ اگر ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھی تو صحیح نہیں ہوگی۔

حدیث نمبر ۱۲ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نعلین پہن کر نماز پڑھا رہے تھے۔ جبریل امین تھے اگر اطلاع دی کہ یہ ناپاک ہیں تو آپ نے وہ اتار دیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کپڑوں وغیرہ کا پاک ہونا بھی صحتِ نماز کے لیے شرط ہے ورنہ آپ اپنی جوتیاں نہ اتارتے انہی میں نماز پڑھا تے رہتے۔ رہی یہ بات کہ آپ نے ان جوتیوں میں پڑھی ہوئی نماز کیوں نہیں لوٹائی تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ نجاست تھوڑی ہوگی جو معاف ہے؟

حدیث نمبر ایک سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیشؓ کو بدن سے خون صاف کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے بدن کا نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونا بھی شرط ہے اور اس پر اجماع امت بھی ہے۔

لیکن آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ کے خلاف غیر مقلدین حضرات کا بلا تفریق یہ کہنا ہے کہ اگرچہ بدن پر نجاست لگی ہوئی ہو اور کپڑے بیشک ناپاک ہوں تاہم نماز صحیح ہو جائے گی۔ نماز کے صحیح ہونے کے لیے بدن اور کپڑوں کا پاک ہونا شرط نہیں۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں :-

بَيْتِي لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ، ۱۲۵:۲

اور ہم نے (حضرت) ابراہیم و (حضرت) اسماعیل علیہما السلام کی طرف حکم بھیجا کہ میرے گھر کو خوب پاک رکھا کرو، طواف و اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لیے۔

وَطَهِّرْ بَيْتِي لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ
السُّجُودِ - ۲۶:۲۲

اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھنا۔

۱۔ عن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى
ان يصلي في سبعة مواطن في المزابلة والمجنزة
والمقبرة وقارعة الطريق وفي الحمام
ومعاطن الابل وفوق ظهري بيت الله (تمت ص ۱۳۷)
حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ کوڑے کرکٹ کی جگہ میں جانور
ذبح کرنے کی جگہ میں قبرستان میں، راستہ چلنے کی جگہ میں، حمام
میں، اونٹوں کے بارے میں اور بیت اللہ کی چھت پر۔

۲۔ عن انس بن مالك قال بيئنا نحن في المسجد
مع رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ حياء
اعراب فقام يبول في المسجد فقال اصحاب
رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم قال قال

رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تزيموه
دعوه فتركوه حتى بال ثم ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم دعاه فقال له ان
هذه المساجد لا تصلح لشي من هذا
البول ولا القذر انما هي لذكر الله والصلوة
وقراءة القرآن او كما قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم قال فامر رجلا من القوم
فجاء بدلو من ماء فشد عليه، (مسلم ص ۱۳۸)
حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ مسجد میں تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور کھڑے ہو کر مسجد
میں پیشاب کرنے لگا صحابہ کرام اسے ڈانٹتے ہوئے کھٹے لگے رک جا
رک جا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اس کا پیشاب نہ روکو۔ جانے دو چنانچہ صحابہ کرام نے اسے چھوڑ
دیا حتیٰ کہ اس نے پیشاب کر لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اسے بلا کر فرمایا کہ یہ مسجدیں پیشاب پاخانہ کے لیے نہیں ہوتیں، یہ تو
اللہ کے ذکر، نماز اور قرآن کی تلاوت کے لیے ہیں، یا ایسا ہی کچھ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پھر
آپ نے ایک شخص کو حکم دیا وہ پانی کا ایک ڈول بھر کر لے آیا اور
پیشاب کی جگہ بہا دیا۔

آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ صحت صلاۃ کے لیے
جگہ کا پاک ہونا بھی شرط ہے اگر کسی نے ناپاک جگہ پر نماز پڑھی تو اس کی نماز

صحیح نہیں ہوگی۔

لیکن آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں :-

”و طہارت مکان نماز واجب ست شرط صحت نماز نیست“

بہر الاہلۃ ص ۱۱۱

نماز کی جگہ کا پاک ہونا واجب ہے نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط نہیں ہے۔

نواب نور الحسن خاں لکھتے ہیں :-

”و طہارت مکان نماز واجب ست نہ شرط صحت نماز (عرف النجادی ص ۲۱۱)“

نماز کی جگہ کا پاک ہونا واجب ہے نہ کہ نماز کے صحیح ہونے کی شرط۔

ملاحظہ فرمائیے :- آیات کریمہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے

لیے جگہ کا پاک ہونا بھی ضروری ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ اگر جگہ پاک نہ ہوئی تو

نماز صحیح نہیں ہوگی لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب نماز کے صحیح ہونے کے

لیے جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ناپاک جگہ پر بھی نماز پڑھ لی تو

نماز صحیح ہو جائے گی۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

ستر العورة شرط لصحة الصلوة

ستر کا ڈھانپنا نماز کے صحیح ہونے کیلئے شرط ہے

يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ مِثْلَ مَا كُنْتُمْ لَكُمْ وَارِثِينَ (۳۱:۷)

اے بنی آدم تم اپنی آرائش لے لو ہر نماز کے وقت

۱۔ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم لا تقبل صلوۃ الحائض الا بخمار

(ترمذی ج ۱ ص ۸۱ ابوداؤد ص ۹۲)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جو ان عورت کی نماز اور ٹھہنی کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔

۲۔ عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ رفعہ

لا یقبل اللہ من امرأة صلاة حتی توارى

زیختها ولا جاریۃ بلغت المحیض حتی تختبر

(افرج الطبرانی فی الاوسط ج ۱ ص ۱۲۲)

حضرت عبد اللہ بن ابی قتادہ اپنے والد سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ عورت کی نماز اس وقت تک قبول نہیں فرماتے جب تک کہ

وہ اپنی زینیت نہ چھپالے اور نہ کسی ایسی لڑکی کی نماز قبول فرماتے ہیں

جو کہ بالغ ہو گئی ہو چٹی کہ وہ اوڑھنی اوڑھ لے۔

آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے

ستر ڈھانپنا بھی شرط ہے۔ اگر دوران نماز بلا عذر ستر کھلا رہا تو نماز نہیں ہوگی اسی

پر اجماع امت بھی ہے۔

لیکن آیت کریمہ احادیث مبارکہ اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین

کا کہنا ہے کہ بلا ستر ڈھانپنے نماز کے صحیح نہ ہونے کو ہم نہیں مانتے ستر کھلا ہونے

کے باوجود نماز ہو جاتی ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں :-

”واما آنکہ نماز زن اگرچہ تنہا یا بازمان یا باشوہر یا دیگر محارم باشد

بے ستر تمام عورت صحیح نیست پس غیر مسلم ست۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۹)
 یہی بات کہ عورت کی نماز اگرچہ وہ تہتا ہو یا دوسری عورتوں کے
 ساتھ ہو یا شوہر یا دوسرے محرموں کے ساتھ ہو تو پورے ستر کے
 ڈھانپنے بغیر نماز نہیں ہوتی تو یہ بات ہمیں تسلیم نہیں۔
 نواب نور الحسن خاں لکھتے ہیں :-

”وازی تجاوری یا فسترباشی کہ ہر کہ چیزی از عورتش در نماز نمایاں
 شد یا در جامہ ناپاک نماز گزار و نمازش صحیح ست۔ (عرف الجاہلی ص ۱۱)
 یہیں سے تجھے معلوم ہوگا کہ نمازی کے ستر کا جو حصہ بھی نماز میں کھل
 جائے یا وہ ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھ لے تو اس کی نماز صحیح ہے۔

ملاحظہ فرمائیے : قرآن و حدیث اور اجماع اُمت سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ
 نماز پڑھنے والے کے لیے ستر ڈھانپنا ضروری ہے۔ اگر بلا عذر ستر کھلا رہا تو نماز نہیں
 ہوگی لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب ہم نہیں مانتے کہ بلا ستر نماز نہیں
 ہوتی۔ ستر ڈھانپنے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

فضیلة الاسفار بالفجر

فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھنا افضل ہے

عن عبد الله بن مسعود قال ما رأيت النبي صلى
 الله عليه وسلم صلى صلاة غير ميقاتها
 الا صلاتين تجمع بين المغرب والعشاء (بجمع)
 وصلى الفجر قبل ميقاتها۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۸)

حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز بھی بے وقت پڑھی ہو سوا کے
 دو نمازوں یعنی مغرب اور عشاء کے کہ ان کو آپ نے (مزدلفہ) میں اٹھا
 پڑھا اور فجر کو وقت سے پہلے۔

۲۔ عن رافع بن خديج قال سمعت
 رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اسفروا
 بالفجر فانه اعظم الاجر۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۱)
 حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ فجر کو خوب روشنی میں پڑھو کیونکہ اس
 میں بہت بڑا ثواب ہے۔

۳۔ عن محمود بن لبید عن رجال من قومه من
 الانصار ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
 قال ما اسفرتهم بالصبح فانه اعظم الاجر
 (نسائی ج ۱ ص ۱۱)

حضرت محمود بن لبید نے اپنی قوم کے کئی انصاریوں سے روایت
 کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا روشن کر کے
 تم فجر کو اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔

۴۔ عن بيان قال قلت لانس حدثني يوقت رسول
 الله صلى الله عليه وسلم في الصلوة قال كان
 يصلي الظهر عند دلوك الشمس و يصلي الصي
 بين صلواتيكم الاولى والعصر وكان يصلي المغرب

۸۔ عن علی بن ربیعہ قال سمعت علیاً رضی اللہ عنہ یقول لمؤذنہ اسفرا اسفرا یعنی بصلوۃ الصبح۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص ۵۶۹، مصنف ابن ابی شیبہ

ج ۱ ص ۳۲۱، طحاوی ج ۱ ص ۳۳۴)

حضرت علی بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سنا آپ اپنے مؤذن سے کہہ رہے تھے کہ خوب جالا کر خوب جالا کر مراد یہ تھی کہ صبح کی نماز اُجالے میں پڑھو۔

۹۔ عن جبیر بن نفیر قال صلی بنا معاویۃ الصبح بفلس فقال ابو الدرداء اسفروا بهذه الصلوۃ فانہ افتر لکم انما تريدون ان تخلوا بحوائجکم۔ (طحاوی ج ۱ ص ۳۳۴)

حضرت جبیر بن نفیر فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت معاویہؓ نے فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھائی۔ حضرت ابو الدرداءؓ نے فرمایا اس نماز کو خوب اُجالے میں پڑھو۔ کیونکہ یہ تمہارے لیے زیادہ سمجھداری کی بات ہے تم چاہتے ہو کہ اپنے کام کاج کے لیے فارغ ہو جاؤ۔

۱۰۔ عن مجاہد قال کنت افتود مولای فتیس بن

السائب فیقول ادلکت الشمس فاذا قلت نعم صلی الظهر و یقول هکنا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل و کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی العصر و الشمس بیضاء و کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی المغرب و الصائم

یتمازی ان یفطر و کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الفجر حتی یتغشی النور السماء (رواہ الطبرانی فی المعجم، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۰۵)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے آقا قیس بن سائبؓ کا ہاتھ پکڑ کر لے جاتا تھا۔ آپ فرماتے سورج ڈھل گیا۔ میں کہتا ہاں تو آپ ظہر کی نماز پڑھتے اور فرماتے کہ ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام عصر کی نماز ادا فرماتے تھے اس حال میں کہ سورج بالکل سفید ہوتا اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام مغرب کی نماز ادا فرماتے تھے اس حال میں کہ روزہ وار روزہ افطار کرنے کے متعلق شک میں ہوتا کہ ابھی افطار کرے یا نہ کرے۔

اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام فجر کی نماز ادا فرماتے تھے یہاں تک کہ روشنی آسمان پر چھا جاتی۔

۱۱۔ عن ابراہیم قال ما اجمع اصحاب محمد

علی شئ ما اجمعوا علی التنبؤ بالفجر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۲، طحاوی ج ۱ ص ۳۳۴)

حضرت ابراہیم نخعیؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا کسی چیز پر اتنا اتفاق رائے نہیں ہے جتنا اتفاق نماز فجر کے روشنی میں پڑھنے پر ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ فجر کی نماز اسفار (خواب اُجالے) میں پڑھنا افضل ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا معمول فجر کی نماز کے اسفار ہی میں پڑھنے کا تھا اور آپ نے فجر کی نماز اسفار ہی میں پڑھنے کی تاکید بھی فرمائی ہے اور فجر کی نماز اسفار میں پڑھنے کو بڑے اجر کا باعث بھی بتلایا ہے

آپ نے ایک دفعہ حج کے موقع پر مزدلفہ میں غلَس (اندھیرے) میں نماز پڑھی تو اسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عام معمول کے وقت سے پہلے نماز پڑھنا ذکر فرمایا، اگر آپ کا معمول غلَس میں نماز پڑھنے کا ہوتا تو کبھی بھی حضرت عبداللہ بن مسعود آپ کے مزدلفہ میں غلَس میں نماز پڑھنے کو عام معمول کے وقت سے پہلے نماز پڑھنا نہ نقل فرماتے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوہریرہؓ اور ان کے علاوہ عام صحابہ کرام کا معمول بھی فجر کی نماز اسفار ہی میں پڑھنے کا تھا چنانچہ جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعیؒ کا یہ فرمانا کہ صحابہ کرام جس قدر فجر کی نماز کے خوب روشن کر کے پڑھنے پر متفق تھے اتنا کسی اور پر نہیں تھے اس پر شاہد ہے

لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل، آپ کے تاکید حکم اور عام صحابہ کرام کے معمول کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ فجر کی نماز غلَس (اندھیرے) میں پڑھنا افضل ہے۔

چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

”فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے۔“ (دستور المتقی ص ۸)

غیر مقلدین کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین ہمیشہ غلَس (اندھیرے) میں فجر کی نماز پڑھتے رہے۔“ (فتاویٰ علماء حدیث ج ۲ ص ۵۵)

ملاحظہ فرمائیے :- احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام فجر کی نماز اجاڑے میں پڑھتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی یہی حکم دیا تھا کہ فجر کی نماز اسفار میں پڑھو کیونکہ یہ بڑے اجر کا باعث ہے اور صحابہ کرام

آپ کے کہنے کے مطابق ہی عمل بھی کرتے تھے لہذا فجر کی نماز اسفار ہی میں پڑھنا افضل ہونا چاہیئے لیکن غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نہیں صاحب فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا ہی افضل ہے۔

قارئین ذرا سوچیے کیا اللہ کے نبی اور صحابہ کے عمل کے خلاف کسی عمل میں فضیلت ہو سکتی ہے؟

کیا یہ بات مانی جاسکتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین ہمیشہ غلَس میں نماز پڑھتے رہے؟ کیونکہ اگر یہ بات مان لی جائے تو اس کا مطلب تو نعوذ باللہ یہ ہوگا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و عمل میں مطابقت نہیں۔ دوسروں کو حکم تو دیں کہ اجاڑے میں نماز پڑھو اور خود اندھیرے میں پڑھیں العیاذ باللہ، غیر مقلدین کو اس کی کیا پروا ہے انہیں تو اپنا خود ساختہ مسلک عزیز ہے چاہے جو ہوتا ہے سو ہوتا رہے۔ قارئین کرام آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

تأخیر الظہر فی الصیف وتعجلہا فی الشتاء

ظہر کی نماز گرمیوں میں تاخیر سے اور سردیوں میں جلد ہی پڑھنی چاہیئے

۱۔ عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم اذا کان الحر ابرد بالصلوٰۃ

واذا کان البرد عجل (نسائی ج ۱ ص ۵۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ظہر کی نماز گرمی میں ٹھنڈے وقت میں پڑھتے تھے اور

سردی میں جلدی پڑھ لیتے تھے۔

۲۔ عن ابن سید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابردوا بالظہر فان شدة الحر من فیح جہنم۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت ابو سعید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے بھاپ کی وجہ سے ہوتی ہے۔

۳۔ عن ابن ذر الغفاری قال کتا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فاراد الموزن ان یؤذن للظہر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابرد شم اراد ان یؤذن فقال له ابرد حتی رأینا فیئ التلول فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان شدة الحر من فیح جہنم فاذا اشتد الحر فابرءوا بالصلوة۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۷، مسلم ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ٹھنڈا کر۔ مؤذن نے دوبارہ اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس سے پھر فرمایا ٹھنڈا کر حتیٰ کہ ہمیں ٹیلوں کا سایہ نظر آنے لگا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے ہوتی ہے لہذا جب

گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ ظہر کی نماز گرمیوں میں تاخیر سے پڑھنی چاہیے اور سردیوں میں جلدی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی معمول ہے اور اسی کا آپ نے حکم دیا ہے۔

لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس معمول اور حکم کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز ہر حالت میں (گرمی سردی کے فرق کے بغیر) اول وقت میں پڑھنی افضل ہے چنانچہ۔

ثم قال اللہ امرتہم صابح لکھتے ہیں :-

”نماز ہر حالت میں اول وقت پڑھنی افضل ہے“

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۵۳)

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول ہے کہ آپ ظہر کی نماز سردیوں میں جلدی اور گرمیوں میں تاخیر سے پڑھتے ہیں۔ یہی آپ نے دوسروں کو حکم بھی دیا ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب نماز اول وقت میں پڑھنی افضل ہے۔ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معمول اور آپ کے حکم کے خلاف پڑھنی جانے والی کسی نماز میں افضلیت ہو سکتی ہے ؟

قارئین فیصلہ فرمائیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معمول اور آپ کے حکم کے خلاف کوئی عمل اپنانا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

کراہۃ الصلوۃ فی الاوقات الثلث تین اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے

۱- عن عقبہ بن عامر لجهنی یقول ثلث
ساعات کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ینہانا ان نصلی فیہن او ان نغیر فیہن
موتانا حین تطلع الشمس بازغتر حتی ترتفع
وحین یقوم قاسم الظہیرۃ حتی تمیل
الشمس و حین تضيف الشمس للغروب
حتى تغرب - (مسلم جلد اول ص ۲۷۷)

حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ہمیں منع فرماتے تھے تین اوقات میں نماز پڑھنے سے بھی اگر مردوں کو فتنانے
سے بھی۔ ایک تو جب سورج طلوع ہو رہا ہو یہاں تک کہ بلند
ہو جائے۔ دوسرے جس وقت کہ ٹھیک دوپہر ہو جب تک
زوال نہ ہو جائے۔ تیسرے جس وقت سورج ڈوبنے لگے جب
تک کہ پورا ڈوب نہ جائے۔

مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ تین اوقات ایسے ہیں جن میں کوئی بھی نماز
جائز نہیں نہ فرض نہ واجب، نہ سنت نہ نفل - (۱) طلوع آفتاب (۲) زوال
آفتاب (۳) غروب آفتاب - حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان اوقات میں
نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور کسی نماز اور کسی دن کو اس ممانعت سے فاسد

نہیں کیا۔

لیکن اس صحیح صحیح فروع حدیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تحیۃ المسجد
ان تینوں اوقات میں اور مطلق نوافل جمعہ کے دن زوال کے وقت پڑھنے
جائز ہیں۔ چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

”ومنها تحیۃ المسجد..... وہی
مشروعۃ فی جمیع الاوقات حتی فی الاوقات
المنہی عن الصلوۃ فیہا“ الخ

(نزل الابرار ج ۱ ص ۱۲۷)

انہیں میں سے تحیۃ المسجد بھی ہے اور یہ تمام اوقات میں جائز ہے
حتی کہ بن اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اُن میں بھی،
ثناء اللہ امر تسری صاحب لکھتے ہیں:-

”مگر زوال کے وقت جمعہ کے روز نفل وغیرہ پڑھتی جائز ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۲۲)

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام تو فرما رہے ہیں کہ تین اوقات
میں کوئی کسی بھی نماز نہ پڑھنا۔ ان اوقات میں نماز جائز نہیں لیکن غیر مقلدین کہہ رہے
ہیں کہ نہیں صاحب نوافل پڑھ لینے چاہئیں وہ جائز ہیں۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ایک چیز کو منع
کر دینے کے بعد اس کے کرنے کا فتویٰ دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

عدم جواز الجمع بین الصلوتین بغیر عذر

بلا عذر دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا جائز نہیں

حَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ ۖ ۲ : ۱۳۸
محافظت کرو سب نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی۔

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا ۖ ۴ : ۱۳۸
بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقررہ وقتوں میں۔

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۖ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۖ ۱۰۴ : ۲-۵
پھر خرابی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔

۱- عن عبد الله قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم
يصلی الصلوة لوقتها الا بجمع وعرفات۔

(نئی ج ۲ ص ۳۱)

۲- حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وقت پر پڑھتے تھے سوائے مزدلفہ اور عرفات کے
عن عبد الله قال ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى صلاة الا لميقاتها الا
صلا تين صلاة المغرب والعشاء بجمع وصلى
الفجر يومئذ قبل ميقاتها۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۱)
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دیکھا نماز وقتوں پر پڑھتے دیکھا سوائے
دونمازوں یعنی مغرب و عشاء کے مزدلفہ میں اس دن آپ نے
فجر کی نماز وقت (معتاد) سے پہلے پڑھی۔

۳- عن عثمان بن عبد الله بن موهب قال سئل
ابو هريرة رضي الله عنه ما التفريط في الصلوة
قال ان تؤخر حتى يجيئ وقت الاخرى۔
(طحاوی ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ نماز میں تفريط (قصور)
کا کیا مطلب ہے، آپ نے فرمایا کہ نماز کو اس قدر تاخیر سے پڑھے
کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

۴- عن ابی قتادة (في حديث طويل) ان رسول الله صلى
الله عليه وسلم قال اما انت، ليس في النوم تفريط
انما التفريط على من لم يصل الصلوة حتى يجيئ
وقت الصلوة الاخرى، الحديث۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۱۱)
حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تاخیر وارغیند میں کوئی تفريط نہیں ہے، تفريط
اس شخص کی طرف سے ہے جو نماز نہ پڑھے، حتیٰ کہ دوسری نماز
کا وقت آجائے۔

۵- عن ابی ذر قال قال لي رسول الله صلى الله عليه
وسلم كيف انت اذا كانت عليك امراء يؤخرون
الصلوة عن وقتها او يميئون الصلوة عن وقتها

قال قلت فما تأمرني قال صل الصلوة لوقتها فان ادركتها معهم فصل فانها لك نافلة۔

(مسلم ج ۱ ص ۱۳۱)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا کہ (اے ابو ذر) تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جبکہ تمہارے حکمران ایسے ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے یا نماز کو مار کے پڑھیں گے۔ حضرت ابو ذر فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ پھر میرے لیے آپ کا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا تم نماز کو اس کے وقت پر پڑھ لینا، پھر اگر ان کے ساتھ بھی نماز مل جائے تو پھر پڑھ لینا کہ وہ تمہارے لیے نفل ہو جائیں گے۔

۶۔ عن طاؤس عن ابن عباس قال لا يقوت صلوة

حتى يجيئ وقت الاخرى، (طحاوی ج ۱ ص ۱۳۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز اس وقت (قضا) ہوتی ہے، جب دوسری نماز کا وقت آجائے۔

۷۔ عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم

قال من جمع بين الصلوتين من غير عذر

فقد افترى با بامن الكيائث۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۳۱، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۴۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے بغیر کسی عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھا وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے میں داخل ہوا۔

داخل ہوا۔

۸۔ قال محمد بن بلعنا عن عمر بن الخطاب انه كتب في الآفاق ينهاهم ان يجمعوا بين الصلوتين ويخسهم ان الجمع بين الصلوتين في وقت واحد كبيرة من الكبائر۔ (موطا امام محمد ص ۱۳۱)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت عمر بن خطابؓ کے متعلق یہ روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے تمام اطراف میں یہ لکھ بھیجا تھا کہ لوگ دو نمازیں اکٹھی کر کے نہ پڑھیں اور انہیں اطلاع دی تھی کہ ایک وقت میں اکٹھی دو نمازیں پڑھنا کناہ کبیرہ ہے۔

۹۔ عن ابی موسیٰ انه قال الجمع بين الصلوتين

من غير عذر من الكبائر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۱)

حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ بغیر عذر کے دو نمازوں کو اکٹھے پڑھنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

۱۰۔ عن ابی قتادة العدوي ان عمر كتب الى عامل

له، ثلاث من الكبائر الجمع بين الصلوتين الا

من عذر والفرار من الزحف، والنهي۔

(بیہقی ج ۳ ص ۱۳۱، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۴۵)

حضرت ابو قتادہ عدویؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ایک عامل کو لکھا کہ تین چیزیں کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔ بغیر عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنا، لڑائی سے بھاگنا اور لوٹنا۔

۱۱۔ عن قتادة عن ابی العالیتر ان عمر كتب الى

ابی موسیٰ، واعلم ان جمعاً بين الصلوتين

من الکبائر الا من عذر۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۵۲)
حضرت ابو العالیہ الریاضیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت
ابو موسیٰ اشعریؒ کو لکھا کہ جان لیجئے کہ بغیر عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنا
کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

۱۲۔ عن ابی بن عبد اللہ قال جاءنا کتاب عمر بن
عبد العزیز لا تجمعوا بین الصلوتین الا من عذر،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۸)
حضرت ابی بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا
خط پہنچا (جس میں یہ تھا) کہ دو نمازوں کو بغیر عذر کے اکٹھے نہ پڑھو۔

آیات کریمہ اور احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ حج کے موقع پر مزدلفہ
اور عرفات کے علاوہ بغیر کسی عذر شرعی کے دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا جائز نہیں
کیونکہ آیات کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ نمازوں کے اوقات مقرر ہیں، انکی محافظت
واجب ہے اور انکی خلاف ورزی باعث عذاب ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
خود ہمیشہ نماز اپنے وقت پر پڑھا کرتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی اسی کی تاکید فرماتے
تھے، آپ نے بغیر کسی عذر شرعی کے دو نمازوں کے اکٹھا کر کے پڑھنے کو گناہ کبیرہ
قرار دیا۔ یہی صحابہ کرام کا موقف تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنی مملکت کے اطراف
وکناف میں لکھ بھیجا تھا کہ دو نمازوں کو اکٹھا کر کے نہ پڑھا جائے، دو نمازوں کو
اکٹھا کر کے پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؒ اور حضرت عثمان
عبد العزیزؓ کا کہنا بھی یہی تھا کہ دو نمازوں کو بغیر کسی عذر شرعی کے اکٹھا کر کے پڑھنا
گناہ کبیرہ ہے۔

لیکن آیات کریمہ اور احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ

جمع بین الصلوتین دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا، حقیقتاً جمع کر کے پڑھا جائے
یا صورتاً جمع کر کے پڑھا جائے۔ بہر دو صورت جائز ہے چاہے کوئی عذر ہو یا نہ ہو
عذر بھی عام ہے، دینی ہو یا دنیاوی۔
چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

”و يجوز الجمع بين صلوتي الظهر والعصر
وكذا بين المغرب والعشاء جمع تقديم او
تاخير بسفر او عذر او مرض او حاجة من
حوائج الدنيا والآخرة“ (نزل الابراج ص ۵۷)

ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازوں کو اکٹھے کر کے پڑھنا جائز ہے
خواہ جمع تقدیم ہو یا تاخیر سفر میں، یا عذر کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ
سے، یا دینی و دنیوی کاموں میں کسی کام کی وجہ سے۔
مزید لکھتے ہیں۔

”الجمع بين الصلوتين من غير عذر ولا سفر ولا
مطرح جائز عند اهل الحديث، والتفريق افضل
واشترط بعضهم ان لا يتخذه عادة ورواه
الامامية في كتبهم عن العترة الطاهرة“

(ہدیۃ المہدی ج ۱ ص ۱۰۹)

اہل حدیث کے نزدیک بغیر کسی عذر بغیر کسی سفر اور بغیر بارش کے
بھی دو نمازوں کو اکٹھے پڑھنا جائز ہے، تفریق افضل ہے، بعضوں نے
یہ شرط لگائی ہے کہ لوگ اسے عادت نہ بنالیں اور جمع بین الصلوتین
کو امامیہ نے اپنی کتابوں میں آل پاک سے روایت کیا ہے۔

فٹ بال کھیلنے کیلئے جمع بین الصلوٰتین

قارئین کرام غیر مقلدین کے یہاں جمع بین الصلوٰتین کے لیے کسی عذر کی ضرورت تو دور رہی کھیل کود اور دنیاوی نوکری کی وجہ سے بھی جمع بین الصلوٰتین جائز ہے ذیل میں ثناء اللہ امرتسری صاحب کے دو فتوے ذکر کیے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔
سوال : — فی زمانہ کثرت سے رواج ہے کہ مسلم حصول انعام کے لیے مثلاً ٹاپ شلڈ فٹ بال کھیل کر رہے ہیں اور کھیلنے کے باعث عصر و مغرب کی نماز ترک کر دیتے ہیں، پر قضا نماز پڑھ لیتے ہیں کیا یہ جائز ہے۔

(محمد مصطفیٰ)

جواب :- نماز قضا کر کے پڑھنا بلا وجہ اچھا نہیں ہے کھیلنے والوں کو چاہیئے کہ پہلے افسروں سے تصنیہ کر لیں، کہ نماز کے وقت کھیل کود کو چھوڑ دیں گے وہ اگر نہ مانیں تو ظہر کے ساتھ عصر ملا لیں، یا عصر کے ساتھ ظہر ملا کر جمع پڑھ لیں۔
(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۳۱)

نوکری کے لیے جمع بین الصلوٰتین

سوال :- مجھے نوکری کے باعث ظہر کے وقت ہمیشہ کی فرصت رہتی ہے اور عصر میں فرصت نہیں ملتی۔ کیا ظہر کے ساتھ عصر ملا کر پڑھنے کی اجازت ہے

(محمد عبدالحفیظ)

جواب :- واقعی اگر وقت عصر نہیں ملتا تب ظہر کے ساتھ عصر جمع کر لیا کریں۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۳۱)

ملاحظہ فرمائیے :- یہ غیر مقلدین کا قرآن و حدیث پر عمل، قرآن کہہ نا

ہے کہ ہر نماز کا ایک وقت مقرر ہے، نماز کی محافظت ضروری ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر نماز اپنے وقت پر پڑھتے تھے، اسی کی صحابہ کرام کو تاکید فرماتے تھے۔ اور بلا عذر دو نمازوں کے اکٹھا پڑھنے کو آپ گناہ کبیرہ قرار دے رہے ہیں، اسی پر صحابہ کرام کا عمل ہے۔

لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب، جمع بین الصلوٰتین بالکل جائز ہے۔ عذر وغیرہ کی قید کی بھی ضرورت نہیں۔ عذر ہو یا نہ ہو، حتیٰ کہ اگر کھیل کود اور دنیاوی نوکری کی مصروفیت ہو تب بھی جائز ہے۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

تثنیۃ الاقامة

اقامت کے کلمات دو دفعہ کہے جائیں،

۱۔ من عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ قال حدثنا اصحاب

رسول الله صلى الله عليه وسلم ان عبد الله

بن زيد الانصاري جاء الى النبي صلى الله عليه

وسلم فقال يا رسول الله رأيت في المنام كأن

رجلا قدام و عليه بردان اخضران على جذمة

حائط فاذن مشئى و اقام مشئى و قعد قعدة

قال فسمع ذلك يادل فقام فاذن مشئى و اقام

مشئى و قعد قعدة (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۳۱)

حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے صحابہ نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ

اللہ غیریٹ پڑھتے۔

۶۔ عن عبد الجبار بن واسئل عن ابيه انه ابصر النبي صلى الله عليه وسلم حين قام الى الصلوة رفع يديه حتى كانتا يحاذيان منكبيه وحاذى بابهاميه اذ نير شم كبر، (ابوداود ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھائے اور انگوٹھے کانوں کے برابر کئے پھر اللہ اکبر کہا۔

۷۔ عن عبد الجبار بن واسئل عن ابيه انه رأى النبي صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوة رفع يديه حتى تكاد ابهاماه تحاذى شحمة اذنيه،

(نہائی ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو آپ نے دونوں ہاتھ اس قدر اٹھائے کہ دونوں انگوٹھے کانوں کی نوک کے برابر ہو گئے۔

۸۔ عن واسئل بن حجر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا واسئل بن حجر اذا صليت فاجعل يديك حذاء اذنيك والمرأة تجعل يديها حذاء ثدييها،

(معجم طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۱۸۰)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے وائل بن حجر جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ، اور عورت اپنے دونوں ہاتھ پستانوں تک اٹھائے۔

۹۔ عن واسئل بن حجر اني رأيت النبي صلى الله عليه وسلم رفع يديه حين دخل في الصلوة كَبَّرَ وَصَفَ هَمَامَ حَيْثَا اذنيه، الحديث (مسلم ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ نے نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہا، (حدیث کے راوی ہمام کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھائے تو کانوں تک اٹھائے۔)

۱۰۔ عن مالك بن الحويرث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا كَبَّرَ رفع يديه حتى يحاذى بهما اذنيه، وفي رواية عنه حتى يحاذى بهما فروع اذنيه، (مسلم ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے انہی سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کانوں کے اوپر کے حصے تک ہاتھ اٹھاتے۔

مذکورہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ مردوں کے لیے تکبیر تحریمہ کئے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا مسنون ہے کیونکہ اول تو حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا عام معمول مبارک یہی تھا۔ دوسرے آپ نے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانے کا حکم بھی دیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۸ سے واضح ہے۔ تیسرے اس طرح کانوں تک ہاتھ اٹھانے سے اس باب میں وارد تمام احادیث پر عمل ہو جاتا ہے، چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

”وذكر الطيبي ان الشافعي حين دخل مصر سئل عن كيفية رفع اليدين عند التكبير فمتاله يرفع المصلي يديه بحيث يكون كفاه حذاء منكبيه وابهاماه حذاء شحمتي اذنيه واطراف اصابعه حذاء فروع اذنيه لانه جاء في رواية يرفع اليدين الى المنكبين وفي رواية الى الاذنين وفي رواية الى فروع الاذنين فعمل الشافعي بما ذكرنا في رفع اليدين جمعاً بين الروايات الثلاثة“

(مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۲۵۴)

علامہ طیبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ جس وقت امام شافعیؒ مصر تشریف لائے تو آپ سے سوال ہوا کہ تکبیر تحریمیہ کے وقت ہاتھ کیسے اٹھائے جائیں؟ آپ نے فرمایا کہ نمازی اپنے دونوں ہاتھ اس طرح سے اٹھائے کہ اس کی دونوں ہتھیلیاں تو کندھوں کے برابر ہو جائیں اور انگوٹھے کانوں کی نوک کے برابر ہو جائیں اور انگلیوں کے پوروے کانوں کے اوپر کے حصے کے برابر ہو جائیں۔ کیونکہ ایک روایت میں کندھوں تک اٹھانے کا ذکر ہے، دوسری میں کانوں تک اور تیسری میں کانوں کے اوپر کے حصے تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ پس امام شافعیؒ نے تینوں روایات پر عمل کرنے کے لیے تکبیر تحریمیہ کہتے وقت

رفع یدین میں ہمارے مذکورہ طریقہ کے مطابق عمل کیا۔

لیکن مذکورہ تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ ہاتھ کندھوں تک اٹھانے چاہئیں۔

چنانچہ خالد گرجا بھی صاحب لکھتے ہیں :-

”اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائیے“

(صلاة النبي ص ۱۵۲)

امام خان نوشہروی لکھتے ہیں :-

”تکبیر کے وقت دونوں ہاتھ کندھوں تک یا ذرا اور اوپر اٹھانا“

(المحدث کے دس مسئلے ص ۱۸)

ملاحظہ فرمائیے : احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ تکبیر تحریمیہ کہتے وقت وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانے چاہئیں۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ کندھوں تک اٹھانے چاہئیں۔ اور عملاً وہ کندھوں تک ہی اٹھاتے ہیں۔ قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

السنة في الصلوة وضع اليدين تحت السرة
نمازیں دونوں ہاتھ ، ناف کے نیچے باندھنا مستحب

۱۔ ابن خبیر نا حجاج بن حسان قال سمعت ابا محبلز او سألته قال قلت كيف يضع قال يضع باطن كف يمينه على ظاهر كف شماله ويجعلهما اسفل من السرة، (مصنف ابن أبي شيبة ج ۱ ص ۳۹۱)

حجاج بن حسان فرماتے ہیں کہ میں نے ابو محبلز سے سنا، یا ان سے

پوچھا کہ نمازیں ہاتھ کیوں کر باندھے جائیں؟ انہوں نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ کی پتھیلی کے اندر کے حصہ کو بائیں ہاتھ کی پتھیلی کے اوپر کے حصہ پر رکھے اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے۔

۲۔ عن ابراہیم قال يضع يمينه على شماله في الصلوة تحت السرة ، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۱)
حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ نمازی نمازیں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

۳۔ عن ابراہیم النخعي انه كان يضع يده اليمنى على يده اليسرى تحت السرة - (كتاب تلک آثار الامام ابی حنیفہ جواریطہ)
حضرت امام نخعی سے مروی ہے کہ وہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

۴۔ عن علمتمة بن واسل بن حجر عن ابيه قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم وضع يمينه على شماله في الصلوة تحت السرة

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۱)

حضرت علقمہ بن وائل اپنے والد وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

۵۔ عن ابی جحيفة ان عليا قال من السنة وضع الكف على الكف في الصلوة تحت السرة ،

(ابوداؤد سننہ ابن الاعرابی ص ۳۸ ، بیہقی ج ۲ ص ۳۱)

حضرت ابو جحیفہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز میں پتھیلی پر پتھیلی ناف کے نیچے رکھنا مستحسن ہے۔

۶۔ عن ابی واسل قال قال ابو هريرة رضي الله عنه اخذ الاكف على الاكف في الصلوة تحت السرة .

(ابوداؤد سننہ ابن الاعرابی ص ۳۸ ، بیہقی ج ۲ ص ۳۱)

حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں پتھیلیوں کو پتھیلیوں پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

۷۔ عن علي — قال ثلثت من اخلاق الانبياء تعجيل الافطار وتأخير السجود ووضع الاكف تحت السرة في الصلوة (منتخب كنز العمال ج ۱ ص ۲۵۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق میں سے ہیں۔ (۱) افطار جلدی کرنا۔ (۲) سحری دیر سے کھانا۔ (۳) پتھیلی کو پتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا۔

۸۔ عن انس — قال ثلث من اخلاق النبوة تعجيل الافطار وتأخير السجود ووضع اليد اليمنى على اليسرى في الصلوة تحت السرة -

(المسلم ابن حزم ج ۲ ص ۳۰۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں۔ (۱) افطار جلدی کرنا۔ (۲) سحری دیر سے کھانا۔ (۳) اور دوران نماز دایاں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

۹۔ ذكر الأثرم : قال حدثنا أبو الوليد الطيالسي قال حدثنا حماد بن سلمة عن عاصم الجحدري عن علقمة بن صهيبان سمع عليا يقول في قول الله عز وجل " فصل لربك وانحر " قال وضع اليمنى على اليسرى تحت السرة ،

(التفهيد ج ۲ ص ۲۰)

حضرت علقمہ بن صہبان فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد فصّل لربک وانحر کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھئے۔

قال ابن المنذر — "وبه قال سفیان الثوری واسحق
وقال اسحق: تحت السرة اقوی فی الحدیث، واقرب الی التواضع"
(الادسطح ۳ ص ۹)

علامہ ابن المنذر (م: ۳۱۸ھ) فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری اور اسحق بن
راہویہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اسحق بن راہویہ کا کہنا ہے کہ ناف کے نیچے
ہاتھ باندھنا حدیث کی رو سے انتہائی قوی اور تواضع کے انتہائی قریب ہے۔
قال ابن قدامہ الحنبلی:

"وروی ذالک عن علی والجب ہريرة والی مجلز
والنخعی والثوری واسحق لما روی عن علی انه قال
من السنة وضع الیمن علی الشمال تحت السرة
رواه الامام احمد وابوداؤد وهذا ینصرف الی
سنة النبی صلی اللہ علیہ وسلم" (المنہج ص ۱۷۷)

ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں۔
ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایت حضرت علیؓ، حضرت ابوہریرہؓ،
حضرت ابو مجلزؓ، ابراہیم نخعیؓ، سفیان ثوریؓ اور اسحق بن راہویہؓ سے
مروی ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت میں سے
ہے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ناف کے نیچے، روایت کیا
اس حدیث کو امام احمد بن حنبلؓ اور ابو داؤدؓ نے، اور سنت سے
مراد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ دوران نماز ہاتھوں کو ناف کے
نیچے باندھنا سنون ہے، کیونکہ حضرت وائلؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو ناف کے نیچے ہی ہاتھ باندھے ہوئے دیکھا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ
ناف کے نیچے ہی ہاتھ باندھنے کو سنت قرار دے رہے ہیں۔ حضرت انس
رضی اللہ عنہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو اخلاق نبوت میں سے شمار کر رہے
ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور جلیل القدر تابعین حضرت ابو مجلزؓ اور

حضرت ابراہیم نخعیؓ اسی پر فتویٰ دے رہے ہیں، حضرت سفیان ثوریؓ اور
اسحق بن راہویہؓ اور ان جیسے دیگر بہت سے اکابر اسی کو اپناتے ہیں۔
حدیث اسحق بن راہویہؓ اسی کو حدیث کی رو سے انتہائی قوی اور تواضع کے انتہائی
قریب بتلاتے ہیں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہاتھ سینے
پر باندھنے چاہئیں اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا مناسب ہے اور ناف کے
نیچے ہاتھ باندھنے کی دلیل بھی کوئی نہیں ہے۔

چنانچہ پونس و ہوی صاحب لکھتے ہیں:-
"دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے پونچے پر رکھ کر سینہ پر ہاتھ
باندھے۔" (دستور امتعی ص ۹)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:-

"و یضع الیمنی علی الیسری ثم یضعهما
علی صدورہ وهو المختار۔" (نزل الابراج ص ۷۷)
اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے پھر دونوں کو سینہ پر رکھے یہی
مختار مذہب ہے۔
مولوی خالد گرجا لکھتے ہیں:-

"مذکورہ طریقہ کے مطابق سینہ پر ہاتھ باندھنا ہی صحیح احادیث سے
ثابت ہوتا ہے۔ زیر ناف ہاتھ باندھنا ویسے ہی نامناسب معلوم
ہوتا ہے، نیز زیر ناف ہاتھ باندھنے کی دلیل بھی کوئی نہیں۔"

(صلوٰۃ النبوی ص ۷۷)

حکیم فیض عالم صاحب اس عمل پر استہزاء کرتے ہوئے یوں گوہر افشانی کرتے
ہیں:-

"یہاں ایک لطیفہ یاد آیا ہے کہ خلفاء بنی عباس میں سے ہارون کا
ایک نماز میں آزار بند کھل گیا اور اس نے سینے سے ہاتھ نیچے کر کے
آزار بند کبھال لیا، نماز سے فراغت کے بعد مقتدیوں نے حیرانی

سے ہارون الرشید کے اس فعل کو دیکھا، قاضی ابو یوسف صاحب
نے فتویٰ دیا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہی صحیح ہے۔

(اختلاف امت کا المیہ ص ۷۷)

ملاحظہ فرمائیے :- جو عمل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول ہے جسے
حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت قرار دے رہے ہیں
جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ اخلاق نبوت میں سے شمار کر رہے ہیں جس پر
صحابہ و تابعین اور اکثر ائمہ کا عمل ہے وہ تو غیر مقلدین کے یہاں نامناسب عمل
ہے، اس کی انہیں کوئی دلیل بھی نہیں ملتی اور اس کا مذاق اڑانے سے بھی نہیں
چوکتے اور جو عمل (سینہ پر ہاتھ باندھنا) صحاح ستہ وغیرہ کی احادیث میں کسی بھی صحیح
حدیث ثابت نہیں جس پر ائمہ اربعہ میں سے کسی کا بھی عمل نہیں اور جو اجماع امت کے
خلاف ہے وہ ان کے یہاں مسنون و مختار ہے۔

یاد رہے کہ ائمہ اربعہ (حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت
امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ) میں سے کوئی امام بھی سینہ پر ہاتھ
باندھنے کا قائل نہیں۔ کیونکہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور مشہور روایت کے مطابق
امام احمد بن حنبلؒ اور ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ تینوں ناف کے نیچے
ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔ امام مالکؒ مشہور روایت کے مطابق ارسال (ہاتھ
پھوڑنے) اور امام شافعیؒ ایک دوسری روایت کے مطابق ناف کے اوپر
سینہ کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔

محمد بن عبد الرحمن الشافعی رقمطراز ہیں :-

”واجمعوا علیٰ انہ لیسن وضع الیمین علی الشمال
فی الصلوٰۃ الا فی روایۃ عن مالک وہی المشہور“

انہ یرسل یدیه ارسالا وقال الا وزاعی
التخییر واختلفوا فی محل وضع الیدین فمتال
ابو حنیفۃ تحت السرة وقال مالک والشافعی
تحت صدرہ و فوق سرته و عن احمد روایتان
اشهرهما وہی التي اختارها الخرقی کمذہب
ابی حنیفۃ۔ (رحمۃ الامۃ فی اختلاف الامۃ ص ۷۷)

فقہاء کرام نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ دوران نماز وائیں ہاتھ
کو بائیں ہاتھ پر رکھنا سنون ہے الا یہ کہ امام مالکؒ سے ایک
روایت میں جو کہ مشہور روایت ہے یہ ہے کہ نمازی ارسال کرے گا
امام اور اسی فرماتے ہیں کہ نمازی اختیار ہے (باندھے یا نہ باندھے)
البتہ ہاتھ رکھنے کی جگہ کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام
ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ ناف کے نیچے باندھے، امام مالکؒ اور
امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ سینہ کے نیچے ناف کے اوپر باندھے
جائیں۔ امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں مشہور روایت جسے امام حنفیؒ
نے بھی اپنایا ہے، امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے مطابق ہے (یعنی
ناف کے نیچے باندھنا)

یہی وجہ ہے کہ امام ترمذیؒ نے بھی جو کہ عام طور پر ترمذی شریعت میں فقہاء کے
مسائل بھی ذکر کرتے ہیں۔ ہاتھ باندھنے کے متعلق صرف دو مسلک ذکر کئے ہیں
ایک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا دوسرا ناف کے اوپر۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں :-

”ورأی بعضهم ان یمنعہما فوق السرة ورأی بعضهم“

ان يضعهما تحت السرة وكل ذلك واسع عندهم
(ترمذی ج ۱ ص ۹۵)

بعض اہل علم کی رائے ہے کہ دونوں ہاتھ ناف سے اوپر رکھے اور بعض کی رائے ہے کہ ناف کے نیچے رکھے اور محدثین کے نزدیک یہ سب جائز ہیں۔
علامہ ابن قیم حنبلیؒ کی تحقیق
علامہ ابن قیم حنبلیؒ شاگرد رشید علامہ ابن تیمیہؒ کی تحقیق بھی ملاحظہ فرماتے ہیں وہ لکھتے ہیں :-

”واختلف في موضع الوضع فعنه فوق السرة وعنه تحتها وعنه ابوطالب سألت احمد ابن يزنعة اذا كان يصلي قبال على السرة او اسفل وكل ذلك واسع عنده ان وضع فوق السرة او عليها او تحتها، على رضى الله عنه من السنة في الصلاة وضع الاكف على الاكف تحت السرة عمرو بن مالك عن ابي الجوزاء عن ابن عباس مثل تفسير على الاكف غير صحيح والصحيح حديث على قبال في رواية المزني اسفل السرة بقليل ويكره ان يجعلها على الصدر وذلك لما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم انه نهى عن التكفير وهو وضع اليد على الصدر“
(بدائع الفوائد ج ۳ ص ۹۱)

دوران نماز ہاتھ باندھنے کی جگہ میں اختلاف ہے۔ امام احمد سے ایک استناف کے اوپر باندھنے کی ہے۔ ایک ناف کے نیچے باندھنے

کی ہے۔ ایک روایت آپ سے وہ ہے جو ابوطالب نے ذکر کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا کہ نماز پڑھتے ہوئے ہاتھ کہاں رکھے۔ آپ نے فرمایا ”ناف کے اوپر یا نیچے رکھے“ اور آپ کے نزدیک سب جائز ہے چاہے ناف سے اوپر رکھے، چاہے ناف پر رکھے اور چاہے ناف سے نیچے رکھے۔ حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ تھیلیوں پر تھیلیوں کو ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے عمرو بن مالک نے بروایت ابوالجوزاء حضرت ابن عباسؓ سے حضرت علیؑ کی تفسیر کے مانند روایت کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے، صحیح حضرت علیؑ کی حدیث ہے۔ امام مزنیؒ کی روایت کے مطابق امام احمدؒ کا یہ فرمان ہے کہ ناف سے تھوڑا نیچے باندھے، اور سینہ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے اس لیے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے تکفیر سے منع فرمایا ہے اور تکفیر سینہ پر ہاتھ رکھنے کو کہتے ہیں۔

قارئین کرام : غیر مقلدین حضرات جب کوئی عمل اختیار کرتے ہیں تو چاہیے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو، اسے ثابت کرنے کے لیے دروغ گوئی سے بھی گریز نہیں کرتے چنانچہ مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کا کہنا ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیثیں بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :-

”سینہ پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری و مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں۔“
(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۲۲۳)

اگر کوئی غیر مقلد بہت کر سکے تو ہمیں بخاری و مسلم سے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایات تو درکنار صرف ایک روایت ہی دکھلا دے، لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی غیر مقلد بھی قیامت تک بخاری و مسلم سے یہ نہیں دکھا سکتا۔

ایک بھوٹ مولوی یوسف جے پوری کا ملاحظہ فرمائیے وہ لکھتے ہیں :-
 ”ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین ضعیف
 ہے۔ ہدایہ ج ۱ ص ۳۵۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث
 مرفوع نہیں۔ وہ قول حضرت علیؑ سے ہے اور ضعیف مشرح (وقایہ)
 ص ۹۲، حضرت مرزا مظہر جان جاناں مجددی حنفی سینہ پر ہاتھ باندھنے
 کی حدیث کو بسبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے
 پر ہاتھ باندھتے تھے۔ (مقدمہ ہدایہ ج ۱ ص ۳۵ و ص ۳۵۱،
 حقیقت الفحص ۱۹۳)

بعینہ ہی بھوٹ فیض عالم صدیقی صاحب نے بولابے ملاحظہ ہوا اختلاف امت کا
 المیہ ص ۹۶۔ اسی بھوٹ کا اعادہ خالد گرجا کھی صاحب نے کیا ہے ملاحظہ ہو
 صلاة النبی ص ۱۵۔

قارئین کرام۔ ہم نے ان حوالوں کی تلاش میں شرح وقایہ، ہدایہ، مقدمہ
 ہدایہ ساری کی ساری چھان ماریں لیکن یہ حوالے ہمیں نہ مل سکے۔ اس لیے
 ہم ان حوالوں کو جھوٹا سمجھنے پر مجبور ہیں۔ اور ان حوالوں کا جھوٹا ہونا اس ایک
 بات سے ہی واضح ہو جاتا ہے کہ ان حوالہ دینے والوں نے حضرت مرزا مظہر
 جان جاناں کا حوالہ مقدمہ ہدایہ میں دیا ہے۔

حالانکہ صاحب ہدایہ کی وفات ۱۲۹۳ھ میں ہوئی ہے اور حضرت مرزا
 مظہر جان جاناں کی وفات ۱۱۹۵ھ میں ہوئی۔ اس لحاظ سے صاحب ہدایہ اول
 حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے زمانہ میں پانچ سو سال کا فرق ہوا۔ سوال یہ ہے
 کہ پانچ سو سال بعد کے بزرگ کا ذکر مقدمہ ہدایہ میں کیسے آگیا ؟
 یوسف جے پوری اور فیض عالم صدیقی اس دنیا سے جا چکے وہ تو اللہ

سے حضور جواب وہ ہوں گے تاہم خالد۔ گرجا کھی ابھی حیات میں ان سے
 ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ مذکورہ اصل کتابوں سے یہ حوالے ثابت کر کے دکھائیں
 یہ معلوم وہ ثابت کرتے ہیں یا نہیں۔ اس لیے ہم تمام غیر مقلدین حضرات سے
 مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مذکورہ اصل کتابوں سے یہ حوالے نکال کر دکھائیں لیکن
 ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی بھی غیر مقلد قیامت تک یہ حوالے اصل کتابوں سے ثابت
 نہیں کر سکتا۔

خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
 یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

سنیۃ الثناء بعد التکبیر تکبیر تحریمہ کے بعد سبحانک اللہم پڑھنا مسنون ہے

۱۔ عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 انه کان اذا کبر رفع یدیه حتی یحاذی اذنیہ
 یقول سبحانک اللہم و بحمدک وتبارک اسمک
 وتعالی جددک ولا الہ غیرک (رواہ الطبرانی فی الاوسط وحالہ موثقون، مجمع الزوائد ص ۲۷۱)
 حضرت انس رضی اللہ عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں
 کہ آپ جب تکبیر تحریمہ کہتے تو دونوں ہاتھ کانوں تک لے جاتے
 اور یہ پڑھتے۔ سبحانک اللہم و بحمدک وتبارک
 اسمک وتعالی جددک ولا الہ غیرک۔

۲۔ عن حمید الطویل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال کان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا استفتح الصلوة
قال سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك
وتعالى جدك ولا اله غيرك

(کتاب الدعاء، للطبرانی ج ۲ ص ۱۱۱، زاد المعاد ج ۱ ص ۱۱۱، آثار السنی ص ۱۱۱)

حضرت حمید طویل حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں آپ نے
فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو کہتے
سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ
جدک ولا اله غیرک۔

۳۔ عن ابی سعید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا
افتتح الصلوة قال سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک
اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک (نسائی ج ۱ ص ۱۱۱)
حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
جب نماز شروع فرماتے تو یہ پڑھتے۔ سبحانک اللہم
وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک

۴۔ عن ابی سعید قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا افتتح الصلوة قال سبحانک اللہم وبحمدک
وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک (نسائی ج ۱ ص ۱۱۱)
حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم جب نماز شروع فرماتے تو یہ پڑھتے۔ سبحانک اللہم
وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک

۵۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اذا استفتح الصلوة قال سبحانک
اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک
ولا اله غیرک۔ (مسندک حاکم ج ۱ ص ۲۳۵ - البدایہ ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جب نماز شروع فرماتے تو کہتے۔ سبحانک اللہم وبحمدک
وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک۔

۶۔ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم یعلمنا اذا استفتحنا الصلوة ان
نقول سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک
وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک وکان عمر بن
الخطاب یعلمنا ویقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقولہ، (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۶)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ہمیں سکھاتے تھے کہ جب ہم نماز شروع کریں تو کہیں سبحانک
اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک
ولا اله غیرک، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ہمیں
یہ سکھاتے تھے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یہ کہتے تھے۔

۷۔ عن ابن جریج قال حدثني من اصدق عن
ابی بکر وعمر وعثمان و عن ابن مسعود رضی
الله عنہم انہم كانوا اذا استفتحوا قالوا سبحانک
اللہم و بحمدک و تبارک اسمک و تعالیٰ
جدک ولا الہ غیرک قبل المتراعۃ

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۶)

ابن جریرؒ کہتے ہیں کہ مجھے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جسکی میں
تصدیق کرتا ہوں، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے بارے میں کہ یہ اصحاب
جب نماز شروع کرتے تو کہتے۔ سبحانک اللہم و بحمدک
و تبارک اسمک و تعالیٰ جدک ولا الہ غیرک
قرأت شروع کرنے سے پہلے۔

۸۔ عن عمر (رضی اللہ عنہ) انه كان اذا كبر للصلوة
قال سبحانک اللہم و بحمدک و تبارک اسمک
و تعالیٰ جدک ولا الہ غیرک (دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ جب نماز کے لیے
تکبیر تحریمہ کہہ لیتے تو کہتے سبحانک اللہم و بحمدک
و تبارک اسمک و تعالیٰ جدک ولا الہ غیرک۔

۹۔ عن عبدة وهو ابن ابی لبابة ان عمر بن
الخطاب كان يجهر بهؤلاء الكلمات يقول
سبحانک اللہم و بحمدک و تبارک اسمک

و تعالیٰ جدک ولا الہ غیرک۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۸۶)
حضرت عبید بن ابی لبابہ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب
یہ کلمات اونچی آواز سے پڑھتے تھے۔ سبحانک اللہم
و بحمدک و تبارک اسمک و تعالیٰ جدک
ولا الہ غیرک۔

۱۰۔ عن ابی وائل قال كان عثمان اذا افتتح
الصلوة يقول سبحانک اللہم و بحمدک
و تبارک اسمک و تعالیٰ جدک ولا الہ غیرک
(دارقطنی ج ۱ ص ۳۰۲)

حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ جب نماز شروع
فرماتے تو کہتے سبحانک اللہم و بحمدک و تبارک
اسمک و تعالیٰ جدک ولا الہ غیرک،

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد
”سبحانک اللہم و بحمدک و تبارک اسمک و تعالیٰ جدک“
پڑھنا مسنون اور افضل ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی یہی پڑھتے
تھے اور صحابہ کو بھی اسی کی تعلیم فرماتے تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت
سے ظاہر ہے۔ چنانچہ خلفاء راشدین حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی
اللہ عنہم سب یہی پڑھتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ کا اس کو اونچی آواز
سے پڑھنا تاکہ لوگ سیکھ لیں۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہی ثنا افضل
و مسنون ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :-

”واختیار هؤلاء یعنی الصحابة الذين ذكرهم بهذا الاستفتاح وجهرهم به أحيانا بمحضر من الصحابة ليتعلمه الناس مع ان السنة اخفاؤه يدل على انه الا فضل وانه الذي كان النبي صلى الله عليه وآله وسلم يداوم عليه غالباً - (تيل الاوطار ج ۲ ص ۲۷۷)

اور جن صحابہ کرام کو ذکر کیا ہے ان کا اس شمار کو اختیار کرنا، اور حضرت عمرؓ کا کبھی کبھی اس کو صحابہ کرام کی موجودگی میں بلند آواز سے پڑھنا تاکہ لوگ اسے سیکھ لیں حالانکہ سنت تو اس کو آہستہ پڑھنا ہے۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہی شمار (سبحانک اللہم) افضل ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام غالباً اسی پر مداومت فرماتے تھے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تبکیر تحریر کے بعد اللہم باعد بیٹی الخ پڑھنا چاہیئے یہی راجح ہے، یہی افضل ہے، چنانچہ

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں :-

”تبکیر تحریر کے بعد آہستہ سے یہ دُعا پڑھیں جو سب سے زیادہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔ اللہم باعد بیٹی۔ الخ

(دستور المتقی ص ۹۷)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

”ویکفی فی دعاء الاستفتاح کل دعاء روی

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والارجح فیہ ان یقول اللہم باعد بیٹی الخ (نزل لابراہیم ص ۱۷۷)

اور شمار میں ہر وہ دُعا کافی ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مری ہے البتہ زیادہ راجح اس میں یہ ہے کہ کہے اللہم باعد بیٹی الخ

صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں :-

”اس دعا (سبحانک اللہم) کی سند منقطع ہے اس

لیے بہ نسبت اس دُعا کے اوپر والی صحیحین کی دُعا (اللہم باعد بیٹی) افضل ہے۔ (صلوة الرسول ص ۱۹۳)

ملاحظہ فرمائیے : جس شمار کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود پڑھتے ہیں جس کی صحابہ کرام کو تعلیم دیتے ہیں، جس پر خلفاء راشدین عامل ہیں وہ شمار تو غیر مقلدین کے نزدیک غیر افضل ہے۔ البتہ جسے انہوں نے اپنا معمول بنالیا ہے وہ افضل ہے۔

قارئین کرام یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالحدیث۔ اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

نوٹ :- صادق سیالکوٹی صاحب کا اس شمار والی حدیث کی سند کو منقطع

قرار دینا غلط ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اعلام السنن ج ۲ ص ۱۷۷

ترك الجهر بالتسمية

نماز میں بسم اللہ اُویچی آواز سے نہیں پڑھنی چاہیئے

۱- عن انس رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يسربسبم الله الرحمن الرحيم و ابو بكر وعمر (رواه الطبراني في الكبير الاوسط و رجاله موثقون، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۸)
حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سب بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھتے تھے۔

۲- عن انس قال صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابى بكر و عمر و عثمان رضي الله عنهم فلم اسمع احدا منهم يجهر بسم الله الرحمن الرحيم (نائب ج ۱ ص ۱۵۸)
حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی لیکن میں نے ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم اونچی آواز سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

۳- عن انس قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابى بكر و عمر و عثمان فلم اسمع احدا منهم يقرأ بسم الله الرحمن الرحيم (مسلم ج ۱ ص ۱۴۲)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی، لیکن ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

۴- عن انس بن مالك انه حدثه قال صليت خلف النبي صلى الله عليه وسلم و ابى بكر و عمر و عثمان فكانوا يستفتحون بالحمد لله رب العالمين لا يذكرون بسم الله الرحمن الرحيم في اول قراءة ولا في آخرها - (مسلم ج ۱ ص ۱۴۱)

حضرت انس بن مالکؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی یہ سب الحمد للہ رب العالمین سے (قرأت) شروع کرتے تھے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ذکر نہیں کرتے تھے نہ قرأت کے شروع میں نہ آخر میں۔

۵- عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم و ابى بكر و عمر كانوا يفتحون الصلوة بالحمد لله رب العالمين - (بخاری ج ۱ ص ۱۳۱)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہما نماز الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے۔

۶- عن ابى وائل قال كان على و ابى

مسعود لا يجهران بسم الله الرحمن الرحيم ولا بالتعوذ ولا بالمسحورين۔ (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۶۳)
حضرت ابو وائلؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ رضی اللہ عنہما، بسم اللہ، اعوذ باللہ اور آمین اونچی آواز سے نہیں کہتے تھے۔

۷۔ محمد قال اخبرنا ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم
قال قال ابن مسعود قال الرجل یجهر بسم
الله الرحمن الرحیم انها اعرابیۃ وکان لا یجهر
بها هو ولا احد من اصحابہ۔

(کتاب الامار للامام ابو حنیفہ ص ۲۲)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت امام ابو حنیفہؒ نے
برایت حدیث ابراہیم نخعیؒ سے یہ خبر دی کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا
کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ایسے شخص کے بارے میں جو
بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتا ہے فرمایا کہ یہ گنوار ہیں حضرت
عبد اللہ بن مسعودؓ خود اور ان کے اصحاب میں سے کوئی بھی بسم اللہ
اونچی آواز سے نہیں پڑھتا تھا۔

۸۔ عن عکرمۃ عن ابن عباس فی الجهر بسم الله
الرحمن الرحیم قال ذلک فعل الاعراب۔

(طحاوی ج ۱ ص ۱۳۴)

حضرت عکرمہؒ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں
کہ آپؓ نے بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنے کے متعلق فرمایا کہ یہ تو
گنواروں کا فعل ہے۔

۹۔ عن ابن عبد الله بن مغفل قال سمعت ابا وانا فی
الصلاة اقول بسم الله الرحمن الرحیم فقال لی ائی
بائی محدث ایاک والحدث قال ولم ارا احدا
من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم

کان ابغض الیہ الحدیث فی الاسلام یعنی منہ
وقال قد صلیت مع النبی صلی الله علیه وسلم
ومع ابی بکر وعمر وعثمان فلم اسمع احدا
منہم یقولہا فلا تفلہا اذا انت صلیت فقل
الحمد لله رب العالمین قال ابو عیسیٰ حدیث
عبد الله بن مغفل حدیث حسن والعمل علیہ عند
اکثر اهل العلم من اصحاب النبی صلی الله علیه
وسلم منہم ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وغیرہم و
من بعدہم من التابعین وبعہ یقول سفیان
الثوری وابن المبارک واحمد واسحق لا یرون
ان یجهر بسم الله الرحمن الرحیم قالوا ویقولہا
فی نفسہ۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۳۵)

حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ مجھے میرے
والد صاحب نے نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے سنا تو مجھ سے
فرمایا۔ بیٹا یہ بدعت ہے اور بدعت سے بچو، فرمایا میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کے نزدیک
اسلام میں بدعت ایجاد کرنے سے زیادہ کوئی چیز مبغوض ہو اور فرمایا کہ
میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت
عثمانؓ (سب) کے ساتھ نماز پڑھی ہے لیکن ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ
کہتے ہوئے نہیں سنا لہذا تم بھی نہ کہو، جب تم نماز پڑھو تو کہو الحمد للہ
رب العالمین۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن مغفلؓ کی حدیث حسن

ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اکثر اہل علم صحابہ کا عمل اسی پر ہے جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین بھی ہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ کا بھی یہی قول ہے یہ لوگ اونچی آواز سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھتے، البتہ ان کا کہنا ہے کہ نمازی بسم اللہ اپنے جی میں کہہ لے۔

۱۰۔ عن ابراہیم قال جہرا لامام بسم اللہ الرحمن الرحیم بدعة۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۷)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ امام کا بسم اللہ الرحمن الرحیم اونچی آواز سے پڑھنا بدعت ہے۔

۱۱۔ قال وکیع والجهر بالبسملة بدعة۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۰۹)

امام وکیعؒ فرماتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اونچی آواز سے پڑھنا بدعت ہے۔

۱۲۔ قال (سفیان الثوری) یا شعیب لا ینفعک ما کتبت

حتى تری المسح علی الخمنین و حتی تری ان اخفاء بسم اللہ الرحمن الرحیم افضل من الجہر بہ الخ۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۱۷)

حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا اے شعیب جو کچھ تو نے (مجھ سے سن کر) لکھا ہے یہ تجھے اس وقت تک فائدہ نہیں دے گا جب تک کہ تو موزوں پر مسح کرنے کو صحیح نہ سمجھے اور جب تک کہ تو

یہ عقیدہ نہ رکھے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ آواز سے پڑھنا اونچی آواز سے پڑھنے کی نسبت افضل ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز میں قرآن شروع کرتے وقت بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھنی چاہیے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بسم اللہ آہستہ آواز سے ہی پڑھتے تھے۔ یہی معمول خلفاء راشدین اور عام صحابہ کرام کا بھی تھا۔ یہ حضرات بسم اللہ آہستہ آواز سے ہی پڑھتے تھے اور اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھتے تھے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اس کو گنوار پر قرار دیا، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے گنواروں کا فعل قرار دیا۔ حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ کے صاحبزادے نے ایک مرتبہ اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھی تو آپ نے اسے روکا اور فرمایا کہ یہ بدعت ہے اور بدعت سے بچو، اسی طرح حضرت ابراہیم نخعیؒ اور حضرت امام وکیعؒ نے بھی اسے بدعت قرار دیا۔ حضرت سفیان ثوریؒ آہستہ آواز سے بسم اللہ پڑھنے کو خود بھی افضل سمجھتے تھے اور دوسروں کو بھی یہی تلقین کرتے تھے۔ آج بھی عربین شریفین میں بسم اللہ آہستہ آواز سے ہی پڑھی جاتی ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جہری نماز میں بسم اللہ پکار کر پڑھنا بہتر ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں :-

”والحاصل ان الحق ثبوت قراءتها وانها آیت من کل سورة وانها تقرأ فی الصلوة جہرا“

(الروضۃ الندیۃ ص ۱۰۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حق بات یہی ہے کہ بسم اللہ کا نماز میں پڑھنا ثابت ہے اور یہ ہر سورۃ کی ایک آیت ہے اور اسے جہری نمازوں میں جہراً (اوپنی آواز سے) پڑھا جائے اور سری نمازوں میں سرّاً (آہستہ) نواب نور الحسن لکھتے ہیں :-

”و در نماز جہریہ بجہر و در سریۃ بسر باید خواند“ (عرف الجاری ص ۳۶)

اور بسم اللہ جہری نماز میں اوپنی آواز سے اور سری نماز میں آہستہ آواز سے پڑھنی چاہیے۔

یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں :-

”جہری نماز میں پکار کر اور سری نماز میں آہستہ سے پڑھنا بہتر ہے“

(دستور المتقی ص ۹۲)

ملاحظہ فرمائیے :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین

بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھتے ہیں عام صحابہ کرام اور تابعین کا معمول بھی یہی

ہے۔ یہ حضرات بسم اللہ آہستہ پڑھتے ہیں اوپنی آواز سے پڑھنے کو اچھا نہیں

سمجھتے بلکہ اسے گنواروں کا فعل اور بدعت قرار دیتے ہیں، لیکن غیر مقلدین کہہ

رہے ہیں کہ نہیں صاحب بسم اللہ اوپنی آواز سے پڑھنا بہتر اور حق ہے۔ قارئین

کرام غور فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کے خلاف کسی عمل بدعت کو

بہتر اور حق کہنا یہ عمل بالحدیث ہے یا حدیث سے بغاوت؟ بھلا جس عمل کو صحابہ

اور تابعین بدعت قرار دیں وہ بہتر اور حق ہو سکتا ہے؟ یہ ہے غیر مقلدین کا عمل

بالحدیث۔ قارئین کرام فیصلہ آپ کے سر ہے آپ سوچئے کہ یہ حدیث کی موافقت

ہے یا مخالفت؟

نوٹ :- غیر مقلدین کا بسم اللہ پڑھنے کے متعلق جہری و سری نماز کا فرق کرنا کہ جہری میں جہراً پڑھا جائے اور سری میں بالسریۃ خود ساختہ فرق ہے۔ کسی حدیث میں یہ فرق موجود نہیں ہے۔

ترک القراءة خلف الامام

امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہیے

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا

لَعَلَّكُمْ تَتَحَمَّوْنَ ۝ ۴۰ :- ۴۲

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ

رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔

۱۔ عن یسیر بن جابر قال صلی ابن مسعود فسمع

ناساً یقرؤن مع الامام فلما انصرف قال اما

انکم ان تفعلوا اما انکم ان تعقلوا و اذا

قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کما امرکم اللہ۔

(تفسیر طبری ۹۵ ص ۱۰۱)

حضرت یسیر بن جابر فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے نماز

پڑھی اور چند آدمیوں کو امام کے ساتھ قرأت کرتے سنا۔ جب آپ

نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم سمجھو اور

عمل سے کام لو۔ جب قرآن کریم کی قرأت ہوتی ہو تو تم اس کی طرف

توجہ کرو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

۲۔ عن ابن عباس في قوله تعالى واذا قرئ القرآن فاستمعوا

له وانصتوا يعني في الصلوة المفروضة

(كتاب القراءة للبيهقي ص ۸۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد و اذا قرئ القرآن الآية کے متعلق مروی ہے کہ یہ فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

۳۔ عن ابن عمر قال كانت بنو اسرائيل اذا قرأت

السمتهم جاوبوهم فكره الله ذلك لانه

الامة قال واذا قرئ القرآن فاستمعوا له

وانصتوا۔ (الدر المنثور في التفسير بالماثور ج ۳ ص ۱۵۶)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے امام

جب قمرت کرتے تھے تو بنی اسرائیل ان کی مجاہدیت کرتے تھے اللہ

تعالیٰ نے یہ کام اس امت کے لیے ناپسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ

جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو۔

۲۔ عن عبد الله بن المغفل في هذه الآية واذا قرئ

القرآن فاستمعوا له وانصتوا قال في الصلوة۔

(كتاب القراءة للبيهقي ص ۸۸)

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ آیت کریمہ و اذا قرئ القرآن

کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

قال ابن تيمية الحراني وذكر احمد بن حنبل الاجماع

على انها نزلت في ذلك (في الصلوة) وذكر الاجماع

على انه لا تجب القراءة على المأموم حال الجهر

(فتاوى كبرى ج ۲ ص ۲۸۸)

ابن تيمية فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے اس بات پر اجماع ذکر

کیا ہے کہ یہ آیت (واذا قرئ القرآن الآية) نماز کے

بارے میں نازل ہوئی ہے نیز اس پر بھی اجماع نقل کیا ہے کہ جب امام

اونچی آواز سے قرأت کر رہا ہو تو مقتدی پر قرأت واجب نہیں ہے۔

۵۔ عن ابى موسى الاشعري قال ان رسول الله صلى الله

عليه وسلم خطبنا فبين لنا سنتنا و علمنا

صلواتنا فقال اذا صليتم فاقيموا صفوفكم ثم ليؤمكم احدكم

فان اذ اكبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال

عن غير المفضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين

الحديث (بروایت الجری عن سلیمان عن قتادة) (مسلم ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا اور سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے

کی تلقین فرمائی اور نماز کا طریقہ بتلایا اور یہ فرمایا کہ نماز پڑھنے سے قبل

اپنی صفوں کو درست کر لو، پھر تم میں سے ایک تمہارا امام بنے، جب

وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش

رہو اور جب وہ عن غیر المفضوب علیہم ولا الضالین

کہے تو تم آمین کہو۔

۴۔ عن ابى موسى قال علمنا رسول الله صلى الله

عليه وسلم

عليه وسلم قال اذا قمت الى الصلوة فليؤمكم
احدكم واذا قرأ الامام فانصتوا۔ (مسند احمد ۲ ص ۱۵۱)
حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
عليہ وسلم نے ہمیں نماز سکھائی، فرمایا کہ جب تم نماز پڑھنے کھڑے
ہو تو تم میں سے ایک تمہارا امام بنے اور جب وہ امام قرائت کرے
تو تم خاموش رہو۔

٤- عن حطان بن عبد الله ان ابا موسى قال خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فعلمنا سفتنا وبين لنا صلواتنا فقال اذا كبر الامام فكبروا واذا قرأ فافضتوا- (صحيح ابى عوانة ج ٢ ص ٣٣٤)

٨ - عن أبي موسى الأشعري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قرأ الإمام فأنصتوا وإذا قال عين المعضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين -

(صحیح الہی عنوانہ ج ۲ ص ۱۳۳)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام قرائت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیب

المعصوب عليهم ولا الضالين کہے تو تم آمین کہو۔

٩- عن ابي موسى الاشعري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قرأ الامام فانصتوا فان اذ كان عند القعدة فليكن اول ذكر احدكم التشهد -

(این ماجه ص ۶۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام قرائت کرے تو تم خاموش رہو پھر جب قعدہ میں بیٹھے تو تم میں سے ایک کا پہلا ذکر تشہید ہونا چاہیئے۔

١٠- عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
انما جعل الامام ليؤتم به فاذا اكبر فكيروا
واذا قرأ فانصتوا واذا قال سمع الله لمن حمده
فقولوا اللهم ربنا لك الحمد - (نائي ج اص ٣٤٤)
ومصنف ابن ابي شيبة ج ١ ص ٣٤٤ -)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے سوجب وہ بخیر کہے تو تم بھی بخیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

۱۲۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فأنصتوا واذا قال عنین المفضوب (علیہم) ولا الضالین فقولوا آمین، الحدیث۔
(ابن ماجہ ص ۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے سوجب وہ بخیر کہے تو تم بھی بخیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ عنین المفضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

۱۳۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انما الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فأنصتوا واذا قال ولا الضالین فقولوا آمین، الحدیث۔
(مسند احمد ۲ ص ۱۳۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امام اسی لیے (مقرر) ہوتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے سوجب وہ بخیر کہے تو تم بھی بخیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب

وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

۱۴۔ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قرأ الامام فأنصتوا۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۱۱)
حضرت انس سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

۱۵۔ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما صلوٰۃ الظهر فقرأ معہ رجل من الناس فی نفسه فلما قضی صلاۃ قال هل قرأ معی منکم احد قال ذاک ثلثا فقال له الرجل نعم یا رسول اللہ انا کنت اقرأ بسم اسم ربک الاعلیٰ قال مالی انا ذع القرآن اما یکنی احدکم قراءۃ امامہ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا قرأ فأنصتوا۔

(کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۱۱)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ظہر کی نماز پڑھائی تو ایک صاحب اپنے جی ہی جی میں آپ کے ساتھ قرأت کرنے لگے۔ نماز پوری ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرأت کی ہے۔ تب میں دفعہ آپ نے یہ سوال کیا، ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسول اللہ میں بسم اسم ربک الاعلیٰ پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کیا ہو گیا کہ مجھے قرآن کی قرأت میں کشمکش میں ڈالا جاتا ہے کیا

تمہیں امام کی قراءۃ کافی نہیں ہے۔ امام تو بنایا ہی اس لیے جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے لہذا جب وہ قرائت کرے تو تم خاموش رہا کرو۔

۱۶۔ عن عطاء الخراسانی قال کتب عثمان رضی اللہ عنہ الی معاویۃ رحمہ اللہ اذا قمتم الخ الصلوة فاستمعوا وانصتوا فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول للمنصت الذی لا یسمع مثل اجر السامع المنصت۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۱۵)

حضرت عطاء خراسانی فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اس کی طرف کان لگا کر رہو اور خاموش رہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص خاموش رہے اور اسے سنائی نہ دے اس کے لیے ایسا ہی اجر ہے جیسا اس شخص کے لیے جسے سنائی دے اور وہ خاموش رہے۔

۱۷۔ عن علی رضی اللہ عنہ قال سأل رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقرأ خلف الامام ام انصت قال لا بل انصت فانه یکفیک۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۱۶)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ میں امام کے پیچھے قرائت کروں یا خاموش رہوں۔ آپ نے فرمایا خاموش رہو کیونکہ تمہیں امام کی قرائت ہی کافی ہے۔

۱۸۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصت

من صلاۃ جہر فیہا بالقراءۃ فقال هل قرأ معی منکم احد انفا فقال رجل نعم انیا رسول اللہ قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اقول مالی انازع القرآن فانتهی الناس عن القراءة مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جہر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقراءۃ حین سمعوا ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (موطا امام مالک ص ۶۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرائت کی ہے، ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسول اللہ میں نے قرائت کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی نہیں (اپنے جی میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرائت میں منازعت کیوں ہو رہی ہے، اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرائت کیا کرتے تھے لوگوں نے آپ کے پیچھے قرائت ترک کر دی تھی۔

۱۹۔ ثنا سفین بن عیینۃ عن الزہری عن ابن اکیمۃ قال سمعت ابا ہریرۃ یقول صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم باصحابہ صلاۃ نظن انها الصبح فقال هل قرأ منکم من احد قال رجل انا قال انی اقول مالی انازع القرآن۔ (ابن ماجہ ص ۱۱۶)

ابن اکیمہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے

ہوئے سنا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ صبح کی نماز تھی۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے قرأت کی ہے۔ ایک صاحب بولے میں نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا میں بھی کہوں کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں منازعت کیوں کی جا رہی ہے۔

۲۰۔ ثنا معمر عن الزہری عن ابن اکیمہ عن ابی ہریرۃ قال صلی بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر نحوه وزاد فیہ قال فسکتوا بعد فیہما جہرفیہ الامام۔ (ابن ماجہ ص ۱۱)

معمر برولیت زہری ابن اکیمہ سے روایت کرتے ہیں اور اکیمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ حضرت ابو ہریرہ نے آگے پہلی حدیث کی طرح نوکر کیا اور اس میں یہ زیادہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ لوگوں نے اس کے بعد ان نمازوں میں خاموشی اختیار کر لی جن نمازوں میں امام جہر سے قرأت کرتا۔

۲۱۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلاۃ جہر فیہا بالقراءۃ فقال هل قرأ معی احد منکم آنفنا فقال رجل نعم یا رسول اللہ قال انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتہی الناس عن القراءۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہما یجہر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

من الصلوٰۃ بالقراءۃ حین سمعوا ذالک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۱۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بھری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا جہی تو میں (اپنے دل میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں منازعت کیوں کی جا رہی ہے۔ اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرأت کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی۔

۲۲۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلاۃ جہر فیہا بالقراءۃ فقال هل قرأ معی احد منکم آنفنا فقال رجل نعم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتہی الناس عن القراءۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہما جہر فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالقراءۃ من الصلوٰۃ حین سمعوا ذالک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بھری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں

سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک صاحب بولے
جی ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا جی تو میں کہوں کہ قرآن کریم کی
قرأت میں مجھ سے منازعت کیوں کیجا رہی ہے۔ اس ارشاد کے
بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرأت کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے
آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی۔

۲۳۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انصرف من صلاۃ جہر فیہا بالقراءۃ فقال هل
قرأ معی احد منکم آتانا قال رجل نعم یا رسول
اللہ قال انہ اقول ما لی انما زع القرآن قال
فانتہی الناس عن القراءة فیما جہر فیہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقرآن من الصلوۃ حین
سمعوا ذالک۔ (نئی ج ۱ ص ۱۰۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں سے
کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک صاحب بولے جی
ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا جی تو میں کہوں کہ قرآن کریم کی
قرأت میں مجھ سے منازعت کیوں کی جا رہی ہے۔ اس ارشاد کے
بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرأت کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے
آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی۔

۲۴۔ عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم صلی الظهر فجعل رجل یقرأ خلفہ بسبح

اسم ربك الا علی فلما انصرف قال ایکم قرا
ادایکم القاری قال رجل انا فقال قد ظننت ان
بعضکم خال جینہا۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۰۶)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی تو ایک صاحب آپ
کے پیچھے سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھنے لگے۔ جب آپ نماز سے فارغ
ہوئے تو فرمایا تم میں سے کس نے قرأت کی ہے یا تم میں سے کون
قاری ہے۔ ایک صاحب بولے میں۔ آپ نے فرمایا مجھے خیال
ہوا کہ تم میں سے کوئی مجھے ظہران میں ڈال رہا ہے۔

۲۵۔ عن عمران بن حصین قال صلی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم الظهر فقرأ رجل خلفہ بسبح اسم ربك الاعلیٰ
فلما صلی قال من قرأ بسبح اسم ربك الاعلیٰ قال
رجل انا قال قد علمت ان بعضکم قد خال جینہا۔
(نئی ج ۱ ص ۱۰۶)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے ظہر کی نماز پڑھی۔ ایک صاحب نے آپ کے پیچھے
سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھی جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا سبح اسم ربك
الاعلیٰ کس نے پڑھی ہے ایک صاحب بولے میں نے آپ نے
فرمایا میں نے جانا تم میں سے کوئی مجھے قرأت میں الجھا رہا ہے۔

۲۶۔ عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
صلی صلاۃ الظهر او العصر ورجل یقرأ خلفہ

قال من كان له امام فقرأه الامام له قراءة -

كتاب القراءة للبيهقي ص ۱۵۸

۴۱- عن انس قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم باصحابه ثم اقبل بوجهه فقال اقرءون والامام يقرأ فسكتوا فسألهم ثلثا فقالوا انا لنفعل قال

فلا تفعلوا - (طحاوی ج ۱ ص ۱۵۸ و کتاب القراءة للبيهقي ص ۱۵۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کو نماز پڑھائی (نماز سے فارغ ہو کر) آپ صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم قرأت کرتے ہو جبکہ امام قرأت کر رہا ہوتا ہے۔ صحابہ کرام چپ رہے، آپ نے تین بار یہی سوال کیا تو صحابہ کرام بولے کہ سچم ایسا کرتے ہیں آپ نے فرمایا ایسے مت کرو۔

۴۲- عن النواس بن سميان قال صليت مع رسول الله

صلى الله عليه وسلم صلاة الظهر وكان عن يميني

رجل من الانصار فقرأ خلف النبي صلى الله عليه

وسلم وعلى يساري رجل من مزينة يلعب بالحصى

فلما قضى صلاته قال من قرأ خلفي قال الانصاري

انا يا رسول الله قال فلا تفعل من كان له امام

فان قراءة الامام له قراءة وقال للذي يلعب

بالحصى هذا حظك من صلاتك كتاب القراءة للبيهقي ص ۱۵۸

نواس بن سميان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ میری دائیں طرف

ایک انصاری صحابی تھے۔ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے پیچھے قرأت کی اور میری بائیں جانب قبیلہ مزینہ کے ایک

صاحب تھے جو کنکریوں سے کھیل رہے تھے جب حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ میرے پیچھے

کس نے قرأت کی ہے۔ انصاری بولے میں نے یا رسول اللہ

آپ نے فرمایا ایسا مت کرو کیونکہ جو امام کی اقتداء کرے، تو

امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہوتی ہے، جو صاحب

کنکریوں سے کھیل رہے تھے ان سے فرمایا تمہیں نماز سے یہی

بچھٹتا ہے۔

۴۳- عن يحيى بن عبد الله بن سالم العمري ويزيد

بن ابي - يا حق ان رسول الله صلى الله عليه وسلم

قال من كان منكم له امام فائتم به فلا يقرآن

معه فان قراءته له قراءة - كتاب القراءة للبيهقي ص ۱۵۸

یحییٰ بن عبد اللہ اور یزید بن ابی عیاض سے مروی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس کے لیے امام ہو

اور وہ اس امام کی اقتداء کرے تو مقتدی اس کے ساتھ سرگز قرأت

نہ کرے کیونکہ امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔

۴۴- عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم

انه قال من صلى ركعة فلم يقرأ فيها بام القرآن

فلم يصل الا وراء الامام - (طحاوی ج ۱ ص ۱۵۸ مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص ۱۵۸)

جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے نماز کی کوئی رکعت پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔

۲۵۔ عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل صلوٰۃ لا يقرأ فيها بام الكتاب فهي خداج الا وراء الامام۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۳۱، دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے پڑھی گئی ہو۔

۲۶۔ عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل صلوٰۃ لا يقرأ فيها بفاتحة الكتاب فلا صلوٰۃ له الا وراء الامام۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۳۱)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نہیں ہوتی سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے پڑھی گئی ہو۔

۲۷۔ عن بلال قال امرني رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لا اقرأ خلف الامام۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۳۱)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں امام کے پیچھے قرأت نہ کروں۔

۲۸۔ عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم ما كان من صلاة يجهر فيها الامام بالقراءة فليس لاحد ان يقرأ معه۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۳۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نماز میں امام جہر سے قرأت کرتا ہو اس میں کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ امام کے ساتھ قرأت کرے۔

۲۹۔ عن ابي هريرة (رضي الله عنه) قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل صلاة لا يقرأ فيها بام الكتاب فهي خداج الا خلف امام۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۳۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہوتی ہے سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے پڑھی جائے۔

۳۰۔ عن الشعبي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا قراءة خلف الامام۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۷)

اما شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کے پیچھے قرأت جائز نہیں۔

۳۱۔ عن ابن عباس قال لما مرض رسول الله صلى الله عليه وسلم مرضه الذي مات فيه كان في بيت عائشة، فقال ادعوا لي عليا قالت عائشة ندعوك يا ابا بكر قال ادعوه قالت حفصة يا رسول الله ندعوك عمر قال ادعوه قالت ام الفضل يا رسول الله ندعوك العباس قال نعم

فلما اجتمعوا رفع رسول الله صلى الله عليه وسلم رأسه فنظر فسكت فقال عمر قوموا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم جاء بلال يؤذنه بالصلاة فمال مروا ابا بكر فليصل بالناس فقالت عائشة يا رسول الله ان ابا بكر رجل رقيق حصي ومتى لا يربك يبكي والناس يبكون فلو امرت عمر يصل بالناس فخرج ابو بكر فصلى بالناس فوجد رسول الله صلى الله عليه وسلم من نفسه خفة فخرج يهادي بين رجلين ورجلاه تخطان في الارض فلما رآه الناس سبّحوا ابا بكر فذهب ليتأخر فاومى اليه النبي صلى الله عليه وسلم اى مكانك فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فجلس عن يمينه وقام ابو بكر وكان ابو بكر يأتهم بالنبي صلى الله عليه وسلم والناس يأتهم باى بكر قال ابن عباس واخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم من القراءة من حيث كان بلغ ابو بكر الحديث .

(ابن ماجه ص ۸۸، طحاوی ج ۱ ص ۲۳۲، مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۲، دار قطنی ج ۱ ص ۳۹۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آپ مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ حضرت عائشہؓ کے گھر میں تھے۔ آپ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ۔ حضرت عائشہؓ

بولیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلا دیں۔ آپ نے فرمایا بلا دو حضرت حفصہؓ بولیں یا رسول اللہ عمر رضی اللہ عنہ کو بھی بلا لیں، آپ نے فرمایا بلاؤ۔ حضرت اُمّ فضل بولیں یا رسول اللہ عباسؓ کو بھی بلا لیں آپ نے فرمایا ہاں، جب یہ سب حضرات جمع ہو گئے تو آپ نے اپنا سر مبارک اٹھا کر دیکھا اور خاموش رہے۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے اس وقت آپ کے پاس سے اُٹھ جاؤ پھر حضرت بلالؓ نے آکر آپ کو نماز کی اطلاع کی، آپ نے فرمایا ابو بکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ بولیں یا رسول اللہ ابو بکرؓ بہت نرم دل ہیں۔ جب آپ کو نہیں دیکھیں گے تو رونے لگیں گے اور لوگ بھی روتے گے۔ اگر عمرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں تو اچھا ہو، لیکن حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھانے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیف میں کچھ تخفیف محسوس کی تو آپ دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے پاؤں سے زمین میں بکیریں پڑ رہی تھیں، جب لوگوں نے آپ کو دیکھا تو حضرت ابو بکرؓ کو متنبہ کرنے کے لیے، سبحان اللہ کہا، حضرت ابو بکرؓ پیچھے ہٹنے لگے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ ہی ٹھہرو، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہنچے اور آپ کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتدار کرنے لگے اور لوگ حضرت ابو بکرؓ کی اقتدار کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن اسی

جگہ سے شروع فرمائی جس جگہ حضرت ابوبکرؓ پہنچے تھے۔

۵۱۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال القاری عن غیر المفضوب علیہم ولا الضالین فقال من خلفہ آمین فوافق قوله قول اهل السجود غفر له ما تقدم من ذنبه۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۷۱)

حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قاری عن غیر المفضوب علیہم ولا الضالین کہتا ہے اور اس کے پیچھے اس کا مقتدی آمین کہتا ہے اور مقتدی کا قول اہل آسمان کے قول کے موافق ہو جاتا ہے تو اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

۵۲۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا آمن القاری فآمنوا فان الملكة تؤمن من فافق تآمینہ تامین الملكة غفر له ما تقدم من ذنبه۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۲۷)

(نائی ج ۱ ص ۱۷۱، ابن ماجہ ص ۱۷۱)

حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب قاری آمین کہے تو ہم بھی آمین کہو کیونکہ ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں پس جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

۵۳۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال الامام عن غیر المفضوب علیہم ولا الضالین

فقولوا آمین فان الملكة تقول آمین وان الامام يقول آمین فمن وافق تآمینہ تامین الملكة غفر له ما تقدم من ذنبه۔ (نائی ج ۱ ص ۱۷۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳)

حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام عن غیر المفضوب علیہم ولا الضالین کہے تو ہم بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے سو جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

۵۴۔ عن الحسن عن ابی بکرۃ انه انتہی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو راكع فرکع قبل ان یصل الی الصف فقال زادك الله حرصا ولا تعد۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۱)

حضرت حسن بصریؒ حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس (مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں) پہنچے تو آپ رکوع میں جا چکے تھے چنانچہ یہ صفت میں ملنے سے پہلے ہی رکوع میں چلے گئے (اور آہستہ آہستہ چلتے چلتے صفت میں مل گئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کرنے پر اور حرص کرنے سے بچھڑا کرے۔

۵۵۔ عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر وعمر و عثمان یفتحون القراءة بالحمد

للہ رب العالمین۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۱۳، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۳)
 حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر
 حضرت عمرؓ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم قراۃ الحمد للہ رب
 العالمین سے شروع کرتے تھے۔

۵۷۔ عن عائشةؓ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم یفتتح الصلوۃ بالتکبیر والقرآنۃ بالحمد
 للہ رب العالمین۔ الحدیث (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۴)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اللہ
 اکبر کہہ کر شروع فرماتے تھے اور قراۃ الحمد للہ رب
 العالمین سے۔

۵۸۔ عن عبادة بن الصامت يبلغ به النبي صلى الله
 عليه وسلم قال لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة
 الكتاب فصاعداً قال سفيان لمن يصلي وحده
 (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۹)

حضرت عبادہ بن صامت رضی نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت
 کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ
 کے ساتھ مزید کچھ اور نہ پڑھے۔ حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے
 ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو اکیلا
 نماز پڑھ رہا ہو۔

قال الامام الترمذی وأما احمد بن حنبل فقال
 معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوة
 لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب اذا كان

وحدہ

(ترمذی ج ۱ ص ۱۸)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کہ اس کی نماز جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ قرأت نہ کرے کے متعلق حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا کہنا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب کہ کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔

خلفاء راشدین امام کے پیچھے قرأت مجھے منع کرتے تھے

عبد الرزاق عن عبد الرحمن بن زيد بن اسلم عن ابيه قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن القراءة خلف الامام قال واخبرني اشياخنا ان عليا قال من قرأ خلف الامام فلا صلاة له قال واخبرني موسى بن عقبة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم وابوبكر وعمر وعثمان كانوا ينهون عن القراءة خلف الامام۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۳۹)

امام عبد الرزاق عبد الرحمن بن زيد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ عبد الرحمن بن زید فرماتے ہیں۔ مجھے بہت سے مشائخ نے خبر دی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی اور موسیٰ بن عقبہ نے مجھے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا فرمان

۱۔ عن نافع والنس بن سیرین قال قال عمر بن الخطاب تكفيك قراءة الامام۔ (مصنف ابن أبي شيبة ج ۱ ص ۳۸)

امام نافعؓ اور انس بن سیرینؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔

۲۔ عن القاسم بن محمد قال قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه لا يقرأ خلف الامام جهرا ولم يجهر (كتاب القراءة للبيهقي ص ۱۸۴)

حضرت قاسم بن محمدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے امام جہر کرے یا نہ کرے۔

۳۔ اخبرنا محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب قال لیت فی منم الذی یقرأ خلف الامام حجرا۔ (موطا امام محمدؓ ص ۹۸)

محمد بن عجلانؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ کاش کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ڈال دیئے جائیں۔

حضرت علیؓ کا فرمان

۱۔ عن عبد الرحمن بن ابی لیلى قال قال علی بن ابی طالب رضي الله عنه من قرأ خلف الامام

فقد اخطأ الفطرة۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۲، مصنف ابن أبي شيبة ج ۱ ص ۳۸)

حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلىؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ”جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت کو کھو دیا۔“

۲۔ عن داود بن قیس عن محمد بن عجلان قال قال علی من قرأ مع الامام فليس على الفطرة۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص ۳۸ و طحاوی ج ۱ ص ۳۸)

محمد بن عجلان فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا جس نے امام کے ساتھ قرأت کی وہ فطرۃ (اسلام کے طریقہ) پر نہیں ہے۔
حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول و عمل

۱- عن ابی وائل قال جاء رجل الى عبد الله (بن مسعود) فقال يا ابا عبد الرحمن اقرأ خلف الامام ؟ قال انصت للقرآن فان في الصلوة شغلا وسيكفيك ذلك الامام ، (مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۳۸ ، مصنف ابی ثیبہ ج ۱ ص ۳۷۹ ، کتب القرأت للبیہقی ص ۱۲۶ ، موطا امام محمد ص ۹۶)

حضرت ابو وائلؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ کیا میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا (قرأت) کے وقت خاموش رہو کیونکہ نماز میں امام قرأت میں مشغول ہے اور تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔

۲- عن علقمة بن قیس ان عبد الله بن مسعود كان لا يقرأ خلف الامام فيما يجهر فيه وفيما يخافت فيه في الاوليين ولا في الاخيرين الحث

(موطا امام محمد ص ۹۶)

حضرت علقمہ بن قیسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے نہ پہلی نمازوں میں نہ نہری نمازوں میں نہ پہلی رکعتوں میں نہ آخری رکعتوں میں۔

۳- عن علقمة عن عبد الله قال لان اَعْضُ عليا جهر الفضا احب الي من ان اقرأ خلف الامام۔

(کتاب القرأت للبیہقی ص ۱۲۶ و موطا امام محمد ص ۹۶)

حضرت علقمہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا مجھے جبہ درخت کے جلتے کو ٹکوں کو منہ میں لے لینا اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں۔

۴- عن علقمة عن ابی مسعود قال ليت الذي يقرأ خلف الامام ملئ فوه ترابا۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۷۵ و مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۳۸)

حضرت علقمہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کاش کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

۵- عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال يا فلان لا تقرأ خلف الامام الا ان يكون اماما لا يقرأ۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۸۸)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا او فلاں! امام کے پیچھے قرأت نہ کیا کرنا یہ کہ کوئی قرأت نہ کرتا ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا قول و عمل

۱- مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر كان اذا سئل هل يقرأ احد خلف الامام قال اذا صلى احدكم خلف الامام فحسبه قراءة الامام واذا صلى وحده فليقرأ قال وكان عبد الله بن عمر لا يقرأ خلف الامام (موطا امام مالك ص ۶۸)

امام مالکؒ بواسطہ نافعؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ سے سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہے تو آپ فرماتے کہ تم میں سے کوئی جب امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قرأت ہی کافی ہے اور جب اکیلا نماز پڑھے تو قرأت کر لیا کرے نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔

۲۔ عن نافع عن ابن عمر قال قال من صلى خلف الامام كفت قراءته۔ (موطا امام محمد ص ۹۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے لیے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

۳۔ عن ابن عمر انه سئل عن القراءة خلف الامام قال تكفيك قراءة الامام۔ (موطا امام محمد ص ۹۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے امام کے پیچھے قرأت کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا تمہیں امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

۴۔ عن انس بن سين قال سألت ابن عمر اقرا مع الامام فقال انك لفحنم البطن تكفيك قراءة الامام۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۸۱ کتاب القراءات للبيهقي ص ۱۸۱)

حضرت علامہ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سوال کیا کہ کیا میں امام کے ساتھ قرأت کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم تو بڑے موٹے پیٹ کے ہو تمہیں امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

۵۔ عن ابن عمر كان ينهى عن القراءة خلف الامام۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۸۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

۶۔ عن القاسم بن محمد قال قال ابن عمر لا يقرأ خلف الامام جهرا ولم يجهر بالحديث۔

(کتاب القراءة للبيهقي ص ۱۸۴)

قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے خواہ امام اونچی آواز سے قرأت کرے یا نہ کرے۔

۷۔ عن عبید الله بن مقسم انه سأل عبد الله بن عمر

وزید بن ثابت وجا بن عبد الله فقالوا لا تقرعوا خلف الامام في شيء من الصلوات۔ (مناوی ص ۱۸۴)

عبید اللہ بن مقسمؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ زید بن ثابتؓ اور جابر بن عبد اللہؓ سے امام کے پیچھے قرأت کے بارے میں سوال کیا تو ان حضرات نے فرمایا کسی بھی نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرو۔

حضرت زید بن ثابتؓ کا قول و عمل

۱۔ عن عطاء بن يسار انه احببه انه سأل

زيد بن ثابت عن القراءة مع الامام فقال لا قراءة مع الامام في شيء (مسلم ج ۱ ص ۲۱۵، المناوی ص ۱۸۴)

حضرت عطاء بن یسارؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے بارے میں پوچھا، تو

آپ نے فرمایا امام کے ساتھ کسی نماز میں کوئی قرأت نہیں کی جاسکتی۔

۲- عن زید بن ثابت قال لا یقرأ خلف الامام ان

جهر ولا ان خافت۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶)

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے نہ جب کہ امام ہنر سے قرأت کرے اور نہ جب کہ وہ آہستہ آواز سے قرأت کرے۔

۳- عن ابن زکوان عن زید بن ثابت و ابن عمر

کانا لا یقرآن خلف الامام۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۸۱)

ابن زکوانؓ سے مروی ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ دونوں امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

۴- عن موسیٰ بن سعد بن زید بن ثابت یحدثہ عن

جدہ انہ قال من قرأ خلف الامام فلا صلاة لہ۔

(موطا امام محمد ص ۱۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶، مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۸۱)

حضرت زید بن ثابتؓ کے پوتے موسیٰ بن سعدؓ سے مروی ہے کہ ان کے دادا حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

۵- عن موسیٰ بن سعد عن ابن زید بن ثابت عن

ابیہ زید بن ثابت قال من قرأ وراء الامام فلا

صلاة لہ۔ (کتاب القراءة للبیہقی ص ۱۸۵)

حضرت موسیٰ بن سعدؓ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جس نے امام

کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا فرمان

۱- احبہنا داود بن قیس الفراء المدنی احبہنا

بعض ولد سعد بن ابی وقاص انہ ذکر لہ ان سعدا

قال وحدث ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ

حجرة۔ (موطا امام محمد ص ۹۸)

امام محمدؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی داود بن قیسؓ فرمادی ہے کہ حضرت

سعد بن ابی وقاصؓ کے کسی بیٹے نے ان سے ذکر کیا کہ حضرت سعد

بن ابی وقاصؓ نے فرمایا میرا بچا ہوتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے

قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

۲- عن ابی جحاد عن سعد قال وحدث ان الذی یقرأ

خلف الامام فی فیہ حجرة۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میرا بچا ہوتا ہے کہ جو امام

کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا فرمان

۱- عن ابی حمزة قال قلت لابن عباس اقرأ والامام

ببین یدی فقال لا۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۵۱)

ابو حمزہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ

کیا میں اس صورت میں قرأت کر سکتا ہوں کہ امام میرے آگے ہو۔

آپ نے فرمایا نہیں۔

۲۔ عن عكرمة عن ابن عباس انه قيل له ان ناسا يقرءون في الظهر والعصر فقتال لو كانت عليهم سبيل لقلعت السننهم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ فكانت قراءته لنا فراءة وسكوتنا لنا سكوتنا۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۲۱)

حضرت عکرمہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سے کہا گیا کہ کچھ لوگ ظہر و عصر میں قرأت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اگر میرا ان پر بس چلے تو میں ان کی زبانیں پھینچ لوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت کی سو آپ کی قرأت ہماری قرأت تھی اور آپ کا سکوت ہمارا سکوت تھا۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کا قول و عمل

۱۔ مالک عن ابی نعیم و ہب بن کیسان انه سمع جابر بن عبد اللہ يقول من صلى ركعة لم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصل الا وراء الامام۔

(موطا امام مالک ص ۶۶، ترمذی ج ۱ ص ۱۲۱)
حضرت امام مالک ابو نعیم و ہب بن کیسانؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو گویا اس نے نماز ہی نہیں پڑھی الایہ کہ امام کے پیچھے ہو۔

۲۔ عن جابر قال لا يقرأ خلف الامام۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۱)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے۔
۳۔ عن جلیل اللہ بن مقسم قال سألت جابر بن عبد اللہ اتقرأ خلف الامام في الظهر والعصر شيئاً فقال لا۔ (مصنف عبد المذاق ج ۲ ص ۱۲۱)

حضرت جلیل اللہ بن مقسمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا کہ کیا آپ ظہر و عصر میں امام کے پیچھے کچھ پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، نہیں۔

حضرت ابو درودارؓ کا فرمان

عن كشي بن مرة عن ابی الدرداء قال قال رسول الله آفي كل صلاة قرآن قال نعم فقال رجل من القوم وجب هذا فقال ابو الدرداء يا كثير وانا الى جنب لا اري الامام اذا ام القوم الا قد كفناهم۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۲۱، دارقطنی ج ۱ ص ۱۲۱، مسند احمد ج ۱ ص ۱۲۱)

حضرت کثیر بن مرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو درودارؓ نے فرمایا ایک صاحب اٹھئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہر نماز میں قرأت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، لوگوں میں سے ایک صاحب بولے کہ پھر تو قرأت واجب ہو گئی۔ حضرت ابو درودارؓ فرماتے ہیں کہ اسے کثیر میں اس کے پہلو ہی میں تھا۔ میں نے کہا کہ میرا خیال تو

یہی ہے کہ جب امام لوگوں کی امامت کرتا ہے تو اس کی قرأت ہی لوگوں کو کافی ہوتی ہے۔

حضرت علقمہ بن قیسؒ م ۶۸ھ کا قول و عمل

عن ابراهيم قال ما قرأ علقمة بن قيس قط فيما يجهر فيه ولا فيما لا يجهر فيه ولا في الركعتين الا حريين أم القرآن ولا غيرها خلف الامام - (كتاب الآثار بروایت امام محمد ص ۱۲)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ علقمہ بن قیسؒ نے امام کے پیچھے کبھی کسی نماز میں قرأت نہیں کی، نہ جہری نمازوں میں نہ سری میں (نہ پہلی رکعتوں میں) اور نہ پچھلی رکعتوں میں نہ سورہ فاستحیٰ اور نہ کوئی اور سورہ۔

عن ابراهيم النخعي عن علقمة بن قيس قال لان اعرض على جمره احب الى من ان اقرا خلف الامام - (موطا امام محمد ص ۹)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ حضرت علقمہ بن قیسؒ نے فرمایا کہ میں انگارہ منبر میں بے لول یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ امام کے پیچھے قرأت کروں۔

عن معمر عن ابی اسحق ان علقمة بن قيس قال وددت ان الذي يقرأ خلف الامام ملئ قوه قتال احسب اني ابا اور ضفقا۔

ابو اسحاقؒ سے مروی ہے کہ حضرت علقمہ بن قیسؒ نے فرمایا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کا منہ بھر دیا جائے ابو اسحقؒ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپؒ نے فرمایا تھا کہ اس کا منہ مٹی سے یا آگ کے انگارے سے بھر دیا جائے۔

حضرت عمرو بن ميمونؒ م ۷۲ھ کا فرمان

عن مالك بن عمارة قال سألت لا ادري كم رجل من اصحاب عبد الله كلهم يقولون لا يقرء خلف امام منهم عمرو بن ميمون - (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷)

مالک بن عمارہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بے شمار اصحاب اور تلامذہ سے جن میں عمرو بن ميمونؒ بھی ہیں امام کے پیچھے قرأت کرنے کے متعلق سوال کیا تو ان سب نے جواب دیا کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت اسود بن یزیدؒ م ۷۵ھ کا فرمان

۱۔ عن ابراهيم قال قال الاسود لان اعرض على جمره احب الى من ان اقرا خلف الامام اعلم انه يقرأ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اسود بن یزیدؒ نے فرمایا کہ میں اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ اپنے منہ میں آگ کی چنگاری ڈال لوں بجائے اس کے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں جبکہ مجھے علم ہے کہ وہ پڑھتا ہے۔

۲- عن ابراهيم عن الاسود قال وددت ان الذي يقرأ خلف الامام ملئ فوه ترابا۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۳۸)

حضرت اسود بن یزید فرماتے ہیں کہ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ یہ شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

حضرت سويد بن غفلة م ۸۱ھ کا فرمان

عن الوليد بن قيس قال سألت سويد بن غفلة ائقرأ خلف الامام في الظهر والعصر فقال لا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۱)

ولید بن قیس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سويد بن غفلة سے سوال کیا کہ ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں فرمایا نہیں۔

حضرت سعيد بن المسيب م ۹۴ھ کا فرمان

عن قتادة عن ابن المسيب قال انصت للامام

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۱)

حضرت سعيد بن المسيب نے فرمایا کہ امام کے پیچھے بالکل خاموشی اختیار کرو۔

حضرت سعيد بن جبیر م ۹۴ھ کا فرمان

عن ابی بشر عن سعيد بن جبیر قال سألت عن القراءة خلف الامام قال ليس خلف

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۱)

امام قراءة

ابو بشر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعيد بن جبیر سے سوال کیا کہ کیا امام کے پیچھے قرأت کی جا سکتی ہے؟ فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی قسم کی قرأت نہیں کی جا سکتی۔

حضرت ابراهيم نخعی م ۹۶ھ کا فرمان

۱- عن معنيرة عن ابراهيم انه كان يكره القراءة خلف الامام وكان يقول تكفيك قراءة الامام

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۱)

حضرت مغيرة سے مروی ہے کہ حضرت ابراهيم نخعی امام کے پیچھے قرأت کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ تجھے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

۲- عن ابراهيم قال ان اول من قرأ خلف الامام رجل اتهم۔

(موطا امام محمد ص ۹۸)

حضرت ابراهيم نخعی فرماتے ہیں کہ اول وہ شخص جس نے امام کے پیچھے قرأت کی وہ ایسا آدمی تھا جس پر بدعتی ہونے کا الزام لگایا گیا تھا۔

۳- عن ابراهيم قال الذي يقرأ خلف الامام شاق

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۱)

حضرت ابراهيم نخعی فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے وہ فاسق ہے۔

۴- عن ابراهيم قال اول ما احدثوا القراءة خلف الامام و كانوا لا يفترون

(المجموع الفتاوى ج ۲ ص ۱۶۹)

حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ لوگوں نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کی بدعت ایجاد کی ہے اور وہ (صحابہ کرام اور تابعین) امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔

حضرت محمد بن سیرین م ۱۱۰ھ کا فرمان

عن محمد قال لا اعلم القراءۃ خلف الامام من السنة۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷)
حضرت محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کو سنت نہیں جانتا۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ م ۱۵۰ھ کا مسلک

قال محمد لا قراءۃ خلف الامام فيما جهر فيه ولا فيما لم يجهر وبذلك جاءت عامة الآثار وهو قول ابی حنیفہ۔ (موطا امام محمد ص ۹)
امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت جائز نہیں نہ جہری نمازوں میں نہ سری نمازوں میں اس کی تائید میں عام آثار وارو ہوئے ہیں اور یہی حضرت امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔

حضرت امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کا مسلک

قال محمد وبه ناخذ لانرى القراءۃ خلف الامام في شيء من الصلوة يجهر فيه ولا يجهر (كتاب الآثار بروایت الامام محمد ص ۱۲)
امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہی ہمارا مسلک ہے ہم کسی بھی نماز میں غولہ جہری ہو یا سری امام کے پیچھے قراءۃ کرنے کو جائز نہیں سمجھتے۔

حضرة امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ)، امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ)، امام زہریؒ (م ۱۲۵ھ)، سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ)، سفیان بن عیینہؒ (م ۱۶۸ھ) اور اسحق بن راہویہؒ (م ۲۳۸ھ) کا مسلک و جملة ذلك ان القراءۃ عن غير واجبة على المأموم فيما جهر به الامام ولا فيما اسر به نص عليه احمد في رواية الجماعة وبذلك

قال الزهري والثوري وابن عيينة ومالك و ابو حنیفہ و اسحق۔ (معنی ابن قدامة ج ۱ ص ۵۶۶)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مقتدی پر قرأت واجب نہیں ہے نہ جہری نمازوں میں نہ سری میں۔ امام احمدؒ نے صحت کے ساتھ یہ بیان کیا ہے جیسا کہ علماء کی ایک جماعت نے ان سے نقل کیا ہے، اور امام زہریؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ اور اسحق ابن راہویہؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔
حضرت امام شافعیؒ م ۲۰۴ھ کا مسلک

نحن نقول كل صلاة صليت خلف الامام والامام يقرأ قراءۃ لا يسمع فيها قراءۃ فيها۔

(کتاب الام ج ۱ ص ۱۶۶)

اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قرأت کر رہا ہو جو سنی نہ جاتی ہو تو مقتدی ایسی نماز میں قرأت کرے۔
حضرت شیخ عبدالقا در جیلانیؒ م ۵۶۱ھ کا فرمان

وكذلك ان كان مأموما ينصت الى قراءۃ الامام ويفهمها۔ (غنیۃ الطالبین ترجمہ ص ۵۹۲)

ایسے ہی اگر نماز پڑھنے والا مقتدی ہے تو اس کو امام کی قرأت کے لیے خاموش رہنا چاہیئے اور اس کی قرأت کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنی چاہیئے۔

علامہ ابن تیمیہؒ م ۷۲۸ھ کا فیصلہ

فالنزاع من الطرفين لكن الذين ينهون عن

القراءة خلف الامام جمهور السلف والخلف
ومعهم الكتاب والسنة الصحيحة والذين
اوجبوها على المأموم فحديثهم ضعيف
الاشعة - (تنوع العبادات ص ۸۶ بحوالہ احسن الکلام ص ۱۴۵)
مسئلہ زیر بحث میں نزاع تو طرفین سے ہے لیکن جو لوگ امام کے
پیچھے قرأت سے منع کرتے ہیں وہ جمہور سلف و خلف ہیں اور
ان کے ہاتھ میں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ ہے اور جو لوگ امام
کے مقتدی کے لیے قرأت کو واجب قرار دیتے ہیں انکی حدیث
کو ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ، احادیث و آثار اور ائمہ مجتہدین کے اقوال سے مندرجہ ذیل امور
ثابت ہوئے۔

- ۱۔ امام کا کام قرأت کرنا ہے اور مقتدی کا کام امام کی قرأت کی طرف کان لگانا
اور خاموش رہنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں
کا حکم ہے کہ جب امام قرأت کرے تو ہم اس کی طرف کان لگاؤ اور خاموش رہو۔
۲۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کو منازعت و
مخالفت قرار دیا ہے (جو اسی صورت میں ہوتی ہے کہ امام اور مقتدی
دونوں پڑھنے لگیں) اس سے بھی ثابت ہوا کہ مقتدی کا قرأت کرنا درست
نہیں ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے منازعت و مخالفت نہ قرار دیتے
نیز انہی احادیث سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ یہ منازعت و مخالفت فقط
جہری نمازوں کے ساتھ نہیں بلکہ جہری اور سری دونوں میں ہوتی ہے جیسا کہ
حضرت عمران بن حصین اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی مرفوع احادیث

سے ظاہر ہے۔

- ۳۔ مرض الوفا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی جس میں آپ نے
سورہ فاتحہ نہیں پڑھی کیونکہ پہلے حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب آپ
تشریف لائے تو حضرت ابوبکرؓ مکبر کا فریضہ انجام دینے لگے اور آپ
امامت کرانے لگے اور آپ نے قرأت اس کے آگے سے شروع کی جہاں
تک حضرت ابوبکرؓ کر چکے تھے اور سند احمد کی روایت کے مطابق حضور
علیہ السلام و السلام کی تشریف آوری کے وقت حضرت ابوبکرؓ سورہ فاتحہ
کے بعد سورہ شروع کر چکے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے یہ نماز بغیر فاتحہ کے پڑھائی اور ہے یہی آپ کا آخری فعل جس کا کوئی نسخ
بھی نہیں، چودہ صدیاں گزر گئیں آج تک کسی نے نہیں کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی یہ نماز نہیں ہوئی (العیاذ باللہ)۔ لہذا ثابت ہوا کہ سورہ فاتحہ
کے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول اور فعل دونوں
اس کی دلیل ہوئے۔

- ۴۔ آئین کی احادیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام کو قاری (قرآن کریم) فرمایا نیز
آپ نے حکم دیا کہ جب امام غیر المفضوب علیہم ولا الضالین کے تو ہم آئین
کہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرأت فقط امام کا کام ہے مقتدی کا نہیں۔
ورد تو آپ اول تو سب کو قاری قرار دیتے، دوسرے

مقتدیوں سے کہتے کہ جب تم ولا الضالین کہہ چکو تو آئین کہو مگر
آپ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ جب امام ولا الضالین کے تو ہم آئین کہو۔
نیز احادیث آئین سے معلوم ہو رہا ہے کہ انسان اور فرشتے آئین میں موافقت
کرنے کے مامور ہیں اور یہ بات بالکل ظاہر و باہر ہے کہ ملائکہ کی آئین امام کے
پیچھے سورہ فاتحہ کی قرأت کے بغیر ہی واقع ہوتی ہے (کیونکہ قرأت قرآن مجید

انسان جسے کسی اور کو یہ حاصل نہیں (پس چاہیے کہ مقتدیوں کی آمین بھی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی قرأت کے بغیر ہی ہو تاکہ مقتدیوں اور خورشٹوں کی آمین میں توافق ہو سکے، اس بات سے بھی ثابت ہوا کہ قرأت فقط امام کا کام ہے مقتدی کا نہیں۔

۵۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث (۵۵) سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص امام کو رکوع میں پالے تو اس کی وہ رکعت ہو جائے گی، کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رکوع میں پایا تو رکعت پانے کے لیے جلدی سے رکوع میں چلے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دعا دی اور فرمایا آئندہ ایسا نہ کرنا لیکن یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی، اسے لوٹاؤ، امام کو رکوع میں پالینے سے رکعت کا ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ مقتدی پر سورۃ فاتحہ فرض نہیں، اگر فرض ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ضرور نماز لوٹانے کا حکم دیتے کیونکہ وہ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر رکوع میں چلے گئے تھے، لیکن کسی حدیث سے بھی آپ کا انہیں نماز لوٹانے کا حکم دینا ثابت نہیں۔

۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث (۵۶-۵۷) سے ثابت ہو رہا ہے کہ سورہ فاتحہ بھی قرأت میں شامل ہے کیونکہ دونوں ہی یہ فرما رہے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قرأت کی ابتداء سورۃ فاتحہ سے کیا کرتے تھے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ قرأت میں شامل ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

علاء یہ بات محدث محمد حسن فیض پوری نے ذکر کی ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں
الدلیل المبین علی ترک القراءة للمقتدین ص ۲۹۔

نے جو مقتدی کو قرأت سے منع کیا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ نہ سورۃ فاتحہ پڑھے اور نہ ہی کوئی دوسری سورۃ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث (۵-۸) سے یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے کیونکہ اُن میں واذا قرأ فانصتوا کے بعد واذا اذتال غیر المفضوب علیہ ولا الضالین فقولوا آمین کے الفاظ بھی آتے ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا بھی قرأت میں شامل ہے اور وہ صرف امام کا وظیفہ ہے مقتدی کا نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ جب امام غیر المفضوب علیہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو ظاہر ہے کہ غیر المفضوب علیہ ولا الضالین سورۃ فاتحہ ہی کا حصہ ہے اور آپ نے اسے امام کے پڑھنے کے ساتھ خاص کیا ہے۔ لہذا غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ ان احادیث میں قرأت سے روکا گیا ہے سورۃ فاتحہ سے نہیں یہ بالکل غلط ہے کیونکہ سورۃ فاتحہ بھی قرأت میں شامل ہے اور سورۃ فاتحہ کی ممانعت اولاً وبالذات ہے اور دوسری سورتوں کی ممانعت ثانیاً اور بالبعث۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث لا صلوة لمن لم یقرء بفاتحة الكتاب فصاعداً اکیلے نماز پڑھنے والے کے لیے ہے۔

چنانچہ اس حدیث کے راوی حضرت سفیان بن عیینہ، اور ان کے ساتھ حضرت امام احمد بن حنبل، دونوں حضرات حدیث کے طور پر فرما رہے ہیں کہ یہ ٹھکانا نماز پڑھنے والے کے لیے ہے۔ جیسا کہ ابو داؤد اور ترمذی میں موجود ہے اگر ان دونوں جلیل القدر مستیوں کے بیان سے یہ صرف نظر کر لیا جائے تب بھی خود اس حدیث میں ایسے شواہد موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ فقرہ کے لیے ہے۔

اول یہ کہ اس حدیث میں فصاعداً کا لفظ موجود ہے جس کا مطلب ہے کچھ مزید، اس لفظ کے ہوتے ہوئے حدیث کا ترجمہ ہوگا کہ اس شخص کی نماز جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ مزید قرأت نہ کرے اور اس پر اجماع ہے کہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ مزید قرأت منفرد ہی کرتا ہے مقتدی نہیں۔

دوم ^۱ یہ کہ اس حدیث کے ترجمہ پر غور کیا جائے۔ حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ "اس شخص کی نماز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ قرأت نہ کرے" یعنی سورۃ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ نہ پڑھے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ منفرد کے لیے ہے مقتدی کے لیے نہیں کیونکہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ پڑھنا منفرد کا کام ہے مقتدی کا نہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کی مرفوع حقیقی اور مرفوع حکمی (موقوف) حدیث ^(۲۵) سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث منفرد اور امام کے لیے ہے مقتدی کے لیے نہیں کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صاف موجود ہے کہ جس کسی نے نماز میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ قرأت نہ کی اس کی نماز نہیں ہوئی سوائے اس شخص (مقتدی) کے جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو۔

۸۔ خلفاء راشدین بھی امام کے پیچھے نہ تو خود قرأت کرتے تھے اور نہ ہی لوگوں کو کرنے دیتے تھے بلکہ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے جیسا کہ مصنف عبد الرزاق کی زید بن اسلم کی روایت سے واضح ہے۔

۱۔ حدیث کا یہ مفہوم جو ذکر کیا گیا ہے اس کی طرف امام بن قیم نے اشارہ کیا ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "بائع القوائد" ۲ ص ۶۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مقتدی کو امام کی قرأت ہی کافی ہے اور فرماتے تھے کہ جو مقتدی امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر بھر دیے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے وہ فطرت کے خلاف کام کرتا ہے، ایسا شخص فطرت پر نہیں ہے۔

۹۔ خلفاء راشدین کے علاوہ دیگر صحابہ کرام بھی امام کے پیچھے قرأت کرنے کے مخالف تھے، چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کے منہ میں انگارے بھر دیے جائیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا بس چلے تو میں امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کی زبان ہی کھینچ لوں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تو فتویٰ دیا کرتے تھے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

۱۰۔ یہی حال تابعین و تبع تابعین کا تھا۔ یہ حضرات بھی امام کے پیچھے قرأت کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ امام ابن سیرین فرماتے ہیں کہ ہمیں تو امام کے پیچھے قرأت کے برے سے ہی مسنون ہونے کا بھی علم نہیں ہے جائیکہ فرض و واجب سمجھنا۔ اسی لیے حضرت اسود بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے زیادہ مجھے یہ پسند ہے کہ میں منہ میں انگارے لے لوں، حضرت علقمہ بن قیس فرماتے ہیں کہ جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کے منہ میں مٹی بھر دی جائے وغیرہ۔

۱۱۔ جہد بن حضرت امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ

بن جنبلؒ میں سے کوئی امام بھی جہری نمازیں امام کے پیچھے قرار ت کرنے کو صحیح نہیں سمجھتا، فرض و واجب سمجھنا تو بہت دور کی بات ہے نیز ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام بھی اسکا قائل نہیں کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی۔
۱۱۔ امام ابن تیمیہؒ کے قول کے مطابق جمہور سلف و خلف امام کے پیچھے قرار ت کرنے سے منع کرتے ہیں اور ان کی دلیل کتاب اللہ اور سنت صحیحہ ہے اور امام کے پیچھے قرار ت کو فرض و واجب قرار دینے والوں کی دلیل کمزور ہے۔

لیکن قرآن و حدیث، آثار صحابہ و تابعین اور اقوال ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مقتدی پر امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے چاہے امام اونچی آواز سے قرار ت کر رہا ہو یا آہستہ آواز سے اور جو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز ناقص ہے، کالعدم ہے بیکار ہے باطل ہے۔
چنانچہ میاں نذیر حسین صاحب کے برادر زادے اور شاگرد مولوی عبدالحفیظ صاحب لکھتے ہیں:-

”فاتحہ خلف الامام پڑھنا فرض ہے بغیر فاتحہ پڑھے ہوئے نماز نہیں ہوتی۔“

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۹۸)

نوٹ:- مولوی عبدالحفیظ صاحب کے اس فتوے پر میاں نذیر حسین صاحب اور ان کے دوسرے شاگردوں کے بھی دستخط ثبت ہیں۔

نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں:-

”بعد سورۃ فاتحہ بخواند اگرچہ و ر پس امام باشد زیرا کہ بے فاتحہ نہ نماز صحیح ست و نہ اور اک رکعت معتد بہ۔“

(عرف النجادی ص ۱۱۱)

اس کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھے اگرچہ امام کے پیچھے ہو کیونکہ فاتحہ کے بغیر نہ نماز صحیح ہے اور نہ رکعت کا پانا معتبر ہے۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:-

”و من فرائضها قراۃ الفاتحہ تحت لفتاد علیہا فی کل رکعۃ من الثنائیۃ والرابعیۃ فی الفرائض و النوافل للامام و المأموم والمنفرد و المبسوق“ (نزل الابارح ص ۵۷)

نماز کے فرائض میں سے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہے اس شخص کے لیے جو اس کے پڑھنے پر قادر ہو دو رکعت والی اور چار رکعت والی نمازوں کی ہر رکعت میں خواہ فرض نماز ہو یا نفل، امام مقتدی منفرد اور مبسوق ہر ایک کے لیے۔

مولوی شہار اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:-

”میں سورۃ فاتحہ کو امام کے پیچھے پڑھنے کو ضروری جانتا ہوں از روئے قرآن و حدیث میری تحقیق ہے کہ فاتحہ کے بغیر منفرد ہو یا مقتدی کسی کی نماز نہیں ہوتی۔“ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۵۵)

کراچی سے ایک رسالہ ”فصل الخطاب فی قراءت فاتحہ الكتاب“ شائع ہوا ہے جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ

”جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے کالعدم ہے بیکار ہے باطل ہے۔“

(فصل الخطاب ص ۱۵۵)

ملاحظہ فرمائیے:- قرآن و حدیث آثار صحابہ و تابعین وغیرہ سے وثبات ہو رہا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرار ت کرنی ہی نہیں چاہیے خاموش رہ کر امام کی قرار ت کی طرف کان لگانے چاہئیں لیکن غیر مقلدین کا کہنا ہے

کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کی قرأت فرض و واجب ہے اگر وہ سورہ فاتحہ نہیں پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ نماز جو آپ نے بغیر سورہ فاتحہ کی قرأت کے پڑھائی تھی وہ بھی نہ ہو، نیز خلفاء راشدین ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور ان کے ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں متبعین جن میں حضرت علی بن ابی طالب، خواجہ معین الدین چشتی، اجیری، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید گنج شکر، خواجہ نظام الدین اولیاء، خواجہ باقی باللہ، مجدد الف ثانی، حضرت طاہر بندگی، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمہم اللہ علیہ سب کی اولیاء کرام ہیں ان سب کی نماز بھی نہ ہو کیونکہ یہ حضرات بھی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ تو خود پڑھتے تھے اور نہ ہی پڑھنے کو صحیح سمجھتے تھے۔

قارئین کرام غور فرمائیے کہ غیر مقلدین اپنے اس نظریہ سے کس کس کی نماز باطل قرار دے رہے ہیں اور بقول غیر مقلدین جب ان کی نماز ہی نہ ہوئی تو یہ تارک نماز ہوتے اور تارک نماز غیر مقلدین کے نزدیک چونکہ مسلمان نہیں، اس لیے یہ سب حضرات بھی مسلمان نہ ہوں گے العیاذ باللہ۔ غیر مقلدین کی یہ اتنی بڑی جرات و جسارت ہے جو غیر مقلدین کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ قارئین آپ نے غیر مقلدین کے فتوے ملاحظہ فرمائے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے فتوے پر بھی ایک نظر ڈالتے چلتے۔ دیکھئے امام احمد بن حنبل کیا فرماتے ہیں۔

”اہل اسلام میں سے کسی کو بھی ہم نے یہ کہتے نہیں سنا کہ جس شخص نے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جس نے قرأت کی ہو اور اس کے مقتدی نے قرأت نہ کی ہو تو اس مقتدی کی نماز نہیں

ہوتی، یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، آپ کے صحابہ، تابعین، اور تبع تابعین ہیں اور یہ امام مالکؒ ہیں اہل حجاز میں، اور یہ سفیان ثوریؒ ہیں اہل عراق میں اور یہ امام اوزاعیؒ ہیں اہل شام میں اور یہ لیثؒ ہیں اہل مصر میں، ان میں سے کسی نے بھی نہیں کہا کہ جس نے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی کہ جس نے قرأت کی تھی اور خود اس مقتدی نے نہیں کی تو اس مقتدی کی نماز باطل ہے۔“ (منہج ابن قدامہ ج ۱ ص ۱۵۵)

قارئین محترم اب آپ خود فیصلہ فرمائیے کہ غیر مقلدین کا مقتدیوں پر سورہ فاتحہ کی قرأت کو فرض قرار دینا اور نہ پڑھنے والے کی نماز کو باطل قرار دینا اور بلا جھجک یہ فتویٰ صادر کر دینا کہ امام کے پیچھے جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی، یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

ادراك الركعة بادراك الركوع مع الامام
جس نے امام کو رکوع میں پایا اس نے وہ رکعت پالی

۱۔ عن الحسن عن ابي بكر بن عبد الله بن عمر بن الخطاب رضي الله عنه انه قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم وهو راكع فرجع قبل ان يصل الى الصف فذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فقال زادك الله حرصا ولا تقدر بخاري ج ۱ ص ۱۸۵

حضرت حسن بصریؒ حضرت ابوبکرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس (مسجد نبوی میں)

ثابت کان یرکع علی عتبة المسجد ووجهه
إلى القبلة ثم یثمی معترضا علی شفتی
الایمن ثم یعتد بها ان وصل الی الصف
اولم یصل - (طحاوی ج ۱ ص ۲۴۲)

حضرت خارجہ بن زید، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت
کرتے ہیں کہ وہ مسجد کی دہلیز میں قدم رکھتے ہی قبلہ رو ہو کر رکوع میں
چلے جاتے پھر رکعت رکوع (دائیں طرف (صف کی طرف) چل پڑتے اور
اس رکوع سے پوری رکعت شمار کرتے چاہے آپ صف تک پہنچتے یا نہ پہنچتے۔
۵- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم اذا جئتم إلى الصلوة و نحن سجود
فنا سجدوا ولا تفتدوها شیئا و من ادرك
الركعة فقد ادرك الصلوة - (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۹ متدرک ج ۱ ص ۲۱۹)
حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جب تم نماز کے لیے آؤ اور ہم سجدہ میں جا چکے ہوں تو
تم بھی سجدہ میں چلے جاؤ اور اس رکعت کو شمار نہ کرو البتہ جس نے
رکوع پالیا اس نے نماز (کی وہ رکعت) پالی۔

۶- عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال من ادرك رکعة من الصلوة فقد ادركها
قبل ان یقیم الامام صلیہ ،

(صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۲۵۲ و صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۲۵۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پہنچے تو آپ رکوع میں جا چکے تھے۔ چنانچہ صف میں ملنے سے
قبل ہی وہ رکوع میں چلے گئے (اور آہستہ چلتے چلتے صف میں
مل گئے) نبی علیہ السلام کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا
اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کرنے پر اور حریص کرے پھر ایسا نہ کرنا۔

۲- عن زید بن وہب قال دخلت انا وابن
مسعود المسجد والامام راکع فركعنا ثم
مضينا حتی استوینا بالصف فلما فرغ الامام
تمت اقضى فقال قد ادركته -

(معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۱۱)

حضرت زید بن وہبؓ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عبداللہ بن
مسعودؓ مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے داخل ہوئے تو امام رکوع
میں جا چکا تھا چنانچہ ہم بھی رکوع میں چلے گئے اور آہستہ چلتے
چلتے صف میں مل گئے جب امام فارغ ہوا تو میں اٹھ کر (وہ
رکعت) قضا کرنے لگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا
کہ بھی تم نے وہ رکعت پالی ہے۔

۳- عن علی وابن مسعود قال من لم يدرك
الركعة فلا یعتد بالسجدة - (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۱۱)
حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دونوں نے فرمایا کہ
جس نے (امام کو) رکوع (میں) نہ پایا اس کے سجدہ (میں) پانے
کا کوئی اعتبار نہیں۔

۴- عن خارجہ بن زید بن ثابت ان زید بن

نے فرمایا جس نے امام کے رکوع میں اٹھنے سے پہلے رکوع کو پایا اس نے وہ رکعت پالی۔

۷۔ مالك انه بلغه ان اباه ريرة كان يقول
من ادرك الركعة فقد ادرك السجدة ومن
فاتته ام القرآن فقد فاتته خير كثير۔

(موطا امام مالک ص ۷)

حضرت امام مالک سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ فرماتے تھے کہ جس نے رکوع پایا اس نے سجدہ بھی پایا اور جس سے ام القرآن فوت ہو گئی اس سے خیر کثیر فوت ہو گئی۔

۸۔ مالك انه بلغه ان عبد الله بن عمرو بن
بن ثابت كان يقول ان من ادرك الركعة
فقد ادرك السجدة۔ (موطا امام مالک ص ۷)

حضرت امام مالک سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور زید بن ثابتؓ دونوں فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے رکوع پایا اس نے سجدہ بھی پایا۔

۹۔ عن ابن عمر انه كان يقول اذا فاتتك الركعة
فاتتك السجدة۔ (موطا امام محمد ص ۷)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب تجھ سے رکوع فوت ہو گیا تو پھر سجدہ بھی فوت ہو گیا (یعنی وہ رکعت نہ ہوئی)

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص امام کو رکوع میں پالے تو اس کی وہ رکعت صحیح ہو جائے گی۔ اس کے دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں

ہوگی، چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رکوع میں پایا، تو رکعت پالنے کے لیے جلدی سے رکوع میں چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو دُعا دی اور فرمایا اکتبہ ایسا نہ کرنا۔ لیکن یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی اسے ٹٹاؤ۔ حضرت ابو بکرؓ نے رکوع میں ملنے کے لیے جو جلدی کی اس سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک امام کو رکوع میں پالینے سے وہ رکعت ہو جاتی ہے، ورنہ حضرت ابو بکرؓ رکوع میں ملنے کی کوشش نہ کرتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں مل جائے امام کے اٹھنے سے پہلے پہلے تو اس کی وہ رکعت ہو گئی جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث سے واضح ہے اسی پر صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین کا عمل تھا اسی کو ائمہ مجتہدین ائمہ اربعہ نے اپنایا۔ گویا یہ ایک اجماعی مسئلہ ہوا۔

چنانچہ علامہ ابن عبد البرؒ مالکی لکھتے ہیں۔

” قال جمهور الفقهاء من ادرك الامام ركعاً

فكبر وركع وامكن يديه من ركبيته قبل

ان يرفع الامام رأسه فقد ادرك الركعة ومن

لم يدرك ذلك فقد فاتته الركعة ومن فاتته

الركعة فاتته السجدة اي لا يعتد بها هذا مذهب

مالك والشافعي وابي حنيفة واصحابه والثروري

والنوزاعي وابي ثور واحمد واسحق وروى ذلك

عن علی و ابن مسعود و زید و ابن عمر و قد ذکرنا

الاسانید عنہم فی التمهید - (السنن کالج - بولہ اعلام السنن ص ۲۵)

جمہور فقہاء کا کہنا ہے کہ جس شخص نے امام کو رکوع میں پایا اور وہ تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا گیا اور دونوں گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ امام کے اٹھنے سے پہلے پہلے تو اسی نے وہ رکعت پالی اور جس نے امام کو رکوع میں نہ پایا اس سے رکوع فوت ہو گیا اور جس سے رکوع فوت ہو گیا اس سے سجدہ فوت ہو گیا یعنی اس کا سجدہ بھی معتبر نہیں ہے۔ یہی مذہب ہے حضرت امام مالک امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب و سفیان ثوری، امام اوزاعی امام ابو ثور، امام احمد اسحاق بن راہویہ کا اور یہی حضرت علیؑ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اور ہم نے ان کی سندیں تمہید میں ذکر کر دی ہیں۔

لیکن چونکہ امام کو رکوع میں پالینے والے مقتدی کی رکعت کا ہو جانا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ مقتدی کی نماز فاتحہ کے بغیر ہو جاتی ہے، مقتدی پر فاتحہ فرض نہیں، اور یہ غیر متقلدین کے مسلک کے خلاف ہے اس لیے انہوں نے ان تمام احادیث و آثار اور اجماع اُمت کے خلاف بڑی ڈھٹائی کے ساتھ صاف طور پر کہہ دیا کہ جو شخص امام کو رکوع میں پائے اس کی وہ رکعت نہیں پڑی سلام پھیرنے کے بعد اس رکعت کو ادا کرے۔

چنانچہ مولوی عبد الرحمن گورکھپوری لکھتے ہیں :-

”مدرک رکوع کی رکعت نہیں ہوتی، اس لیے کہ ہر رکعت میں سورۃ

فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔“ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۹۶)

نوٹ :- یہ فتویٰ میاں نذیر حسین صاحب کا مصدقہ فتویٰ ہے۔

نواب نور الحسن لکھتے ہیں -

”بے فاتحہ نہ نماز صحیح است و نہ ادراک رکعت معتد بہ“

(عرف المجاہد ص ۲۶)

سورہ فاتحہ کے بغیر نہ نماز صحیح ہے اور نہ ہی رکوع میں امام کو پانے سے رکعت کے پانے کا اعتبار ہے۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں -

”ولو وجد الامام فی الركوع لا يعتد بتلك

الركعة لان قراءۃ الفاتحة تحت فرض عندنا“

(نزل الابراج ۱ ص ۳۳)

اگر امام کو رکوع میں پایا تو (نماز میں) اس رکعت کو شمار نہیں کیا جائیگا کیونکہ سورۃ فاتحہ پڑھنا ہمارے نزدیک فرض ہے۔

مولوی یونس دہلوی لکھتے ہیں :-

”مدرک رکوع کی رکعت ہرگز نہیں ہوتی“ (دستور المقتی ص ۱۱)

ملاحظہ فرمائیے : اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما رہے ہیں کہ امام کو رکوع میں پالینے والے کی رکعت ہو جاتی ہے۔ صحابہ کرام تابعین عظام کا کہنا ہے کہ اس کی رکعت ہو جاتی ہے۔ ائمہ مجتہدین اس پر متفق ہیں کہ اس کی رکعت ہو جاتی ہے لیکن غیر متقلدین بلا جھجک کہہ رہے ہیں کہ امام کو رکوع میں پانے والے کی رکعت ہرگز نہیں ہوتی، کیونکہ یہ بات مان لینے سے ان کے مسلک پر زور پڑتی ہے اور چونکہ اپنا مسلک اور دوسروں کی مخالفت عزیز ہے اس لیے نہ قول رسول کی پرواہ نہ آثار صحابہ کی فکر، نہ

اجماع است کا خیال بلکہ ایک غیر مقلد نے تو ایسی بات کہہ دی کہ جس کو پڑھ کر
دل روتا ہے جگہ پھٹتا ہے، کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ وہ بات نقل کرنے کو دل تو
نہیں چاہتا لیکن محض اس لیے نقل کر دیتے ہیں کہ غیر مقلدین کا انداز بیان اور
طرز عمل لوگوں کے سامنے آجائے۔ ذرا دل تھام لیجئے کہیں شوق نہ ہو جائے
یہ حوالہ ایک غیر مقلد مگر منصف مزاج عالم کی زبانی نقل کیا جاتا ہے۔

”اول تحریر ایک ہمارے ہی علماء اہل حدیث کی پرچہ تنظیم میں
طبع ہوئی تھی جس میں مولانا موصوف نے مدرک رکوع کے التعداد
والول کو مخلص النار (ہمیشہ ووزخ میں رہنے والے)
مکہ کا حکم صادر فرما دیا تھا۔ نتیجہ اس طرح نکالا تھا کہ مدرک رکوع
سے فاتحہ مفقود ہوتی ہے لہذا اس کی نماز نہیں، جس کی نماز نہیں
وہ۔ بے نماز ہے۔ بے نماز کافر ہے اور وہ مخلص النار ہے۔
بلفظہ۔ (اتمام رکوع فی ادراک رکوع۔ بحوالہ احسن الکلام ج ۱ ص ۵۵)

قارئین کرام یہ ہے غیر مقلدین کا قول و عمل اور یہ ہے ان کی قرآن و حدیث سے
مجہدت۔ اب آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت۔

الاقتصار علی الفاتحة فی الاخریین
وجواز التسبیح موضعها وجواز السکوت
فرضوں کی آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیئے اور
ان رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کی جگہ التسبیح پڑھنا اور خاموش رہنا بھی جائز ہے

۱۔ عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابيہ ان النبی صلی
اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الظهر
الاولیین بام الکتاب وسورتین و فی الرکعتین
الاجریین بام الکتاب الحدیث۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۱)
حضرت عبداللہ اپنے والد حضرت ابو قتادہؓ سے روایت کرتے
ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ظہر کی نماز میں پہلی دو رکعتوں میں سورۃ
فاتحہ اور دوسری دو سورتیں پڑھتے تھے اور دوسری دو رکعتوں
میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔

۲۔ عن عبید اللہ بن ابی رافع عن علی رضی اللہ عنہ
انہ کان یقرأ فی الرکعتین الاولیین من
الظهر بام القرآن وقرآن و فی العصر مثل ذالک
وفی الاخریین منہما بام القرآن و فی المغرب
فی الاولیین بام القرآن وقرآن و فی الثالثین بام
القرآن قتال عبید اللہ واراہ قدر فہ الی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۸۱)

عبید اللہ بن ابی رافعؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ ظہر و عصر کی پہلی دو

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، میں نے سنا کہ جب آپ نے عنین المفضوب علیہم ولا الضالین کہا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز آہستہ کر دی۔

۸۔ علقمة بن وائل یحدث عن وائل (وقت سمعت من وائل) انه صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قرأ عنین المفضوب علیہم ولا الضالین قال آمین خفض بها صوته (منہ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داود ص ۹۲) الحدیث۔

حضرت علقمة بن وائل اپنے والد حضرت وائلؓ سے حدیث بیان کرتے ہیں (حضرت علقمة کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے خود حضرت وائلؓ کی زبانی بھی سنا ہے) کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نے عنین المفضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے اپنے اپنی آواز پست کر دی۔

۹۔ عن علقمة بن وائل عن ابيه انه صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حين قال عنین المفضوب علیہم ولا الضالین قال آمین یخفض بها صوته (متدرک حاکم ج ۲ ص ۲۳۲)

حضرت علقمة بن وائل اپنے والد حضرت وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ

عنین المفضوب علیہم ولا الضالین کہہ چکے تو آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز پست رکھی۔

۱۰۔ علقمة بن وائل یحدث عن وائل (وقت سمعت من وائل انه صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قرأ عنین المفضوب علیہم ولا الضالین قال آمین خفض بها صوته۔

(بیہقی ج ۲ ص ۵۵)

حضرت علقمة بن وائل حضرت وائلؓ سے حدیث نقل کرتے ہیں (حضرت علقمة کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے خود حضرت وائلؓ کی زبانی بھی سنا ہے) کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نے عنین المفضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے اپنی آواز پست کر دی۔

۱۱۔ عن علقمة بن وائل عن ابيه ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ عنین المفضوب علیہم ولا الضالین فقال آمین وخفض بها صوته (تمذی ج ۱ ص ۵۵)

حضرت علقمة بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (نماز میں) عنین المفضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے اپنی آواز پست کر دی۔

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے

۱- عن ابراهيم قال قال عمر اربع عمار يعقنين عن الامام التقوذ و بسم الله الرحمن الرحيم و آمين و اللهم ربنا لك الحمد ،

(کنز العمال ج ۸ ص ۲۷۴)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ کہے - (۱) اعوذ باللہ ، (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) اللہم ربنا لك الحمد ۔

۲- روى ابو معمر عن عمر بن الخطاب انه قال يخفي الامام اربعاً التقوذ و بسم الله الرحمن الرحيم و آمين و ربنا لك الحمد ۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ ج ۱ ص ۶۱)

حضرت ابو معمرؒ (حضرت ابراہیم نخعیؒ کے استاذ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا امام چار چیزوں کو آہستہ کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) ربنا لك الحمد ۔

۳- وروينا عن عبد الرحمن بن ابی لیلى ان عمر بن الخطاب قال يخفى الامام اربعاً التقوذ و بسم الله الرحمن الرحيم و آمين و ربنا لك الحمد

(محل ابن عزم ج ۲ ص ۲۰۶)

(ابن عزم کہتے ہیں کہ) ہم نے روایت کیا ہے عبدالرحمن بن ابی لیلىؒ سے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) ربنا لك الحمد ۔

۴- عن ابی وائل قال قال عمر و علی لا يجهران بسم الله الرحمن الرحيم ولا بالتقوذ ولا بالتأمين ، (شرح معانی الآثار سنی ج ۱ ص ۱۲۱) ابو وائل کہتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نہ تو بسم اللہ اور اعوذ باللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے اور نہ ہی آمین اونچی آواز سے کہتے تھے ۔

۵- عن ابی وائل قال لم يكن عمر و علی يجهران بسم الله الرحمن الرحيم ولا بآمين ۔ (المجمر النقی ج ۱ ص ۲۸)

حضرت ابو وائل کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نہ تو بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے اور نہ ہی آمین اونچی آواز سے کہتے تھے ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے ۔

۶- عن ابی وائل قال قال علی و ابن مسعود لا يجهران بسم الله الرحمن الرحيم ولا بالتقوذ ولا بآمين ۔ (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۶۳)

حضرت ابو وائل کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رضی اللہ عنہما نہ تو اعوذ باللہ، بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے

اور نہ ہی آمین اونچی آواز سے کہتے تھے۔

۷۔ عن علفمة والاسود کلیدما عن ابن مسعود

قتال يخفي الامام ثلاثا التعوذ وبسم الله

الرحمن الرحيم و آمين - (محل بن حزم ج ۲ ص ۲۳۳)

حضرت علقمہؓ اور اسودؓ دونوں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے

روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا امام تین چیزوں کو آہستہ آواز

سے کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ خود بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے اور فتویٰ

بھی آمین کے آہستہ آواز سے کہنے کا دیتے تھے

۸۔ عن ابراهيم قتال خمس يخفين سبحانه

اللهم وبحمدك والتعوذ وبسم الله الرحمن

الرحيم و آمين واللهم ربنا لك الحمد

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۷)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں آہستہ کہی جاتی ہیں

(۱) سبحانک اللہم وبحمدک (۲) اعوذ باللہ (۳) بسم اللہ (۴)

آمین (۵) ربنا لک الحمد۔

۹۔ عن ابراهيم قتال اربع يخفيهن الامام

بسم الله الرحمن الرحيم والاستعاذة و آمين

واذا قتال سمع الله لمن حمده قتال ربنا

لك الحمد - (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۸ و

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ امام چار چیزوں کو آہستہ آواز

سے کہے (۱) بسم اللہ (۲) اعوذ باللہ (۳) آمین (۴) سمع

الله لمن حمده، کے بعد ربنا لک الحمد۔

۱۰۔ عن ابراهيم انه كان يُسر آمين -

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۸)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ آمین سر آہستہ کہتے تھے۔

حضرت امام شعبیؒ اور حضرت ابراہیم تیمیؒ بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے

۱۱۔ قتال الطبري و روى ذلك عن ابن مسعود

وروى عن النخعي والشعبي و ابراهيم التيمي

كافوا يخفون بآمين - (الجوهري مفتي ج ۲ ص ۵۸)

امام ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے

بھی یہی مروی ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ امام نخعیؒ، امام شعبیؒ

اور ابراہیم تیمیؒ بھی آمین آہستہ آواز سے کہتے تھے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا مسلک بھی آمین آہستہ آواز سے کہنے کا ہے

۱۲۔ و قتال سفیان الثوري و ابو حنيفة قتلا

الامام سرًا ذهبوا الى قتال

وابن مسعود رضي الله عنهما - (الاعراب ج ۱ ص ۲۷۱)

حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے تھے کہ آمین سر آہستہ

کہیں اس میں انہوں نے حضرت شریؒ اور حضرت عبداللہ

بن مسعودؓ کی تقلید کی ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آواز سے آمین کہیں،

اخبرنا ابو حنیفہ عن حماد عن ابراهيم قال
اربع يخافت بهن الامام سبحانك اللهم وبحمدك
والنقوذ من الشيطان الرجيم وبسم الله الرحمن
الرحيم و آمين قال محمد و به نأخذ وهو
قول ابي حنيفة -

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفہؒ بروایت الامام محمد ص ۱۱۱)
(امام محمدؒ فرماتے ہیں) ہمیں خبر دی حضرت امام ابو حنیفہؒ نے بڑا بیت
حماد حضرت امام شافعیؒ سے انہوں نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ
آواز سے کہے (۱) سبحانک اللہم وبحمدک (۲)
اعوذ باللہ (۳) بسم اللہ (۴) آمین - امام محمدؒ فرماتے
ہیں اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی قول ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ کا -
قال النومی " وقال ابو حنیفہ و الثوری
یسرون بالتامین و کذا قال مالک فی
المأموم الخ - (المجموع شرح المہذب ج ۲ ص ۳۴۳)
امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت سفیان
ثوریؒ کا قول ہے کہ مقتدی آمین ستر کہیں، اور مقتدی کے بارے
میں حضرت امام مالکؒ کا بھی یہی قول ہے -

امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام تو آمین کہے
ہی نہیں مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہیں،

قال مالک " و يخفى من خلف الامام آمين
ولا يفتل الامام آمين ولا يأس بالرجل
وحده ان يقول آمين " (المدة الكبرى ج ۱ ص ۱۱۱)
امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہے
اور امام آمین نہ کہے، البتہ جو شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہو اس کے
آمین کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام تو اونچی آواز سے
آمین کہے لیکن مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہیں،

قال الشافعي " فاذا فرغ من قراءة ام
القرآن قال آمين ورفع بها صوته ليقتدي
به من كان خلفه واذا قال قالوا لها
واسمعوا انفسهم ولا احب ان يجهروا بها
فان فعلوا فلا شيء عليهم "

(کتاب الام ج ۱ ص ۱۱۱)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب امام سورۃ فاتحہ پڑھ چکے تو اونچی
آواز سے آمین کہے تاکہ مقتدی بھی (سن کر آمین کہنے میں) امام
کی اقتداء کریں اور جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی آمین کہیں اور
اپنے آپ کو سنائیں اور میں مقتدیوں کے لیے آمین بالجہر کو
پسند نہیں کرتا، تاہم اگر وہ ایسا کر لیں تو ان پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی م ۶۰۶ھ کی تحقیق

”قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ اخفاء التامین

افضل و قال الشافعی رحمہ اللہ اعلاند

افضل واحتج ابو حنیفۃ علی صحۃ قولہ

قال فن قولہ آمین وجہان احدہما اند

دعاء والثانی انه من اسماء اللہ فان کان

دعاء وجب اخفاؤہ لقولہ تعالیٰ (ادعوا ربکم

تضرعا وخفیۃ) وان کان اسما من اسماء اللہ

تعالیٰ وجب اخفاؤہ لقولہ تعالیٰ (واذکر ربک

ف نفسك تضرعا وخفیۃ) فان لم یثبت

الوجوب فلا قتل من اللہ بیعتہ ونحن بہلنا

القول نقول“ (اتفسیر البکیر للامام الفخر الرازی ج ۱۲ ص ۱۳۱)

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا افضل

ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اونچی آواز سے کہنا افضل ہے

امام ابو حنیفہ نے اپنے قول کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے

فرمایا کہ آمین کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آمین دعا ہے دوسری

یہ کہ آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اگر آمین

دعا ہے تو پھر اس کا اخفاء واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

ہے۔ اَدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَخَفِیَّةً۔ تم لوگ

اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تو ازل ظاہر کر کے اور چپکے چپکے

اور اگر آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے تو بھی

اسکا اخفاء واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاذْکُرْ رَبَّکَ

فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَخَفِیَّةً۔ اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو

اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اگر اخفاء کا وجوب ثابت نہ بھی

ہو تو کم از کم مندوب و مستحب ہونا تو ثابت ہوتا ہی ہے اور ہم

بھی یہی قول کرتے ہیں (کہ آمین آہستہ ہی کہنی چاہیے)

مذکورہ بالا آیات کریمہ احادیث و آثار اور اقوال ائمہ مجتہدین سے درج ذیل

امور ثابت ہوئے۔

(۱) جس وقت امام عین المفضوب علیہم ولا الضالین کہے

اس وقت امام اور مقتدی دونوں کے لیے آمین کہنا سنت ہے۔

(۲) آمین آہستہ آواز سے کہنی سنت ہے اول تو اس لیے کہ قرآن وحدث

سے ثابت ہے کہ آمین دعا ہے جیسا کہ آیت کریمہ ”فَتَدُاجِبُتْ

دَعْوَتُکُمْ“ اور اس کی تفسیر میں وارد احادیث سے واضح ہے اور دعا

کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ آہستہ کی جائے۔ یہی انبیاء کی

سنت ہے جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی قرآن پاک میں مذکور دعا سے

واضح ہے، ثانیاً اس لیے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آمین

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، ان روایات کے پیش نظر

آمین کہنا نوکر ہوا اور ذکر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ دل میں

اور آہستہ کیا جائے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر حضرت امام اعظم نے

آہستہ آواز سے کہنے کو سنون قرار دیا جیسا کہ حضرت امام فخر الدین رازی

کے بیان سے ظاہر ہے۔

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے جیسا کہ حضرت

وائل رض کی احادیث سے واضح ہے، نیز آپ کا تجزیہ اولیٰ کہہ کر سکوت اختیار کرنا پھر سورہ فاتحہ پڑھ کر دوبارہ سکوت کرنا اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ تجزیہ تحریمہ کہہ کر آہستہ آواز سے ثناء پڑھتے تھے اور سورہ فاتحہ ختم کر کے ثناء کی طرح آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے۔

۴۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آمین آہستہ آواز سے کہنی چاہیے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے عنین المفضوب علیہم ولا الضالین کہنے پر مقتدیوں کو آمین کہنے کا حکم فرمایا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام بلند آواز سے آمین نہیں کہتا ورنہ اس کے ولا الضالین کہنے پر آمین کہنے کا حکم نہ دیا جاتا نیز آپ نے یہ جو فرمایا کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے اور امام دونوں آہستہ آواز ہی سے آمین کہتے ہیں کیونکہ اگر فرشتوں اور امام کی آمین اونچی آواز سے ہوتی تو لوگ ان کی آمین کی آواز خود ہی سن لیتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ بتلانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی کہ فرشتے اور امام بھی آمین کہتے ہیں۔

۵۔ حدیث میں نمازی کی آمین کے ملائکہ کی آمین کے ساتھ موافق ہونے پر مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ نمازی کی آمین میں فرشتوں کے ساتھ موافقت کی کسی صورت میں ہو سکتی ہیں۔ (۱) یہ موافقت وقت میں بھی ہو سکتی ہے یعنی جب امام ولا الضالین ختم کرتا ہے تو فرشتے فوراً آمین کہتے ہیں ہمیں بھی ان کی موافقت کرتے ہوئے اسی وقت آمین کہنی چاہیے (۲) خشوع و اخلاص میں بھی موافقت ہو سکتی ہے جیسے فرشتے انتہائی خشوع اور اخلاص کے ساتھ کہتے ہیں ہمیں بھی ایسے ہی کہنی چاہیے (۳) اخفاء میں

بھی موافقت ہو سکتی ہے یعنی جیسے فرشتے آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں حتیٰ کہ ان کی آمین کی آواز سنائی نہیں دیتی ایسے ہی ہمیں بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہنی چاہیے۔

۶۔ خلفاء راشدین بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے جیسا کہ حضرت ابراہیم نخعی ابو عمر وغیرہما کے آثار سے واضح ہے۔

۷۔ اکثر صحابہ کرام اور تابعین بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہتے تھے۔

۸۔ ائمہ اربعہ میں سے تین امام، حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ تینوں اس بات کے قائل ہیں کہ مقتدیوں کو آہستہ آواز ہی سے آمین کہنی چاہیے جیسا کہ خود ان کی اپنی تصانیف میں ان کے اپنے بیانات سے ظاہر ہے۔

۹۔ مذکورہ احادیث سے جہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے وہیں یہ بات بھی واضح ہوئی کہ آمین کہنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی صرف ایک مرتبہ آمین کہیں اور دونوں کی آمین اکٹھی ہو جس کی صورت یہ ہے کہ امام جب ولا الضالین کہہ کر سکوت کرے تو مقتدی فوراً آمین کہہ لیں اس صورت میں امام اور مقتدی دونوں کی آمین اکٹھی ہو جائے گی کیونکہ امام بھی ولا الضالین کے بعد متصلاً آمین کہے گا۔

۱۰۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے کہ جب قاری و امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو ثابت ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ امام ہی پڑھے گا مقتدی نہیں کیونکہ اگر مقتدی بھی سورہ فاتحہ پڑھتا تو پھر یہ نہ فرماتے کہ امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو بلکہ آپ فرماتے کہ جب تم ولا الضالین

کہہ چکو تو آمین کہو۔

لیکن قرآن و سنت آثار صحابہ و تابعین اور اقوال ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آمین اونچی آواز سے کہنی چاہیے اونچی آواز سے آمین کہنا سنت ہے اور جو شخص ان آیات و احادیث اور آثار صحابہ کے پیش نظر ان سے کہے کہ بھائی آمین آہستہ آواز سے کہو تو وہ اسے تارک سنت سمجھ کر نفرت و حقارت سے دیکھتے ہیں حتیٰ کہ وہ اسے یہودی تک کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے نیز وہ ایک آمین کے بجائے دو آمین کے بھی قائل ہیں۔ اس سلسلہ میں غیر مقلدین کی چند تحریرات ملاحظہ فرمائیے۔

یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔

”مغرب و عشاء اور صبح کی نمازیں جب امام اور مقتدی سورہ فاتحہ کی پچھلی آیت کو ختم کر چکیں تو پہلے امام پھر مقتدی پکار کر آمین کہیں“
(دستور المتقی ص ۱۱۱)

جماعت غبار اہلحدیث کے سابق امام مفتی عبدالسار قمطرانہ ہیں۔

”پس آج کل بھی جو ناعاقبت اندیش و فتنہ انگیز اونچی آمین سے چڑے اور کہنے والوں سے حسد رکھے وہ یقیناً یہودی ہے۔“

(فتویٰ آمین بالجہر ص ۳۲ بحوالہ اظہار التحیین ص ۱۶)

مولوی محمد صاحب جو ناگزہی یوں گوہر افشانی کرتے ہیں۔

”خیر میرا مقصد یہ تھا کہ یہ نری یہودیت ہے کہ اپنے امام کی رائے قیاس پر بھروسہ کر بیٹھنا اور دینی امور میں شخصی تقلید کوئی چیز سمجھنا اور آمین کی آواز سے چڑنا۔“

(دلائل محمدی ج ۲ ص ۳۱ بحوالہ اظہار التحیین ص ۱۶)

مولوی خالد گرجا کھی صاحب کے ابا جان مولوی نور محمد گرجا کھی صاحب یوں فرماتے ہیں۔

”اے منکرین آمین اور آمین بالجہر سے روکنے والو سوچو کہ تم کس قدر بے نصیب اور نامراد ہو بلکہ اوروں کو بھی اس نعمت سے نامراد اور بے نصیب کرتے ہو۔“

(اثبات آمین بالجہر ص ۳۳ مشمولہ استیصال التقلید)

یہی مولوی نور محمد صاحب اپنے رسالے میں آگے چل کر دل کی بھڑاس نکالتے ہیں اور ایسی سو قیانہ زبان استعمال کرتے ہیں کہ پناہ بخدا، تبرا بازی کی اس بدتر مثال شاید نہ پیش کی جاسکے۔ یہ صاحب خفیوں اور یہودیوں میں مماثلت ثابت کرنے کیلئے لکھتے ہیں۔

(۱) یہودی آمین بالجہر سے جلتے تھے۔ خفی بھی آمین بالجہر سے جلتے ہیں۔
(۲) یہودی جمعہ پڑھنے سے حسد کرتے تھے۔ خفی بھی جمعہ کی تردید میں مضمون لکھتے ہیں۔

(۳) یہودی قبلہ پر حسد کرتے تھے۔ خفی بدعتی بغداد کی طرف منہ کر لیتے ہیں۔

(۴) یہودی صفوں کی درستی سے جلتے تھے۔ خفی بھی پاؤں سے پاؤں ملانے سے جلتے ہیں۔

(۵) یہودی سلام سے حسد کرتے تھے۔ خفی بھی محمدیوں سے سلام پسند نہیں کرتے۔

(۶) یہودی علماء و مشائخ کی تقلید کرتے تھے۔ خفی بھی علماء و مشائخ کی تقلید کرتے ہیں۔

(۷) یہودی لوگوں کو تظلید پر مجبور کرتے تھے۔
 حنفی بھی عوام کو تظلید پر مجبور کرتے ہیں۔

(۸) یہودی اقوال احبار پیش کرتے تھے۔ ————— حنفی بھی اقوال الرجال
ہی پیش کرتے ہیں۔

(۹) یہودی حضرت موسیٰ کی کتاب کو چھوڑ کر گمراہ ہو گئے تھے۔ — حنفی
بھی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر صراطِ مستقیم بھول گئے۔

(۱۰) جو لوگ مسلمانوں کا امام کے پیچھے آئیں کہنے پر حسد کریں گے وہ اس امت کے یہودی ہیں۔ _____ حنفی لوگ مسلمانوں کا امام کے پیچھے

آمین کہنے پر حسد کرتے ہیں لہذا یہی اس امت کے یہودی ہیں۔

(اثبات آمین بالجہ ص ۲۰)

حافظ عبد اللہ روپڑی صاحب سے ایک سوال ہوا۔

سوال : حکم ہے کہ جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی کہے۔ ایک مقتدی اس وقت جماعت میں شامل ہوا جب امام عنبر المفضوب پڑھ چکا تھا تو

وہ امام کے ساتھ آمین کہے یا پہلے الحمد للہ (محمد علی خطیب جامع مسجد خدیوہ)۔

آپ نے جواب دیا کہ

جواب: دونوں باتوں پر عمل کرے امام کے ساتھ بھی آمین کہے اور اپنی فاتحہ ختم

کر کے بھی آمین کہے الخ - (فتاویٰ الطحطاوی ج ۱ ص ۱۹۲)

جماعت، غریب، ابلحدیث کے امام مفتی عبدالستار سے بھی ایک ایسا ہی سوال

ہو آپ نے جو اس کا جواب دیا مع سوال کے ملاحظہ فرمائیے۔

سوال: مسبق نے امام کی اقتدار اس وقت کی کہ امام نصف الحمد پڑھ چکا تھا

اور مقتدی نے الحمد شروع کی یہ نصف الحمد تک پہنچا تھا کہ امام نے

ولا الضالین کو پڑھا تو مقتدی الحمد چھوڑ کر آمین کہے گا یا نہیں ؟ اگر کہے گا تو اپنی الحمد پوری کر کے یا نہیں ؟ اگر کہے گا تو دوبارہ کہنا لازم آئے گا ایک درمیان فاتحہ دوسرے بعد فاتحہ اور اگر نصبت الحمد میں آمین کہے گا تو یہ تحریف لازم آئے گی اور تحریف کلام اللہ میں حرام ہے اب کوئی ایسی حدیث ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ مسبوق الحمد پڑھتا رہے آمین نہ کہے یا الحمد چھوڑ کر آمین کہے ۔

(سید الشہداء و تائید انصاری آبادی)

جواب : اس کا نام تحریف نہیں اتباع امام ہے۔ امام کی متابعت کی وجہ

سے اگر نصف الحمد میں آمین کہے اور پھر الحمد ختم کر کے بھی آمین کہے تو

شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ الخ (فتاویٰ ستاریہ ج ۱ ص ۱۳)

ملاحظہ فرمائیے : یہ ہے غیر متقلدین حضرات کا طرز عمل کہ قرآن و حدیث سے

ثابت شدہ ایک عمل (آہستہ آواز سے آہین کھنا) نہ صرف یہ کہ ان کے

نزدیک صحیح نہیں بلکہ اس پر عمل کرنے والے اور اچھی آواز سے امین نہ ہونے

والے ان کے نزدیک اس قدر برے ہیں کہ یہودیوں سے جاتے ہیں، انبیاء

تو انہیں کہہ کر رکھو، چار ہزار تھے، نہ دشنام کہے دیا جا رہا ہے کیا اس تبر ابازی

اور دشنام دیسی سے اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہوگی

کہ آپ آجستہ آواز سے آمین کہتے تھے کیا خلفاء راشدین، صحابہ کرام اور تابعین عظام

نیز ہزاروں لاکھوں بزرگان دین کی روحیں بے چین نہ ہوں گی کہ وہ خود بھی آہستہ

آواز ہی سے آمین کہتے تھے اور دوسروں کو بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہنے

کامسہ بتلا تھے تھے نقل کفر کفر نہ باشد کیا یہ سب آمین بالجہر سے پڑتے

تھے اور کیا یہ سب یہودی تھے؟ پس ہے اذا فانتك الحياء فافعل
ما شئت، بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن۔

قارئین محترم یہ ہیں غیر مقلدین عمل بالمحدث کے و عویدار جو دشنام دہی
میں رافضیوں کو بھی مات کر گئے ہیں۔ اب آپ مندرجہ بالا آیات کریمہ احادیث
و آثار اور ان کے خلاف غیر مقلدین کے رویے کو سامنے رکھ کر خود ہی فیصلہ
فرمائیں کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت بلکہ حدیث و شتمنی؟

ترك رفع اليدين في غير الافتتاح تجبر تحريمه علاوة رفع يدين نهى كرها جائز

۱۔ حدثنا عبد الله بن ايوب المخرمي وسعدان بن نصي وشعيب
بن عمرو في آخرين قالوا ثنا سفيان بن عيينة
عن الزهري عن سالم عن ابيه قال رأيت
رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوة
رفع يديه حتى يحاذي بهما وقال بعضهم
حذو منكبيه و اذا اراد ان يركع و بعد ما يرفع
رأسه من الركوع لا يرفعهما وقال بعضهم
ولا يرفع بين السجدين والمعنى واحد۔

(صحیح ابی عوانہ ج ۲ ص ۲۸)

حضرت امام زہریؒ، حضرت سالمؒ سے اور وہ اپنے والد حضرت
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے
فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع

کرتے تو رفع یدین کرتے مونڈھوں تک اور جب آپ
ارادہ فرماتے کہ رکوع کریں اور رکوع سے سر اٹھا لینے کے بعد آپ
رفع یدین نہ کرتے۔ بعض راویوں نے کہا ہے کہ آپ دونوں سجدوں
کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے۔ مطلب سب راویوں کی روایت
کا ایک ہی ہے۔

۲۔ حدثنا الحميدي قال حدثنا سفيان قال حدثنا الزهري
قال اخبرني سالم بن عبد الله عن ابيه قال رأيت
رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوة
رفع يديه حذو منكبيه و اذا اراد ان يركع و بعد
ما يرفع رأسه من الركوع فلا يرفع ولا بين
السجدين۔
(مسند حمیدی ج ۲ ص ۲۸)

۱۔ غیر مقلدین حضرات صحیح ابی عوانہ اور مسند حمیدی کی مذکورہ دونوں روایات کا جب
کوئی جواب نہیں پاتے تو یہ پاپیگنڈا شروع کر دیتے ہیں کہ حنفیوں نے ان میں تحریف کر دی ہے
الغایذ باللہ، قارئین محترم یہ ان حضرات کا سلسلہ بہتان ہے۔ احناف اس جیسے گھناؤنے
فعل کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے، غیر مقلدین کے اس بہتان کی قلعی کھولنے کے لیے ہم اس
کتاب کے آخر میں مسند حمیدی اور صحیح ابی عوانہ کے قلمی نسخوں کا عکس پیش کر رہے ہیں قارئین
ان میں ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں ذکر کردہ الفاظ ان قلمی نسخوں میں ہیں یا نہیں، مزیداری کی بات
یہ ہے کہ مسند حمیدی کا قلمی نسخہ میاں نذیر حسین صاحب کے دو شاگردوں حافظ نذیر حسین
عرف نین العابدین اور محی الدین زبیری کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور یہ دونوں غیر مقلد تھے
یہ قلمی نسخہ دارالعلوم دیوبند کی لائبریری میں محفوظ ہے، صحیح ابی عوانہ کا قلمی نسخہ پیر صاحب الشیخہ راشدی
صاحب پیر جو گوٹھ سندھ کا ہے اس کا عکس غیر مقلدین کے جماعتی آرگن الاعتصام شمارہ ۱۷۷ ص ۷
میں شائع ہوا ہے۔ ہم اسی سے فوٹو کر شائع کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ اور پر صحیح ابی عوانہ کا جو
حوالہ درج ہے وہ بیروت کے طبع شدہ نسخہ کا ہے اس میں اور جس قلمی نسخے کے صفحہ کا عکس
ہم دے رہے ہیں اس میں معمولی فرق ہے بیروت والے میں لا یرفع ہے اور قلمی میں فلا
یرفع ہے۔ دونوں نسخے ہمارے مؤید ہیں۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سالم بن عبد اللہ نے اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے خبر دی کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے مؤنڈھوں تک اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ فرماتے اور رکوع سے سر اٹھا لیتے تو پھر رفع یدین نہ کرتے اور نہ دونوں سجدوں کے درمیان کرتے۔

۳۔ عن عبد اللہ بن عون الحارثی ثنا مالک عن الزہری عن سالم بن عبد اللہ بن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوۃ ثم لا یعود، (خلافاً لہ بقی بحوالہ نصب الرایۃ ج ۱ ص ۴۳)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے وقت رفع یدین کرتے پھر دوبارہ نہ کرتے۔

۴۔ ابن وہب عن مالک بن انس عن ابن شہاب عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه حتیٰ ینکبہ اذا افتتح التکبیر للصلوۃ، (المندوۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۹)

حضرت سالم بن عبد اللہ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے مؤنڈھوں تک جب کہ آپ نماز کی تکبیر تحریر یہ کہتے تھے۔

حدثنا ابو کریب محمد بن العلاء ثنا محمد بن عبد الرحمن بن محمد المحاربی ثنا ابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس وعن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ترفع الایدی فی سبعة مواطن افتتح الصلوۃ واستقبال البیت والصفاء والمروۃ والموقفین وعند الحجر رکعت التارح اصلہ وشرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۴

حضرت عبد اللہ بن عباس و حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رفع یدین سات مقامات پر کیا جائے۔ نماز کے شروع میں، بیت اللہ کی زیارت کے وقت، صفا مروہ پر، عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور رمی جمار کے وقت۔

۶۔ حدثنا احمد بن شعیب ابو عبد الرحمن النسائی انا عمرو بن یزید ابو بريد الجرہی ثنا سہب بن عبد اللہ ثنا ودقاء عن عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال السجود علی سبعة اعضاء الیدين و القدمین والركبتین والجبونۃ ورفع الایدی اذا رأیت البیت و علی الصفا والمروۃ و بعرفة وعند رمی الجمار واذا اتممت الصلوۃ، (معجم طبرانی کبیر ج ۱ ص ۵۲)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سجدہ سات اعضاء پر کیا کرو دونوں ہاتھوں، دونوں پاؤں، دونوں گھٹنوں، اور پیشانی پر اور رفع یدین اس وقت کیا کر جب تو بیت اللہ کو دیکھئے اور صفا و مروہ پر، وقوف عرفہ کے وقت، رمی جمار کے وقت اور جب نماز کے لیے اقامت کہہ دی جائے۔

۴۔ حدثنا هنادنا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب

عن عبد الرحمن بن الاسود

عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود الا
اصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فلي
قلو يرفع يديه الا في اول مرة، قال وفي الباب
عن البراء بن عازب قال ابو عيسى حديث
ابن مسعود حديث حسن و به يقول غير واحد
من اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله
عليه وسلم والتابعين وهو قول سفيان
واهل الكوفة، (ترمذی ج ۱ ص ۵۹)

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی نماز
پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور پہلی مرتبہ تکبیر
تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے علاوہ کسی اور جگہ
رفع یدین نہیں کیا، اور ترک رفع یدین کے باب میں حضرت

براء بن عازب سے بھی حدیث مروی ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حضرت
ابن مسعود کی حدیث حسن ہے اور بے شمار اہل علم صحابہ کرام اور تابعین
اسی کے (یعنی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے) قائل ہیں
اور یہی حضرت سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

۸۔ حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ نا وكيع عن سفيان

عن عاصم يعني ابن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود

عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود الا

اصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم

۱۔ اس حدیث مبارکہ کو امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے اور علامہ ابن حزم نے
صحیح قرار دیا ہے ملاحظہ ہو محل ج ۲ ص ۸۸ اسی طرح ابن عدی نے بھی صحیح قرار دیا ہے دیکھئے
الکوکب الدرر ج ۱ ص ۱۱۱۔ ترمذی شریف کے محشی احمد شاہ تحریر فرماتے ہیں "وہذا
الحديث صحيح ابن حزم وغيره من الحفاظ وهو حديث صحيح
وما قالوا في تعليقه ليس بعلّة، (جامع ترمذی بتحقیق احمد شاہ کرج ۲ ص ۱۱۱) اس حدیث
کو ابن حزم اور ان کے علاوہ دیگر حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے اور بعض لوگوں نے
جو کچھ اس حدیث کی تعلیل کے متعلق کہا ہے وہ علت بنتے کے قابل نہیں ہے، غیر متقلدین
کے محدث العصر ناصر الدین البانی تحریر فرماتے ہیں۔ "والحق انه حديث صحيح واسناد
صحيح على شرط مسلم ولم نجد لمن اعلمه حجة يصلح التعليق بها ورد
الحديث من اجلها" الخ (مشکوٰۃ المصابیح بتحقیق محمد ناصر الدین البانی ج ۱ ص ۱۱۱)
حق بات یہ ہے کہ یہ حدیث بھی صحیح ہے اور اس کا سند بھی مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور جن لوگوں
نے اس حدیث کو معطل قرار دیا ہے ہمیں ان کی کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جس سے استدلال صحیح ہو
اور اس کی وجہ سے حدیث رد کر دی جائے۔

قال فصلی فلم یرفع یدیه الامرة -

(ابوداود ج ۱ ص ۱۰۹)

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں - حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ آپ نے نماز پڑھی اور ایک مرتبہ (تجیر تحریمہ کے وقت) کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا -

۹- اخبرنا سويد بن نصر حدثنا عبد الله بن المبارك عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة عن عبد الله قال الا اخبركم بصلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فقام فرفع يديه اول مرة ثم لم يعد، (نسائي ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی خبر نہ دوں (حضرت علقمہ آپ کے شاگرد) کہتے ہیں کہ آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے پہلی مرتبہ (تجیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا پھر نہیں کیا -

۱۰- اخبرنا محمود بن غيلان المروزي حدثنا وكيع حدثنا سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة عن عبد الله انه قال الا اصلي بكم صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلی فلم یرفع یدیه الامرة واحدة - (نسائي ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ (تجیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا -

۱۱- حدثنا عبد الله حدثني ابی ثنا وكيع ثنا سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة قال قال ابن مسعود الا اصلي لكم صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فصلی فلم یرفع یدیه الامرة - (مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۸ و ص ۴۲۲)

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں - چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا -

۱۲- حدثنا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة عن عبد الله قال الا اريكم صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم یرفع یدیه الامرة -

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں (چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور) صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا -

۱۳ اخبرنا ابو الطاهر الفقيه انبأنا ابو حامد بن بلال انبأنا محمد بن اسماعيل الاحمسي ثنا وكيع عن سفيان عن عامر يعني ابن كليب عن عبد الرحمن الاسود عن علقمة قال قال عبد الله يعني ابن مسعود لا صلين يكو صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فصلى فلم يرفع يديه الا مرة واحدة -

(السنن الكبرى للبيهقي ج ۲ ص ۷۸)

حضرت علقمة فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں تمہیں ضرور اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر دکھاؤں گا۔ حضرت علقمة کہتے ہیں کہ آپ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔

۱۴ حدثنا ابن ابی داود قال ثنا نعیم بن حماد قال ثنا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن الاسود عن علقمة عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم انه كان يرفع يديه في اول تكبيرة ثمر لا يعود -

(شرح معاني الآثار للطحاوي ج ۱ ص ۱۵۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف پہلی تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

۱۵ ابو حنیفہ عن حماد عن ابراهيم عن الاسود ان عبد الله بن مسعود رضي الله عنه كان يرفع يديه

۱۶ یہ ایسی نہری سند ہے کہ جس کے تمام راوی تمام الضبط کثیر الملازمة اور اپنے اپنے زمانے کے ائمہ الثقات ہیں

في اول التكبير ثم لا يعود الى شئ من ذلك ويأثر ذلك عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم -

(جامع المسانيد ج ۱ ص ۳۵۵)

حضرت امام ابو حنیفہ حضرت حماد سے اور وہ حضرت ابی ہاشم نخعی سے اور وہ حضرت اسود سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے بعد نماز میں کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے اور وہ اس عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے تھے۔

۱۶ حدثنا محمد بن الصباح البزار ثنا شريك عن

يزيد بن ابی زياد عن عبد الرحمن بن ابی ليلى -

عن البراء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان

اذا افتتح الصلوة رفع يديه الى قريب من

اكتفيه ثم لا يعود اليه (ابوداود ج ۱ ص ۱۵۴)

۱۷ یاد رہے کہ اس حدیث مبارک میں یزید بن ابی زیاد سے کلمہ لا یتعدی نقل کرنے میں

شریک اکیلے نہیں ہیں بلکہ شریک کے ساتھ یہ کلمہ (۱) سفیان ثوری (۲) سفیان بن عیینہ (۳)

ہشیم (۴) ابن ادریس (۵) اسماعیل بن زکریا (۶) محمد بن ابی لیلی رحمہم اللہ نے بھی نقل کیا ہے جو

یزید بن زیاد کے قدیم شاگرد ہیں اور امام شعبہ نے بھی یزید بن ابی زیاد سے صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی

رفع یدین نقل کیا ہے۔ یہ روایات اس کتاب میں آپ نمبر وار ملاحظہ فرمائیں۔ نیز یہ بھی ذہن میں رہنا

چاہیے کہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے یہ کلمہ نقل کرنے میں یزید بن ابی زیاد بھی اکیلے نہیں ہیں۔ ان کے

ساتھ یہ کلمہ (۱) عیسیٰ (۲) اور حکم بھی نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-

ابتدا شریک کے تفرد اور یزید کی تلقین کو لے کر اعتراض کرنا غلط ہے نیز حدیث براء کی ساری سند

(باقی اگلے صفحہ پر)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھ کانوں کے قریب تک لیجا کر رفع یدین کرتے پھر (کسی جگہ) نہ کرتے۔

۱۷۔ حدثنا ابوبکر قال ثنا مؤمل قال ثنا سفيان قال

ثنا يزيد بن ابى زياد عن ابى ليلى

عن البراء بن عازب قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا كبر لا فتاح الصلوة رفع يديه حتى يكون ابهاماه قريبا من شحمتي اذنيه ثم لا يعود۔

(شرح معاني الآثار للعلامة ج ۱ ص ۱۵۲)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز شروع کرنے کے لیے تجیر کہتے تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کی کو کے قریب ہو جاتے۔ پھر نہیں کرتے تھے۔

۱۸۔ عبد الرزاق عن ابن عيينة عن يزيد بن عبد الرحمن بن ابى ليلى

عن البراء بن عازب مثله وزاد قال مرة واحدة ثم لا تعد لرفعها في تلك الصلوة۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۷۷)

حضرت سفیان بن عیینہ نے یزید بن ابی زیاد سے بواسطہ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اسی کے مانند حدیث روایت کی اور اس میں یہ اضافہ بھی نقل فرمایا کہ حضرت

بقیہ ص ۳۹۷ میں کافی محدثین و فقہاء آتے ہیں جو سب ترک رفع پر عامل تھے اور تمام کوفہ میں ترک رفع

یہی متواتر تھا۔

براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ہی دفعہ رفع یدین کیا پھر اس نماز میں دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔

۱۹۔ حدثنا اسحق حدثنا هشيم عن يزيد بن ابى زياد

عن عبد الرحمن بن ابى ليلى

عن البراء قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين افتتح الصلوة كبر ورفع يديه حتى كادت تخافيان اذنيه ثم لم يعد،

(مسند ابی لیلی ج ۳ ص ۲۲۸)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو تجیر تحریر کہی اور رفع یدین کیا یہاں تک کہ آپ اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے برابر لے گئے پھر اس کے بعد دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔

۲۰۔ حدثنا اسحق حدثنا ابن ادريس قال

سمعت يزيد بن ابى زياد عن ابى ليلى،

عن البراء قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم

رفع يديه حين استقبل الصلوة حتى رأيت

ابهاميه قريبا من اذنيه ثم لم يرفعهما

(مسند ابی لیلی ج ۳ ص ۲۲۹)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو

رفع یدین کیا، میں نے آپ کے انگوٹھوں کو کانوں کے بالکل قریب دیکھا پھر اس کے بعد آپ نے رفع یدین نہیں کیا۔

۲۱- حدثنا یحییٰ بن محمد بن صاعدنا محمد بن سلیمان لوین ثنا

اسماعیل بن زکریا ثنا بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ

عن البراء انه رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم

حين افتتح الصلوة رفع يديه حتى حاذى بهما

اذنيه ثم لم يعد الى شئ من ذلك حتى فرغ

من صلواته (دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۳)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز

شروع کی تو رفع یدین کیا یہاں تک کہ آپ دونوں ہاتھ کانوں

تک لے گئے پھر آپ نے کسی اور مقام پر رفع یدین نہیں

کیا حتیٰ کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے۔

۲۱- حدثنا ابوبکر الأدمی احمد بن محمد بن اسماعیل نا عبد الله

بن محمد ایوب المخرمی نا علی بن عاصم نا محمد بن ابی لیلیٰ

عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ

عن البراء بن عازب قال رأیت رسول الله صلى الله

عليه وسلم حين قام الى الصلوة فكبر ورفع

يديه حتى ساوى بهما اذنيه ثم لم يعد الحديث

(دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۳)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے، پہلی

تکبیر میں۔

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جس وقت نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے تکبیر تحریمہ کہی اور رفع یدین کیا حتیٰ کہ آپ دونوں ہاتھ کانوں تک لے گئے۔ پھر دوبارہ (کسی مقام پر) آپ نے رفع یدین نہیں کیا۔

۲۳- حدثنا احمد بن علی بن العلاء ثنا ابو الاشعث ثنا

محمد بن بکر ثنا شعبۃ عن یزید بن ابی زیاد،

قال سمعت ابن ابی لیلیٰ يقول سمعت البراء في

هذا المجلس يحدث قوما منهم كعب بن عجرة

قال رأیت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين

افتتح الصلوة يرفع يديه في اول تكبيرة،

(دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۳ و مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۳)

حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو اس مجلس میں کچھ لوگوں سے باتیں

کرتے سنا جن میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ

(حضرت براء) نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے، پہلی

تکبیر میں۔

۲۳- حدثنا حسين بن عبد الرحمن انا وكيع عن ابن ابی لیلیٰ

عن اخيه عيسى عن الحكم عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ

عن اخيه عيسى عن الحكم عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ

عن اخيه عيسى عن الحكم عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ

عن اخيه عيسى عن الحكم عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ

عن اخيه عيسى عن الحكم عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ

عن اخيه عيسى عن الحكم عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ

عن البراء بن عازب قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يديه حين افتتح الصلوة ثم لم يرفعهما حتى انصرف ، (ابوداود ج ۱ ص ۱۹۸) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا پھر نماز سے فارغ ہونے تک (کسی اور جگہ) نہیں کیا۔

۲۵- وکیع عن ابن ابی لیلی عن عیسیٰ اخیه والحکم عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة ثم لا يرفعهما حتى ينصرف ، (المرونة الكبرى ج ۱ ص ۶۹) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے ، پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۲۶- حدثنا ابو بكر قال نا وکیع عن ابن ابی لیلی عن الحكم وعیسیٰ عن عبد الرحمن بن ابی لیلی — عن البراء بن عازب ان النبي صلى الله عليه وسلم

بقیہ از صفحہ ۳۹۳: ابی لیلی اور شرح معانی الآثار لطحاوی میں یہ سند اسی طرح مذکور ہے۔ ہم نے مذکورہ کتب میں سے یہ روایات مع سند کے نقل کر دی ہیں، قارئین نمبر وار وہ روایات اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه ثم لا يرفعهما حتى يفرغ (مصحف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۳) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۲۷- حدثنا اسحق حدثنا وکیع حدثنا ابن ابی لیلی

عن الحكم وعیسیٰ عن عبد الرحمن بن ابی لیلی ، عن البراء ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه ثم لا يرفعهما حتى ينصرف ، (مسند ابی یعلیٰ ج ۲ ص ۲۴۸)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۲۸- حدثنا محمد بن النعمان قال حدثنا یحییٰ بن یحییٰ قال ثنا وکیع عن ابن ابی لیلی عن اخیه وعن الحكم عن ابن ابی لیلی

عن البراء رضی اللہ عنہ عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله (شرح معانی الآثار لطحاوی ج ۱ ص ۱۵۵)

۲۹- حدثنا مسدد ثنا یحییٰ عن ابن ابی ذئب عن سعید بن مسکان

عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا دخل فی الصلوۃ رفع یدیه مدًّا

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جب نمازیں داخل ہوتے تھے تو خوب ہاتھ دراز
کر کے رفع یدین کرتے تھے۔

۳۰۔ عن نعیم المجرم و ابی جعفر القاری عن ابی
ہریرۃ انہ کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوۃ
ویکبر کما خفض ورفع ویقول انا شبھکم
صلوۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

(التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید ج ۹ ص ۲۱۵)

حضرت نعیم المجرم اور حضرت ابو جعفر القاری رحمہما اللہ حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رفع یدین
تو نماز شروع کرتے وقت کرتے تھے اور تکبیر پر اونچ نیچ میں
کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
نماز کے ساتھ تم سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔

۳۱۔ عن عبد الرحیم بن سلیمان عن ابی بکر النخشی عن عاصم بن کلیب عن ابیہ

عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان

یرفع یدیه فی اول الصلوۃ ثم لا یعود،

(العلل الواردة فی الاحادیث النبویۃ، دارقطنی ج ۴ ص ۱۱۱) (قلت انفرج

رفعه عبد الرحیم بن سلیمان وهو ثقة، ناقل،

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت
کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں رفع یدین
کرتے تھے، پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

۳۲۔ ثنا الخسین بن احمد بن منصور سجادة ثنا بشر بن

الولید القاضی ثنا کثیر بن عبد اللہ ابو ہاشم۔

قال سمعت انس بن مالک یقول قال لی النبی

صلی اللہ علیہ وسلم "یا بُنَّی اذا تقدمت الی

الصلوۃ فاستقبل القبلة وارفع یدیک وکبر

واقرا ما بدالك فاذا رکعت قضع کفیک علی رکتیک

وفرّق بین اصابعک وسبّح فاذا رفعت

رأسک فاقم صلیک حتی یقع کل عضو مکانہ

واذا سجدت فامکن جہتک من الارض

وسبّح واذا رفعت رأسک فاقم رأسک فاذا

قضت قضع عقبیک تحت الیتک واقم

صلیک فانہا من سنتی ومن اتبع سنتی فانه

منی ومن هو منی فہو منی فی الجنة"

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج ۶ ص ۲۸۶)

کثیر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک

رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام

نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا جب تو نماز کے لیے بڑھے تو قبلہ پر

ہوجا، رفع یدین کر اور تکبیر تحریمہ کہہ اور قرائت کر جہاں سے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھا کہ
حضرت سالم اور قاضی محارب بن ڈثار کا اعتراض کرنا۔

عن جابر سمعت سالم بن عبد اللہ یحدث انہ
رأى اباہ یرفع یدیه اذا کبروا اذا اراد ان
یرکع واذا رفع رأسہ من الرکوع فسألتہ عن
ذالک فزعم انہ رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یصنعه۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۷)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ
کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے اپنے والد (حضرت عبداللہ
بن عمرؓ) کو دیکھا کہ انہوں نے رفع یدین کیا، تکبیر تحریمہ کتے وقت اور
رکوع میں جلتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت میں نے ان سے
اس کے متعلق سوال کر دیا۔ انہوں نے بتلایا کہ انہوں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

عن محارب بن ڈثار قال رأیت ابن عمر
یرفع یدیه کلما رکع وکلما رفع رأسہ من
الرکوع قال فقلت لہ ما هذا قال کان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام فی الرکعتین
کبر و رفع یدیه۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۲۶)

حضرت محارب بن ڈثار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ
بن عمرؓ کو رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع
یدین کرتے دیکھا تو میں نے ان سے کہا کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے

فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب دو رکعتوں کے بعد قیام فرماتے
تھے تو تکبیر کہتے تھے اور رفع یدین کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرنا

۱۔ عن مجاہد قال صلیت خلف ابن عمر فلم
یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرۃ الاولی
من الصلوٰۃ۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۵۵)

حضرت مجاہدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے
پچھے نماز پڑھی تو انہوں نے رفع یدین نہیں کیا مگر نماز کی پہلی تکبیر میں

۲۔ عن مجاہد قال ما رأیت ابن عمر یرفع یدیه

الا فی اول ما یفتتح (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳)

حضرت مجاہدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ
کو ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

۳۔ عن عبد العزیز بن حکیم قال رأیت ابن عمر

یرفع یدیه حذوا ذنیہ فی اول تکبیرۃ افتتاح

الصلوٰۃ ولم یرفع فیہما سوی ذالک

(موطا امام محمد ص ۹)

عبد العزیز بن حکیمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ
کو دیکھا کہ وہ ابتداء نماز میں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے
تھے کافوں کے برابر اس کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۴۔ عن مجاہد قال ما رأیت ابن عمر یرفع یدیه الا فی

اول ما یفتتح الصلوٰۃ (معرفۃ السنن والآثار ج ۲ ص ۴۲۸)

حضرت مجاہدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ابتداء

نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ کر
حضرت میمونؓ کی رائے کا حضرت ابن عباسؓ کے پاس جا کر حیرت سے سنا کر

عن میمون المکی انه رأى عبد الله بن الزبير
وصلى به يستير بكفيه حين يمتوم
وحين يركع وحين يسجد وحين ينهض
للقيام فيتم فيستير بيديه فانطلقت الى
ابن عباس فقلت انى رأيت ابن الزبير صلى
صلوة لم اراها يصليها فوصفت له
الاشارة فمال ان احببت ان تنظر الى
صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم
فاقتد بصلوة عبد الله بن الزبير.

(ابو داود ج ۱ ص ۸۸)

حضرت میمونؓ کی رائے سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ
بن زبیرؓ کو دیکھا کہ انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھانی تو ابتداء نماز
رکوع کو بجاتے اور سجدہ میں جاتے اور دوسری رکعت کے
لیے کھڑے ہوتے وقت دونوں ہتھیلیوں سے اشارہ کیا، میں
نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس جا کر کہا کہ میں نے
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا
ہے کہ اور کسی کو بھی اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا حضرت
عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر تم کو پسند ہو کہ حضور علیہ
الصلوة والسلام کی نماز کو دیکھو تو ابن زبیرؓ کی اقتدار کرو۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے حضرت عبادؓ کا فرمان

وفى المواقف اللطيفة واخرج البيهقي
في خلافياته عن الحاكم بسنده الى حفص
بن غياث عن محمد بن ابى يحيى قال
صليت الى جنب عباد بن عبد الله بن الزبير قال
فجعلت ارفع يدي في كل رفع ووضع
قال يا ابن اخي رأيتك ترفع في كل رفع وتخضع
وان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان
اذا افتتح الصلوة رفع يديه في اول صلوة
ثم لم يرفعهما في شيء حتى فرغ،
(بسط الیہ بن لیل الفرقین ص ۵۳)

حضرت محمد بن یحییٰؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبادؓ بن
عبداللہ بن زبیرؓ کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں ہر اونچ نیچ میں
رفع یدین کرتا رہا، حضرت عبادؓ نے فرمایا اے میرے بھتیجے
میں نے نہیں دیکھا ہے کہ تم ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کرتے
تھے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ابتداء میں، اسی
فقط رفع یدین کرتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کہیں
اور رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے
اصحاب و تلامیذ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

عن شعب بن صالح عن ابی اسحق قال کان اصحاب

عبد الله واصحاب على لا يرفعون ايديهم الا
في افتتاح الصلوة قال وكيع ثم لا يعودون
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت ابو اسحقؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت
علی رضی اللہ عنہما کے اصحاب و شاگرد صرف نماز کے ابتداء میں
رفع یدین کرتے تھے، حضرت وکیعؒ فرماتے ہیں کہ پھر اس
کے بعد کسی مقام پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔
حضرت ابو اسحق سبیعیؒ، امام شعبیؒ اور ابراہیم نخعیؒ
تینوں ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

قال عبد الملك ورأيت الشعبي وابراهم
وابا اسحق لا يرفعون ايديهم الا حين
يقتحون الصلوة - (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)
حضرت عبد الملك بن اسحقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبیؒ
ابراہیم نخعیؒ اور ابو اسحق سبیعیؒ کو دیکھا ہے یہ لوگ ابتداء نماز
کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

عن اشعث عن الشعبي انه كان يرفع يديه في
اول التكبير ثم لا يرفعهما -

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

امام شعبیؒ سے مروی ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع
یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

اخبرنا حصين ومغيرة عن ابراهيم انه

كان يقول اذا كبرت في فاتحة الصلوة فارفع
يديك ثم لا ترفعهما فيما بقي -

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت حصینؒ اور مغيرةؒ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت کرتے
ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ جب تو نماز کے شروع میں تکبیر (تحریمہ)
کے لئے تو رفع یدین کر پھر باقی نماز میں رفع یدین نہ کر۔

عن حصين ومغيرة عن ابراهيم قال لا ترفع
يديك في شيء من الصلوة الا في الافتتاح
الاول - (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ تو ابتداء نماز کے علاوہ باقی
کسی جگہ بھی نماز میں رفع یدین نہ کر۔

حضرت اسود بن یزیدؒ اور حضرت علقمہؒ بھی ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

عن جابر عن الاسود وعلقمة انه كان
يرفعان ايديهما اذا افتحا ثم لا يعودان
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت جابرؒ سے مروی ہے کہ حضرت اسود بن یزیدؒ اور حضرت
علقمہؒ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے
حضرت قیس بن ابی حازمؒ بھی ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

عن اسماعيل قال كان قيس يرفع يديه اول ما
يدخل في الصلوة ثم لا يرفعهما -

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت اسماعیلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت قیس بن ابی حازمؒ ابتداء نماز

میں رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؓ بھی صرف ابتداء نماز میں ہی رفع یدین کرتے تھے

عن سفیان بن مسلم الجہنی قال کان ابن

ابی لیلیٰ یرفع یدیه اول شیء اذ کبیر،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۷)

حضرت سفیان بن مسلم بھی فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن

ابی لیلیٰؓ صرف ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے جب تکبیر کہتے

تھے۔

حضرت غلیثمہؓ بھی صرف ابتداء نماز میں ہی رفع یدین کرتے تھے۔

عن الحجاج عن طلحة عن خيثمة و ابراهيم

قال كانا لا یرفعان ایدیہما الا فی بدء الصلوة

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۷)

حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت غلیثمہؓ اور حضرت ابراہیمؓ

دونوں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز کے شروع میں۔

حضرت سفیان ثوریؓ بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کے قائل ہیں

قال الامام الترمذی "وهو قول سفیان و اهل

الکوفة"

(ترمذی ج ۱ ص ۵۹)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اور اسی کے (کہ صرف تکبیر تحریمہ کے

وقت رفع یدین کیا جائے پھر نہیں) قائل ہیں حضرت سفیان

ثوریؓ اور اہل کوفہ۔

حدیث اسحق بن ابی اسرائیلؓ بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کے قائل تھے

قال اسحق بنہ ناخذ فی الصلوة کلها

(دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۵)

حدیث اسحق بن ابی اسرائیلؓ فرماتے ہیں کہ ہم بھی اسی کو (کہ رفع یدین

ابتداء نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہی کیا جائے) اپناتے ہیں

تمام نماز میں۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مسلک

قال محمد بن السنہ ان یکبر الرجل فی

صلواتہ کلما خفض و کلما رفع و اذا انحط للسجود

کبر و اذا انحط للسجود الثاني کبر فاما

رفع الیدین فی الصلوة فانه یرفع یدیه

حدوا لاذنین فی ابتداء الصلوة مرة واحدة

شعلا یرفع فی شیء من الصلوة بعد ذالك

و هذا كله قول ابی حنیمہ

(موطا امام محمد ص ۸۸)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ نمازی اپنی نماز

میں ہر اٹھتے بیٹھتے تکبیر کہے جب پہلے سجدے میں جائے

تو تکبیر کہے جب دوسرے سجدے میں جائے تو تکبیر کہے رہا

رفع یدین تو وہ ابتداء نماز میں صرف ایک مرتبہ کانوں تک

کہے اس کے بعد نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرے، اور یہ

سب حضرت امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔

حضرت امام مالکؒ کا مسلک

(قال) وقال مالك لا اعرف رفع اليدين
في شيء من تكبير الصلوة لا في
خفض ولا في رفع الا في افتتاح الصلوة

(المدونة الكبرى ج ۱ ص ۶۸)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا رفع یدین کو نماز کی کسی
بھی تکبیر میں نہ جھکے ہوئے نہ اُٹھتے ہوئے سوائے ابتداء
نماز کے۔

”المالكيت قالوا رفع اليدين حذوا المنكبين
عند تكبيرة الاحرام مندوب وفيها عدا
ذالٹ مكروه“ (الفقه على المذاهب الاربعية ج ۱ ص ۲۵)
مالکیت کہتے ہیں کہ رفع یدین مؤذھوں تک تکبیر تحریمہ کے وقت
مستحب ہے اس کے علاوہ مکروہ ہے۔

ترک رفع یدین پر اہل مدینہ کا اجماع

قال ابن القيم ”من اصول مالك اتباع
عمل اهل المدينة وان خالفت الحديث“
(بدائع الفوائد ج ۲ ص ۳۲)

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ کے اصول میں
سے ہے کہ وہ اہل مدینہ کے عمل کی اتباع کرتے ہیں اگرچہ وہ
حدیث کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔

قال ابن رشد المالكي ”فمنهم من

اقتصروا على الاحرام فقط ترجيحاً لحديث
عبد الله بن مسعود وحديث البراء بن عازب
وهو مذهب مالك لموافقة العمل به
(بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۹)

ابن رشد مالکیؒ فرماتے ہیں کہ کچھ فقہاء نے رفع یدین کرنے کو
صرف تکبیر تحریمہ کے وقت منحصر کیا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ
اور حضرت براء بن عازبؓ کی احادیث کو ترجیح دیتے ہوئے
اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ کا بھی کیونکہ اہل مدینہ کا عمل
اسی کے موافق ہے۔

ترک رفع یدین پر اہل کوفہ کا اجماع

قال الامام الترمذي وبه يقول غير واحد
من اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله
عليه وسلم والتابعين وهو قول سفيان
واهل الكوفة (ترمذي ج ۱ ص ۵۹)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ بے شمار اہل علم صحابہ کرام اور تابعین
عظام اسی کے (صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے
کے) قائل ہیں اور یہی حضرت سفيان ثوريؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

قال الامام محمد بن نصي المروزي
لا نعلم مصرا من الا مصرا تركوا باجمعهم
رفع اليدين عند الخفض والرفع الا اهل
الكوفة - (استيعاب المجتہد ص ۹)

امام محمد بن نصر مروزی فرماتے ہیں کہ شہروں میں سے کسی شہر کے متعلق ہم نہیں جانتے کہ وہاں کے رہنے والوں نے اجماعاً سر جھکاتے اور سر اٹھاتے وقت رفع یدین چھوڑ دیا ہو سوائے اہل کوفہ کے۔

قال ابن رشد المالکی فذهب اهل الكوفة ابو حنيفة وسفيان الثوري وسائر فقهاءهم الى انه لا يرفع المصلي يديه الا عند تكبيرة الاحرام فقط۔ (بایۃ المجتہد ج ۱ ص ۹۷)

ابن رشد فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سفیان ثوری اور وہاں کے تمام فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ نمازی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ کرے۔

ترک رفع یدین پر فقہاء کا اجماع

ثنا ابو بکر بن عیاش قال ما رأيت فقيها قط يفعل له يرفع يديه في غير التكبيرة الاولى (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۵۶)

حضرت ابو بکر بن عیاش فرماتے ہیں کہ میں نے ہرگز کسی فقیہ کو بھی پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ کسی بھی مقام پر رفع یدین کے واجب نہ ہونے پر اجماع

قال النووي "اجمعت الامة على استحباب رفع اليدين عند تكبيرة الاحرام واختلفوا فيما سواها واجمعوا

على انه لا يجب شئ من الرفع" (نوی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸)

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے اس کے علاوہ میں اختلاف ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ رفع یدین کسی مقام پر بھی واجب نہیں۔

مذکورہ بالا احادیث و آثار اور اقوال ائمہ مجتہدین سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) تکبیر تحریمہ کتنے وقت دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانا مسنون ہے۔

(۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت براء بن عازبؓ حضرت علیؓ اور حضرت عباد بن زبیرؓ وغیرہ آپ سے اسی عمل کو نقل فرماتے ہیں۔ حضرت ابو حمید ساعدیؓ نے بہت سے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں فرمایا مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز تم سب سے زیادہ یاد ہے، پھر آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کی کیفیت ذکر فرمائی، اس میں آپ نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کا ذکر فرمایا، جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث واضح ہے حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے باقاعدہ نماز کا طریقہ سکھایا اس میں صرف پہلی رفع یدین کا ذکر کیا اور کسی جگہ کا نہیں۔

اسی طرح حضرت ابو مالک اشعریؓ نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا میں تمہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز سکھاتا ہوں،

چنانچہ آپ نے پوری نماز پڑھ کر دکھلائی اور پوری نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کیا، نماز سے فارغ ہو کر آپ نے لوگوں سے کہا کہ میری تکبیر اور رکوع و سجود کو اچھی طرح سیکھ لو اور اسے یاد رکھو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں اسی طرح نماز پڑھایا کرتے تھے۔

(۳) خلفاء راشدین بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا کرتے تھے۔

(۴) عام صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔

چنانچہ جلیل القدر تابعی حضرت ابواسحق کا کہنا ہے کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب و شاگرد صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب صحابہ اور تابعین ہی ہوں گے۔ حضرت قیس بن ابی حازم جو افضل التابعین ہیں جنہوں نے حضرات عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم کی زیارت کی ہے، حضرت امام شعبی جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام کو دیکھا ہے اور ۲ سال حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں رہے ہیں۔ حضرت علقمہ بن قیسؓ جن سے صحابہ کرام مسائل پوچھتے تھے۔ حضرت ابراہیم نخعیؓ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کے مفتی تھے، حضرت اسودؓ جو سیدہ عائشہؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسی ہستیوں کے شاگرد تھے۔ ان حضرات میں سے کوئی بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا۔ ان کے رفع یدین نہ کرنے کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام

کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا اس لیے نہیں کیا۔

(۵) خیر القرون میں مراکز اسلام مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور کوفہ ان تینوں جگہوں میں سے کسی جگہ بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں ہوتا تھا چنانچہ مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے عبادؓ قاضی ہیں۔ ایک صاحب محمد بن ابی یحییٰ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور انہوں نے حضرت عبادؓ کے پہلو میں نماز پڑھی اور ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کیا۔ حضرت عبادؓ نے جب انہیں اس طرح نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کر رہے ہو حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اسی طرح جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ مکرمہ تشریف لاکر نماز پڑھائی اور رکوع و سجود وغیرہ میں رفع یدین کیا تو حضرت میمونؓ مکیؓ یہ دیکھ کر سیدھے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس پہنچے اور ان سے جا کر تعجباً عرض کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ آج تک کسی کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت عبادؓ اور حضرت میمونؓ مکیؓ دونوں کے طرز عمل سے ثابت ہو رہا ہے کہ مکہ مکرمہ میں اس وقت باوجود صحابہ کرام اور تابعین کی موجودگی کے رفع یدین کا عمل بالکل متروک تھا ورنہ حضرت عبادؓ محمد بن ابی یحییٰ کو رفع یدین کرتے دیکھ کر منع نہ فرماتے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو رفع یدین کرتے دیکھ کر میمونؓ مکیؓ حیرت سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس جا کر یہ نہ کہتے کہ میں نے انہیں اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ آج تک کسی کو اس طرح نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔

مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھ کر ان کے صاحبزادے حضرت سالمؓ کا سوال کرنا اور قاضی محارب بن دثارؓ کا یہ کہنا کہ ”ما ہذا“ یہ کیا ہے، یہ بتلا رہا ہے کہ اس زمانے میں مدینہ طیبہ میں عام صحابہ و تابعین رفع یدین نہیں کرتے تھے ورنہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو رفع یدین کرتے دیکھ کر ان کے صاحبزادے اور ان کے شاگرد اس استعجاب سے سوال نہ کرتے۔

نیز مدینہ طیبہ میں حضرت امام مالکؒ قیام پذیر تھے اور آپ رفع یدین نہیں کرتے تھے، آپ کے رفع یدین نہ کرنے کی وجہ یہی تھی کہ مدینہ طیبہ میں کوئی بھی رفع یدین نہیں کرتا تھا چنانچہ ابن رشد مالکیؒ کا کہنا ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے رفع یدین نہ کرنے کو اہل مدینہ کے عمل کی موافقت کی وجہ سے ہی ترجیح دی ہے۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کو جانتا ہی نہیں، آپ کی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی ہے اور یہ خیر القرون کا دور اس سے ثابت ہے کہ خیر القرون کے دور میں مدینہ طیبہ میں عام طور پر رفع یدین نہیں ہوتا تھا۔
کوفے میں حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما جیسے صحابہ کرام اور ان کے سیکنڈوں و ہزاروں تلامیذ و اصحاب جو صحابہ و تابعین ہی تھے سب موجود تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا۔

۶۔ ابتداء اسلام میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ بھی رفع یدین ہوا ہے لیکن بعد میں یہ رفع یدین باقی نہیں رہا، اس کی بہت سی دلیلیں ہیں۔

پہلی دلیل :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض صحابہ کرام کو نمازیں

رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور نماز میں کون اختیار کرنے کا حکم دیا، جیسا کہ حضرت جابر بن سمیرہؓ کی حدیث سے واضح ہے نیز آپ نے حکم دیا کہ سات مقامات کے علاوہ رفع یدین نہ کیا جائے۔ ان سات مقامات میں نماز کے اندر تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے علاوہ اور کسی جگہ کے رفع یدین کا ذکر نہیں، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی احادیث سے ظاہر ہے۔ اگر تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین باقی ہوتا تو آپ اس پر ناپسندیدگی ظاہر نہ فرماتے۔ اور ان سات مقامات میں نماز کے اندر رکوع والے رفع یدین کا ذکر بھی فرماتے، آپ کا اس رفع یدین پر اظہار ناپسندیدگی کرنا اور ان سات مقامات میں رکوع والے رفع یدین کا ذکر نہ کرنا یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔

دوسری دلیل :- کسی بھی صحیح و صریح حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے رکوع والے رفع یدین کا حکم دیا ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے وفات تک رکوع میں جاتے اٹھتے رفع یدین کیا ہے اگر یہ رفع یدین باقی ہوتا تو کوئی تو ایسی حدیث ملتی۔ کسی بھی ایسی حدیث کا نہ ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔

تیسری دلیل :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افعال و اعمال کو سب سے زیادہ جاننے والے ان کو اپنانے والے اور ان پر عمل کرنے والے حضرات خلفاء راشدین ہیں۔ اگر رکوع والا رفع یدین باقی ہوتا تو لازمی تھا کہ خلفاء راشدین کا اس پر عمل ہوتا، لیکن ایک بھی صحیح حدیث سے حضرات خلفاء راشدین کا رفع یدین کرنا ثابت نہیں جب کہ صحیح احادیث سے ان حضرات کا رفع یدین نہ کرنا ثابت ہے، یہ اس بات کی بڑی کھلی اور واضح دلیل ہے کہ رکوع والا رفع یدین باقی

نہیں رہا، اگر یہ باقی ہوتا تو ناممکن تھا کہ خلفاء راشدین اس پر عمل نہ کرتے۔
چوتھی دلیل :- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو رفع یدین کی حدیث کے
 سرکاری راوی ہیں۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ وہ خود تکبیر تحریمیہ کے علاوہ
 رفع یدین نہیں کرتے تھے، یہ بھی اس بات کی بڑی دلیل ہے کہ رکوع والا رفع
 یدین باقی نہیں رہا ورنہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو نہایت
 متبع سنت صحابی ہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تو رفع یدین نقل کریں
 اور خود اس پر عمل نہ کریں۔

پانچویں دلیل :- اگر رکوع والا رفع یدین باقی ہوتا تو ناممکن تھا کہ مراکز اسلام
 مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور کوفہ والے سب کے سب اس کو چھوڑ دیتے
 حضرت ابوبکر بن عیاشؒ جو کہ خیر القرون کے ایک جلیل القدر محدث و فقیہ ہیں ۱۹۳ھ میں وفات
 پائی ہے وہ فرماتے ہیں: ”میں نے ہرگز کسی فقیہ کو نہیں دیکھا کہ وہ تکبیر تحریمیہ
 کے علاوہ رفع یدین کرتا ہو۔“ مراکز اسلام کے لوگوں کا اس پر عمل نہ کرنا اور خیر
 القرون کے دور میں اس عمل کا متروک ہونا اس بات کی بین دلیل ہے کہ یہ
 رفع یدین باقی نہیں رہا۔

۷۔ اس بات پر اجماع امت ہے کہ تکبیر تحریمیہ کے وقت بھی رفع یدین کرنا
 صرف مستحب (سنت غیر مؤکدہ) ہے فرض واجب نہیں۔

لیکن مندرجہ بالا احادیث و آثار اور اقوال ائمہ مجتہدین اور اجماع امت کے
 خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ رکوع والا رفع یدین سنت مؤکدہ، سنت متواترہ
 بلکہ واجب بلکہ فرض ہے، نہ کرنے سے نماز ناقص ہوتی ہے بلکہ باطل ہو
 جاتی ہے، اور جو رفع یدین نہ کرے وہ سخت گنہگار ہے اور سعادت
 سے محروم ہے (العیاذ باللہ)

چنانچہ جماعت غر بار اہل حدیث کے امام مفتی عبدالسار صاحب لکھتے ہیں۔
 ”رفع یدین فی الصلوٰۃ ایسی سنت مؤکدہ ہے جس کو نبی علیہ الصلوٰۃ
 والسلام نے آخر دم تک کیلئے۔“ (فتاویٰ ستابہ ج ۳ ص ۵۱)
 مولوی خالد گرجا بھی صاحب لکھتے ہیں:
 ”نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کرتے اور رکوع سے سر
 اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا رسول کریم کی سنت متواترہ ہے۔“
 (صلوٰۃ النبی ص ۱۶)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:
 ”اور خود بھی رفع یدین شروع کر دیں کہ سنت مؤکدہ ہے۔“
 (صلوٰۃ الرسول ص ۲۳۶)

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:

”ہم رفع یدین سے محروم بھائیوں کی خدمت میں بڑے خلوص اور
 محبت سے عرض کرتے ہیں کہ وہ جناب رحمت عالمیاں صلی اللہ
 علیہ وسلم کی اس پیاری سنت کو ضرور اپنائیں اور عمل میں لائیں اور
 کسی کے کہے کہائے اس سعادت سے محروم نہ ہوں۔“
 (صلوٰۃ الرسول ص ۱۲۱)

مزید رقمطراز ہیں:

”ہر مسلمان رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھے کہ اس کے بغیر
 نماز کا یقیناً نقصان ہے۔“ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۲۳)

پھر حسین صاحب گرجا بھی مولوی خالد گرجا بھی صاحب کے والد لکھتے ہیں
 امام سبکی نے رفع یدین کے متعلق (۴۳) صحابہ سے روایات

بڑے مشہور عالم اور امام تھے اور امام زہری (۳) سالم بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں جو بڑے تابعی اور فقیہ ہیں اور سالم (۴) حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں جو بڑے قدیم الاسلام متبع سنت اور عالم اور بڑے درجے والے جو کان (کانین فنیع یدید) سے حدیث نقل کر رہے ہیں اور آخر میں (فما ذالت تلك صلاة حتى لقي الله تعالى) لا کثرت ثابت کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عمر کی آخری نماز تک رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کہتے رہے۔

(قرة العینین فی اثبات رفع یدین ص ۹۰)

۷۔ اس حدیث کے متعلق مولوی یوسف صاحب کا ایک جھوٹا ملاحظہ فرمائیے موصوف فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”بیہقی کی روایت میں ابن عمر سے جس کے آخر میں ہے کہ یہی آپ کی نماز ہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملائی ہوئے (یہ حدیث صحیح

الاسناد ہے ہدایہ ص ۳۸۶) (حقیقت الفقہ ص ۱۹۲)

ہم نے اس حوالے کی تلاش میں ہدایہ اول ساری چھان ماری لیکن وہاں ایسے کسی حوالہ کا نام و نشان نہیں لہذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ ایک جھوٹی حدیث کو ثابت کرنے کی انتہائی مذموم کوشش ہے۔

لگے ہاتھ مولوی یوسف جے پوری صاحب کے مزید جھوٹ بھی ملاحظہ فرماتے ہیں وہ ہدایہ اور شرح وقایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:-

”رفع یدین کرنے کی حدیثیں بہ نسبت ترک رفع کے قوی

ہیں - ہدایہ ص ۳۸۹ -

(۲۵۱) رفع یدین نہ کرنے کی حدیث ضعیف ہے شرح وقایہ ص ۱۹۲

(حقیقت الفقہ ص ۱۹۲)

یہ دونوں حوالے ہدایہ اور شرح وقایہ میں موجود نہیں ہیں۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ غیر متقلدین قیامت تک بھی یہ حوالے عزلی ہدایہ اور شرح وقایہ سے نکال کر نہیں دکھا سکتے۔

۸۔ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب کی بددیانتی ملاحظہ فرمائیے۔ ان صاحب نے یہ کیا کہ موطا امام محمد سے — رکوع والے رفع یدین کی ایک حدیث نقل کی اور باقی تمام احادیث و آثار جو ترک رفع یدین کے تھے ان سب کو چھوڑ دیا اور کتاب میں لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ گویا امام محمدؒ جو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد اور حنفی ہیں وہ بھی رکوع والے رفع یدین کے قائل ہیں چنانچہ حکیم صاحب جلی عرف میں یہ سُرخ قائم کر کے ”سراج اخاف حضرت امام محمدؒ کا نعرہ حق رفع یدین برحق“ لکھتے ہیں:-

”حضرت امام محمدؒ جو اخاف کے مسلمہ امام ہیں سارا ذخیرہ حنفی مذہب

کا ان سب کی محنت شاقہ اور مسامی کا نتیجہ ہے آپ حضرت امام ابو حنیفہ کے قابل فخر شاگرد ہیں آپ اپنی مشہور کتاب موطا امام محمدؒ میں رفع یدین کی صحیح حدیث لائے ہیں..... دیکھا آپ نے

کہ حضرت امام ابو حنیفہ کے مایہ ناز شاگرد حضرت امام محمدؒ نے حضورؐ کی صحیح حدیث اپنی کتاب موطا میں لا کر تسلیم کر لیا کہ رفع یدین ان کے نزدیک سنت صحیحہ ثابت ہے اب تو بردار ان اخاف کو

بھی یہ سنت اپنا یعنی چاہیے“ (صلاة الرسول ص ۱۲۲)

حضرت امام محمدؒ کی جس کتاب کا حکیم صاحب نے حوالہ دیا ہے اسی کتاب

میں حکیم صاحب کی نقل کردہ حدیث کے کچھ بعد حضرت امام محمدؒ نے اپنا مسک ذکر کیا ہے۔ ہم حضرت امام محمدؒ کا مسک ان کی اسی کتاب سے نقل کر دیتے ہیں تاکہ قارئین حکیم صاحب کی دیانت و شرافت کا صحیح اندازہ لگا سکیں۔
حضرت امام محمدؒ رقمطراز ہیں :-

« قَالَ مُحَمَّدُ السَّنَّةُ أَنْ يَكْبِرَ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ كُلَّمَا خَفَضَ وَكُلَّمَا رَفَعَ وَإِذَا انْحَطَّ لِلسُّجُودِ كَبَّرَ وَإِذَا انْحَطَّ لِلسُّجُودِ الشَّاقِ كَبَّرَ فَا مَارْفَعِ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوِ الْأَذْنَيْنِ فِي ابْتِدَاءِ الصَّلَاةِ مَرَّةً وَاحِدَةً ثُمَّ لَا يَرْفَعُ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ بَعْدَ ذَلِكَ وَهَذَا كُلُّهُ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ »

(موطا امام محمد ص ۸۸)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ نمازی اپنی نمازیں ہر اٹھتے بیٹھتے تکبیر کہے جب پہلے سجدہ میں جائے تو تکبیر کہے جب دوسرے سجدے میں جائے تو تکبیر کہے ہر بار رفع یدین تو وہ ابتداء نماز میں صرف ایک مرتبہ کا نون تک کرے اس کے بعد نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرے یہ سب حضرت امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔

۱۔ غیر متقلدین حضرات یہ ثابت کرنے کے لیے کہ ائمہ اربعہ میں سے اکثر ائمہ رکوع و اے رفع یدین کے قائل ہیں ایک جھوٹ یہ بولتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ بھی رفع یدین کے قائل ہیں۔

چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں :-
« امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ تینوں کے نزدیک رفع یدین کتنا سنت ہے گویا کہ ملا ہیپ اربعہ میں سے تین مذہب رفع یدین کے حامی ہیں۔ » (صلاة الرسول ص ۲۳۲)

حضرت امام مالکؒ کا مسک کیا ہے یہ آپ گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ یہاں ہم دوبارہ پھر حضرت امام مالکؒ کا مسک انہی کی زبانی ذکر کر رہے ہیں تاکہ قارئین کو غیر متقلدین کی اس کذب بیانی کا بھی اندازہ ہو سکے۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں :-

« لَا أَعْرِفُ رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِي شَيْءٍ مِنْ تَكْبِيرِ الصَّلَاةِ لَا فِي خَفَضٍ وَلَا فِي رَفْعٍ إِلَّا فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ » (المدة الكبرى ص ۶۸)

میں رفع یدین کو جانتا ہی نہیں نماز کی کسی بھی تکبیر میں، نہ جھکتے ہوئے نہ اٹھتے ہوئے سوائے ابتداء نماز کے۔

غور کیجئے حضرت امام مالکؒ تو فرما رہے ہیں کہ میں تکبیر تحریم کے رفع یدین کے سوا اور کسی جگہ رفع یدین کرنے کو جانتا ہی نہیں، اور غیر متقلدین ہیں کہ زبردستی انہیں رفع یدین کا قائل بنایا کہ ائمہ اربعہ کی اکثریت کو رفع یدین کا قائل ثابت کر رہے ہیں۔

۲۔ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب نے اپنی کتاب صلاة الرسول میں بیسیوں کذب بیانیوں اور غلط بیانیوں سے کام لیا ہے جو بالکل میں قطع و بید کی ہے اور نامکمل حوالے ذکر کئے ہیں ہم اس کتاب کا جائزہ لیکر کتابی شکل میں بہت جلد عوام کے سامنے پیش کریں گے، انشاء اللہ۔

ترکِ جلسۃ الاستراحتہ نماز میں جلسۂ استراحت نہیں کرنا چاہیئے

۱۔ عن عباس او عیاش بن سہل الساعدی
انہ کان فی مجلس فیہ ابوہ وکان من
اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم و فی
المجلس ابو ہریرۃ و ابو حمید الساعدی و ابو
اسید ف ذکر الحدیث و فیہ شو کبر فسجد
شو کبر فقام و لو یتورک۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۸)

عباس یا عیاش بن سہل ساعدی سے روایت ہے کہ وہ ایک
ایسی مجلس میں تھے جس میں ان کے والد بھی تھے جو نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے صحابہ میں سے تھے اور اسی مجلس میں حضرت ابو ہریرہ
حضرت ابو حمید ساعدی اور حضرت ابواسید رضی اللہ عنہم بھی تھے
انہوں نے حدیث ذکر کی جس میں یہ بیان کیا کہ پھر آپ نے صلی اللہ
علیہ وسلم نے تکبیر کی پھر سجدہ کیا پھر تکبیر کی تو آپ سیدھے کھڑے
ہو گئے بیٹھے نہیں۔

۲۔ عن ابی ہریرۃ قال کان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم ینہض فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ
فتال ابو علی حدیث ابی ہریرۃ علیہ
الصلوٰۃ عند اهل العلم یختارون

ان ینہض الرجل علی صدور قدمیہ الخ
(ترمذی ج ۱ ص ۶۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام نماز میں پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے
امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ کی حدیث ہی پر عمل ہے اور وہ اسی کو اختیار
کرتے ہیں کہ آدمی (نماز میں) دوسری، تیسری رکعت کے
لیئے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑا ہو۔

۳۔ عن عبد الرحمن بن غنم ان ابا مالک
الشعری جمع قومہ فقال یا معشر
الاشعریین اجتمعوا واجمعوا نساءکم
وابناءکم واعلموا صلوٰۃ النبی صلی
اللہ علیہ وسلم صلی لنا بالمینۃ (ف ذکر
الحدیث بطولہ وفیہ) شو قال سمع اللہ
لہن حمدہ واسمٰقوی فاما شو
کبر وخرّ ساجدا شو کبر فرفع رأسہ
شو کبر فسجد شو کبر فانتہض
قائمًا الحدیث۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۷۷)

حضرت عبد الرحمن بن غنم سے روایت ہے کہ حضرت
ابو مالک اشعری نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا اے
اشعریہ! ہماری جماعت خود بھی جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور

بچوں کو بھی جمع کر لو تاکہ میں تمہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز سکھلا دوں جو آپ ہمیں مدینہ منورہ میں پڑھایا کرتے تھے آپ نے پوری حدیث ذکر کی جس میں یہ بھی ہے کہ پھر آپ سمع اللہ لمن حمد کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدے میں چلے گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدے سے سر اٹھایا پھر تکبیر کہہ کر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے۔

۴۔ عن ایوب عن ابی قتاد بن مالک بن الحویرث قال لا صحابہ الا انبئکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وذلک فی غیر حین صلوٰۃ فقام شو رکع فکبر شورفع رأسہ فقام ہنیتہ شو سجد شورفع رأسہ ہنیتہ شو سجد ثم رفع رأسہ ہنیتہ فصلی صلوٰۃ عمرو بن سلمۃ شیخنا هذا قال ایوب کان یفعل شیئا لو ارہم یفعلونہ کان یقعد فی الثالثۃ او الرابعۃ (بخاری ۵۱۳۱)

الحدیث - حضرت ایوب سختیانی حضرت ابو قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن حویرث نے اپنے ساتھیوں سے کہا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ بتاؤں؟

حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ یہ کوئی فرض نماز کا وقت نہ تھا، چنانچہ آپ کھڑے ہوئے پھر رکوع کیا اور تکبیر کی پھر رکوع سے سر اٹھایا اور تھوڑی دیر ٹھہرے رہے پھر سجدہ کیا پھر سجدہ سے سر اٹھایا اور تھوڑی دیر ٹھہرے رہے پھر آپ نے سجدہ کیا پھر سجدہ سے سر اٹھا کر تھوڑی دیر ٹھہرے رہے غرض انہوں نے ہمارے شیخ عمرو بن سلمہ کی طرح نماز پڑھی حضرت ایوب سختیانی فرماتے ہیں کہ عمرو بن سلمہ نمازیں ایک ایسا کام کیا کرتے تھے جو میں نے اور لوگوں کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا وہ یہ کہ وہ تیسری رکعت کے بعد یا چوتھی رکعت کے شروع میں بیٹھتے تھے۔

۵۔ عن ابی ہریرۃ ان رجلا دخل المسجد یصلی ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ناحیۃ المسجد فباء فسلم علیہ فقال لہ ارجع فصل فانک لو تصل فرجع فصلی شو سلم فقتال وعلیک ارجع فصل فانک لم تصل قال فی الثالثۃ فاعلمنی قال اذا تمت الی الصلوٰۃ فاسبغ الوضوء شو استقبل القبلة فکبر وقرأ بما تیسر معک من القرآن شو ارکع حتی تطمئن راکعا شو ارفع رأسک حتی تعتدل قائما شو اسجد حتی

خلفاء راشدین حلبہ استراحت نہیں کرتے تھے

تطمئن ساجدا شوارفع حتی تستوی
و تطمئن جالسا شوارفع حتی تظمئن
ساجدا شوارفع حتی تستوی قائما
شوارفع ذالک فی صلوٰتک کلھا۔

(بخاری ج ۲ ص ۹۸۶)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص مسجد نبویؐ میں داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے۔ وہ شخص نماز سے فارغ ہو کر آپ کے پاس آیا اور سلام کیا آپ نے فرمایا واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی وہ واپس گیا اور (دوبارہ) نماز پڑھ کر پھر آپ کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی تیسری مرتبہ اس شخص نے عرض کیا کہ مجھے (نماز کا طریقہ) بتلا دیجئے۔ آپ نے فرمایا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو پہلے اچھی طرح وضو کرو پھر قبلہ رو ہو کر بکیر ہو اور جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکو پڑھو اس کے بعد اطمینان سے رکوع کرو پھر سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر اطمینان سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے اٹھ کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر اطمینان سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور اسی طرح ساری نماز میں کرو۔

عن الشعبي ان عمروا عليا واصحاب رسول
الله صلى الله عليه وسلم كانوا ينهضون
في الصلوة على صدورهم اقدامهم۔

(مصنف ابن أبي شيبة ج ۱ ص ۳۹۳)

حضرت امام شعبیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوا کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بھی حلبہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن عبدة بن الربيع قال سمعت
عبد الله بن يزيد يقول سمعت عبد الله بن
مسعود في الصلوة فرائض ينهض ولا يجلس
قال ينهض على صدورهم اقدامهم في
الركعة الاولى والثالثة۔

(معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۱۲ و سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۱۵)

عبدة بن الربیع نے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو نماز میں بغور دیکھا، میں نے دیکھا کہ آپ پہلی اور تیسری رکعت کے بعد سیدھے کھڑے ہو جاتے ہیں بیٹھتے نہیں عبد الرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ آپ اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے پہلی اور تیسری رکعت کے بعد۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی جلوسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن وhib بن کيسان قال رأيت ابن الزبير اذا سجد السجدة الثانية ثم قام كما هو على صدور قدميه - (مصنف ابن أبي شيبة ۱/۳۹۴)
حضرت وہب بن کيسانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو دیکھا کہ وہ جب دوسرا سجدہ کر لیتے تو اپنے پاؤں کے نیچوں کے بل جیسے ہوتے ویسے ہی کھڑے ہو جاتے۔
حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی جلوسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن نافع عن ابن عمر انه كان ينهض في الصلوة على صدور قدميه -

(مصنف ابن أبي شيبة ۱/۳۹۴)

حضرت نافعؓ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نمازیں اپنے پاؤں کے نیچوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ بھی جلوسہ استراحت نہیں کرتے تھے

ثمنا سليمان الاعمش قال رأيت عمارة بن عمير يصلي من قبل ابواب كنزة قال فرأيت ركع ثم سجد فلما قام من السجدة الأخيرة قام كما هو فلما انصرف ذكرت له فقال حدثني عبد الرحمن بن يزيد انه رأى عبد الله بن مسعود يقوم

على صدور قدميه في الصلوة فقال الاعمش فحدثت بهذا الحديث ابراهيم الشامي فقال ابراهيم حدثني عبد الرحمن بن يزيد انه رأى عبد الله بن مسعود يفعل ذلك فحدثت به خيثمة بن عبد الرحمن فقال رأيت عبد الله بن عمر يقوم على صدور قدميه فحدثت به محمد بن عبد الله الشافعي فقال رأيت عبد الرحمن بن ابي ليلى يقوم على صدور قدميه فحدثت به عطية العوفي فقال رأيت ابن عمرو ابن عباس وابن الزبير و ابا سعيد الخدري رضي الله عنهم يقولون على صدور اقدامهم في الصلوة - (سنن الكبرى للبيهقي ۲/۱۲۵)

امام اعمشؓ کہتے ہیں کہ میں نے عمارہ بن عمیر کو ابواب کنزہ کی جانب نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ نے رکوع کیا پھر سجدہ کیا جب آپ دوسرے سجدہ سے اٹھے تو جیسے تھے ویسے ہی کھڑے ہوئے، آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے عبدالرحمن بن زیدؓ نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھا ہے کہ وہ نماز میں اپنے قدموں کے نیچوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ امام اعمشؓ کہتے

ہیں کہ میں نے یہ حدیث ابراہیم نخعی سے بیان کی انہوں نے فرمایا کہ مجھے بھی عبدالرحمن بن زید نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے امام اعظمؒ کہتے ہیں پھر میں نے یہ حدیث غیثۃ بن عبدالرحمن سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے امام اعظمؒ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث محمد بن عبداللہ ثقفیؒ کو بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کو دیکھا ہے کہ وہ بھی اپنے قدموں کے بل کھڑے ہوتے تھے امام اعظمؒ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عطیہ عوفی سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے کہ وہ نماز میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل ہی کھڑے ہوتے تھے۔

عام صحابہ کرام جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن النعمان بن العيص قال
ادركت عني واحدا من اصحاب النبي صلى
الله عليه وسلم فكان اذا رفع رأسه من
السجدة فاول ركعة والثالثة فقام كما هو
ولو يجلس

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۵)

حضرت نعمان بن ابی عیاشؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے بے شمار صحابہ کرام کو پایا ہے کہ وہ جب پہلی اور دوسری رکعت کے بعد سے اپنا سر اٹھاتے تھے تو ویسے ہی سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے بیٹھتے نہیں تھے۔

حضرت ابن ابی لیلیٰ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن محمد بن عبد الله بن عبد الله قال كان ابن ابي
ليلى ينهض في الصلوة على اصدور قدميه
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۴)

محمد بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نماز میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن ابراهيم النخعي قال كان يسرع في القيام
في الركعة الاولى من آخر سجدة

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۵)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ کر کے قیام میں جلدی کرتے تھے۔

عام مشرک کا معمول تھا کہ وہ جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن الزهري قال كان اسثيا خنا لا يهايلون
يعني اذا رفع احداهم رأسه من السجدة
الثانية فاول ركعة الاولى والثالثة
ينهض كما هو ولو يجلس

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۴)

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ مائل نہیں ہوتے تھے یعنی جب کوئی ان میں سے پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھاتا تو ویسے ہی سیدھا کھڑا ہو جاتا تھا بیٹھتا نہ تھا۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ
جلسۂ استراحت کے قائل نہیں ہیں۔

”فالتبہید اختلف الفقهاء في النهوض من السجود الى القيام فقال مالك والوزاعي والثوري والبخاري واصحابه ينهضون على صدورهم ولا يجلسون ودوي ذلك عن ابن مسعود وابن عمر وابن عباس وقاتل النعمان بن ابی عیاش ادرکت عنیر واحدا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفعل ذالک وقال ابو الزناد ذالک السنۃ وبہ قال ابن حنبل وابن راہویہ وقاتل احمد واكثر الاحادیث علی هذا“

(المجموع الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۲۵)

تہدید میں ہے کہ سجدہ سے قیام کے لیے اٹھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ حضرت امام مالکؒ، امام ابو زاعیؒ، ثوریؒ، امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب رحمہم اللہ کا کہنا ہے کہ اپنی اپنے قدموں

کے بل کھڑا ہو اور جلسۂ استراحت نہ کرے اور یہی مروی ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ رضی اللہ عنہم سے حضرت نعمان بن ابی عیاشؒ کہتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیشمار صحابہ کرام کو ایسا ہی کرتے ہوئے پایا ہے۔ ابو الزنادؒ کہتے ہیں کہ جلسۂ استراحت نہ کرنا ہی سنت ہے، حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راہویہؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل

اسی پر ہیں (کہ جلسۂ استراحت نہ کیا جائے)

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر بغیر بیٹھنے سیدھے کھڑے ہو جانا مسنون ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول مبارک یہی تھا، آپ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ آپ کا یہی معمول نقل فرماتے ہیں اور حضرت ابومالک اشجریؓ اسی طریقہ سے قیام کرنے کو آپ کا طریقہ بتاتے ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ایسے شخص کو جو صحیح طرح نماز نہیں پڑھ رہا تھا صحیح طرح نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا۔ آپ نے اس سے کہا کہ جب تم اطمینان سے سجدہ کر چکو تو سجدے سے اٹھو اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ آپ کے اس فرمان سے صاف ظہور پیدہ ثابت ہوتی ہے کہ جلسۂ استراحت مسنون نہیں کیونکہ اگر جلسۂ استراحت مسنون ہوتا تو آپ ضرور اس شخص کو اس کے

کرنے کا حکم دیتے۔

خلفاء راشدین اور عام صحابہ کرام کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے تابعین اور تبع تابعین بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے، حضرت امام ابو حنیفہؒ حضرت امام مالکؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ بھی جلسہ استراحت کے قائل نہیں ہیں۔ خیر القرون میں جلسہ استراحت کا رواج نہیں تھا۔ کیونکہ حضرت ایوب سختیابیؒ متوفی ۱۳۱ھ جو حلیل القدر تابعین میں سے ہیں جنہوں نے صحابہ کرام و تابعین عظام کو دیکھا ہے انہوں نے حضرت مالک بن جویریثؒ کی وہ حدیث جس میں ان کے جلسہ استراحت کرنے کا ذکر ہے۔ بیان کی تو فرمایا کہ حضرت مالک بن جویریثؒ نے ہمارے شیخ عمرو بن سلمہؒ کی یہی نماز پڑھی، عمرو بن سلمہؒ نماز میں ایک ایسا کام کرتے تھے جو میں نے لوگوں (صحابہ و تابعین) کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا وہ یہ کہ عمرو بن سلمہؒ تیسری رکعت کے بعد یا چوتھی رکعت کے شروع میں بیٹھتے تھے (جلسہ استراحت کرتے تھے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی دور میں جلسہ استراحت کا بالکل رواج نہیں تھا ورنہ اس کے بارے میں حضرت ایوب سختیابیؒ یہ نہ فرماتے کہ میں نے یہ صحابہ و تابعین کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا، آج بھی عربین شریفین کے امام جلسہ استراحت نہیں کرتے، ہاں اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر بیٹھ جائے اور پھر اٹھے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ عذر کی وجہ سے بہت سے اعمال میں شریعت کی طرف سے رخصت ہے چنانچہ قعدہ میں عذر کی وجہ سے دو رکعات

بیٹھنے کے بجائے چوگرٹی مار کر بیٹھنا بھی جائز ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے۔ (دیکھئے بخاری جلد ۱ ص ۱۱۱)

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف عذر وغیرہ کی تفریق کے بغیر غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جلسہ استراحت مستحب بلکہ سنت ہے چنانچہ

نواب نور الحسن لکھتے ہیں

”و جلسہ استراحت سنت است“ (عرف المجاہد ص ۳۰)

اور جلسہ استراحت سنت ہے۔

اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں

”یہ جلسہ واجب نہیں سنت ہے“

(رسول اکرمؐ کی نماز ص ۸۳)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

”و یستحب ان یجلس جلسۃ خفیفة

بعد السجدة الثانیة“

(نزل الابرار ص ۱ ص ۱۱)

اور دوسرے سجدے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنا (جلسہ

استراحت کرنا) مستحب ہے۔

الاحظ فرمائیے جو عمل نہ تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول ہے نہ آپؐ نے اس کا حکم دیا ہے اور نہ ہی وہ خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین عظام کا معمول ہے اور نہ ہی وہ خیر القرون میں رواج پذیر ہے ایسا عمل غیر مقلدین کے نزدیک سنت ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خلفاء راشدین صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین، ائمہ

یہ حدیث اسی کتاب کے صفحہ ۲۵۸ پر مذکور ہے۔

مجتہدین کو اس سنت کا علم نہ ہو سکا اور وہ اس سنت سے محروم رہے۔ العیاذ باللہ

قارئین فحیدلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟
خالہ گر جا بھی صاحب کا جھوٹ

مجھے ہاتھ خالہ گر جا بھی صاحب کا ایک جھوٹ ملاحظہ فرماتے
چلیں وہ لکھتے ہیں۔

بعض لوگ علو استراحت کے قائل نہیں ہیں حالانکہ یہ
سنت ثابتہ ہے فقہ حنفی میں اس کا سنت ہونا موجود ہے
ہدایہ ج ۱ ص ۳۸۳، (صلوۃ النبی ص ۱۷۱)

ہدایہ میں کوئی ایسی بات موجود نہیں لہذا خالہ صاحب کا اسے ہدایہ کے
حوالہ سے بیان کرنا جھوٹ ہے۔

ترك الاعتماد على اليدين اذا نهض في الصلوة
ما زیں سجدے سے اٹھتے وقت

دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر نہیں اٹھنا چاہیے

۱۔ عن شافع عن ابن عمر قال نهى رسول الله
صلى الله عليه وسلم ان يعتد الرجل على
يديه اذا نهض في الصلوة۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ماز میں (دوسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت) دونوں ہاتھوں
کو زمین پر ٹیک کر اٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۔ عن وائل بن حجر قال رأيت النبي صلى الله
عليه وسلم اذا سجد وضع ركبتيه قبل يديه
واذ نهض رفع يديه قبل ركبتيه (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۱)
حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو دیکھا کہ جب آپ سجدے میں ہوتے تو زمین پر پہلے گھٹنے رکھتے
پھر ہاتھ اور جب سجدے سے کھڑے ہوتے تو پہلے ہاتھ اٹھاتے
پھر گھٹنے۔

۳۔ عن عبد الجبار بن وائل عن ابيه ان النبي
صلى الله عليه وسلم فذكر حديث الصلوة
قال فلما سجد وقعتا ركبتيه الى الارض
قبل ان يفتعا كفناه قال همام ناشقيق حثي
عاصم بن خليب عن ابيه عن النبي صلى الله
عليه وسلم بمثل هذا وفي حديث احمد
واكبس على انه في حديث محمد
بن جحادة واذا نهض نهض على ركبتيه واعتمد
على فخذه (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۱)

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی نماز کی حدیث کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب آپ
نے سجدہ کیا تو آپ کے گھٹنے ہتھیلیوں سے پہلے زمین پر لگے
ہمام (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ ہمیں شقیق نے اور شقیق کہتے
ہیں کہ مجھے عاصم بن خلیب نے اپنے والد کے واسطے سے نبی

علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اسی کے مثل حدیث بیان کی ہے اور ان دونوں میں سے کسی ایک کی حدیث میں ہے اور میرا زیادہ علم یہی ہے کہ وہ محمد بن حجازی کی حدیث ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اٹھے تو گھٹنوں کے بل پر اٹھے اور اپنی رانوں پر سہارا لیا۔

۴۔ عن ابی جحیفۃ عن علی رضی اللہ عنہ قال ان من السنۃ فی الصلوٰۃ المكتوبة اذا نهض الرجل فی الركعتین الاولیین ان لا یعتمد بیدہ علی الارض الا ان یشیخا کبیرا لا یتطیع (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۵)

حضرت ابو جحیفہؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا فرض نماز میں سنت یہ ہے کہ آدمی پہلی دو رکعتوں میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر نہ اٹھے الا یہ کہ وہ بہت بوڑھا ہو جسے اس کے بغیر اٹھنے کی سمیت ہی نہ ہو۔

۵۔ عن الحارث عن ابراہیم انہ کان یکرہ ذالک الا ان یشیخا کبیرا او مریضا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۵)

حضرت ابراہیمؓ سے مروی ہے کہ وہ نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے کو مکروہ سمجھتے تھے الا یہ کہ آدمی بہت بوڑھا ہو یا بیمار ہو۔

علامہ ابن قیم حنبلی کی تحقیق

ثوکان صلی اللہ علیہ وسلم یتھض علی صدور قدمیہ و رکبتیہ معتددا علی فخذیہ کما ذکر عند واسئل و ابو ہریرۃ ولا یعتمد علی الارض بیدہ الخ

(زاد المعاد فی ہدی خیر العبادۃ ص ۷۷)

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے قدموں اور گھٹنوں کے بل کھڑے ہوتے تھے اپنی رانوں پر سہارا لیتے ہوئے (جیسا کہ حضرت وائل بن حجرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے ذکر کیا ہے) اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر نہیں ٹیکتے تھے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز میں پہلی رکعت کے سجدوں سے فارغ ہو کر دوسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت سنت یہ ہے کہ زمین سے پہلے چہرہ اٹھائے پھر دونوں ہاتھ رانوں پر رکھ کر گھٹنے اٹھا کر سیدھا کھڑا ہو جائے اور کھڑے ہوتے ہوئے دونوں ہاتھ زمین پر نہ ٹیکے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول یہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکے بغیر کھڑے ہوتے تھے صرف یہی نہیں بلکہ آپؐ نے نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہونے سے منع بھی فرمایا ہے، حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اسی کو سنت قرار دیتے ہیں، عام صحابہ کرام اور تابعین عظام کا عمل بھی یہی ہے حضرت ابراہیم نخعیؓ تو زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے کو مکروہ گردانتے ہیں، ہاں اگر کوئی شخص اتنا بوڑھا ہو گیا ہو جس کے لیے زمین پر ہاتھ سے سہارا لینے

بغیر اٹھنا دشوار ہو یا کوئی بیمار ہو اور بیماری کی وجہ سے صحیح طرح نہ اٹھ سکتا ہو تو اس کے لیے رخصت ہے کہ وہ زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھ جائے۔ لیکن ان احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ نماز میں دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکتے ہوئے ہی اٹھنا چاہیے ان کے ہاں مذکور وغیرہ کی کوئی قید نہیں چنانچہ :

یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں

” پھر زمین پر دونوں ہاتھ ٹیک کر دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوں۔“
(دستور ملتقى ص ۱۸)

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیکے بغیر اٹھنے کا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی کو سنت قرار دیتے ہیں۔ عام صحابہ کرام کا اسی پر عمل ہے، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے سے منع بھی فرما رہے ہیں، لیکن غیر متقلدین اس کی پڑاہ کئے بغیر اور عذر وغیرہ کی قید لگائے بغیر کہہ رہے ہیں کہ نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہوں۔

قارئین یہ ہے غیر متقلدین کا حدیث پر عمل اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

ہیئتہ جلستہ التشہدین وعدم التورک
دونوں قعدوں میں ایک طرح بیٹھنا ہی مسنون ہے اور تورک مسنون نہیں

۱۔ عن وائل بن حجر قال قدمت المدينة قلت لا نظرن الا صلوٰۃ رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما جلس يعني للتشهد انت رث

رجله اليسرى ووضع يده اليسرى يعني على فخذہ اليسرى و نصب رجله اليسرى ا قال ابو عبيد بن حماد حديث حسن صحيح والعمل عليه عند اكثر اهل العلم (ترمذی ج ۱ ص ۷۷)

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ طیبہ آیا تو میں نے (جی میں) کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے ضرور دیکھوں گا (میں نے دیکھا کہ) جب تشہد میں بیٹھے تو آپ نے بائیں پاؤں بچھا کر اپنا بائیں ہاتھ بائیں ان پر رکھ لیا اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھا، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کی اکثریت کا اسی پر عمل ہے

۲۔ عن وائل بن حجر قال صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما قعد وتشهد فرث قدمه اليسرى على الارض وجلس عليها،

(سنن سعيد بن منصور ج ۱ ص ۷۷)

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی جب آپ تشہد پڑھنے کے لیے بیٹھے تو آپ نے اپنا بائیں پاؤں زمین پر بچھا لیا اور اس پر بیٹھ گئے۔

۳۔ عن رفاع بن رافع ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لا تصرا في اذا سجدت فمكن بسجودك

فاذا جلست فاجلس على رجلك اليسرى

ومنہما محمد بن حبل ج ص ۱۰۰ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۸۲

ابن حبان ج ۱ ص ۱۰۰ طراز الاوطار ج ۲ ص ۲۸۲

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعرابی سے کہا کہ جب تو سجدہ کرے تو اچھی طرح سجدہ کر اور جب (تشہد میں) بیٹھے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھ۔

۴۔ عن عبد الله وهو بن عبد الله بن عمر عن ابيه قال من سنة الصلوة ان تنصب القدم اليمنى واستقباله باصابعها القبلة والجلوس على اليسرى۔

(نسائی ج ۱ ص ۱۰۰)

حضرت عبد اللہ اپنے والد عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا نماز کی سنت میں سے ہے کہ (تشہد میں) وایاں پاؤں کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رخ رکھی جائیں اور بائیں پاؤں پر بیٹھا جائے۔

۵۔ عن عائشة رضي الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستفتح الصلوة بالتكبير والتمزيك بالحمد لله رب العالمين وكان اذا ركع لم يثخص رأسه ولم يصوبه وكان بين ذلك وكان اذا رفع رأسه من الركوع لم يسجد حتى يستوي قائما وكان اذا رفع رأسه من السجدة لم يسجد

حتى يستوي جالسا وكان يقول في كل ركعتين التحية وكان يفرش رجله اليسرى ويتصب رجله اليمنى وكان ينهي عن عقبة الشيطان وينهي ان يفتترش الرجل ذراعيه اقتراش السبع وكان يختتم الصلوة بالتسليم۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۰۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اللہ اکبر کے ساتھ اور قرائت الحمد للہ رب العالمین کے ساتھ شروع فرماتے تھے اور جب آپ رکوع کرتے تو اپنا سر مبارک نہ اوپر اٹھاتے تھے اور نہ بالکل نیچے جھکا دیتے تھے۔ دونوں کے درمیان رکھتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سجدہ میں نہ جاتے جب تک کہ سیدھے کھڑے نہ ہو جاتے اور جب آپ سجدہ سے سر اٹھاتے تو (دوسرے) سجدے میں نہ جاتے جب تک کہ سیدھے نہ بیٹھ جاتے اور آپ ہر دو رکعتوں میں التحیات پڑھتے تھے اور آپ بایاں پاؤں سچھا کرتے اور وایاں کھڑا رکھتے تھے۔ اور شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع فرماتے تھے اور آپ اس سے بھی منع فرماتے تھے کہ آدمی اپنے دونوں بازوؤں کو درندہ کی طرح بچھا دے اور آپ نماز سلام سے ختم فرماتے تھے۔

۶۔ عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن

الاقعاء والتوراء في الصلوة

(سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۰۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں اقواء اور تورک سے منع فرمایا ہے۔

۷۔ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الاقواء والتورک فی الصلوٰۃ

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۸۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں اقواء اور تورک سے منع فرمایا ہے۔

۸۔ عن سمرة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن التورک والاقواء الحدیث -

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۸۷)

حضرت سمرة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تورک اور اقواء سے منع فرمایا ہے۔

۹۔ عن عبد اللہ بن عبد اللہ انہ اخبرہ انہ

کان یسری عبد اللہ بن عمر یتربع فی الصلوٰۃ

اذا جلس ففعلتہ وانا یومئذ حدیث

السن فنهاہ عن عبد اللہ بن عمر وقال انما

سنتہ الصلوٰۃ ان تنصب رجلک الیمنی وتثنی

الیسری فقلت انک تفعل ذالک فمتال ان

رجلای لا تحملا فی (بخاری ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت

عبد اللہ بن عمر کو دیکھتے تھے کہ جب آپ (قعدہ میں) بیٹھتے

تو چوڑی مار کر بیٹھتے (فرماتے ہیں کہ) میں ابھی بالکل نو عمر تھا میں

بھی ایسا کرنے لگا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے اس

سے روکا اور فرمایا کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ (بیٹھنے میں) پاؤں

پاؤں کھڑا رکھو اور بایاں پاؤں پھیلا دو میں نے کہا کہ آپ تو اس

طرح کرتے ہیں (چوڑی مار تے ہیں) آپ نے فرمایا میرے پاؤں

میرا ہمارے نہیں اٹھا پاتے۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز میں دونوں قعدوں میں بیٹھنے

کا سنت طریقہ یہ ہے کہ وایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھیں حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دونوں قعدوں میں بیٹھنے کا عام معمول بھی تھا چنانچہ

حضرت عائشہ اور حضرت وائل بن حجر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں

قعدوں میں بیٹھنے کا یہی طریقہ بتلاتے ہیں اور پہلے دوسرے قعدہ کا کوئی فرق

نہیں کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو کسی فرق

کے بغیر اسی طرح بیٹھنے کا حکم بھی دیا ہے، گویا آپ کے قول وفعل دونوں

سے اسی طرح بیٹھنا سنت ثابت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عبد اللہ

بن عمر رضی اللہ عنہما اسی طرح بیٹھنے کو سنت قرار دے رہے ہیں اور صرف

یہ نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری طرح بیٹھنے سے منع بھی

فرمایا ہے، ان تمام امور سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ عام حالات میں دونوں

قعدوں میں دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھنا ہی مسنون ہے

الذی کہ کوئی تکلیف یا عذر ہو تو دوسری طرح بیٹھنا بھی جائز ہے جیسا کہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چوڑی مار کر بیٹھتے تھے جب اُن

سے اس بارے میں کہا گیا تو فرمایا کہ میں عذر کی وجہ سے ایسا کرتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول سے بہت کم کسی وقت دوسری حالت پر بیٹھنا بھی عذر پر معمول ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و تصدیقات کے خلاف غیر متقدمین پہلے اور دوسرے قعدہ میں فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں قعدہ اولیٰ میں تو دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پر ہی بیٹھا جائے البتہ دوسرے قعدہ میں تو رک گیا جائے عذر ہو یا نہ ہو اور تورک ضرور کیا جائے کیونکہ یہ سنت ہے۔ چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

”جب آخر کی رکعت میں بیٹھیں تو دایاں پاؤں نکال کر بائیں جانب کے کولھے پر بیٹھیں (اسکو تورک کہتے ہیں)“

(دستورالمتقی ص ۱۲)

اسمائل سلمیٰ صاحب لکھتے ہیں۔

”آخری تشہد میں دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور دایاں پاؤں دائیں طرف نکال کر کولھے پر بیٹھا جائے یا دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر بائیں کولھے پر بیٹھے“ (رسول اکرم کی نماز ص ۵۵)

صادق سیالکوٹی صاحب تحریر کرتے ہیں۔

”نوٹ :- بائیں جانب کولھے پر بیٹھنا تورک کہلاتا ہے یہ سنت ہے ہر مسلمان کو آخری قعدہ میں ضرور تورک کرنا چاہیئے“ (صلوۃ الرسول ص ۲۴)

ملاحظہ فرمائیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً اور فعلاً دونوں طرح سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ دونوں قعدوں میں بلا تفریق دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھنا ہی سنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن

عمر رضی اللہ عنہما اسی کو سنت قرار دے رہے ہیں، اسی پر بس نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صاف طور پر تورک وغیرہ سے منع بھی فرمایا ہے ہیں لیکن غیر متقدمین جو عمل بالحدیث کے وعیدار ہیں انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و عمل سے ثابت مسئلہ طریقہ تو پسند نہیں اور جس طریقہ سے اللہ کے نبی نے منع فرمایا ہے وہ ان کے نزدیک سنت ہے اُسے ضرور کرنا چاہیئے، لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

قارئین کرام سوچئے کیا اسی کو عمل بالحدیث کہتے ہیں؟ اور فضیلہ کیجئے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

تُرْكُ الزِّيَادَةِ عَلَى التَّشْهَدِ فِي الْقَعْدَةِ الْاُولَى

پہلے قعدے میں تشہد سے آگے کچھ نہیں پڑھنا چاہیئے

۱۔ عن عبد الله بن مسعود قال كان النبي صلى الله

عليه وسلم في الركعتين كانه على

الرضم قلت حتى يقوم قال ذاك يريد

(نہاج الصلۃ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ

الصلوٰۃ والسلام (تین یا چار رکعت والی نماز میں) دو رکعت

پڑھ کر ایسا بیٹھنے کو یا جلتے تو سے پر بیٹھے ہیں یعنی بہت

جلدا اٹھ جاتے تھے۔ ابو عبیدہ حدیث کے راوی کہتے ہیں

میں نے کہا (تیسری رکعت کے لیے) کھڑے ہونے کی

وجہ سے تو آپ نے فرمایا ہاں یہی مراد ہے۔

۱۔ سنا عبد بن ابراہیم قال سمعت ابا عبیدہ

بن عبد اللہ بن مسعود یحدث عن ابيه قال
كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا جلس
في الركعتين الاوليين كانه على الرضف
قال شعبة بن حمران سعد شفتيه
بشيئ من اقول حتى يعتوم فيقول حتى يقوم
قال ابو عيسى هذا حديث حسن الا ان ابا
عبيدة لو يسمع من ابيه والعمل على
هذا عند اهل العلوي يختارون ان لا يطيل
الرجل القعود في الركعتين الاوليين ولا يزيد
على التشهد شيئا في الركعتين الاوليين وقادا
ان زاد على التشهد فعليه سجدة السهو
هكذا روى عن الشعبي وغيره -

(تمذي ج ۱ ص ۸۵)

حضرت سعد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں نے ابو عبیدہ بن عبد اللہ
بن مسعود کو سنا وہ اپنے والد سے نقل کر رہے تھے کہ انہوں
نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دو رکعتوں کے بعد
بیٹھتے تھے تو ایسا لگتا تھا جیسے آپ جلتے تو لے پر بیٹھتے ہوں
امام شعبہ فرماتے ہیں کہ پھر سعد نے اپنے لبوں کو کوئی بات
کر کے بلایا میں تو یہی کہتا ہوں کہ انہوں نے یہ کہا کہ پھر آپ
کھڑے ہو جاتے تھے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن
ہے الا یہ کہ ابو عبیدہ نے اپنے والد سے سماع نہیں کیا، اور

اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے یہ اسی کو پسند کرتے ہیں کہ
آدمی نہ تو پہلی دو رکعتوں میں قعدہ کو دراز کرے اور نہ ہی تشہد
پر کسی قسم کا اضافہ کرے ان کا کہنا ہے کہ اگر تشہد پر اضافہ کیا
تو سجدہ سہو لازم آجائے گا۔ چنانچہ امام شعبی وغیرہ سے ایسے
بھی مروی ہے۔

۳۔ عن عبد الله بن مسعود قال علمني رسول الله صلى
الله عليه وسلم التشهد في وسط الصلوة وفي
آخرها..... قال فكان يقول اذا جلس في وسط الصلوة
وفي آخرها على وركه اليسرى التحيات لله والصلوة
والطيبات السلام عليك ايها النبي ورحمة
الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين
اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا
حيده ورسوله قال شوان كان في وسط
الصلوة نهض حين يشرع من تشهده وان كان
في آخرها دعا بعد تشهده بما شاء الله
ان يقول شوليسلم -

(مسند امام احمد ۵ ص ۱۵۵، صحيح ابن خزيمة ۱ ص ۱۵۵)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد سکھایا نماز کے درمیان اور آخری قعدہ
میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے درمیان
اور آخری قعدہ میں بائیں گولہ پر بیٹھتے تو پڑھتے تھے، التحیات

لله والصلوة والطيبات السلام عليك ايها النبي
ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله
الصالحين اشهدان لا اله الا الله واشهدان
معجداً عليه ورسوله حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں
کہ پھر اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام درمیان قعدہ میں ہوتے تو
تشہد سے فارغ ہو کر کھڑے ہو جاتے اور اگر آخری
قعدہ میں ہوتے تو تشہد کے بعد اللہ کو جو منظور ہوتا وہ دہرانے
پھر سلام پھیرتے۔

۴۔ عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
كان لا يزيد في الركعتين على التشهد

(مسند ابی یعلیٰ ج ۲ ص ۲۳۷)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
دو رکعتوں میں تشہد پر زیادتی نہیں کرتے تھے۔

۵۔ عن تميم بن سلمة قال كان ابو بكر اذا
جلس في الركعتين كانه على الرضف يعني
حتى يفتوم۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۵)

حضرت تمیم بن سلمہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
جب دو رکعتوں میں بیٹھتے تو ایسے لگتا جیسے جلتے تو اسے پر
بیٹھے ہوں مطلب یہ ہے کہ آپ (جلدی) کھڑے ہو جاتے۔

۶۔ عن الحسن انه كان يقول لا يزيد في الركعتين
الاوليين على التشهد۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۶)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ پہلی دو رکعتوں میں تشہد پر زیادتی نہ
کریے۔

۷۔ عن الشعبي قال من زاد في الركعتين الاوليين
على التشهد فعلية سجدة تاسرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۶)

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ جس نے پہلی دو رکعتوں میں تشہد پر زیادتی کی اس
پر سجدہ سہول لازم ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر نماز تین یا چار رکعت والی ہو
تو پہلے قعدہ میں فقط تشہد پڑھ کر کھڑے ہو جانا چاہیے آگے کچھ نہیں پڑھنا
چاہیے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول مبارک یہی تھا آپ تین یا
چار رکعت والی نماز میں پہلے قعدہ میں تشہد پڑھتے ہی کھڑے ہو جاتے تھے
اور پہلا قعدہ دوسرے قعدہ کی نسبت بہت ہی معمولی سا کرتے تھے حتیٰ کہ صحابہؓ
کو ام کہتے ہیں ایسے لگتا تھا جیسا کہ آپ جلتے تو اسے یا گرم پتھر پر بیٹھے ہوں
یا اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ تشہد سے آگے کچھ نہ پڑھا جائے۔

خلیفہ راشد سیدنا صدیق اکبرؓ کا عمل بھی یہی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ
کے بقول عام اہل علم کا عمل بھی اسی پر ہے چنانچہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں
کہ پہلے قعدہ میں تشہد سے آگے کچھ نہ پڑھا جائے۔ امام شعبیؒ یہ فتوے
دیتے ہیں کہ اگر کسی نے پہلے قعدہ میں تشہد سے آگے کچھ پڑھا تو اس پر
سجدہ سہول لازم ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ قعدہ
الاول میں تشہد کے بعد آگے درود وغیرہ بھی پڑھ سکتے ہیں چنانچہ

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ -

۳۔ عن البراء انه صلى الله عليه وسلم كان

يقول بعد الصلوة رب فتني عذابك يوم

تبعث عبادك (مسلم ۵ ص ۱۰۰ بحوالہ نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۱۱)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ

والسلام نماز کے بعد یہ دعا مانگا کرتے تھے " رَبِّ قَسِّ عَذَابِكَ

يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ "

۴۔ عن ام سلمة ان النبي صلى الله عليه وسلم كان

يقول اذا صلى الصبح حين يسلم اللهم

افى اسئلك علما نافعاً ورزقا طيباً وعملاً متقبلاً -

(مسند امام احمد ج ۶ ص ۱۱۱، ابن جرير ص ۱۱۱)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ

والسلام جب صبح کی نماز پڑھتے تو سلام پھیر کر یہ دعا مانگتے تھے

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَرِزْقًا طَيِّبًا وَ

عَمَلًا مُّتَقَبَّلًا

۵۔ عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ان رسول الله

صلى الله عليه وسلم قال له اوصيك يا معاذ

لا تدعن دين كل صلوة ان تقول اللهم اعني

على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۱۱، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۱، نسائی ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

الدعاء الاجتماعي بعد المكتوبة

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی طور پر دعا مانگنا صحیح ہے

۱۔ عن ابی امامۃ قال قيل يا رسول الله ايت

الدعاء اسمع قال جوف الليل الاخر ودين

الصلوات المكتوبات (ترمذی ج ۲ ص ۱۱۱)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

عليه وسلم سے سوال ہوا کہ کونسی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے آپ

نے فرمایا جو رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے

بعد مانگی جائے۔

۲۔ عن علي بن ابي طالب قال كان النبي صلى الله

عليه وسلم اذا سلم من الصلوة قال اللهم

اغفر لي ما قدمت وما اخرت وما

اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما

انت اعلم به مني انت المقدم وانت

المؤخر لا اله الا انت (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

جب نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرتے تو یہ دعا مانگتے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا

اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا

اَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ مِنِّي اَنْتَ الْمُقَدِّمُ اَنْتَ الْمُؤَخِّرُ

حضور میں اس طرح سے ہاتھ اٹھا کر کہ دونوں ہاتھوں کی پھیلیاں
تیرے چہرے کی طرف ہوں دُعا کرے اور کہے یا رب یا رب
جس نے ایسا نہ کیا وہ ایسا الیم ہے۔

۱۔ حدیثنا محمد بن یحییٰ الاسلمی قتال
رأیت عبد اللہ بن الزبیر ورائی رجلاً رافعاً
یدیه یدعو قیل ان یترغ من صلواتہ فلما
فرغ منها قال لہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لم یکن یرفع یدیه حتی یفرغ
من صلواتہ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۰۰)
سنتہ رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوات المکتوبہ ل محمد بن عبد الوہاب
الزبیدی ص ۲۲

محمد بن یحییٰ اسلمی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر
کو دیکھا اس حال میں کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی نماز
سے فارغ ہونے سے پہلے ہی دونوں ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگ
رہا ہے جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپ نے اس سے
فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُعا کے لیے ہاتھ نہیں اٹھاتے
تھے جب تک کہ نماز سے فارغ نہ ہو لیتے تھے۔

۱۔ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ عن انس بن
صلی اللہ علیہ وسلم انه قال لا مامن عبد
بسط کفیه فی دبر کل صلوة شوی یمشول
اللہ واللہ واللہ واللہ ابرہیم واسحق و یعقوب

واللہ جبریل و میکائیل و اسرافیل علیہم
السلام اسألت ان تستجیب دعوتی فانی
مضطرب و تعصمتی فی دیتی فانی مضطرب
وتنالی برحمتک فانی مذنب و تنفی عنی
الفقر فانی متممکن الا کان حقاً علی
اللہ عز وجل ان لا یرد یدیه خابئین۔
(عمل ایوم والیلۃ لابن انس ص ۱۱۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، میرا باز کے بعد جو بندہ بھی
اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر یہ دُعا مانگتا ہے۔ اللہ اللہ اللہ
واللہ ابرہیم واسحق و یعقوب واللہ جبریل
و میکائیل و اسرافیل علیہم السلام
اسألت ان تستجیب دعوتی فانی
مضطرب و تعصمتی فی دیتی فانی مضطرب
وتنالی برحمتک فانی مذنب و تنفی عنی
الفقر فانی متممکن۔ تو اللہ تعالیٰ کے
ذمہ ہو جاتا ہے کہ وہ ان ہاتھوں کو ناکام نہ لوٹا نہیں۔

۱۔ عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما
سلم انصرف ورفع یدیه ودعا الحدیث
سنتہ رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوات المکتوبہ مع جعفر بن الزبیر ص ۱۱۰

حضرت اسود عامری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو مڑ کر دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی۔

۱۳۔ عن ابن جریرة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدہ بعد ما سلو و هو متقبل القبلة فمات اللہ و خلص الولید بن الولید و عیاش بن ربیعہ و سلمۃ بن ہشام و ضعف المسلمین الذین لا یستطیعون حیلۃ ولا یہتدون سبیلک من ابی الکفار (تفسیر القرآن العظیم للماخذ ابن کثیر ص ۵۲۲)

حضرت ابوسریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر اپنے ہاتھ اٹھائے اور قبلہ رخ ہو کر یہ دعا مانگی، اے اللہ ولید بن ولید، عیاش بن ربیعہ، سلمہ بن ہشام اور وہ کمزور مسلمان جو نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ کہیں کاراستہ جانتے ہیں انہیں کفار کے ہاتھ سے خلاصی نصیب فرما۔

۱۴۔ عبد العزیز بن ابی رواد قال حدثنی علقمۃ بن مرثد و اسماعیل بن امیۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا فرغ من صلوٰتہ رفع یدیه و ضمہما و قال رب اغفر لی ما قدمت و ما اخرت و ما اسررت و ما اعلنت و ما اسرفت و ما انت اعلم بہ منی

انت المقدم و انت المؤخر لا اله الا انت لك الملك و لك الحمد۔ (کتاب الزہد والرقائق للامام عبداللہ بن مبارک ص ۵۳)

عبد العزیز بن ابی رواد فرماتے ہیں کہ مجھ سے علقمہ بن مرثد اور اسماعیل بن امیہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر ملاتے اور یہ دعا مانگتے اللہم اغفر لی ما قدمت و ما اخرت و ما اسررت و ما اعلنت و ما اسرفت و ما انت اعلم بہ منی انت المقدم و انت المؤخر لا اله الا انت لك الملك و لك الحمد

ذکر ابن الکثیر فی قصۃ علاء بن الحضرمیؓ
"وفیہ بصلۃ الصبح حین طلع الفجر فصلی بالناس فلما قضی الصلوۃ جثا علی رکتیہ وجثا الناس و نصب فی الدعاء و رفع یدیه و فعل الناس مثله الخ۔ (البیہ و النہایۃ ج ۶ ص ۳۲۸)

حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت علاء بن الحضرمیؓ کے قصہ میں ذکر کیا ہے کہ جب صبح صادق ہو گئی تو فجر کی نماز کے لیے اذان دی گئی۔ آپ نے لوگوں (صحابہ و تابعین) کو نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ اور لوگ دوڑا نو بیٹھ گئے، آپ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے گئے، لوگوں نے بھی آپ ہی کی طرح کیا۔

مذکورہ بالا احادیث و آثار سے درجہ ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں۔

(۱) فرض نمازوں کے بعد کی جانے والی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔

(۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرض نماز کے بعد خود بھی دعا مانگتے

تھے اور صحابہ کرام کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔

(۳) دُعا کے آداب میں سے ہے کہ دونوں ہاتھ اٹھا کر دُعا کی جائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگتے تھے۔

(۴) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت اسود عامریؓ والد اور علقمہ بن مرثدؓ کی مروی حدیث ثابت ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرض نماز کے بعد بھی ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگتے تھے۔

(۵) حضرت افضل بن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کی احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ صحابہ کرام کو بھی فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر ہی دُعا مانگنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

(۶) حضرت غلام بن حضریؓ کے واقعہ میں صراحت ہے کہ انہوں نے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا کروائی اور صحابہ و تابعین نے آپ کے ساتھ مل کر ہاتھ اٹھا کر دُعا کی۔

ان امور سے یہ ثابت بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا ثابت ہے اور صحابہ کرام کو آپ نے ترغیب بھی دی ہے تو لازمًا جب آپ ہاتھ اٹھا کر دُعا کرتے ہوئے تو صحابہ کرام بھی آپ کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر ہی دُعا مانگتے ہوں گے کیونکہ صحابہ کرام سے بعد ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگتے ہوں اور وہ یونہی بیٹھے رہیں۔

اپنی احادیث و آثار نیز امت کے توارث کے پیش نظر فقہائے کرام نے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دُعا کو مستحب قرار دیا ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف موجودہ دور کے غیر مقلدین فحش

نماز کے بعد اجتماعی طور پر دُعا مانگنے کو صحیح نہیں سمجھتے کوئی اسے بدعت و حرام قرار دے کر ختم کر دیتا ہے کوئی رسم اور تقیہ کہتا ہے۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث ابوالبرکات احمد صاحب لکھتے ہیں۔

”قصہ مختصر، مروجہ دعا ایک رسم ہے یا ایک تقیہ ہے جس کا ثبوت سنت رسولؐ یا اسوۂ رسولؐ میں، خلفائے راشدین کی سیرت میں، ائمہ اربعہ کے فتویٰ میں یا محدثین کی کتابوں کے ابواب میں موجود نہیں ہے وقتاً فوقتاً اور کبھی کبھی والی بات بھی غلط ہے کیونکہ نبیؐ سے ایک مرتبہ بھی اجتماعی دُعا ثابت نہیں ہے تو پھر کبھی کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔“

(فتاویٰ برکات تیرہ ص ۹۸)

مزید لکھتے ہیں۔

”استاذ الاساتذہ شیخنا المحرم محدث گوند لویؒ نے اپنی زیرنگرائی تین مساجد ٹاہلی والی مسجد، مسلم مسجد نوشہرہ روڈ اور جامعہ اسلامیہ حافظ آباد روڈ میں اس بدعت کو ختم کرایا، اگر بالفرض کسی نے اس طرح دعا کی تو پوچھنا یہ کہاں سے ہے؟ مجھے گورنر آئے ہوئے اڑتیس سال ہو رہے ہیں اسی وقت سے لے کر ان کی وفات تک کسی نماز کے بعد اجتماعی دعا کرتے انکو نہیں دیکھا۔“

(فتاویٰ برکات تیرہ ص ۹۹)

ایک غیر مقلد محمد ابو عبد السلام نے فرض نماز کے بعد اجتماعی دُعا کے خلاف ایک رسالہ لکھا ہے جس کے ٹائٹل پیج پر جلی حروف سے لکھا ہے

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا مانگنا بدعت و حرام ہے۔

واقم الحروف نے دیوبندیوں کی ایک مسجد میں عصر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی۔ امام صاحب نے جونہی سلام پھیرا ایک عمر رسیدہ غیر متقلد شخص کھڑے ہوئے اور یہ شور ڈالنے لگے کہ نماز کے بعد دعا کا حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ منع ہے۔

ملاحظہ فرمائیے۔ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام سے قولاً و عملاً ثابت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام نے نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہے انفرادی بھی اجتماعاً بھی۔ مزید یہ کہ اس پر اسلاف کا تعامل و قوارث بھی موجود ہے جو بجائے خود ایک ستل دلیل ہے لیکن موجودہ دور کے غیر متقلد اس عمل کو رسم، تقیہ، بدعت اور حرام قرار دے رہے ہیں۔

فیصلہ فارین کے سر ہے وہ بتلائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام اور اسلاف کے تعامل سے ثابت کسی عمل کو بدعت و حرام قرار دینا کیا اسی کو عمل بالحدیث کہتے ہیں۔ آیا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

الفرق بین صلوٰۃ الرجل والمرأة

عورت مرد کی نماز ایک جیسی نہیں بلکہ دونوں میں فرق ہے

۱۔ عن وائل بن حجر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا وائل بن حجر اذا صليت فاجعل يديك حذاء اذنيك والمرأة تجعل يديها حذاء ثدييها، (معجم بڑی کبیرہ ۲۲ ص ۱۸)

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے وائل بن حجر جب تم نماز پڑھو تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتی کے برابر اٹھائے۔

۲۔ عن عبد ربہ بن سلیمان بن عبدیہ قال رأيت ام الدرداء ترفع يديها في الصلوة حذو منكبيها، (جزء رفع اليدين للإمام البخاری ص ۵)

حضرت عبد ربہ بن سلیمان بن عبدیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتی ہیں۔

۳۔ عن ابن جریج قال قلت لعطاء بن بشير المرأة بيديها بالتكبير قال لا ترفع يداك

يديها كالرجل وأشار فخفض يديه جدا
وجمعهما اليه جدا وقال ان للمرأة هيئة

ليست للرجل الحديث (مصنف ابن أبي شيبة ۱۵۱ ص ۱۲۹)

حضرت ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطارؒ سے کہا کہ کیا عورت تجبیر تحریر کہتے وقت مرد کی طرح اشارہ (رفع یدین) کرے گی۔ آپؒ نے فرمایا عورت تجبیر کہتے وقت مرد کی طرح ہاتھ نہ اٹھائے آپؒ نے اشارہ کیا اور اپنے دونوں ہاتھ بہت ہی پست رکھے اور ان کو اپنے سے ملایا اور فرمایا عورت کی (ماز میں) ایک خاص ہیئت ہے جو مرد کی نہیں۔

۴۔ عن يزيد بن ابى جبيب انه صلى الله عليه وسلم
مَرَّ عَلَى امْرَأَتَيْنِ تَصْلِيَانِ فَمَتَّالٌ إِذَا سَجَدَتْمَا
فَضَمَّ بَعْضُ اللَّحْمِ إِلَى الْأَرْضِ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ
فِي ذَلِكَ لَيْسَتْ كَالرَّجُلِ -

(مراسیل ابی داؤد ص ۲ سنن کبریٰ بیہقی ۲ ص ۲۲۲)

حضرت یزید بن ابی جیبؒ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپؐ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملا لیا کرو کیونکہ عورت (کا حکم سجدہ کی حالت میں) مرد کی طرح نہیں ہے

۵۔ عن ابن عمر رضي الله عنه مرفوعاً اذا جلست
المرأة في الصلاة وضعت فخذهما على فخذهما
الاخرى فاذا سجدت الصقت بطنها في فخذيها

كاستر ما يكون لها وان الله تعالى ينظر اليها
ويقول يا ملائكتي اشهدكوا في قد عفرت لها،
(منزل العمال ج ۱ ص ۵۲۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں سے چپکالے اس طرح کہ اس کے لیے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) فرما کر ارشاد فرمائے ہیں کہ اے فرشتوں میں تمہیں گواہ بنانا ہوں اس بات پر کہ میں نے اسے بخش دیا ہے۔

۶۔ عن ابى اسحق عن الحارث عن على رضي الله
عنه وارضاه فقال اذا سجدت المرأة فلتحتفن
ولتضم فخذيها -

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۹، سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۲۲۲)

حضرت حارثؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر کرے اور اپنی دونوں رانوں کو ملا کر رکھے۔

۷۔ عن ابن عباس انه سئل عن صلاة المرأة
فقال تجتمع وتحتفن، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۹)
حضرت عبداللہ بن عباسؒ سے عورت کی نماز کے بارے میں سوال ہوا تو آپؒ نے فرمایا کہ وہ اکٹھی ہو کر اور خوب سمٹ کر نماز پڑھے۔

۸۔ عن ابراهيم قتال اذا سجدت المرأة فلتزف
بطنها بفخذيهما ولا ترفع عجزها ولا
تجاف كما يجاف الرجل، (مصنف ابن ابی شيبه ۱/۲۴۷)
(بخاری ۵۱۸۸، مسلم ۵۱۸۸، ترمذی ۱۵۸۵)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو
اپنا پیٹ اپنی رانوں سے چکالے اور اپنی سرین کو اوپر نہ اٹھائے
اور اعضاء کو اس طرح دور نہ رکھے جیسے مرد دور رکھتا ہے۔

۹۔ عن مجاهد انه كان يكره ان يضع الرجل
بطنه على فخذيه اذا سجد كما تضع المرأة،
(مصنف ابن ابی شيبه ۵۱۸۸)

حضرت مجاہدؒ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ مرد جب سجدہ
کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں پر رکھے جیسا کہ عورت رکھتی ہے

۱۰۔ عن ابن عمر انه سئل كيف كان النساء
يصلين على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم
فتال كن يتربعن شوا من ان يحتقرن
(يعني يستوين جالسات على اوداكهن)

(جامع المسانيد ۱/۵۸۸)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں کسے نماز پڑھتی تھیں
آپ نے فرمایا چار رانوں بیٹھ کر پھر انہیں حکم دیا گیا کہ وہ خوب
سمٹ کر بیٹھا کریں۔

۱۱۔ عن ابی هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم
قتال التببيع للرجال والتصفيق للنساء،
(بخاری ۵۱۸۸، مسلم ۵۱۸۸، ترمذی ۱۵۸۵)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
فرمایا تبیع مردوں کے لیے ہے اور تصفیق (ایک ہاتھ کی پشت
پر دوسرے ہاتھ کی پشت سے مارنا) عورتوں کے لیے۔

۱۲۔ عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم لا تقبل صلوة الحائض الا بخمار
(ترمذی ۱۵۸۵، ابوداؤد ۱۵۸۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا یا لعنہ عورت کی نماز اور حنی کے بغیر قبول
نہیں ہوتی۔

قتال الامام عبد الحی اللکھنویؒ واما في حق
النساء فانفقوا على ان السنة لهن
وضع اليدين على الصدر، (الغاية ۲/۵۸۸)

حضرت مولانا عبد الحی لکھنویؒ فرماتے ہیں رہا ہاتھ باندھنے کا
معاملہ، عورتوں کے حق میں تو تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ
ان کے لیے سنت بیٹھنے پر ہاتھ باندھنا ہے۔

قتال الامام ابوالحسن علی بن ابی بکر الفرغانی الحنفیؒ
والمرأة ترفع يديها حذاء منكبيها هو الصحيح
لانها استرلها وفتال ايضا والمرأة تنخفض

فَسَجُودُهَا وَتَلْزُقُ بَطْنَهَا بِفَخْذَيْهَا
لَا ذَالِكُ اسْتِرْلَاهَا (بِطَرِيقِ احْتِلَاكِ وَصَلِّهِ)
امام ابوالحسن علی بن ابوبکرؓ فرماتے ہیں۔ اور عورت اپنے دونوں
ہاتھ اپنے مؤخرہ کے ساتھ اٹھا کر بچے کی طرح ہے کیونکہ یہ طریقہ اس
کے لیے زیادہ پردہ کا ہے نیز آگے چل کر فرماتے ہیں اور عورت
اپنے سجدہ میں پست رہے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے ملائے
کیونکہ یہ اس کے لیے زیادہ پردہ کا باعث ہے۔

قَالَ الْأَمَامُ أَبُو زَيْدٍ الْقَيُّرَوَانِيُّ الْمَالِكِيُّ:

”وَهِيَ فِي هَيَاةِ الصَّلَاةِ مِثْلُهُ غَيْرَ أَنَّهَا
تَنْضُمُ وَلَا تَفْرُجُ فَخْذَيْهَا وَلَا عَضْدِيهَا
فَتَكُونُ مَنْضُمَةً مَرْبُوبَةً فِي جُلُوسِهَا وَسُجُودِهَا“
(الرسالة ص ۱۰۲ نصاب المودع)

امام ابو زید قیروانی مالکیؒ فرماتے ہیں کہ عورت نماز کی ہیئت میں مرد
ہی کی طرح ہے الا یہ کہ عورت اپنے آپ کو ملا کر رکھے گی اپنی
رائیں اور بازو کھول کر نہیں رکھے گی پس عورت اپنے جلسہ
اور سجدے دونوں میں خوب ملی ہوئی اور سمٹی ہوئی ہوگی۔

قَالَ الشَّافِعِيُّ: ”وَتَدَادِبُ اللَّهُ تَعَالَى النِّسَاءَ
بِالِاسْتِتَارِ وَادْبَهْنَ بِذَالِكِ رَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِبٌ لِلْمَرْأَةِ فِي السَّجْدَةِ أَنْ
تَضُمَّ بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ وَتَلْصُقَ بَطْنَهَا بِفَخْذَيْهَا
وَتَسْجُدَ كَمَا سَتَرَ مَا يَكُونُ لَهَا وَهَكَذَا أَحِبُّ

لَهَا فِي الرُّكُوعِ وَالْجُلُوسِ وَجَمِيعِ الصَّلَاةِ
أَنْ تَكُونَ فِيهَا كَمَا سَتَرَ مَا يَكُونُ لَهَا“

(کتاب الامم ص ۱۰۲)

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو
یہ ادب سکھایا ہے کہ وہ پردہ کریں اور یہی ادب اللہ کے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عورتوں کو سکھایا ہے لہذا عورتوں
کے لیے سجدہ میں پسندیدہ یہ ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو ملا
کر رکھیں اور پیٹ کو رانوں سے چپکا لیں اور اس طرح سجدہ کریں
کہ ان کے لیے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے اسی طرح ان
کے لیے پسندیدہ یہ ہے رکوع میں بھی اور جلسہ میں بھی بلکہ تمام نماز
یہی ہیں کہ وہ اس طرح نماز پڑھیں کہ جس سے ان کے لیے
زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے۔

قَالَ الْأَمَامُ الْخَرَقِيُّ الْحَنْبَلِيُّ:

”وَالرَّجُلُ وَالْمَرْأَةُ فِي ذَلِكَ سَوَاءٌ إِلَّا أَنَّ
الْمَرْأَةَ تَجْمَعُ نَفْسَهَا فِي الرُّكُوعِ وَالسَّجْدَةِ وَتَجْلِسُ
مُتَرَبِّعَةً أَوْ تَسْدِلُ رَجْلَيْهَا فَتَجْعَلُهَا فِي جَانِبِ
يَمِينِهَا“ (قال الشارح ابن قدامة الحنبلي) الْأَمَامُ
أَنْ يَثْبُتَ فِي حَقِّ الْمَرْأَةِ مِنْ أَحْكَامِ الصَّلَاةِ مَا ثَبَتَ
لِلرَّجَالِ لِأَنَّ الْخُطَابَ يَشْمَلُهَا غَيْرَ أَنَّهَا خَالَفَتْهُ
فِي تَرْكِ التَّجَافِي لِأَنَّهَا عَوْدَةٌ فَاسْتَحَبَّ لَهَا جَمْعُ
نَفْسِهَا لِيَكُونَ اسْتِرْلَاهَا فَاتَهُ لَا يَوْمَنْ أَنْ

یبدو منها شئی حال المتجا فی و ذالک ف
 الا فتراش قتال احمد والسدل اعجب ال
 واختاره المخلول (والمنی لابن قدامه ج ۱ ص ۱۹۹)
 امام خرفی حنبلی فرماتے ہیں کہ مرد و عورت اس میں برابر ہیں سوائے
 اس کے کہ عورت رکوع و سجود میں اپنے آپ کو اکٹھا کرے
 (سیکڑے) پھر یا تو چار زانو بیٹھے یا سدل کرے کہ دونوں پاؤں
 کو دائیں جانب نکال دے، ابن قدامہ حنبلی اس کی شرح میں
 فرماتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ عورت کے حق میں نماز کے وہی
 احکام ثابت ہوں جو مرد کے لیے ثابت ہیں کیونکہ خطاب دونوں
 کو شامل ہے بایں سچہ عورت مرد کی مخالفت کرے گی ترک
 تجافی میں (یعنی عورت مرد کی طرح رانوں کو پیٹ سے دو نہیں
 رکھے گی بلکہ ملائے گی) کیونکہ عورت ستر کی چیز ہے لہذا اس
 کے لیے اپنے آپ کو سمیٹ کر رکھنا مستحب ہے تاکہ یہ اس
 کے لیے زیادہ سے زیادہ ستر کا باعث بنے وجہ یہ ہے کہ عورت
 کے لیے رانوں کو پیٹ سے جدا رکھنے میں اس بات کا اندیشہ ہے
 کہ اس کا کوئی عضو کھل جائے امام احمد فرماتے
 ہیں مجھے عورت کے لیے سدل (بیٹھنے میں دونوں پاؤں کو دائیں
 جانب نکالنا) زیادہ پسند ہے اور اسی کو قتال نے اختیار کیا ہے۔

مندرجہ بالا احادیث و آثار، اجماع امت اور فقہاء کرام کے اقوال سے
 ثابت ہو رہا ہے کہ مرد و عورت کی نماز ایک جیسی نہیں دونوں میں فرق ہے
 (۱) مرد بخیر تحریر کہتے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں گے

اور عورتیں کندھوں تک جلیسا کہ حدیث نمبر ۱، نمبر ۲، نمبر ۳ سے واضح ہے۔
 مراکز اسلام مدینہ طیبہ میں امام زہریؒ، مکہ مکرمہ میں حضرت عطارؒ اور کوفہ
 میں حضرت حمادؒ یہی فتویٰ دیتے تھے (کہ عورت اپنے کندھوں تک ہاتھ
 اٹھائے) تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں (مسنن ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳)
 (۲) مرد دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھیں گے اور عورتیں سید پر۔

مردوں کا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا احادیث سے اور عورتوں کا سینے پر
 ہاتھ باندھنا اجماع امت سے ثابت ہے جیسا کہ مولانا عبدالحی لکھنوی
 کے بیان سے واضح ہے

(۳) مرد سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جدا رکھیں
 گئے اور عورتیں ملا کر عین جیسا کہ احادیث نمبر ۵، ۶ سے واضح ہے۔
 (۴) مرد سجدے میں اپنے دونوں پاؤں پنجوں کے بل کھڑے اور
 دونوں بازو زمین سے جدا رکھیں گے اور عورتیں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال
 کر اور بازو زمین سے لٹکا کر سجدہ کریں گی۔

(۵) مرد دونوں سجدوں کے درمیان نیز دونوں قعدوں میں ایسا پاؤں
 کھڑا کرے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھیں گے اور عورتیں ان سب
 میں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر کھونچ بیٹھیں گی۔

(۶) اگر عورتیں مردوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہوں اور امام
 کو غلطی پر متنبہ کرنا پڑے تو مرد سبحان اللہ کہیں گے اور عورتیں ہاتھ کی پشت
 پر مار کر متنبہ کریں گی جیسا کہ حدیث سے واضح ہے۔

(۷) مرد کی نماز ننگے سر بھی ہو جائے گی لیکن عورت کی نماز ننگے سر گزر
 جسے اس کو فقہاء کی اصطلاح میں تجافی کہتے ہیں۔

۶۔ عن ابراهيم انه كره ان يؤم العلام حتى يحتلم،
(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۹۸)
حضرت ابراہیم نخعیؒ اس بات کو سکر وہ جانتے تھے کہ لڑکا امامت
کراتے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔

۷۔ عن عطاء قتال لا يؤم العلام الذي لم يحتلم
(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۹۸)
حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ لڑکا جو بالغ نہ ہو وہ امامت نہ کراتے۔

۸۔ عن الشعبي قال لا يؤم العلام حتى يحتلم،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۹)
حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ لڑکا امامت نہ کراتے جب تک
کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔

۹۔ عن مجاهد قتال لا يؤم علام حتى يحتلم،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۹)
حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ لڑکا امامت نہ کراتے جب تک کہ
وہ بالغ نہ ہو جائے۔

۱۰۔ عن ابن جريج قال اخبرني ابراهيم ان
عبد العزيز بن عمر بن عبد العزيز اخبره ان
محمد بن ابي سويد اقامه للناس وهو غلام
بالطائف في شهر رمضان يومهم فكتب بذلك
الى عمر بن الخطاب فغضب عمر وكتب اليه
ما كان قولك ان تقدم للناس غلاما لم تعجب
عليه الحدود، (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۹۹)

ابن جریرؒ کہتے ہیں کہ مجھے ابراہیم نے بتلایا کہ انہیں عبدالعزیز بن
عمر بن عبدالعزیزؒ نے بتلایا ہے کہ انہوں نے طائف میں ماہ رمضان
میں محمد بن ابی سويد کو جو ابھی نابالغ لڑکے تھے لوگوں کی امامت کے
لیے کھڑا کیا پھر یہ قصہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خوشخبری سنانے کے
لیے لکھ بھیجا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ناراض ہوئے اور انہیں لکھا
کہ تمہیں یہ زریب نہیں دیتا کہ تم لوگوں کی امامت کے لیے ایسے لڑکے
کو آگے کرو جس پر ابھی حدود واجب نہیں ہوئیں۔

ولا يصح استعمام البالغ بالصبي في الفرض نص عليه
احمد وهو قول ابن مسعود وابن عباس وبيد قال
عطاء ومجاهد والشعبي ومالك والشافعي
والاوزاعي وابو حنيفة، (المغني لابن قدامة ج ۲ ص ۲۲۸)

اور صحیح نہیں ہے نابالغ کی اقتداء کرنا بالغ کو فرض میں امام احمدؒ نے
اس کی تصریح کی ہے اور یہی قول ہے حضرت عبداللہ بن مسعود اور
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا اور اسی کا قول کیا ہے حضرت
عطاء، مجاہد، شعبی، امام مالک، سفیان ثوری، اوزاعی اور امام ابو حنیفہ
رحمہم اللہ نے۔

مکروہ و احوالیت و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نابالغ کا بالغوں کے لیے امام بننا
جائز نہیں اور نابالغ کے پیچھے بالغ کی نماز صحیح نہیں، غلیظہ راشد حضرت عمر فاروق
رضی اللہ عنہ اور عمر ثانیؒ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ دونوں نابالغ کو امامت کرنے
سے منع فرما رہے ہیں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ
ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی نابالغ کو بالغ ہونے سے پہلے امامت کرنے سے

روک رہے ہیں اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ نابالغ کے
 دیکھے نماز نہیں ہوتی اور نہ ان حضرات کو منع کرنے کی کیا ضرورت ہے ؟
 جلیل القدر تابعین اور تبع تابعین کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ نابالغ امامت ذکر کرنے
 حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو ایک موقع پر بطور خوشخبری بتایا گیا کہ فلاں جگہ رمضان
 میں نابالغ نے امامت کرائی ہے تو بھائے خوش ہونے کے ناراض ہوئے
 اور فرمایا تمہیں ریب نہیں دیتا کہ بالغوں کی امامت کے لیے کسی نابالغ کو آسکے
 بروز صراحت اسلام میں سے مدینہ طیبہ کے امام حضرت امام مالکؒ نابالغ کی امامت
 کے قائل نہیں۔ مگر محمد کے امام حضرت عطار بن ابی ربیع کا فتویٰ ہے
 کہ نابالغ امامت ذکر کرتے، کوثر کے امام حضرت امام شعبیؒ کا فتویٰ ہے کہ
 نابالغ امامت ذکر کرتے، شام کے امام حضرت امام اوزاعیؒ کا فتویٰ ہے کہ نابالغ
 امامت ذکر کرتے، ائمہ مجتہدین حضرت امام ابو حنیفہؒ حضرت امام مالکؒ حضرت
 امام احمدؒ رحمہ اللہ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ نابالغ امامت ذکر کرتے اس کے چھپے
 نماز نہیں ہوتی۔

لیکن ان تمام آثار صحابہ و تابعین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ
 نابالغ کی امامت جائز ہے اور وہ بالغوں کی موجودگی میں امام بن سکتا ہے
 اور مروجہ امت کے اعتبار کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

چنانچہ نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں

”و صحیح سنن امامت لفل نابالغ و نیست دلیل براعتبار لم یورث“

(عرفات انجادی ص ۳۷)

نابالغ بچہ کی امامت صحیح ہے اور مروجہ امت کے اعتبار کر کے
 کوئی دلیل نہیں ہے۔

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

”ہو ان اور بڑی عمر والے لوگوں کے ہوتے نابالغ لڑکا امام بنے
 تو بانہ سے بشرطیکہ سب سے اچھا قرآن پڑھتا ہو۔“

(دستورالمتقی ص ۱۲)

ملاحظہ فرمائیے، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین، عظام اور ائمہ مجتہدین
 فرماتے ہیں کہ نابالغ لڑکا بالغ ہوئے تک امام نہ بنے، اس کی امامت
 صحیح نہیں اور غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نابالغ کی امامت صحیح ہے غیر مقلدین
 کی حدیث دانی بھی ملاحظہ فرمائیں کہ انہیں اس بات پر کہ امام کے لیے بالغ
 ہونا ضروری ہے کوئی دلیل نہیں ملی، کیا حضرت عمر فاروقؓ کا قول دلیل نہیں بنی اقتدار کا
 نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا ہے کیا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول
 دلیل نہیں جن کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ
 ابن ام عبد جو تمہیں دیں وہ لے لو کیا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول دلیل
 نہیں جو ترجمان القرآن ہیں؟ کیا جلیل القدر تابعین و تبع تابعین کے اقوال
 دلیل نہیں جو خیر القرون کے اصحاب علم و فضل ہیں؟

ہاں شبہ ان سب کے اقوال دلیل و حجت ہیں لیکن ان لوگوں کے لیے
 جو اقوال صحابہ و تابعین کو حجت مانتے ہیں۔ غیر مقلدین جو نیک اقوال صحابہ
 کو حجت ہی نہیں مانتے اس لیے ان کے نزدیک صحابہ و تابعین کے اقوال
 دلیل نہیں۔

فاریخین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

کون الامام خیاراً امام بہترین شخص ہونا چاہیے

۱۔ عن مرثد بن ابی مرشد الغنوی وکان مسلماً
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان سرکم ان تقبل صلواتکم فلیؤمکم خیارکم
فانہم و قدکم فیما بینکم و بین ربکم
(معجم طبرانی کبیر ۲۰ ص ۲۶۹)
حضرت مرثد بن ابی مرشد غنوی جو بدری صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں یہ اچھا لگتا ہے کہ تمہاری نماز
قبول ہو تو چاہیے کہ تمہاری امامت وہ لوگ کریں جو تم میں سب سے
بہتر ہوں کیونکہ امام تمہارے نمائندے ہوتے ہیں تمہارے اور
تمہارے خدا کے درمیان۔

۲۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اجعلوا ائمتکم خیارکم فانہم و قدکم فیما
بینکم و بین ربکم
(سنن کبریٰ بیہقی ۳ ص ۹)
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے امام اپنے میں سے بہترین لوگوں کو
بناد کیونکہ امام تمہارے نمائندے ہوتے ہیں تمہارے اور تمہارے
خدا کے درمیان۔

۳۔ عن جابر بن عبد اللہ فی حدیث طویل قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ ان کوؤم من امرائکم

رجل ولا یوم اعرابی صہاجرا ولا یوم فاجر مؤمناً
ان ان یقرہ بسلطان یخاف سیفہ و سوطہ
(ابن ماجہ ص ۷)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے
ذیل میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار
نہ امامت کرے کوئی عورت کسی مرد کی اور نہ گنوار مہاجر کی اور نہ
فاجر (بدکار بدعتی) مومن کی لیکن جب ڈر ہو بادشاہ کے کوڑے
یا گنوار کا۔

(قال) کان مالک یقول اذا علمت ان الامام
من اهل الاہواء فلا تصل خلفہ ولا تصل
خلف احد من اهل الاہواء (قلت)
فسألت عن الحریریة قال ما اختلف یومئذ
عندی ان الحروریة و عنیرہم سواء۔

(المدونۃ الحبریۃ ص ۱۳)
ابن القاسم فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ فرمایا کرتے تھے کہ
جب تمہیں یہ علم ہو جائے کہ امام اہل ایہواء میں سے ہے تو
اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو، اور اہل ایہواء میں سے کسی کے پیچھے
بھی نماز نہ پڑھو۔ ابن القاسم کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے حوارت
کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں اختلاف ہوا اس
دن میرے نزدیک اس مسئلہ میں کہ حوارت وغیرہ سب برابر ہیں
ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

والمعتزلة: (نزل الابرار: ۱ ص ۵۹)

رافضی، خارجی، معتزلی اور متقلہ کی امامت جائز ہے۔

ایک دوسرے عقلم پر موصوف رقمطراز ہیں۔

”مترجم کتا ہے کہ اہل حدیث نے خوارج اور روافض وغیرہ اہل قتلہ کی تکفیر نہیں کی اور اس لیے ان کے پیچھے نماز میں اقتدا صحیح رکھنی“

(الغایت الحدیث کتاب ذیل ص ۵۹)

شیخ الاسلام نسری صاحب لکھتے ہیں۔

”بعض لوگوں کو وہیم ہوتا ہے کہ چونکہ مرزائی وغیرہ فرقوں کے اعتقادات اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ ان کو کفر لازم آتا ہے بلکہ علماء نے ان پر کفر کا فتویٰ بھی دیا ہے اس لیے ان کی تو اپنی نماز جائز نہیں پھر ان کے پیچھے ہماری نماز کیوں کر ہوگی دراصل یہی ایک سوال ہے جس نے مسلمانوں کو اس حد تک پہنچا یا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر خدا کے حضور میں کھڑے نہیں ہو سکتے، اسی طرح بعض لوگ میرے اس فتوے سے کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے، ناقل، یہ سمجھتے ہیں کہ مرزائیوں کے پیچھے جب نماز ہوگی تو ان کے فتوے کفر میں بھی تخفیف آجائے گی،

اس لیے میں ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جواز اقتدار سے نہ میں ان کے اعتقادات کا صحیح ہوں نہ ان کے فتوے میں تخفیف ہوتی ہے میرا ارکان صلوٰۃ میں امام اور مقتدی کا ربط ماننا ہوں مگر قبولیت اور عدم قبولیت میں ان دونوں کا کوئی تعلق نہیں سمجھتا اس لیے جو شخص نماز کو فرض جان کر ارکان نماز ادا کرتا ہے اس کے پیچھے اقتدا

وقد روی عن احمد بن محمد لا یصلی خلف مبتدع

بحال قتال فی روایۃ ابی الحارث لا یصلی

خلف مرجئی ولا رافضی ولا فاسق الا ان

یخافہم فیصلی بشم یعیب“

(المنی لابن قدامتہ ج ۲ ص ۵۹)

امام احمد رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ کسی بھی بدعتی کے پیچھے کسی حال میں بھی نماز نہیں پڑھتے تھے، ابو الحارث کی روایت

میں ہے کہ آپ نے فرمایا کسی بھی مرجئی، رافضی اور فاسق کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے بلکہ اگر ان سے خوف ہو تو پیٹھ کر لٹائی جائے

مذکورہ احادیث مبارکہ اور اقوال ائمہ مجتہدین سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز پڑھانے کے لیے امام بہتر سے بہتر شخص کو بنانا چاہیے جس کے عقائد بھی صحیح ہوں اور اعمال بھی درست ہوں۔

امام مالک اہل ابواء، (بدعتی وغیرہ فساد خواتین کے پیروکار) اور خارجیوں وغیرہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے، امام احمد بن حنبل نے تو خود کسی بدعتی کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور نہ ہی بدعتی، مرجئی، رافضی اور فاسق (معلن) کے پیچھے نماز جائز سمجھتے تھے بلکہ آپ کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر کوئی ان کے پیچھے کسی مجبوری کے تحت پڑھے تو نماز لوٹائے۔

لیکن مذکورہ احادیث اور اقوال ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کے نزدیک رافضی، خارجی، معتزلی، مرزائی سب کے پیچھے نماز جائز ہے۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

”فتاویٰ امامتہ الرافضی وال خارجی والمعتزلی

کرنا میں جائز جانتا ہوں گواحقاً دی فتور کی وجہ سے امام کی نماز قبول نہ ہوتا ہم مقتدی کی قبول ہو جائے گی۔

(اجتہاد احمدیہ، ص ۹، صفر ۱۳۶۶ھ بحوالہ فتاویٰ علماء محدثین، ص ۱۸۹)

موصوف ایک دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

”میرا مذہب اور عمل ہے کہ ہر گھر گھر کے چھپے اقتدار (نماز میں) جائز ہے چاہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی۔“

(اجتہاد احمدیہ، ص ۱۲، اپریل ۱۹۱۵ء بحوالہ فتویٰ امام ربانی ص ۵)

ملاحظہ فرمائیے :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اگر چاہتے ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو اپنے میں سے سب سے بہتر شخص کو امام بناؤ نیز فرماتے ہیں کہ امام چونکہ تمہارے اور خدا کے درمیان تمہارا نمائندہ ہوتا ہے اس لیے سب سے بہتر شخص کو امام بناؤ اور آپ فاجر شخص کو جو صرف عملی خرابی کا مرتکب ہے اسے امامت کرانے سے منع فرماتے ہیں۔

حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ اہل اہوار و اہل بدعت، خوارج، فاسق وغیرہ کے چھپے نماز پڑھنے سے سختی سے منع فرماتے ہیں لیکن ان تمام تصریحات کے خلاف غیر مقلدین کے فقیہ اور شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ رافضی، خارجی، معتزلی، شیعہ، مرزائی سب کے چھپے نماز جائز ہے، غور فرمائیے رافضی، خارجی، مرزائی صرف فاسق و فاجر ہی نہیں بلکہ کافر ہیں ان کے چھپے نماز صحیح ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا پیر غیر تعلیم کے یہاں ان کے چھپے نماز پڑھنا جائز ہے۔

قاری بن النصار سے فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

اذا ام قوماً وهو جنب او محدث یعید و یعیدون جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اور پتہ چلے کہ امام

یا بے وضو ہے تو امام اور مقتدی سب نماز ٹوٹا میں

۱۔ حدیث ابو غالب انہ سمع ابا امامتہ یقول قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم الامام ضامن والمؤذن

مؤتمن (مسند احمد، ص ۵، معجم طبرانی کبیر، ص ۱)

حضرت ابو امامہ باہلی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے۔

۲۔ عن علی بن ابی طالب قال صلی بنا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم یوماً فانصرفت شام جاء

ورائہ یقطر ماءً فصلى بنا ثم قال انی صلیت

بکم آفتاً وانا جنب فمن اصابه مثل الذی

اصابنی او وجدوا فی بطنه فلیصنع مثل

ما صنعت (مسند احمد، ص ۱)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی (دوران نماز) آپ چلے

گئے پھر آپ واپس آئے تو آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا

رہا تھا، آپ نے ہمیں پھر نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا میں نے تمہیں

حالت جنابت میں نماز پڑھا دی تھی جس شخص کو وہی صورت پیش

آئے جو مجھے پیش آئی یا وہ اپنے پیٹ میں کوئی گڑبڑ پائے تو وہ

ایسے ہی کرے جیسے میں نے کیا۔

۳۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جاء الی الصلوۃ فلما کبر انصرف وادّٰی الیہم
ای کما انتم شتم خرج شتم جاء وادّٰی لقطر
فصلی بہم فلما انصرف قال اف کنت جنبا
فنسیت ان اغتسل۔ (واقطنہ ص ۱۷۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے جب آپ بخیر
کہہ چکے تو آپ نے رخ پھیر کر لوگوں سے کہا کہ اپنی جگہ کھڑے
رہو پھر آپ نکل کر تشریف لے گئے جب واپس آئے تو آپ
کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا آپ نے اگر نماز پڑھائی جب
آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میں جنبی تھا غسل کرنا بھول گیا تھا۔

۴۔ عن ابی ہریرۃ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
الی الصلوۃ وکبر شتم استار الیہم فہم کثوا
شتم انطلقوا غتسل وکان رأسہ یقطر ماء
فصلی بہم فلما انصرف قال افی خرجت الیکم
جنبا وافی نسیت حتی قمیت فی الصلوۃ۔

(ابن ماجہ ص ۱۷۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوۃ
والسلام نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے آپ نے بخیر
پھر آپ نے صحابہ کرام کی طرف اشارہ کیا وہ اپنی جگہ کھڑے آپ
تشریف لے گئے اور غسل کیا۔ آپ کے سر مبارک سے پانی

ٹپک رہا تھا (واپس آکر) آپ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی جب
آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میں تمہارے پاس جنابت کی
حالت میں چلا آیا اور نہانا بھول گیا حتیٰ کہ نماز میں کھڑا ہو گیا۔

۵۔ عن ابی جعفر ان علیا صلی بالناس وھو جنب او
علی غیر وضوء فاعاد وامرھم ان یعیدوا۔
(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۷۷)

حضرت ابو جعفر سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں
کو حالت جنابت میں یا بغیر وضوء کے نماز پڑھا دی۔ آپ نے وہ نماز
خود بھی لوٹائی اور لوگوں کو بھی لوٹانے کا حکم دیا۔

۶۔ عن عمرو بن دینار ان علی بن ابی طالب قال ف الرجل
یصلی بالقوم جنبا قال یعید و یعیدون۔
(کتاب الاثر للامام ابی حنیفہ بروایت الامام محمد ص ۱۷۷)

حضرت عمرو بن دینار سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے
ایسے شخص کے بارے میں جس نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو
نماز پڑھا دی ہو یہ فرمایا کہ وہ خود بھی نماز لوٹائے اور لوگ بھی نماز
لوٹائیں۔

۷۔ عن حماد بن الحارث ان عمر بنی القراءۃ فی
صلوۃ المغرب فاعاد بہم الصلوۃ۔
(شرح معانی الآثار للامام الطحاوی ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت حماد بن حارث سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
مغرب کی نماز پڑھاتے ہوئے قراوت کرتے بھول گئے تو آپ نے

۸۔ عن ابراهيم قال اذا فسدت صلوة الامام
فسدت صلوة من خلفه (كتاب الآثار ص ۳)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جب امام کی نماز فاسد ہوگی تو
مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

۹۔ عن الثوري قال سمعت حماداً يقول اذا فسد
صلوة الامام فسدت صلوة المتوم،

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۵۷)

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حمادؒ کو یہ
فرماتے سنا ہے کہ جب امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدیوں کی بھی
فاسد ہو جائے گی۔

۱۰۔ عن عطاء بن ابي رباح في رجل يصلي باصحابه
على غير وضوء قال يعيدو يعيدون،

(كتاب الآثار ص ۳)

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ نے ایسے شخص کے بارے میں جو
مقتدیوں کو بغیر وضوء کے نماز پڑھا دے یہ ارشاد فرمایا کہ امام
اور مقتدی سب نماز لوٹائیں۔

۱۱۔ عن يونس عن ابن سيرين قال سألت فقال
اعد الصلوة واخبر اصحابك انك صليت
بهم وانت على غير طهارة

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۸۱)

حضرت یونسؒ حضرت علامہ ابن سیرینؒ کے بارے میں روایت
کرتے ہیں کہ میں نے ان سے (بغیر طہارۃ کے نماز پڑھا دینے

سے متعلق) سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا تم بھی نماز لوٹاؤ اور اپنے
ساتھیوں کو بتا دو کہ تم نے انہیں بغیر طہارۃ کے نماز پڑھا دی تھی

۱۱۔ عن الشعبي قال يعيدو يعيدون

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۵۷)

حضرت امام شعبیؒ (ایسے شخص کے بارے میں جو بغیر طہارۃ کے
نماز پڑھاے) فرماتے ہیں کہ وہ خود بھی نماز لوٹائے اور مقتدی
بھی نماز لوٹائیں۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ امام کی نماز کے فاسد ہو جانے
سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے لہذا اگر کوئی بھولے سے بغیر وضوء
کے یا بغیر غسل کے جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دے یا کسی اور وجہ سے
اس کی نماز فاسد ہو جائے تو اسے چاہیے کہ خود بھی اپنی نماز لوٹائے اور جن
لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے انہیں بھی نماز لوٹانے کا حکم دے
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کو ضامن قرار دیا ہے جس کا مطلب
یہی ہے کہ اگر اس کی نماز صحیح ہوگی تو مقتدیوں کی بھی صحیح ہوگی اور اگر ایس کی
فاسد تو مقتدیوں کی بھی فاسد ہوگی۔ دوسرے آپ کے ساتھ ایسا اتفاق ہوا
کہ آپ بھولے سے جنابت کی حالت میں نماز پڑھا نے لگے دوران نماز آپ
کو یاد آیا تو آپ نماز توڑ کر نہانے کتھریف لگے اور واپس آکر صحابہ کرام کو نماز
پڑھائی۔ ایسا ہی ایک واقعہ علینہؓ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی
پیش آیا، آپ نے خود بھی نماز لوٹائی اور مقتدیوں کو بھی نماز لوٹانے کا حکم دیا۔
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مغرب کی نماز میں قراۃ کرنی مقبول
کئے بعد میں آپ کو علم ہوا تو آپ نے دوبارہ نماز پڑھائی۔ ان واقعات سے
علوم ہوا کہ امام کی نماز فاسد ہو جانے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جاتی

ہے۔ اگر صرف امام کی نماز فاسد ہوتی اور مقتدیوں کی نہ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین فقط اپنی نماز لوٹا لیتے اور مقتدیوں کو دوبارہ نماز نہ پڑھاتے ان سے کہہ دیتے کہ تمہاری نماز میوگئی ہے، لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو بطور قاعدہ کے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو ایسی ہی صورت پیش آئے تو وہ ایسے ہی کرے جیسے میں نے کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز لوٹانے کا حکم دیا۔

جلیل القدرنا بعین حضرت ابراہیم خلیج، حضرت امام حماد دونوں نے فرمایا کہ اگر امام کی نماز فاسد ہو جانے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے، حضرت امام شافعی، حضرت عطاء بن ابی رباح، امام ابن سیرین کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ ایسی صورت میں امام اور مقتدی سب نماز لوٹا لیں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اگر امام حالت بدابت یا بغیر وضو کے نماز پڑھا دے یا کسی اور وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو جائے تو فقط امام اپنی نماز لوٹائے۔ مقتدیوں کو لوٹانے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی امام کے ذمہ ہے کہ وہ مقتدیوں کو رہتا ہے کہ میں نے اس حالت میں نماز پڑھا دی ہے۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں

”وإذا ظهر حدث أصاب أو فسد آخره
أو المقتدی أعاد الصلاة ولا يعيد
المقتدی ولا يلزم على الإمام إخبار القوم إذا أهم
هو محدث أو جنب أو ناقص شرط“

(نزل الابارۃ ص ۱۱۱)

اور جب ظاہر ہو جائے امام کا بے وضو ہونا یا امام کی طرف سے نماز فاسد کرنے والی کسی اور چیز کا ہونا مقتدی کی رائے میں تو صرف امام اپنی نماز لوٹائے مقتدی نہ لوٹائے اور امام کے ذمہ نہیں ہے کہ اگر وہ مقتدیوں کو بغیر وضو کے یا جنابت کی حالت میں یا کسی اور شرط کے نہ پائے جانے کی صورت میں نماز پڑھا دے تو وہ مقتدیوں کو پکڑائے کہ میں نے اس حالت میں نماز پڑھا دی ہے۔

دراصل یہاں ہے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین حضرت حماد رقی اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے صحابہ کرام کو ایسے موقع پر دوبارہ نماز پڑھانی تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ اگر کسی کو ایسی صورت پیش آئے تو وہ ایسے ہی کرے جیسے میں نے کیا تمہارا آپا سنہ امام کو صاف ہی بھی قرار دیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایسی صورت میں امام اور مقتدی سب کو نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ جلیل القدرنا بعین بھی یہی فتویٰ دیتے رہے لیکن غیر مقلدین کے فقہاء فرما رہے ہیں کہ صرف امام لوٹے مقتدی کو لوٹانے کی ضرورت نہیں اور امام کو مقتدیوں کو یہ بتلانے کا بھی ضرورت نہیں کہ میں نے بے وضو یا جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دی ہے۔

قابلیں فیصلہ دہائیں کہ یہ حدیث کی موافقت یا مخالفت ہے؟
فہم۔ جو مقلدین غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ان کے لیے
مکو کبیر ہے کہ اگر غیر مقلد امام نے بے وضو یا حالت بدابت میں نماز
پڑھا دی اور بتلا ضروری نہ سمجھتے ہوئے مقتدیوں کو بتلایا بھی ہے پس تو
مقلدین کی نماز کا کیا بنے گا؟

السنة في تسوية الصفوف والزاق المنكب بالمنكب لا القدم بالقدم
صفوف کی درستگی میں کندھے سے کندھا ملا کر سنت نہ کہ قدم سے قدم ملا کر

۱۔ عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال
اقیموا الصفوف وحاذوا بيمين المناکب وسدوا
الخلل وليتوا بأیدی اخوانکم ولا تذرؤا فرجات
لشیطن ومن وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا
قطع الله۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفوف کو قائم کرو، کندھوں کو برابر کرو
خالی جگہوں کو بند کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ
شیطان کے لیے صف میں خالی جگہ نہ چھوڑو، جس نے صف
کو ملایا اللہ اسے ملائیں گے اور جس نے صف کو کاٹا اللہ اسے
کاٹ دیں گے۔

۲۔ عن البراء بن عازب قال کان رسول الله صلى الله عليه
عليه وسلم يتخلل الصف من ناحية الى ناحية
يمسح صدورنا ومناكبنا ويقول لا تختلفوا
فتختلف قلوبكم وكان يقول ان الله عز وجل
وملائكته يصلون على الصفوف الاول

(ابوداؤد ج ۱ ص ۹)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم صف کے اندر آتے تھے ادھر ادھر سے اور ہمارے
سینوں اور کندھوں کو برابر کرتے تھے اور فرماتے تھے آگے
بچھے منت ہو ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے اور فرماتے
تھے اللہ جل جلالہ اپنی رحمت بھیجتے ہیں اور فرشتے دعا کرتے
کرتے ہیں پہلی صف والوں کے لیے۔

۳۔ عن انس بن مالك قال اقيمت الصلاة فاقبل
علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم بوجه فقال
اقیموا صفوفكم وتراصوا فاني اراكم من وراء
ظهری (بخاری ج ۱ ص ۹)

وفی روایت عنہ وکان احدنا یلزم من
منکبه بجنبه و قدمه یقدمہ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز کی تکبیر
ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر
فرمایا دیکھو صفوف کو برابر رکھو اور مل کر کھڑے ہو بلاشبہ میں تمہیں اپنی
پشت کی طرف سے دیکھتا ہوں، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دوسری
روایت میں یہ بھی مروی ہے کہ ہم میں سے ہر شخص یہ کرتا کہ صف
میں اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنا قدم اس کے
قدم سے ملا دیتا۔

۴۔ عن انس بن مالك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال رصنوا صفوفكم وقاربوا بينهم وحاذوا
بالاعناق فالذي نفسي بيده اني لأراي الشيطان

يدخل من خلل الصف كانها الحذف،

(ابوداود ۱۵۸۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اپنی صفوں کو مٹاؤ اور انہیں نزدیک رکھو اور گردنوں کو بالید رکھو۔ ختم ہے اس ذات کی جس نے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ صف کی خالی جگہوں سے گھس آتا ہے گویا کہ وہ بیٹھ چھوٹا سا بچہ ہے۔

۵۔ عن ابی القاسم الجدی قال سمعت النعمان بن بشیر یقول اقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الناس یوجہ فقال اتیموا صفو فکم ثلاث واللہ لتقیمن صفو فکموا لیخالفن اللہ بیئت قلوبکم قال فرأیت الرجل یلزم منکب یمکب صاحبہ و رکبتہ برکبتہ صاحبہ و کعبہ یکعبہ

(ابوداود ۱۵۸۵)

حضرت ابوالقاسم جدی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور میں باریہ قرار کیا کہ اپنی صفوں کو سیدھا کر والہ کی قسم تم لوگ ضرور اپنی صفوں کو سیدھا کر لو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں چوڑا ڈال دیں گے حضرت

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (اس کے بعد) میں نے دیکھا کہ ایک شخص دوسرے شخص کے کندھے سے کندھا گھٹنے سے گھٹنا اور گھٹنے سے ٹخنہ ملا کر کھڑا ہوتا تھا۔

۶۔ عن النعمان بن بشیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسوی صفوفاً و یخرج یومئذ فرأی رجلاً خارجاً صدرہ عن القوم فقال لتسوّن صفو فکموا لیخالفن اللہ بین وجوہکم و قال الباب عن جابر بن سمرة والبراء و جابر بن عبد اللہ و انس و ابی ہریرة و عائشة قال ابو عیسیٰ حدیث نعمان بن بشیر حدیث حسن صحیح و قد روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من تمام الصلوة اقامۃ الصف و روی عن عمر انہ کان یوکل رجلاً باقامۃ الصف و لا یکبر حتی یخیر أن الصفوف قد استوت و روی عن علی و عثمان انہما کانا یلقا ہذان ذالک و یقولان استقوا و کان علی یقول فقلتم یا فلان یا فلان (ترمذی ۱۵۸۵)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو سیدھا فرماتے تھے۔ ایک دن آپ نے لوگوں کو سیدھا کیا میں سے ایک صاحب کا سینہ آگے نکلا ہوا دیکھا آپ نے فرمایا اپنی صفوں کو سیدھا کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں مخالفت ڈال دیگا۔ اس باب میں حضرت جابر بن عمر رضی اللہ عنہما

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی احادیث مروی ہیں۔ ابوعلیسی (امام ترمذی) فرماتے ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کمال نماز سے بے صفت کا سیدھا کرنا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے صفت کی درستگی کے لیے ایک شخص کو مقرر فرما رکھا تھا اور جب تک کہ آپ کو وہ یہ خبر نہ دے دیتا کہ صفیں درست ہو گئی ہیں آپ تکبیر نہیں کہتے تھے، حضرت علیؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ وہ بھی اس کا بہت خیال رکھتے تھے اور فرماتے تھے سیدھے ہو جاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ او فلاں آگے ہو۔ او فلاں تو پیچھے بیٹ۔

۷۔ عن مالک ابن ابی عامر الانصاری ان عثمان بن عفان کان یقول فی خطبته اذا قامت الصلوٰۃ فاعدوا الصقوف وحاذوا بالمناكب، الحدیث (موطا امام محمد ص ۱۵۵)

حضرت مالک بن ابی عامر انصاری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اپنے خطبہ میں جب کہ نماز کھڑی ہوئی کہ صفوں کو درست کر لو اور کندھوں کو برابر کر لو۔

۸۔ عن عبد اللہ ابن ابی رجا یصلی قدامہ بین قعیس فمال اخطا السنۃ وکونوا وح بیتہما

کان اعجب الی۔ (نسائی ۵۱ ص ۱۳۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ اس نے دونوں قدموں کو ملا رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا اس نے سنت کے خلاف کیا مجھے تو یہ پسند تھا کہ یہ مُمراؤ حَتَّہ کر لیتا۔

۹۔ کان ابن عمر لا یفرج بین قدمیہ ولا یمس احداهما بالآخری ولكن بین ذالک لا یتقارب ولا یباعد، (المفہوم ۲ ص ۱۳۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دونوں پاؤں کے درمیان کشادگی کرتے تھے نہ ایک قدم دوسرے قدم سے ملاتے تھے، اس کے درمیان درمیان رکھتے تھے نہ بہت قریب کرتے تھے نہ بہت دور۔ مذکورہ احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ جب نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جائے تو بہت احتیاط کے ساتھ صفوں کو درست کرنا چاہیئے اس طرح سے کہ سب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑے ہوں، درمیان میں کوئی جگہ خالی نہ رہے، سب برابر کھڑے ہوں کوئی آگے پیچھے نہ ہو، جس کی آسان صورت یہ ہے کہ کندھے کندھا ملا لیا جائے یعنی ہر شخص اپنا بازو دوسرے شخص کے بازو سے ملائے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اقامت صفت کی یہی صورت ارشاد فرمائی ہے کہ کندھے برابر کئے جائیں جیسا کہ حدیث علی سے واضح ہے، بلکہ ابن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں کی صفیں درست فرماتے تھے تو نمازیوں کے سینے اور کندھے

برابر کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲ سے ظاہر ہے (اس کے بغلاف انصاف
صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی حدیث میں قدم سے قدم ملائے نہ قولاً یا
عملاً نہ فعلاً)

۱۔ خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم بھی صفت بندی کا اہتمام فرماتے تھے حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو صفیں سیدھی کراتے کے لیے مقرر کر رکھا تھا،
جب تک یہ شخص صفوں کی درستگی کی خبر نہیں دے دیتا تھا اس وقت تک
آپ تکبیر نہ کہتے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب جماعت کھڑی ہوتی تھی
تو صفوں کے درست کرنے اور کندھوں کے برابر کرنے کا حکم دیتے تھے، (قدم
سے قدم ملائے کا حکم نہیں دیتے تھے) جیسا کہ حدیث نمبر ۲ سے واضح ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ صفوں کی درستگی کے وقت جو آگے نکلا ہوا ہوتا اس
سے فرماتے پچھے بٹو اور جو پیچھے گیا ہوا ہوتا اس سے فرماتے آگے بڑھو،
جیسا کہ امام ترمذی کے بیان سے ظاہر ہے لیکن آپ سے بھی یہ ثابت نہیں
کہ آپ قدم سے قدم ملائے کا حکم دیتے ہوں۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث (مبطل) میں جو یہ مذکور ہے کہ ہم
میں سے ہر ایک اپنا قدم اپنے ساتھی کے قدم سے ملا دیتا تھا اس سے آپ
کا مقصد صفت بندی اور درمیان سے غلطی کو مٹانے کا تھا، انتہائی اہتمام بتلانا
ہے نہ کہ حقیقتاً قدم سے قدم ملائے مطلب یہ ہے کہ ہم صفت بندی میں اور بلکل کر کھڑے ہو
میں اس قدر اہتمام کرتے تھے کہ گویا ہر ایک کا قدم دوسرے کے قدم
سے ملا ہوتا تھا۔ اس کی تائید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے
ہوتی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ گردنوں کو برابر رکھو، نیز حضرت
نہ ان بن بشر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ

فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص دوسرے شخص کے کندھے سے کندھا
ٹھٹھکے سے ٹھٹھکے اور ٹھٹھکے سے ٹھٹھکے ملا کر کھڑا ہوتا تھا۔ کیونکہ ہر شخص جانتا
ہے کہ اس طرح سے صفیں درست کرنا کہ گردن سے گردن، کندھے سے
کندھا، ٹھٹھکے سے ٹھٹھکے، ٹھٹھکے سے ٹھٹھکے ملا ہونا ممکن اور محال ہے اس لیے
یہی کہا جائے گا کہ اس سے مراد صفت بندی اور جگہ کو پُر کھینے میں مبالغہ کرنا
مقصود ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

المراد بذلك المبالغة في تعديل الصفات وسد
خللها۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۷)

امام بخاری کا مقصد اس باب کے قائم کرنے سے صفت کی درستگی
اور خلل کو بند کرنے میں مبالغہ کرنا ہے۔

۳۔ حضرت انس اور حضرت نفعان بن بشیر رضی اللہ عنہما کے اس انداز بیان
سے کہ ہم میں سے ہر شخص ایسا کرتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ صفت بندی کا
یہ آغاز دور رسالت میں تھا بعد میں نہیں رہا اس کی تائید اس سے ہوتی ہے
کہ حدیث اسماء علیہ السلام نے اپنی مستحضر میں حضرت عمرؓ کے طریق سے ہی روایت
کی ہے اس روایت میں حضرت عمرؓ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے
ہاتھ لگائے تھے کہ میں۔

لو فعلت ذلك يا حـ۔۔۔ لیسوا اليوم لثقت كما فعلت
بعقل مشہور۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۷)

یعنی اگر میں آج کسی کے ساتھ اس طریقہ کر دوں تو وہ بد کے ہوئے
پھر کی طرح مجھائے۔

اس سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ صفت بندی کا یہ آغاز دور صحابہ ہی میں ختم

ہو گیا تھا وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ صفت بندی میں حقیقی معنی میں قدم سے قدم ملانا سنت نہیں ہے کیونکہ اگر یہ سنت ہوتا تو صحابہ کرام اور تابعین عظام اسے برگزیدہ چھوڑتے اور نہ اس عمل سے اس قدر منتشر ہوتے۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو نماز میں دونوں قدم ساتھ جوڑ کر کھڑے ہوتے دیکھا تو فرمایا اس نے سنت کے خلاف کیا، اگر یہ شخص مُرَاوَحَتِیٰ کر لیتا تو مجھے یہ زیادہ پسند تھا۔ مُرَاوَحَتِیٰ یہ ہوتا ہے کہ نمازی طول قیام کی وجہ سے کبھی ایک پاؤں پر کھڑا ہو جائے اور کبھی دوسرے پاؤں پر۔ اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ مُرَاوَحَتِیٰ کی یہ صورت دونوں پاؤں کے درمیان تھوڑی سی کشادگی سے حاصل ہوتی ہے، پھر چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس نمازی پر انکار صرف اس بات پر ہی نہیں کیا کہ اس نے دونوں پاؤں ملا کیوں رکھے ہیں بلکہ آپ کا انکار اس پر بھی ہے کہ اس نے مُرَاوَحَتِیٰ کیوں نہیں کر لیا جو دونوں پاؤں کے درمیان کچھ کشادگی سے ہوتا ہے۔ آپ کے اس انکار سے معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک سنت یہ ہے کہ نمازی نہ تو اپنے پاؤں بالکل ملا کر رکھے اور نہ ہی بہت کھلے رکھے بلکہ دونوں قدموں میں درمیانہ درجہ کی کشادگی رکھے۔

یہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل تھا۔ آپ نماز میں دونوں پاؤں نہ بہت کھلے رکھتے تھے نہ بالکل ملا کر بلکہ فطری ہیئت کے مطابق کھڑے ہوتے تھے جیسا کہ المغنی کی روایت سے ظاہر ہے، دونوں پاؤں صحابہ کرام کے قول و عمل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو شخص سنت کے مطابق پاؤں رکھے گا وہ نماز باجماعت میں اپنے قدم دوسرے کے

قدم سے نہیں ملا سکتا کیونکہ اس صورت میں دونوں پاؤں کے درمیان بہت زیادہ کشادگی ہو جاتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اقامت صلوٰۃ کے وقت صفوں کو درست کرنا سنت ہے جس کی صحیح صورت سنت کے مطابق یہ ہے کہ سب آپس میں مل جل کر اور کندھے سے کندھے ملا کر کھڑے ہوں، درمیان میں کوئی بگڑ خالی نہ رہے اور نہ ہی کوئی صف میں آگے یا پیچھے نکلا ہوا ہو، قدم سے قدم ملنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس طرح قدم سے قدم تو مل جاتے ہیں لیکن اپنی بانگیں چوڑی ہو جانے کی وجہ سے خود اپنی بانگیں کے درمیان انتہائی بگڑی شکل میں فحش اور خلل پیدا ہو جاتا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے خلاف ہے کیونکہ آپ فرجہ اور خلل کو بند کرنا تعلیم دی، دوسرے اس میں بلاوجہ خلل کرنا پڑتا ہے چنانچہ مشاہد سے ظاہر ہے کہ یہ شیعوں کے بھی خلاف ہے، چوتھے اس سے رکوع و سجود میں بھی دشواری ہوتی ہے، پانچویں صفت بندی کا اہتمام تو صرف نماز شروع ہونے وقت کیا جاتا ہے اور اس طرح بانگیں چوڑی کر کے قدم سے قدم ملانا یہ سب رکعت کے شروع میں کرنا پڑتا ہے جو سنت کے خلاف ہے۔ لیکن مذکورہ احادیث و آثار اور ان تمام تصریحات کے خلاف غیر متقدمین کے نزدیک نماز باجماعت میں پاؤں سے پاؤں ملانا ضروری اور سنت ہے۔ چنانچہ حافظ عبدالمستین صاحب یمن رقمطراز ہیں:

”غیر مقلد یعنی اہل حدیث حضرات باجماعت نماز میں ایک دوسرے کے پاؤں سے پاؤں ملانا ضروری سمجھتے ہیں اور یہ سنت ہے۔“

(حدیث نماز ص ۸۸)

۱۔ فقہاء احناف جو فرماتے ہیں کہ دوران قیام دونوں پاؤں کے درمیان ہاتھ پکڑ لیں گے یا ہر فصل پہنچا دیے گا یا وہ انہی دونوں ہزاروں کے قول و عمل کی تشریح ہے۔ اور فقہائے حرام کی سہولت کے لیے دونوں پاؤں کے درمیان قاضی کی تہذیب کر دی ہے ورنہ یہ تہذیب فرض واجب نہیں ہے۔ علامہ ابن عابدین شافعی تحریر فرماتے ہیں: ”ویشقی ان یکون ینفصلان فدا و اربع اصابع الید للشد اقرب الی الشیوخ حکذا روی عن ابی نصر الدومحمی اللہ ان یفعلہ“ (رد المحتار ص ۸۸) مناسبت یہ ہے کہ دونوں پاؤں کے درمیان ہاتھ پکڑ لیں گے یا ہر فصل پہنچا دیے کیونکہ یہ شروع کے زیادہ قریب ہے اور حضرت ابو نصر و ابی حنیفہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

”زیادہ دیکھ اور افسوس ان اہل حدیث حضرات پر ہوتا ہے جو کہتے
 آہستہ اپنی صفوں کو برباد کرتے جا رہے ہیں اور ٹھیک سے
 پاؤں نہیں ملائے، ہونا یہ چاہیے کہ التحیات کے بیٹھنے میں آدمی
 جتنی جگہ لیتا ہے اتنی ہی جگہ میں قیام کی حالت میں دونوں پاؤں
 رکھے اس طرح سے صفت خود بخود پوری ہو کر ایک دیوار کی طرح
 بے غل ہو جائے گی، عورتوں کو بھی ایسی ہی صفت بنانی چاہیے
 کہ ایک عورت کا پاؤں اور کاٹھا دوسری عورت کے پاؤں اور
 کاٹھے سے مل جائے۔“ (حدیث نماز ص ۱۵)

ملاحظہ فرمائیے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صفوں کی درستگی میں کتنے
 سے کدھے ملانے کا حکم دیتے ہیں، اور آپ خود صفت درست فرماتے ہیں
 تو کدھوں ہی کو برابر کرتے ہیں نہ آپ نے قدم سے قدم ملانے کا حکم دیا اور
 نہ صفت کی درستگی کے وقت آپ نے نمازیوں کے قدم سے قدم ملائے،
 خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی صفوں کی درستگی کے وقت کدھے
 برابر کرنے کا حکم دیتے ہیں نہ کہ قدم سے قدم ملانے کا، حضرت علی کرم اللہ
 وجہہ صفوں کی درستگی کے وقت نمازیوں کو آگے پیچھے ہونے کو تو کہتے
 ہیں لیکن قدم سے قدم ملانے کا حکم نہیں دیتے، ان سب باتوں سے یہی
 ثابت ہوتا ہے کہ صفوں کی درستگی میں کدھوں کو برابر کرنا سنت ہے نہ کہ
 مانگیں چوڑی کر کے بیگمت تیم سے قدم ملانا، لیکن غیر مقلدین کا کہنا یہی ہے
 کہ نہیں صاحب قدم سے قدم ملانا ہی سنت ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ
 صحابہ قدم سے قدم ملائے تھے حالانکہ محدثین نے اسے صفت بندی میں بالغہ
 پر محمول کیا ہے نہ کہ حقیقی معنی میں قدم سے قدم ملانے پر۔ اگر تھوڑی دیر

کے یہ غیر مقلدین کی بات مان لی جائے اور اس سے حقیقی معنی میں قدم سے
 قدم ملانا ہی مراد لیا جائے تو پھر غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ گھٹنے سے گھٹنے اور
 ٹخنے سے ٹخنہ بھی ملائیں کیونکہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ جہاں قدم
 سے قدم ملانا ذکر کرتے ہیں وہیں گھٹنے سے گھٹنے اور ٹخنے سے ٹخنہ ملانے
 کا بھی ذکر کرتے ہیں نیز غیر مقلدین کو چاہیے کہ گردن سے گردن بھی ملایا
 کریں کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کا بھی تذکرہ ہے
 لیکن غیر مقلدین نہ گھٹنے سے گھٹنے ملائے ہیں نہ ٹخنے سے ٹخنہ ملائے
 ہیں اور نہ گردن سے گردن، صرف قدم سے قدم ملانے پر زور دیتے ہیں
 جو کہ ایک تروک اور غیر مسنون عمل ہے اور جس کے کرنے سے مسنون عمل
 مٹ جاتا ہے کیونکہ جب قدم سے قدم ملائے جائیں گے تو کدھے سے
 کدھا نہیں مل سکے گا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ وہ جو توڑ کو بھی ایک
 دوسرے کے ساتھ قدم سے قدم ملانے کا حکم دیتے ہیں۔ جس وقت عورتیں
 مردوں کی طرح قدم سے قدم ملائیں گی تو کیا عجیب شکل ہوگی؟ لا حول ولا
 قوة الا باللہ۔

ہم فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں وہ فیصلہ فرمائیں کہ ایک مسنون عمل
 کو چھوڑ کر غیر مسنون چیز پر عمل کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

کراہتہ تکرار الجماعة فی مسجد المحلة
 محلہ کی مسجد میں دوسری جماعت کروانا مکروہ ہے
 ۱۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 فقد ناسا فی بعض الصلوات فقال لقد سمعت
 ان امر رجلا یصلی بالناس ثم اخالت الی
 رجال یتخلفون عنہا فامر بہم فیحرقوا
 علیہم یحزیم الخطب بیوتہم ولوعلو
 احدہم انه یجد عظما سمینا لشہدہا
 یعنی صلوۃ النساء (بخاری ۸۹۷، مسلم ۵۱۲، ابوداؤد ۱۲۸۱، الترمذی ۲۷۸۸)
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو کسی نماز میں شریک نہ پایا تو آپ نے
 فرمایا میرا ارادہ ہے کہ کسی سے کہہ دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا
 دے اور خود میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں نہیں آئے
 اور ان کے متعلق حکم دیوں کہ لکڑیوں کا ایک ڈھیر لگا کر انکے گھروں
 کو جلا دیں، ان میں کوئی شخص جان لے کہ اسے سوئی تازی بڑھائی
 گی تو وہ ضرور آئے مراد عشاء کی نماز ہے۔

۲۔ عن ابی بکرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اقبل من فواحی المدینۃ یرید الصلوۃ فوجد
 الناس قد صلوا فمال الی منزلہ فجمع
 اہلہ فصلی بھم (معجم طبرانی اوسط ۵ ص ۲۰۲، ج ۲ ص ۲۲۰، قال البیہقی
 بحوالہ ثقات: مجمع الزوائد ۲ ص ۴۵، وقال البیہقی فی تمام المنہ وچوسن ص ۱۵۵)
 حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم فواحی مدینہ سے تشریف لائے۔ آپ کا ارادہ

نماز پڑھنے کا تھا لیکن آپ نے دیکھا کہ لوگ تو نماز پڑھ چکے ہیں
 لہذا آپ اپنے گھر چلے گئے اور گھر والوں کو اکٹھا کر کے انہیں
 نماز پڑھائی۔

۳۔ عن سلیمان یعنی مولیٰ میمونۃ قال اتیت
 ابن عمر علی البکاء وہم یصلون فقلت
 لا تصلی معہم قال قد صلیت فی سمعت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا
 تصلوا صلوۃ فی یوم مرتین،

(ابوداؤد ۱۲۸۱، نسائی ۱۲۸۱، مسلم ۵۱۲)

حضرت میمونہؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت سلیمانؓ فرماتے ہیں کہ
 میں مدینہ طیبہ میں موضع بکاء میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے
 پاس آیا میں نے دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے حضرت
 عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ آپ ان کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھ رہے
 آپ نے فرمایا میں نماز پڑھ چکا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم ایک نماز ایک دن میں دو
 مرتبہ نہ پڑھو۔

۴۔ عن ابراہیم النخعی قال قال عمر لا یصلی
 بعد صلوۃ مثلہا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۸، بحوالہ ابی داؤد والنسائی ج ۲ ص ۲۲۸)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک
 نماز کے بعد کسی دوسری نماز نہ پڑھنی جائے۔

۵۔ عن خرشة بن الحر أن ش عمر رضي كان يكره
ان يصلي بعد صلوة الجمعة مثلها ،
(شرح معاني الآثار للامام الطحاوي ج ۱ ص ۲۳۳)

حضرت خرشة بن عمر سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
جمہ کی نماز کے بعد پھر اسی طہی نماز پڑھنے کو مکروہ جانتے تھے

۶۔ عن ابراهيم ان علقمة والسود اقبوا مع
ابن مسعود الى مسجد فاستقبلوه والناس
قد صلوا فرفع بهما الى البيت فجلس احدهما
عن يمينه والاخر عن شماله ثم صلى بهما
(معجم ابی بکر بن ابی شامة ج ۱ ص ۲۳۳)

حضرت ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ علقمہ اور اسودؓ حضرت
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مسجد میں آئے
لوگوں نے ان کا استقبال کیا اس حال میں کہ لوگ نماز پڑھ چکے
تھے ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دونوں کو لے کر ایک گھر چلے
گئے ، ایک کو دائیں اور ایک کو بائیں کھڑا کر کے نماز پڑھائی۔

۷۔ عن الحسن قال كان اصحاب محمد صلى الله
عليه وسلم اذا دخلوا المسجد وقد صلى فيه
صلوا فرائداً ، (مصنف ابن ابی شامة ج ۲ ص ۲۳۳)

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام جب مسجد میں جاتے اور
نماز پڑھ چکی ہوتی تو اکیلے اکیلے نماز پڑھتے۔

۸۔ عن الحسن انه كان يقول يصلون فرائداً ،
(مصنف ابن ابی شامة ج ۲ ص ۲۳۳)

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ (ایسی صورت میں) اکیلے اکیلے نماز
پڑھیں۔

۹۔ عن الجـ قلابه قال يصلون فرائداً ،

(مصنف ابن ابی شامة ج ۲ ص ۲۳۳)

حضرت ابو قلابہؓ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں اکیلے اکیلے نماز
پڑھیں۔

۱۰۔ عن افلح قال دخلنا مع القاسم المسجد وقد

صلى فيه قال فصلى القاسم وحده

(مصنف ابن ابی شامة ج ۲ ص ۲۳۳)

حضرت افلحؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت قاسمؓ کے ساتھ (نماز پڑھنے
کے لیے) مسجد گئے تو وہاں نماز پڑھ چکی تھی ، حضرت قاسمؓ نے پھر
تنہا نماز پڑھی۔

۱۱۔ عن عبد الرحمن بن المجبر قال دخلت مع سالم

بن عبد الله مسجد الجحفة وقد فرغوا من

الصلوة فقالوا لا تجمع الصلوة فقال سالم

لا تجمع صلوة واحدة في مسجد مرتين (قال)

والخبر في ابن وهب عن رجال من اهل القلو

عن ابن شهاب و يحيى بن سعيد و ربيعة

ابن ابی عبد الرحمن والليث شاه ، (الموطأ الكبير ج ۱ ص ۲۳۳)

حضرت عبدالرحمن بن مجبرؓ فرماتے ہیں کہ میں سالم بن عبداللہؓ

کے ساتھ (نماز پڑھنے کے لیے) مسجد مجھ میں گیا، لوگ نماز سے فارغ ہو چکے تھے، لوگ کہنے لگے آپ جماعت کیوں نہیں کروا لیتے۔ حضرت سالمؓ نے فرمایا ایک مسجد میں ایک نماز کی دو دفعہ جماعت نہیں کرائی جاسکتی۔ ابن القاسم کہتے ہیں کہ مجھے اس سبب نے بہت سے اہل علم کی طرف سے خبر دی ہے حضرت ابن شہاب زہریؒ، حضرت یحییٰ بن سعیدؒ، حضرت یزید بن ابی عبد الرحمنؒ اور حضرت یحییٰ بن یزیدؒ متعلق اسی عمل کی۔

۱۲۔ قال الامام الشافعیؒ

”اشاد حفظنا ان تدفانت رجالا معه الصلوة فصلوا بعلمه منفردین وقد کافوا متادین علی ان یجمعوا وان تدفانت الصلوة فی الجماعۃ قوما فجاءوا المسجد فصلی کل واحد منهم منفردا وقد کافوا متادین علی ان یجمعوا فی المسجد فصلی کل واحد منهم منفردا واما کرہوا لک یجمعوا فی مسجد مرتین“۔ وقال ایضاً ”انما کرہت ذالک لہو لا نہ لیس مما فعل السلف قبلنا بل قد عاہدہ بعضهم“ الخ

(کتاب الام ج ۱ ص ۱۵۵)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

ہمیں یاد ہے کہ بہت سے صحابہ کرام کی نماز حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ فوت ہو گئی تھی تو انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ

والسلام کو اس بات کے معلوم ہونے کے بعد وجود کیلئے ایک نماز پڑھی تھی حالانکہ وہ جماعت (ثانیہ) کروانے پر قادر بھی تھے، ایسے ہی کچھ لوگوں کی جماعت سے نماز رہ گئی تو وہ مسجد آئے اور ہر ایک نے الگ الگ نماز پڑھی حالانکہ وہ بھی قادر تھے کہ مسجد میں جماعت (ثانیہ) کروالیں لیکن پھر بھی ہر ایک نے الگ الگ نماز پڑھی اور انہوں نے جماعت کروانے کو اس وجہ سے مکروہ جانا کہ وہ مسجد میں دومرتبہ جماعت کروانے کے مترکیب نہ ہوں، نیز امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں اہل محلہ کے لیے تکرار جماعت کو اس لیے ناپسند کرتا ہوں کہ یہ ایسا کام ہے جو ہمارے اسلاف (صحابہ و تابعین و تبع تابعین) نے نہیں کیا بلکہ بعض نے تو اسے معیوب سمجھا ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ محلہ کی مسجد میں پہلی جماعت ہو جانے کے بعد دوسری جماعت کروانا (بائیں طور کہ امام اور مقتدی دونوں فرض نماز ادا کریں) یہ مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اگر بلا کر بہت دوسری جماعت جائز ہوتی تو اول تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام جماعت سے نماز پڑھنے کے بارے میں اتنی سختی سے کام نہ لیتے جو بخاری و مسلم کی حدیث سے معلوم ہو رہی ہے کہ آپ نے کچھ لوگوں کے جماعت میں شریک نہ ہونے پر فرمایا، جی چاہتا ہے کہ کسی سے کہوں وہ لوگوں کو نماز پڑھا دے اور خود ان لوگوں کے گھروں میں جا کر ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ کیونکہ اگر یہ لوگ پہلی جماعت میں شریک نہ ہو سکتے تو دوسری میں شریک ہو جاتے لیکن آپ کا پہلی جماعت کے معاملہ میں اتنی شدت فرمانا ثابت کر رہا ہے کہ

دوسری ضرورت مکروہ ہے دوسرے آپ خود بھی ضرورت کے موقع پر محلہ کی مسجد میں جماعت کروا لیتے لیکن کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے محلہ کی مسجد میں کبھی بھی دوسری جماعت کرائی ہو بلکہ حضرت ابو بکرؓ کی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ ایک دفعہ آپ کسی جگہ سے واپس تشریف لائے تو مسجد میں جماعت ہو چکی تھی آپ چاہتے تو مسجد میں دوسری جماعت کرا لیتے لیکن اس کے باوجود آپ گھر تشریف لے گئے اور گھر والوں کو اکٹھا کر کے گھر میں جماعت کرائی۔ حضرت میمون رضی اللہ عنہما کے آنا ذکر وہ غلام سلیمانؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ایک مقام پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گیا دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ ان کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھ رہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نماز پڑھ چکا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم ایک نماز ایک دن میں دو مرتبہ نہ پڑھو، فقہاء کرام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان کو مسجد میں جماعت ثانیہ کی نہی پر محمول کیا ہے، یعنی آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ لیا ہے کہ مسجد میں دوسری جماعت نہ کرائی جائے، وہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس فرمان سے کہ میں نماز پڑھ چکا ہوں۔ یہ مقبدر ہوتا ہے کہ آپ نے تنہا نماز پڑھی تھی اور جو شخص تنہا فرض پڑھ لے تو اس کے لیے جائز بلکہ مستحب ہے کہ وہ جماعت کو پائے تو جماعت کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے جماعت میں شریک ہو جائے اس لحاظ سے چاہیے تو یہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما شریک جماعت ہو جاتے لیکن آپ جماعت میں شریک نہیں ہوتے اس کا وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہ جماعت ثانیہ پوری ہی تھی جسے صحیح نہ سمجھتے ہوئے آپ

شریک نہ ہوئے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تم ایک نماز ایک دن میں دو مرتبہ نہ پڑھو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نماز کے بعد اسی جیسی دوسری نماز نہ پڑھی جائے۔ فقہاء ائمہ ہیں کہ اس سے مراد بھی یہی ہے کہ جب ایک مرتبہ جماعت ہو جائے تو دوسری جماعت نہ کروائی جائے چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ صبح کی نماز کے بعد اسی جیسی نماز کو مکروہ جانتے تھے اس سے ظاہر ہے کہ جماعت ثانیہ ہی مراد ہے کیونکہ جس نے جمعہ جماعت کے ساتھ پڑھ لیا وہ دوبارہ جمعہ اکیلا تو پڑھنے سے رہا کہ اکیلے جمعہ ہوتا ہی نہیں لہذا جمعہ کی جماعت ثانیہ ہی مراد ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ اپنے شاگردوں کے ساتھ مسجد میں آئے تو نماز ہو چکی تھی آپ انہیں گھر لے گئے اور گھر جا کر جماعت کروائی، حضرت عبدالرحمن بن مجبرؓ حضرت سالمؓ کے ساتھ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں مسجد میں آئے۔ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے تھے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ جماعت کروالیں۔ عبدالرحمن بن مجبرؓ کہتے ہیں کہ حضرت سالمؓ نے فرمایا مسجد (محلہ) میں ایک ہی نماز کی دو جماعتیں نہیں کروائی جاسکتیں۔ حضرت طلحہؓ کہتے ہیں کہ ہم حضرت قاسمؓ کے ساتھ جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں مسجد میں آئے تو نماز ہو چکی تھی۔ حضرت قاسمؓ نے دوسری جماعت کروانے کے بجائے تنہا نماز پڑھی۔ حضرت حسن بصریؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مسجد میں جاتے اور جماعت ہو چکی ہوتی تو دوسری جماعت کروانے کے بجائے اکیلے اکیلے ہی نماز پڑھتے تھے۔ خود حضرت حسن بصریؓ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ ایسی صورت میں اکیلے اکیلے ہی نماز پڑھی

جائے۔ حضرت ابو قتادہ، حضرت ابن شہاب زہری، حضرت یحییٰ بن سعید
حضرت امام ربیعہ الراسی اور حضرت لیث بن سعد رحمہم اللہ سب اسی کے
قائل ہیں کہ مسجد محلہ میں دوسری جماعت نہ کروائی جائے۔ ائمہ مجتہدین حضرت
امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی رحمہم اللہ بھی اسی کے
قائل ہیں۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہمیں تو یہی یاد ہے کہ بہت سے
صحابہ کرام کی نماز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جماعت سے رو گئی تھی
تو انہوں نے اکیلے اکیلے ہی نماز پڑھی تھی، جماعت ثانیہ نہیں کروائی تھی حالانکہ
وہ اس پر قادر تھے اور میں خود جماعت ثانیہ کو ناپسند کرتا ہوں کیونکہ ہمارے
اسلاف (صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین) نے ایسا نہیں کیا بلکہ بعض نے
تو اسے محبوب سمجھا ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین بغیر کسی تفریق کے
اس بات کے قائل ہیں کہ مسجد میں — صرف جماعت ثانیہ ہی نہیں بلکہ
ثالثہ رابعہ یعنی دوسری تیسری چوتھی سب جائز ہیں۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولوی شمس الدین امجدی صاحب
ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں :-

”جماعت ثانیہ بلکہ ثالثہ رابعہ بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ شریعہ ص ۶۳۷)

ملاحظہ فرمائیے : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت کے
ساتھ نماز پڑھنے کی سخت تاکید فرمائی ہے اور خود آپ نے باوجود قادر ہونے
کے مسجد میں دوسری جماعت نہیں کروائی اور بقول حضرت حسن بصری اور
حضرت امام شافعی رحمہما اللہ کے عام صحابہ کرام دوسری جماعت نہیں کروانے
تھے جیسا کہ اس پر ان کے واقعات شاہد ہیں، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین

جماعت ثانیہ کے قائل نہیں لیکن غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ دوسری جماعت
دوسری، چوتھی جماعت بھی کروائی جاسکتی ہے۔

تاریخ فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

فائدہ :- حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب نے جماعت ثانیہ کے
متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا ایک ارشاد نقل کیا ہے افادہ
عام کے لیے یہاں اسے ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ قدس سرہ نے اس بارہ میں
ایک مفصلہ کن ارشاد فرمایا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ عدم جواز جماعت ثانیہ
میں ایک دلیل مجھ کو ظاہر ہوئی۔ اور ایک حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپور
قدس سرہ کو جو کہ اساذ ہیں حضرت مولانا نانوتویؒ کے۔ وہ دلیل جو حضرت
مولانا نانوتویؒ کو معلوم ہوئی وہ قصہ صلوٰۃ خوف کا ہے کہ باوجود ایسی کشاکش
کے کہ جنگ کا موقع ہے ایک ہی جماعت کی گئی اور نمازیوں کے دو
حائضہ کیے گئے اور اس قدر حرکات اور دُعا و ایاب نماز کے اندر جائز کیا گیا۔
مگر جماعت ثانیہ کی اجازت نہ ہوئی حالانکہ یہ آسان تھا کہ ایک امام ایک حائضہ
کو پوری نماز پڑھا دیتا اور دوسرا امام اس کے بعد دوسرے حائضہ کو پوری نماز
یا جماعت پڑھا دیتا اور دوسرا امام اس کے بعد دوسرے حائضہ کو پوری نماز
یا جماعت پڑھا دیتا اس کو فرمایا کہ یہ دلیل ظاہر تر ہے اور چونکہ یہ نماز آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص نہیں تھی بلکہ اب بھی اسی طرح
پڑھنے کا حکم ہے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اس لیے تھا کہ سب کو انکی اقتداء
کا فضیلت حاصل ہوا اور وہ دلیل جو حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ نے

فرائی ہے وہ دقیق ہے۔ مولانا احمد علی صاحب نے فرمایا کہ یہ مسئلہ ہے کہ جس مسجد میں ایک دفعہ جمعہ کی نماز ہو چکی ہو تو اس مسجد میں پھر جمعہ کی جماعت درست نہیں ہے۔

چنانچہ شامی وغیرہ میں تصریح ہے کہ جمعہ کے بعد جامع مسجد کے کواڑ بند کر دیئے جاویں کہ ایسا نہ ہو کہ پھر چند آدمی اگر جماعت ثانیہ کر لیں تو اس کی وجہ میں جو غور کیا کہ کیا وجہ اس عدم جواز کی ہے حالانکہ شرائط جو سب علیٰ حالہا موجود ہیں۔ مصر بھی ہے، آؤں عام بھی ہے، نماز ہی بھی موجود ہیں۔ ایک مصر میں تعدد جمعہ بھی درست ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ دوبارہ جماعت جمعہ ایک مسجد میں صحیح نہ ہو تو اس کے سوا کچھ وجہ نہیں کہ جمعہ کے لیے جماعت بھی شرط ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جماعت ثانیہ جماعت مشروعہ نہیں ہے اور جب کہ وہ جماعت معتبرہ نہ ہوئی تو ایک شرعاً جمعہ کی فوت ہو گئی۔ پس معلوم ہوا کہ جماعت ثانیہ ایک مسجد میں درست نہیں ہے۔ ویو کمات قال رحمہ اللہ۔ فقط۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۳ ص ۲۰-۲۱)

فساد الصلوٰۃ بالقرآن من المصحف

نماز میں قرآن مجید دیکھ کر قراءت کر نیے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔
۱۔ عن رفاعۃ بن رافع ان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم فقص هذا الحديث قال فیه فتوینا کما امرک اللہ شو تشہد فاقو شو کیر فان کان معک قرآن فاقرا بہ والادنا حمد اللہ عزوجل وکبرہ وهللہ الحدیث، (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۵، ترمذی ج ۱ ص ۱۲۵)

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ حدیث (اعرابی کی نماز والی) بیان کی۔ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ جیسے تجھے اللہ نے سکھ دیا ہے ویسے وضو کر پھر اذان کہہ پھر اقامت کہہ پھر تکبیر (تحریر) کہہ پھر اگر تجھے کچھ قرآن یاد ہو تو وہ پڑھ ورنہ پھر اللہ عزوجل کی حمد کر اور اس کی تکبیر و تہلیل کر یعنی الحمد للہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہہ۔

۱۔ عن عبد اللہ بن الجاؤف قال جاء رجل الى النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقتال فی الاستطیع ان آخذ من القرآن شیئاً فعلمنی ما یجوز منہ فقتال فتل سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول

والقوة الا باللہ الحدیث،

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آکر کہنے لگے کہ میں قرآن پاک سے کچھ حاصل کرنے کی (یعنی زبانی یاد کرنے کی) استطاعت نہیں رکھتا لہذا آپ مجھے کچھ سکھائیں جو میرے لیے کافی ہو۔ آپ نے فرمایا تم یہ کہہ لو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

۳۔ عن ابن عباس قال نہانا امیر المؤمنین عمران خوم الناس في المصحف ونہانا ان یؤمنوا الذالمحتلوں (کنز العمال ۸ ص ۳۳۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہمیں اس سے منع فرمایا ہے کہ ہم قرآن میں دیکھ کر لوگوں کی امامت کریں اور اس سے منع فرمایا ہے کہ ہماری امامت بالغ کے علاوہ کوئی اور کرے۔

۴۔ عن جابر عن عامر قال لا یؤم فی المصحف (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۵ ص ۳۳۹)

حضرت عامر فرماتے ہیں کہ قرآن میں دیکھ کر امامت نہ کروائی جائے مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ قرآن پاک میں دیکھ کر قرائت کرتے ہوئے نماز پڑھنا پڑھانا جائز نہیں۔ اس طرح کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، کیونکہ اگر قرآن میں دیکھ کر قرائت کرتے ہوئے نماز پڑھنا پڑھانا جائز ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شخص کو جس نے یہ کہا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قرآن یاد کرنے کی استطاعت نہیں

ہے کوئی ایسی چیز مستلزم اس سے پڑھ کر نماز ہو جائے۔ ضرور فرمادیتے کہ مجھے اگر یاد کرنے کی استطاعت نہیں ہے تو قرآن میں دیکھ کر نماز پڑھ لیا کرو۔ لیکن آپ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ سائل سے کہا کہ سبحان اللہ والحمد للہ الخ کہہ لیا کرو۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو نماز سکھائی اور اس سے فرمایا کہ قرآن یاد ہو تو وہ پڑھو اور اللہ والحمد للہ الخ اور لا الہ الا اللہ کہہ لیا کرو۔ اگر قرآن پاک میں دیکھ کر قرائت کرتے ہوئے نماز پڑھنا پڑھانا صحیح ہوتا تو آپ اس شخص سے کہہ دیتے کہ اگر قرآن زبانی یاد نہ ہو تو دیکھ کر پڑھ لیا کرو لیکن آپ کا یہ فرمانا اور دیگر احادیث کے پڑھنے کا حکم دینا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ دوران نماز قرآن میں دیکھ کر قرائت صحیح نہیں، یہی وجہ ہے کہ غلیظہ راشدہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن پاک میں دیکھ کر نماز پڑھانے سے منع فرماتے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قرآن میں دیکھ کر نماز پڑھانے سے منع فرمانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ دوران نماز قرآن میں دیکھ کر قرائت کرنا مفید صلوٰۃ ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ یہی مقتضی فساد ہوتی ہے۔

دوسرے قرآن میں دیکھ کر قرائت کرنا تعلیم و تعلم کے زمرہ میں آتا ہے جو منافہ صلوٰۃ ہے، تیسرے دوران نماز قرآن پاک کو ہاتھ میں لینا پھر اس میں دیکھنا پھر اوراق کو بدلتا یہ عمل کثیر ہے اور عمل کثیر مفید صلوٰۃ ہے۔

لیکن ان احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ قرآن میں دیکھ کر قرائت کرتے ہوئے نماز پڑھنا پڑھانا صحیح ہے، بلکہ نماز کے دوران اگر قرآن پاک ہاتھوں میں اٹھائے، رکھے اور درتے ہیں بدلتا رہے تب بھی نماز صحیح ہے، چنانچہ نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں۔

”ولا بأس ان يقرأ من المصحف ولو حمله
باليد او اليدتين او قلب او راحته سواء كان
في الفراش او النواقل وكذلك لا بأس ان
يفتح على امامه من المصحف“

(نزل الامام احمد)

(نماز کے دوران) قرآن پاک میں دیکھ کر قرأت کرنے میں کوئی حرج
نہیں ہے اگرچہ قرآن پاک کو ایک یا دونوں ہاتھوں سے اٹھا رکھا
ہو اور ورقے بدلتے رہیں، قرآن اور نوافل اس میں یکساں ہیں
ایسے ہی قرآن پاک میں سے دیکھ کر اپنے امام کو تمہارے دینے میں بھی کوئی
حرج نہیں ہے۔

مزید لکھتے ہیں،

”وكذا لا يكره ان يقرأ الامام فيها من المصحف
ويقلب الاوراق باصبعه“ الخ (نزل الامام احمد)
اور ایسے ہی مکروہ نہیں ہے کہ امام نماز میں قرآن پاک میں دیکھ
کر قرأت کرنے اور اپنی انگلی سے اوراق بدلتا رہے۔

ملاحظہ فرمائیے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ضرورت کے باوجود
جس کا حکم نہیں دیتے۔ خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جس سے
منع فرماتے ہیں تابعین و تبع تابعین جس کو صحیح نہیں سمجھتے وہ غیر مقلدین کے
یہاں بلا کر اہست صحیح ہے، نماز چاہے جاتی ہے تو جاتی ہے۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

فساد الصلوٰۃ بكلام الناس مطلقاً

نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے جان بوجھ کر کلام کرے یا بھولے

عن مغلوب بن الحكم السلمي قال بينا أنا

أصلي مع رسول الله صلى الله عليه وسلم إذ

عَظَسَ رجل من القوم فقلت يرحمك الله، فرأى

القوم بأبصارهم فقلت وَائْتَمَلُ أَمِّيَاءُ مَا شَأْنُكُمْ

تَنْظُرُونَ إِلَيَّ فَجَعَلُوا يَضْرِبُونَ بِأَيْدِيهِمْ عَلَى

أَفْخَاذِهِمْ فَلَمَّا رَأَيْتَهُمْ يَصْطَوْنَنِي لَكِنِّي

سَكَتُ فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَبَايَ هُوَ وَأَمِيٌّ مَا رَأَيْتُ مَعْلَمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَ

أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِنْهُ فَوَاللَّهِ مَا كُهِرْتُ وَلَا ضُرِبْتُ

وَلَا شَتَمَنِي شَيْءٌ قَالَ إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةُ لَا يَصْلَحُ

فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ

وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ، الحديث

(مسلم ۱ ص ۳۷)

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ مقتدیوں

میں سے ایک صاحب نے چھینک ماری۔ میں نے جواباً وحجہ

اللہ کہا تو لوگ مجھے گھونے لگے میں نے کہا تمہیں تمہاری مائیں

گم پائیں تمہیں کیا ہو گیا جو مجھے اس طرح گھور رہے ہو، لوگ اپنے

ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے لگے، تب میں نے محسوس کیا کہ یہ مجھے

ہوتی ہے۔

۳۔ عن عبد الله بن مسعود قال كنا نسلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم في الصلوة قبل ان نأق ارض الحبشة فيرد علينا فلما رجعت سلمت عليه وهو يصلي فلم يرد علي فاخذني ما قرب وما بعد فجلست حتى قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلوة فقلت له يا رسول الله قد سلمت عليك وانت تصلي فلم ترد علي السلام فقال ان الله قد يحدث من امر ما يشاء والله ما حدث ان لا تكلموا في الصلوة، (مسند حميد بن اسحاق، ابوداؤد، اصحاح ۱۳۳، نسائي، اصحاح ۱۳۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سرزمین حبشہ آنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے دوران سلام کرتے تھے تو آپ جواب دیتے تھے، جب ہم حبشہ سے واپس آئے تو میں نے آپ کو سلام کیا اس حال میں کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا مجھے قریب البعد کی محکموں نے آگھیرا، میں بیچہ گیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری فرمائی، میں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے سلام کیا تھا۔ آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا، آپ نے

خاموش کرنا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کوئی استاذ ایسا نہیں دیکھا جو تعلیم دیتے ہیں آپ سے اچھا ہو، بخدا آپ نے مجھے ڈانٹنا مارنا نہ بڑا بھلا کہا، بس اتنا فرمایا کہ یہ نماز ایسی ہے جس میں لوگوں کی بات صحبت کی بالکل گنجائش نہیں ہے اس میں تو بیس، تجکیر اور قرارت ہوتی ہے۔

۲۔ عن عبد الله قال كنا نسلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو في الصلوة فيرد علينا فلما رجعنا من عند النجاشي سلمنا عليه فلم يرد علينا فقلنا يا رسول الله كنا نسلم عليك في الصلوة فترد علينا فقال ان في الصلوة شغلا

(بخاری، اصحاح ۱۳۳، مسلم، اصحاح ۱۳۴، واللفظ مسلم)
حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے اس حال میں کہ آپ نماز میں ہوتے تھے، آپ ہمیں جواب دیتے تھے، جب ہم نجاشی (شاہ حبشہ) کے یہاں سے واپس لوٹے تو ہم نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے جواب نہیں دیا (نماز کے بعد) ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو دوران نماز سلام کرتے تھے تو آپ جواب دیتے تھے، آپ نے فرمایا کہ نماز میں مصروفیت

فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اپنے معاملہ میں جو چاہتے ہیں نئے احکام نازل فرما دیتے ہیں اور ان نئے احکام میں سے یہ حکم بھی ہے کہ تم نماز میں باتیں نہ کرو۔

۲۔ عن زید بن ارقم قال کنا نتکلم فی الصلوۃ یکلم الرجل صاحبه و هو الخ جنبہ فی الصلوۃ حتی نزلت وقوموا للہ فینتہی فامرنا بالسکوت ونہینا عن الکلام

(بخاری ج ۱ ص ۱۸۱ سلم ۱ ص ۱۸۱ واللفظ سلم)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نماز میں باتیں کر لیا کرتے تھے۔ ایک شخص دوسرے شخص سے جو اس کے پہلو میں ہوتا نماز میں باتیں کر لیا کرتا تھا حتیٰ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ”کھڑے ہو اللہ تعالیٰ کے حضور میں عاجزی کے ساتھ“ تو ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور بات سے منع کر دیا گیا۔

قال ابو عیسیٰ حدیث زید بن ارقم حدیث حسن صحیح والعمل علیہ عند اکثر اہل العلم قالوا اذا تکلم الرجل عامداً فی الصلوۃ او تناسیاً اعاد الصلوۃ وهو قول الثوری وابن المبارک الخ (ترمذی ج ۱ ص ۹۲)

حضرت امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اسی پر اکثر اہل علم کا عمل ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی نماز میں غم یا بھول کر کلام کرے تو نماز دوبارہ پڑھنے

یہی حضرت سفیان ثوری اور حضرت عبداللہ بن مبارک کا قول ہے۔

۵۔ عن سہل بن سعد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من نادى شئی فی صلوۃ فلیقل سبحان اللہ انما التصفیق للنساء والتسبیح للرجال (شرح معانی الآثار للامام الطحاوی ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جسے اپنی نماز میں کوئی چیز پیش آئے اسے چاہیے کہ وہ سبحان اللہ کہے، بیشک تصفیق (ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرے ہاتھ کی پشت سے مارنا) عورتوں کے لیے ہے اور تسبیح مردوں کے لیے۔

۶۔ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکلام یقض الصلوۃ ولا ینقض الوضوء (رواہ طحاوی ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نماز میں) کلام کرنا نماز کو توڑ دیتا ہے وضو کو نہیں توڑتا۔

۷۔ عن عطاء بن الجب رباح ان عمر بن الخطاب صلی باصحابہ الظہر او الصور رکعتین ثم سلم فقل لہ انک صلیت رکعتین قال انک قالوا انکم قاعد بہم الصلوۃ (کتاب الحج للامام محمد ج ۱ ص ۱۵۵)

حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی دو کہتے ہیں پھر سلام پھیر دیا۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ نے تو دو رکعتیں پڑھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا واقعی ایسا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں آپ نے ان کو دوبارہ نماز پڑھائی۔

۸۔ عن ابن حیرج قال قلت لطاء ارايت لو سهوت في المكتوبة فتكلمت قال بلفظة قلت نعم قال فتد انقطع صلاتك فقد لها جديۃ

(مصنف عبد الرزاق ۲۵ ص ۳۲۹)

حضرت ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاءؒ سے عرض کیا کہ اگر میں فرض نماز میں بھولے سے کلام کروں تو بتلائیے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کلام الفاظ کے ساتھ کیا ہے تو میں نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا تمہاری نماز ٹوٹ گئی پھر دوبارہ نئے سرے سے پڑھو۔

۹۔ عن ابراہیم اند سئل عن رجل صلى فتكلم وقد بقيت عليه ركعة قال يستقبل صلاته

(مصنف عبد الرزاق ۲ ص ۳۳۰)

حضرت ابراہیمؒ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال ہوا جس نے نماز میں کلام کر لیا تھا اور اس کی ابھی ایک رکعت باقی تھی۔ (کہ وہ کیا کرے) آپ نے فرمایا نئے سرے سے نماز پڑھے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے کراستاد اسلام میں لوگ نماز کے

دوران بات چیت کر لیا کرتے تھے۔ جب آیت کریمہ وَتَوَكَّلُوا بِاللَّهِ طَبَعَتْ يَنْ نازل ہوئی تو بات چیت کو نماز کے منافی قرار دیتے ہوئے نماز کے دوران منع کر دیا گیا۔ جیسا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے واضح ہے، اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز میں بات چیت نہ کرنا نماز کے گویا فرض میں سے ہے جو نص قطعی سے ثابت ہے، جب نماز میں بات چیت نہ کرنا فرض ہوا تو جو بات چیت کرے گا عمدًا یا سهوًا وہ ناکرک فرض ہوگا اور ترک فرض سے نماز کا فاسد ہونا ظاہر و باہر ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ نماز میں بات چیت کی بالکل گنجائش نہیں ہے نماز تو قبیل و بھیر اور قرابت قرآن کا نام ہے، جیسا کہ حضرت معاویہ بن حکم سلمیٰ کی حدیث سے واضح ہے، نیز آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حسب موقعہ احکامات بھیجتے رہتے ہیں ان احکامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تم نماز میں بات چیت نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں کلام کرنا مطلقاً منع ہے جان بوجھ کر جو یا بھولے سے، کیونکہ آپ کے اس میں کوئی ایسی تفصیل نہیں کی کہ قصداً بات نہ کرو بھولے سے یا اصلاح صلوٰۃ کے لیے ہو کر کوئی خروج نہیں۔

ایک موقع پر آپ نے بلا کسی تفصیل کے یہ ارشاد فرمایا کہ (نماز میں) کلام کرنا نماز کو توڑ دیتا ہے، جیسا کہ حضرت جابرؓ کی حدیث میں موجود ہے شاید اسی لیے آپ نے نمازیوں کو یہ حکم دیا کہ اگر امام کو یا سامنے سے گزرنے والے کو متنبہ کرنا پڑے تو مرد سبحان اللہ کہہ کر اور عورتیں تجلی کی پشت پر دوسری تجلی کی پشت سے آواز پیدا کر کے متنبہ کریں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ نماز میں دوسرے کو متنبہ کرنے کی ضرورت نہیں ہو سکتی ہے، لیکن

بات چیت بالکل نہیں کی جاسکتی۔ ان امور سے یہ بات بالکل عیاں ہو گئی کہ نماز کے دوران بات چیت کرنا قصداً ہو یا بھولے سے نماز کے منافی ہے جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ غلطی سے ظہر یا عصر کی دو رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ آپ کو بتلایا گیا کہ آپ نے صرف دو رکعتیں پڑھائی ہیں۔ آپ نے مقتدیوں سے استفسار کیا کہ کیا واقعی ایسا ہی ہوا ہے تو لوگوں نے کہا کہ جی ہاں ایسا ہی ہوا ہے، اس موقع پر آپ نے نئے سرے سے دوبارہ نماز پڑھائی۔ اگر اصلاح صلوٰۃ کے لیے نماز کے دوران کلام کرنے کی گنجائش ہوتی اور نماز نہ ٹوٹتی تو آپ اگلی دو رکعتیں پڑھا کر سجدہ سہو کے فارغ ہو جاتے۔ نئے سرے سے دوبارہ چار رکعتیں نہ پڑھاتے، جلیل القدر تابعین و تبع تابعین حضرت عطار بن ابی رباحؒ، حضرت ابراہیم نخعیؒ، حضرت سفیان ثوریؒ، حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ نماز کے دوران بات چیت کرنے سے عذر ہو یا نہ ہو نماز ٹوٹ جاتی ہے اور دوبارہ نئے سرے سے پڑھنی پڑتی ہے لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ نماز کے دوران بھولے سے یا نماز کی بھول کے متعلق بات چیت کرنے سے کچھ نہیں ہوتا نماز صحیح رہتی ہے۔

چنانچہ نواب نور الحسن خاں صاحب لکھتے ہیں۔

”وکلام سہو ہی مفید صلوٰۃ نیست“ (عرفت الحادی ص ۱۱۱)

”بھول کر بات چیت کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی“

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

”امام اور مقتدی اگر نماز کی بھول کی بابت کچھ گفتگو کر لیں تو بھی

نماز میں کچھ نقصان واقع نہیں ہوتا“ (دستور امتی ص ۱۲۳)
 غیر متقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں۔
 ”اگر نماز میں بھول ہو جائے اور نماز میں اس کی اطلاع نہ ہو سکے نماز ختم ہونے کے بعد معلوم ہو کہ کوئی غلطی ہوئی اس کے متعلق تحقیق کے طور پر جو گفتگو ہو نماز میں اس سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا نماز کی تکمیل کے بعد سجدہ سہو کر لیا جائے جب طرہ ذوالبیدین کی حدیث سے ظاہر ہے۔“
 رسول اکرم کی نماز ص ۱۱۱

ملاحظہ فرمائیے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ نماز میں بات چیت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ کا حکم ہے کہ تم نماز میں بات چیت نہ کرو، نماز میں بات چیت سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، صحابہ کرام فرما رہے ہیں کہ ہمیں آیت کریمہ ”وَقَوْمُوا لِلّٰهِ قَرِیْنَیْنَ“ نازل ہونے کے بعد بات چیت سے منع کر دیا گیا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نماز کی اصلاح کے متعلق بات چیت ہوتی ہے تو آپ نماز ٹوٹاتے ہیں جلیل القدر تابعین و تبع تابعین فتوے دے رہے ہیں کہ اگر نماز کے دوران بات چیت کر لی جائے چاہے قصداً چاہے بھول کر تو نماز ٹوٹانی پڑے گی۔ لیکن غیر متقلدین کہہ رہے ہیں کہ نماز کے کسی کوئی ضرورت نہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ بھولے سے سلام پھیرنے کے بعد چاہے جتنے بھی نماز کے منافی کام کر لیں، بے شک دکان کا حساب و کتاب کر لیں معاملات بھی طے کر لیں یا یاد دلانے پر غافلت باقی رکھیں پوری کر کے سجدہ سہو کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نماز ہو گئی۔

قارئین کرام اس طرح سے نماز پڑھنا اور اسے صحیح سمجھنا قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

ابواب الوتر

وجوب الوتر — وتر واجب ہیں

۱۔ عن عبد الله بن بريدة عن ابيه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا

(ابوداؤد ۱۵۸۱، مستدرک حاکم ۲۵۵۱)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ فرما رہے تھے وتر حق (واجب) ہیں۔ جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق (واجب) ہیں جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق (واجب) ہیں جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

۲۔ عن عبد الله بن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اجعلوا آخر صلواتكم بالليل وترا،

(بخاری ۱۸۱۱، مسلم ۱۵۸۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اپنی رات کی آخری نماز وتر بناؤ

۳۔ عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم

قال بادروا الصبح بالوتر (مسلم ۱۵۸۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا صبح ہونے سے پہلے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔

۴۔ عن ابن سعيده ان النبي صلى الله عليه وسلم اوتروا قبل ان تصبحوا، (مسلم ۱۵۸۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وتر صبح ہونے سے پہلے پڑھ لیا کرو

۵۔ عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من خاف ان لا يقتوم من آخر الليل فليوتر اذله ومن طمع ان يقتوم آخره فليوتر آخر الليل فان صلوة آخر الليل مشروعة وذاك افضل، (مسلم ۱۵۸۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے یہ اندیشہ ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں نہیں اٹھ سکے گا تو اسے چاہیئے کہ وہ شروع رات ہی میں وتر پڑھ لے، اور جسے یہ امید ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں اٹھ جائے گا تو اسے چاہیئے کہ رات کے آخری حصہ ہی میں وتر پڑھے، کیونکہ رات کے آخری حصہ کی نماز فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے اور یہ افضل ہے۔

۶۔ عن ابن سعيده قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اور کس پر نہیں (۲) وتر پڑھے بغیر نہ ہو۔

۸۔ عن خارجة بن حذافة قال ابوالوليد العدوي قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ان الله قد امدك بالصلوة هي خير لكو من حمر النعم وهي الوتر فجعلها لكو فيما بين العشاء الى طلوع الفجر

(ابوداؤد ۱۵۱۱، ترمذی ۱۵۱۱، مستدرک حاکم ۱۵۱۱)

حضرت خارجہ بن حذافہ عدوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا ابے تمہارے اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی ہے یا تمہارے لیے ایک نماز زائد کی ہے جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے وہ نماز وتر ہے اسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے عشاء سے لے کر صبح صادق تک مقرر کیا ہے۔

۹۔ عن ابی تمیم الجیشانی عن عمرو بن العاص عن ابی بصیرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الله زادك صلاة وهي الوتر فصلوها فيما بين صلاة العشاء الى صلاة الفجر قال ابو تمیم فاخذ بيدي ابوذر فسار في المسجد الى ابی بصیرة فقام له انت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما قال عمرو قال ابو بصیرة سمعت من

رسول الله صلى الله عليه وسلم - ومنه ۱۵۱۱، مستدرک حاکم ۱۵۱۱، ۵۹۳

وسلم من نام عن وتره او نسيه فليصله اذا اصبح او فركه (مستدرک حاکم ۱۵۱۱، دارقطنی ۲۵۱۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وتر پڑھے بغیر سو جائے یا پڑھنا بھول جائے اسے چاہیے کہ وہ صبح اٹھ کر یا جب یاد آئے وتر پڑھے۔

۱۰۔ عن الاشعث بن قيس قال تضيفت عمر بن الخطاب رضي الله عنه فقام في بعض الليل فتناول امرأته فضر بها شو نادافيا اشعث قلت لبيك قال احفظ عني ثلثا حفظتهن عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لا تسئل الرجل منيم يضرب امرأته ولا تسأله عن يفتد من اخوانه ولا يعتد به ولا تنم الا على وتر (مستدرک حاکم ۲۵۱۱)

حضرت اشعث بن قیس فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر ایک دفعہ جہان بنا، آپ رات کے کسی حصہ میں اٹھے بیوی کو بلا کر سرزنش کی، پھر مجھے آواز دی کہ اے اشعث میں نے عرض کیا حاضر ہوں فرمایا میری جانب سے تین باتیں یاد رکھو یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (سن کر) یاد کی تھیں (۱) کسی سے یہ نہ پوچھو کہ وہ اپنی بیوی کو کیوں مار رہا ہے (۲) اور کسی سے یہ نہ پوچھو کہ اسے اپنے دوستوں میں سے کس پر اعتماد ہے

حضرت ابو تمیم حبشیؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ نے ایک فحہ لوگوں کو خطبہ جمعہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ابو بصیرؓ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک نماز نائک کی ہے جو وتر ہے لہذا تم عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر فجر کی نماز تک کے درمیان درمیان اسے پڑھا کرو، ابو تمیم کہتے ہیں کہ حضرت ابو ذرؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مسجد میں جا کر ابو بصیرؓ سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ فرماتے سنا ہے جو عمرؓ نے بیان کیا ہے، حضرت ابو بصیرؓ نے فرمایا جی ہاں یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے

۱- عن ابی ایوب ان تصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر حق واجب علی کل مسلم، (مسند احمد ص ۱۰۱ صحیح ابن حبان ص ۱۰۱ بحوالہ الدرۃ منہ المعبود فی ترتیب منہا طیبی ص ۱۱۱ واقعۃ ص ۱۱۱، دار الفکر ص ۱۱۱) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر حق ہے واجب ہے ہر مسلمان پر۔

۲- عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الوتر واجب علی کل مسلم،

(کشف الاستار عن زوائد البزازی ص ۱۵۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا وتر واجب ہے ہر مسلمان پر

۱۲- عن عاصم بن ضمرہ قال قال علی ان الوتر لیس بحکم کصلوتکم المکتوبۃ ولكن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوتر کثم قال یا اهل القرآن اوتروا فان اللہ وقریب حب الوتر

(مستدرک حاکم ص ۱۵۱)

حضرت عاصم بن ضمرہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وتر فرض نماز کی طرح تو ضروری نہیں ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے پھر فرمایا کہ اسے قرآن والو وتر پڑھو بے شک اللہ تعالیٰ وتر (طاق) ہیں اور وتر (طاق عدد) کو پسند فرماتے ہیں۔

۱۳- عن مالک انہ یلعنہ ان رجلاً سأل عبد اللہ بن عمر عن الوتر اواجب ہو فم قال عبد اللہ بن عمر قد اوتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادتر المسلمون قال فجعل الرجل یردد علیہ وعبد اللہ بن عمر یقول قد اوتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادتر المسلمون، (موطا امام مالک ص ۱۱۱)

حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے وتر کے بارے میں سوال کیا کہ کیا وتر واجب ہے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے اور مسلمان بھی پڑھتے رہے، امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ

شخص آپ سے بار بار یہی پوچھتا رہا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہی فرماتے رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے اور مسلمان بھی پڑھتے رہے۔

۱۴۔ عن ابی ایوب قال الوتر حق او واجب (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۵ ص ۱۹۷)

حضرت ابویوب فرماتے ہیں کہ وتر حق ہیں یا واجب ہیں۔

۱۵۔ عن مجاہد قال هو واجب ولم یکتب،

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲۵ ص ۲۹۷)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ وتر واجب ہیں فرض نہیں کئے گئے

۱۶۔ عن طاؤس الوتر واجب یعاد الیس اذا نسی،

(مصنف عبدالرزاق ۳۵ ص ۱)

حضرت طاؤس سے مروی ہے کہ وتر واجب ہیں اگر بھولے سے رہ جائیں تو قضا پڑھے جائیں گے۔

۱۷۔ عن حماد قال أو تر وإن طلعت الشمس

(مصنف عبدالرزاق ۳ ص ۱)

حضرت حماد فرماتے ہیں کہ وتر پڑھو اگرچہ سورج طلوع ہو جائے (یعنی اگر قضا پڑھنی پڑے تو پڑھو۔)

۱۸۔ عن وبرة قال سألت ابن عمر عن رجل أصبح

ولم یوتر قال رأیت لو نمت عن الفجر حقاً

تطلع الشمس الیس كنت تصلى کانه یعتول

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۹۷)

یوتر،

حضرت وبرة فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص وتر پڑھے بغیر صبح کر دے تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا تلاذ اگر تم صبح کی نماز پڑھے بغیر سوتے رہو حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے تو کیا تم صبح کی نماز نہیں پڑھو گے گویا آپ یہ فرما رہے تھے کہ وہ شخص وتر پڑھے۔

۱۹۔ عن الشعبي وعطاء والحسن و طاؤس و مجاهد

قالوا لا تدع الوتر وإن طلعت الشمس،

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۹۷)

حضرت امام شعبی حضرت عطاء، حضرت حسن بصری، حضرت طاؤس،

حضرت مجاہد رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ وتر کو نہ چھوڑو اگرچہ سورج

طلوع ہو جائے۔

۲۰۔ عن الشعبي قال لا تدع الوتر ولو تنصفت

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۹۷)

النهار،

حضرت امام شعبی فرماتے ہیں کہ وتر کو نہ چھوڑو اگرچہ نصف النہار

ہو کیوں نہ ہو جائے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ وتر کی نماز واجب ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود فرما رہے ہیں کہ وتر واجب ہیں جیسا کہ حضرت ابویوب انصاری اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی احادیث سے واضح ہے، دوسرے متعدد احادیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ نے صحابہ کرام کو وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے اور یہ قانون ہے کہ اگر واجب کے لیے ہوتا ہے جب تک کہ دوسرے معنی مراد لینے کا کوئی قرینہ نہ ہو، تیسرے

آپ نے وتر نہ پڑھنے پر وعید فرمائی ہے کہ "جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔" یہ بھی وجہ کی علامت ہے، چوتھے آپ نے وتر نہ جانے کی صورت میں قضا کرنے کا حکم دیا ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وتر واجب نہیں کیونکہ قضا فرض و واجب ہی کی کی جاتی ہے، پانچویں آپ نے وتر کی نماز پر موانعت و ممانعت بلا ترک فرمائی ہے، اس سے بھی وتر کا وجہ ثابت ہوتا ہے، نیز صحابہ کرام اور تابعین عظام کے فرامین سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وتر واجب ہیں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ وتر واجب نہیں ہیں۔

چنانچہ نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

"و وتر حق است بر ہر مسلم لیکن واجب نیست معہذا قضا،
آل ثابت است" (عرف الجہادی ص ۳۳)

اور وتر حق ہیں ہر مسلمان پر لیکن واجب نہیں ہیں البتہ ان کی قضا ثابت ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وتر واجب ہیں، صحابہ کرام کے فرامین سے ثابت ہو رہا ہے کہ وتر واجب ہیں، تابعین کرام کہہ رہے ہیں کہ وتر واجب ہیں لیکن غیر متقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب وتر واجب نہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

الایثار بثلاث موصولة وعدم الفصل بینہن بالسلام
ووجوب القعدة علی الركعتین منها
وترکی تین رکعتیں اکٹھی ایک سلام سے پڑھنی چاہئیں
اور وتر کی پہلی دو رکعت کے بعد قعدة واجب ہے

۱۔ عن ابی سلمة بن عبد الرحمن انہ اخبرہ انہ
سأل عائشة رضی اللہ عنہا کیف كانت صلوة
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان
فقالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی
عشرة رکعة یصلی اربعاً فلا تسئل عن حسنہن
وطولہن ثم یصلی اربعاً فلا تسئل عن حسنہن
وطولہن ثم یصلی ثلاثاً، الحدیث،

بخاری ۵۱۵۸، مسلم ۵۱۵۸، نسائی ۵۱۵۸

حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمن بن عوف سے مروی ہے انہوں نے
سعید بن ابی سیدہ ثمری کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا سے دریافت فرمایا کہ رمضان المبارک میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان گیارہ رکعتوں سے
زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعتیں پڑھتے کچھ نہ پوچھو کہ وہ
کتنی حسین و طویل ہوتی تھیں، پھر چار رکعتیں پڑھتے کچھ نہ پوچھو
کتنی حسین اور طویل ہوتی تھیں پھر تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

۲۔ عن عبد الله بن عباس امه رقت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستيقظ فتسوّك وقوضاً وهو يقول ان في خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار لآيات لا اول لها الا بالباب فقرأ هؤلاء الآيات حتى ختم السورة ثم قام فصلى ركعتين فاطال فيهما القيام والركوع والجمود ثم انصرفت فنام حتى نفخ ثم فعل ذلك ثلاث مرات ست ركعات كل ذلك يستاك ويتوضأ ويقرأ هؤلاء الآيات ثم اوثر بثلاث، الحديث (مسلم ۱۵۱۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (اپنی خالہ سمیوثر کے گھر میں) سوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہوئے مسواک کی وضو کیا اور یہ آیات تلاوت فرمائیں۔ ان في خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار لآيات لا اول لها الا بالباب سورۃ کے ختم تک پھر آپ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ دونوں رکعتوں میں قیام، رکوع اور سجدہ کو خوب لمبا کیا پھر آپ فارغ ہو کر سو گئے یہاں تک کہ قرآن پھرنے لگے، آپ نے یہ عمل تین بار کیا، سو کر اٹھتے مسواک اور وضو کر کے دو رکعت ادا فرماتے اور ہر دفعہ سورۃ آل عمران کی آخری آیات تلاوت فرماتے اس طرح چھ رکعات آپ نے ادا فرمائیں پھر تین

رکعات وتر پڑھتے۔

۳۔ عن ابن عباس رضي الله عنهما قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي من الليل ثمان ركعات ويوتر بثلاث ويصلي ركعتين قبل صلاة الفجر (مسلم ۱۵۱۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو پہلے آٹھ رکعات پڑھتے پھر تین رکعات وتر پڑھتے۔ پھر دو رکعت (سنت) فجر کی نماز سے پہلے پڑھتے۔

۴۔ عن عامر الشعبي قال سألت ابن عباس وابن عمر كيف كان صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالليل فقال ثلاث عشرة ركعة ثمان ويوتر بثلاث وركعتين بعد الفجر، (طحاوی ۱۵۱۹)

حضرت امام عامر شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کو نماز کیسی ہوتی تھی، ان دونوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعت پڑھتے تھے پہلے آٹھ رکعات (نہج) پھر تین رکعات وتر پھر دو رکعت (سنت) صبح صادق کے بعد۔

۵۔ الخبیر نا ابو حنیفہ تر حدیثنا ابو جعفر قال کان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي ما بين

صلوة العشاء الى صلاة الصبح ثلث عشرة
ركعة شتان ركعات تطوعاً وثلث ركعات الوتر
وركعتي الفجر، (موطا امام محمد ص ۱۲۵)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت امام ابو حنیفہؒ نے
خبر دی اور وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابو جعفرؒ نے حدیث
بیان کی، فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے
بعد سے لے کر صبح کی نماز تک کے درمیان تیرہ رکعات پڑھا
کرتے تھے آٹھ رکعات نفل (تہجد) تین رکعات و تراویح
رکعت فجر کی سنت۔

۷۔ عن عمرة عن عائشة ان رسول الله صلى الله
عليه وسلم كان يوتر بثلاث يقرأ في الركعة الاولى
بسم الله ربك الاعلى وفي الثانية قل
يا ايها الكفرون وفي الثالثة قل هو الله
احد وقل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب
الناس (دار الفکر ص ۲۳، طحاوی ص ۱۹، مستدرک ص ۱۲۵)
حضرت عمرہؒ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے، پہلی
رکعت میں بسم الله ربك الاعلى دوسری میں قل يا ايها
الكفرون اور تیسری میں قل هو الله احد وقل
اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس
پڑھتے تھے۔

۸۔ عن علي قتال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم
يوتر بثلاث يقرأ فيهن بلسع سور من المفصل
يقرأ في كل ركعة بثلاث سور آخرهن قل
هو الله احد، (ترمذی ص ۱۲۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے۔ تینوں رکعتوں میں تفصیل
متصل کی نو سورتیں پڑھتے تھے، ہر رکعت میں تین سورتیں
پڑھتے سب سے آخری سورت قل هو الله احد ہوتی تھی۔

۸۔ عن ابن عباس قتال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم
يقرأ في الوتر بلسع اسم ربك
الاعلى وقل يا ايها الكفرون وقل هو الله
احد في ركعة ركعة، (ترمذی ص ۱۲۵)
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں بسم الله ربك الاعلى
قل يا ايها الكفرون اور قل هو الله احد پڑھا کرتے
تھے ہر سورت ایک رکعت میں۔

۹۔ عن عبد الرحمن بن ابيز ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
يقرأ في الوتر ثلثاً في الأولى
بسم الله ربك الاعلى وفي الثانية قل
يا ايها الكفرون وفي الثالثة قل هو الله احد
فلما فرغ قتال سبحان الملك القدوس

ثلثا یہد صوتہ بالثالثۃ،

والماء ۵ اصل ۵، مسند احمد ۵، نسائی ۵ اصل ۵

حضرت عبدالرحمن بن ابی بنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وتر کی نماز پڑھی تو آپ نے پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری میں قتل یا ایہا الکفرون اور تیسری میں قتل ہو اللہ احد پڑھی، جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے تین بار یہ کلمات کہے سبحان الملك القدوس اور تیسری مرتبہ آواز بلند کی۔

۱۰۔ عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بسبح اسم ربك الاعلیٰ و قتل یا ایہا الکفرون و قتل ہو اللہ احد،

و نسائی ۵ اصل ۵، ابوداؤد ۵ اصل ۵، ابن ماجہ ۵، مسند احمد ۵ اصل ۵

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبح اسم ربك الاعلیٰ قتل یا ایہا الکفرون اور قتل ہو اللہ احد کے ساتھ وتر کی نماز ادا فرماتے تھے۔

۱۱۔ عن عبد العزیز بن جریج قال سألت عائشۃ ام المؤمنین بای شیئ کان یوتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتالت کان یقر فی الاولیٰ بسبح

اسم ربك الاعلیٰ و فی الثانیۃ یقول قتل یا ایہا الکفرون

و فی الثالثۃ یقول قتل ہو اللہ احد و الموفیقین

و مسند احمد ۵ اصل ۵، ابوداؤد ۵ اصل ۵، ابن ماجہ ۵ اصل ۵

حضرت عبدالعزیز بن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کیا میں کون سی سورتیں پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری میں قتل یا ایہا الکفرون اور تیسری میں قتل ہو اللہ احد قتل اعوذ برب الملق اور قتل اعوذ برب الناس پڑھتے تھے۔

۱۲۔ عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقر فی الوتر بسبح اسم ربك الاعلیٰ و فی الرکعتی الثانیۃ یقول قتل یا ایہا الکفرون و فی الثالثۃ یقول قتل ہو اللہ احد و لا یسلو الا فی آخرهن و یقول یعنی بعد التسلیم و سبحات الملك القدوس ثلاثا۔ و نسائی ۵ اصل ۵

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری رکعت میں قتل یا ایہا الکفرون تیسری رکعت میں قتل ہو اللہ احد پڑھتے تھے اور سلام فقط آخری رکعت ہی میں پھیرتے تھے اور سلام پھیرنے کے بعد تین دفعہ سبحان الملك القدوس کہتے تھے۔

۱۳۔ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی العشاء دخل المنزل شو صلی رکعتین ثم صلی بعدہما رکعتین اطول

منهما ثم اوتر بثلاث لا يفصل بينهما الحديث
(مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو گھر تشریف لاتے پھر دو رکعت پڑھتے پھر ان سے لمبی دو رکعتیں اور پڑھتے پھر تین رکعات وتر پڑھتے اور ان تینوں رکعتوں میں فصل نہیں فرماتے تھے (یعنی دو رکعت کہ بعد سلام نہیں پھیرتے تھے)

۱۲۔ عن سعد بن هشام ان عائشة حدثت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لا يسلم ف ركعتي الوتر۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۹۱، صنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۶)
حضرت سعد بن هشام سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

۱۵۔ عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يسلم في الركعتين الا وليين من الوتر۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۳، دار طوق ج ۲ ص ۲۵۶)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

۱۶۔ عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يوتر بثلاث لا يسلم الا في آخرهن وهذا وتر امين المؤمنين عمر بن الخطاب

رضي الله عنه وعنه اخذه اهل المدينة،
(مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور سلام فقط آخری رکعت میں پھیرتے تھے اور یہی امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھی وتر ہیں، انہیں سے یہ اہل مدینہ نے لیے ہیں۔

۱۷۔ عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة الليل مثنى مثنى فاذا اردت ان تنصت فاركع ركعتا توتر لك ما صليت قال القاسم وراينا اناسا منذ ادركنا يوترون بثلاث، الحديث، (بخاری ج ۱ ص ۱۳۵)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہوتی ہے پھر جب تمہارا فارغ ہو کر جانے کا ارادہ ہو تو ایک رکعت اور پڑھ لو یہ تمہاری پڑھی ہوئی نماز کو وتر بنا دے گی، حضرت قاسم فرماتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو دیکھا جب سے ہم نے ہو کس شنبعا الا کوہ وتر تین رکعات ہی پڑھتے ہیں۔

۱۸۔ عن الفضل بن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلوة مثنى مثنى تشهد كل ركعتين، الحديث، (ترمذی ج ۱ ص ۲۸۶)

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز دو دو رکعت ہوتی ہے ہر دو رکعتوں میں تشہد ہے۔

۱۹۔ عن ام سلمة ان النبي صلى الله عليه وسلم قتال في كل ركعتين تشهد وتسلم على المرسلين وعلى من تبعهم من عباد الله الصالحين

وجميع الزوائد ج ۲ ص ۱۳۱

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر دو رکعت میں تشہد ہے اور رسولوں پر اور ان کی پیروی کرنے والے اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہے۔

۲۰۔ عن عائشة قالت (في حديث طويل) وكان يستول في كل ركعتين التحية، (مسلم ج ۱ ص ۱۹۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (ایک لمبی حدیث کے ذیل میں) فرماتی ہیں کہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہر دو رکعت میں التحیات ہے۔

۲۱۔ عن عبد الله بن مسعود مرفوعاً الى النبي صلى الله عليه وسلم قتال اذا قعدتم في كل ركعتين فقولوا التحيات لله، الحديث (نسائی ج ۱ ص ۱۳۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تم ہر دو رکعت میں قعدہ کرو تو التحیات للہ (آخر تک) پڑھو۔

۲۲۔ من عبد الله قتال ارسلت امي ليلة لتبیت عند النبي صلى الله عليه وسلم فتتظر كيف يوتر صلى ما شاء الله ان يصلي حتى اذا كان آخر الليل واراد الوتر قراً بسم اسم ربك الا على في الركعتين الاولى وقرأ في الثانية مثل يا ايها الكفرون ثم قعد ثم قام ولم يفصل بينهما بالسلام ثم قرأ بمثل هو الله احد حتى اذا فرغ كبير ثم قنت قعدا بما شاء الله ان يدعو ثم كبر وركع الخ

(الاستيعاب في معرفة الاصحاب لابن عبد البر ج ۴ ص ۱۳۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ کو ایک دفعہ رات گزارنے کے لیے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہاں بھیجا تا کہ وہ یہ دیکھیں کہ آپ وتر کیسے پڑھتے ہیں آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ آپ نے نماز پڑھی جتنی کہ اللہ تعالیٰ نے چاہی حتیٰ کہ جب رات کا اخیر ہو گیا اور آپ نے وتر پڑھنے کا ارادہ کیا تو پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الا على اور دوسری میں مثل يا ايها الكفرون پڑھیں پھر قعدہ کیا پھر قعدہ کے بعد کھڑے ہوئے اور ان کے درمیان سلام کے ساتھ فصل نہیں کیا پھر آپ نے مثل هو الله احد پڑھی جب آپ قرأت سے فارغ ہوئے تو مجھ پر کسی اور دُعا قنوت پڑھی اور قنوت میں حمد اللہ نے چاہا دعا مانگی پھر اللہ اکبر کہہ کر کونہ کیا۔

۲۳۔ عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم قال صلوة المغرب وتر النهار فاوتروا صلوة الليل،

(مصنف عبد الرزاق ۳ ص ۲۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مغرب کی نمازوں کے وتر ہیں تم رات کی نماز کو وتر بناؤ۔

۲۴۔ عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلى

الله عليه وسلم وتر الليل ثلث كوتر النهار صلوة المغرب، (دارقطنی ۲ ص ۲۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کے وتر تین ہیں دن کے وتر یعنی نماز مغرب کی طرح۔

۲۵۔ عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله

عليه وسلم الوتر ثلث كثلث المغرب،

(مجمع الزوائد ۲ ص ۲۴۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر کی تین رکعتیں ہیں، مغرب کی تین رکعتوں کی طرح

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تین و ترا یک سلام سے پڑھتے تھے

۱۔ عن المسور بن مخرمة قال دفنا ابا بكر ليلة

فقال عمر افي لم اوتر فقام وصفقنا وراعه

فصلى بنا ثلاث ركعات لم يسلم الا في آخرهن

(الموطأ ۱ ص ۲۲، مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۹، مصنف عبد الرزاق ۳ ص ۲۸)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو رات کے وقت دفن کیا، (فراغت پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے گئے کہ میں نے وتر نہیں پڑھے، آپ کھڑے ہوئے تو ہم نے بھی آپ کے پیچھے صف باندھ لی، آپ نے ہمیں تین رکعات نماز وتر پڑھائی اور سلام فقط ان کے آخر ہی میں پھیرا۔

۲۔ عن عمر بن الخطاب انه قال ما احب اني

ترك الوتر بثلث وان لي حمر النعم،

(موطأ امام محمد ص ۳۵)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے پسند نہیں کہ میں تین رکعات وتر چھوڑ دوں چاہے مجھے اچھے بٹے سُرخ اونٹ کیوں ملیں۔

۳۔ عن عمر بن الخطاب انه اوتر بثلث ركعات

لم يفصل بينهما بسلام،

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۹۲)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے تین رکعات وتر پڑھے اور تینوں رکعتوں میں سلام کے ذریعے فصل نہیں کیا۔ (یعنی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرا۔)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ و ترقین رکعات پڑھتے تھے

۱ - عن زاذان ان علیا کان یوتر بثلاث من آخر الليل قاعدًا . (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۹۵)

حضرت زاذان سے مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ و ترقین رکعات پڑھا کرتے تھے رات کے آخری حصہ میں بیٹھ کر۔

۲ - عن زاذان عن علی انہ کان یوتر بانما انزلناہ فی لیلۃ القدر واذا نزلت و قتل هو اللہ احد . (مصنف عبد الرزاق ۳/۳۳۳)

حضرت زاذان حضرت علی کرم اللہ و سے روایت کرتے ہیں کہ آپ وتر میں انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ اذا نزلت الارض اور قتل هو اللہ احد پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما تین رکعات وتر کے قائل تھے

۱ - عن عبد اللہ بن مسعود قال الوتر ثلاث کوثر النہار صلوۃ المغرب ، (المجاوی ۱/۱۲۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر کی تین رکعات ہیں، دن کے وتر مغرب کی نماز کی طرح۔

۲ - عن علقمۃ قال اخبرنا عبد اللہ بن مسعود انہ ما یکون الوتر ثلاث رکعات ، (موطا امام محمد ۱/۱۲۶)

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں خبر دی ہے کہ وتر کی کم سے کم تین رکعتیں ہیں۔

۳ - عن عبد اللہ بن مسعود قال الوتر ثلاث کصلوۃ

المغرب

(موطا امام محمد ص ۱۲۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں مغرب کی نماز کی طرح۔

۳ - عن عبد الرحمن بن یزید قال قال ابن مسعود وستر الليل کوثر النہار صلوۃ المغرب ثلاثا ،

(معجم طبرانی کبیر ۹/۲۴۲)

حضرت عبدالرحمن بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رات کے وتر دن کے وتر نماز مغرب کی طرح تین ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے

عن عقبۃ بن مسلم قال سألت ابن عمر عن

الوتر فقال اعراف وقر النہار قلت نعم صلوۃ

المغرب قال صدقت واحسنت ، (المجاوی ۱/۱۲۷)

حضرت عقبہ بن مسلم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے وُتروں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے

فرمایا کیا تم دن کے وتر جانتے ہو میں نے کہا جی ہاں نماز مغرب

آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا اور خوب کہا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی تین رکعات وتر پڑھتے تھے

۱ - عن عطاء قال ابن عباس رضی اللہ عنہما

الوتر کصلوۃ المغرب ، (موطا امام محمد ص ۱۲۶)

حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس

رضی اللہ عنہما نے فرمایا وتر نماز مغرب کی طرح ہیں۔

۲۔ عن ابی یحییٰ قتال مسور بن محرزہ
وابن عباس حتی طلعت الحمراء شمس نام ابن
عباس فلم یستقیظ الا بصوات اهل الزوراء
فقتال لاصحابه اتروا ادرک اصلی ثلثا
یرید الوتر و رکعتی الفجر و صلوة الصبح قبل
ان تطلع الشمس فقتالوا النوفلی و هذا فی
آخر وقت الفجر، (طحاوی ج ۱ ص ۱۹۹)

حضرت ابویحییٰ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) حضرت مسور بن محرزہ
اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رات کو باتیں کرنے
لگے، یہاں تک کہ سرخ ستارہ (جو صبح صادق سے پہلے نکلا کرتا
ہے) نکل آیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سو گئے
اور پھر اہل زوراء کی آوازوں کی وجہ سے بیدار ہوئے آپ نے
اپنے ساتھیوں سے فرمایا کیا خیال ہے کیا مجھے اتنا وقت مل
جائے گا۔ کہ میں سورج نکلنے سے پہلے پہلے تین رکعات وتر دو
رکعت سنت اور فجر کی نماز پڑھ سکوں، انہوں نے کہا کہ جی ہاں
چنانچہ آپ نے (یہ تمام) نماز پڑھی، حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہما کا یہ سوال فجر کے اخیر وقت میں تھا۔

۲۔ عن ابی منصور قتال سالت عبداللہ بن عباس
عن الوتر فقتال ثلث، (طحاوی ج ۱ ص ۱۹۹)

حضرت ابو منصور فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس

رضی اللہ عنہما سے وتروں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا
تین (رکعات) ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے

۱۔ عن ثابت قتال انس یا ابا محمد خذ عنی
فنا فی اخذت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
واخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اللہ ولن
تاخذ عن احد او ثوثی قال شمس صلی لب
العشاء شمس صلی ست رکعات یسلم بین الرکعتین
شم او تر بثلث یسلم فی آخرهن (کنز العمال ج ۸ ص ۱۱۱)
حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا
اے ابو محمد مجھ سے اخذ کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے اخذ کیا ہے اور تم ہرگز
مجھ سے زیادہ ثقہ آدمی سے اخذ نہیں کر سکتے۔

حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے مجھے عشاء کی نماز
پڑھائی پھر چھ رکعات نفل ادا کئے ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے
رہے پھر آپ نے تین رکعات وتر پڑھے اودان کے آخر میں سلام پھیرا۔
۲۔ عن ثابت قتال صلی بن انس الوتر وانا عن یحییٰ
وام ولده خلفه نثلث رکعات لم یسلم الا فی
آخرهن ظننت انه یرید ان یسلمنی،

(طحاوی ج ۱ ص ۱۹۹)

حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھے وتر

کے تین رکعتیں پڑھائیں اس حال میں کہ میں اُن کی دائیں جانب تھا اور ان کی اُمّ ولدہ ہمارے پیچھے، آپ نے سلام فقط آخر میں پھیرا میرا غالب گمان یہ ہے کہ آپ مجھے وتر کا طریقہ سکھلا رہے تھے۔

۳۔ عن انس قال الوتر ثلاث رکعات وكان يوتر بثلاث رکعات (طحاوی ج ۱ ص ۲۱۲)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ وتر تین رکعات ہیں اور آپ وتر تین رکعات ہی پڑھتے تھے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے

۱۔ عن الحسن قال كان ابی بن کعب یوتر بثلاث لا یسلم الا فی الثالثه مثل المغرب

(مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۶)

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے اور سلام فقط تیسری رکعت میں پھیرتے تھے مغرب کی نماز کی طرح۔

۲۔ عن السائب بن یزید ان ابی بن کعب كان یوتر بثلاث (مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۳۶)

حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بھی وتر تین رکعات پڑھتے تھے

عن ابی غالب ان ابامامه كان یوتر بثلاث

(طحاوی ج ۱ ص ۲۱۲) (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۴)

حضرت ابوغالب سے روایت ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ بھی وتر تین رکعات پڑھتے تھے

عن سعید بن جبیر انه كان یوتر بثلاث ویقتل قبل الوتر قبل الركوع (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۴)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے اور دُعا رکعت وتر میں رکوع سے پہلے پڑھتے تھے حضرت علقمہ رحمہ اللہ بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے۔

عن علقمہ قال الوتر ثلاث

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۴)

حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وتر تین رکعات ہیں۔

حضرت مکحول رحمہ اللہ بھی وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے

عن مکحول انه كان یوتر بثلاث لا یسلم الا رکعتین (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۴)

حضرت مکحول رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے اور دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

حضرت ابوالعالیہ المریحی بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے

عن ابی خالدة قال سألت ابالعالیة عن الوتر فقال علمنا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم او علمونا ان الوتر مثل صلوة المغرب عینا

انا نفرأ فی الثالثه فهذا وتر اللیل وهذا

(طحاوی ج ۱ ص ۲۱۲)

وتر النهار

بن یسار فی شیخۃ سواہم اہل فتنہ وصلاح
و فضل و ربما اختلفوا فی الشیئی فاخذ
بقول اکثرہم و افضلہم رأیاً فکان ما
وعیت عنہم علیٰ ہذہ الصفتی ان الوتر
ثلث لا یسلم الا فی آخرہن (طحاوی ص ۲۳۷)

ہم سے حدیث بیان کی عبد الرحمن بن ابی الزناد نے اپنے والد
سے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے روایت کی سات
(فقہا تباغین) یعنی سعید بن مسیب، عمرو بن زبیر، قاسم بن
محمد، ابوبکر بن عبد الرحمن، خارج بن زید، عبید اللہ بن عبد اللہ
سلیمان بن یسار رحمہم اللہ سے ان کے علاوہ دوسرے فقیہ اہل
صلح اور صاحب فضل بزرگوں کی موجودگی میں روایت کی یہ بزرگ
اگر کسی مسئلہ میں اختلاف کرتے تو اس شخص کے قول پر عمل کرتے
جو زیادہ ذی رائے اور افضل ہوتا، میں نے جو باتیں ان سے
یاد کی ہیں اس طریقہ پر ان میں سے ایک یہ ہے کہ وتر تین رکعات
ہیں جن میں سلام فقط آخر ہی میں پھیرا جائے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد رحمہ اللہ کا فرمان
عن العباس قال رأینا اناساً من
ادرکت یوترون بثلث وان کلا لواسع وارجوان
لا یسکون بشیئی ہذہ باتیں، (بخاری ص ۱۳۵)
حضرت قاسم بن محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بزرگوں کو
دیکھا جب سے ہم نے ہوش سنبھالا کہ وہ وتر تین رکعات

حضرت ابو خالدہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو العالیہ
رحمہ اللہ سے وتر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے تعلیم دی یا فرمایا
کہ انہوں نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں
سوائے اس کے کہ ہم وتر کی تیسری رکعت میں بھی قراہت کرتے
ہیں یہ رات کے وتر ہیں اور وہ (مغرب) دن کے وتر ہیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا وتر کے متعلق فیض اللہ

ثنا بن وہب قال اخبرنی ابن ابی الزناد
عن ابیہ قال اثبت عمر بن عبد العزیز الوتر
بالمدينة بقول الفقهاء ثلثاً لا یسلم الا
فی آخرہن، (طحاوی ص ۲۳۷)

ہمیں حدیث بیان کی ابن وہب نے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے
خبر دی ابن ابی الزناد نے اپنے والد کے واسطے سے وہ فرماتے
ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے مدینہ طیبہ میں فقہاء
کے قول کے مطابق وتر تین رکعات مقرر کر دیئے تھے جن میں
سلام صرف آخر میں پھیرا جاتا تھا۔

مدینہ طیبہ کے سات فقہاء بھی ایک سلام کی تھیں کہ وتر کے قائل تھے

ثنا عبد الرحمن بن ابی الزناد عن ابیہ عن
الفقهاء السبعة سعید بن المسیب و عمرو
بن الزبیر و العباس بن محمد و ابی بکر بن
عبد الرحمن و خارج بن زید و عبید اللہ و سلیمان

پڑھتے ہیں بلاشبہ ہر ایک کی گنجائش ہے اور مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی عرج نہیں ہوگا۔

اہل اسلام کا اجماع کہ وتر ایک سلام سے تین رکعات ہیں

عن الحسن قتال اجمع المسلمون ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فحس آخر هن

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۳)

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں جن میں صحت آخری رکعت بھی تمام سلام پھیرا جائے گا۔

مذکورہ احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعات ایک سلام کے ساتھ پڑھتے تھے اور عموماً پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری میں قل یا ایہا الکفرون اور تیسری میں قل هو اللہ احد پڑھنے کا معمول تھا۔

(۲) خلفاء راشدین حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی وتر تین رکعات ایک سلام ہی سے پڑھتے تھے۔

(۳) عام صحابہ کرام مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوبکر باصلی رضی اللہ عنہم وغیرہ کا معمول بھی وتر تین رکعات ایک سلام کے ساتھ ہی پڑھنے کا تھا۔

(۴) سات فقہائے مجتہدین عہدِ حضور اور ان کے علاوہ امام تابعین و تبع تابعین بھی وتر کے تین رکعات ہونے ہی کے قائل تھے۔

(۵) وتر کے تین رکعات ہونے پر اہل اسلام کا اجماع ہے۔

(۶) نماز وتر مغرب کی نماز کی طرح ہے یعنی جیسے مغرب کی تین رکعات ہیں ویسے ہی وتر کی بھی تین رکعات ہیں اور جیسے مغرب کی نماز ایک سلام کے ساتھ پڑھی جاتی ہے ایسے ہی وتر کی نماز بھی ایک سلام سے پڑھی جائے گی اور جیسے مغرب کی نماز میں دوسری رکعت کے بعد قعدہ ہے ایسے ہی وتر کی دوسری رکعت میں بھی قعدہ ہے۔

(۷) وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ واجب ہے کیونکہ اولاً تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ کرنا ثابت ہے جیسا کہ ام عبداللہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے (جو ص ۲۲ پر گزری) ظاہر ہے دوسرے آپ نے ایک عام قاعدہ اور ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ ”ہر نماز کی دوسری رکعت میں التحیات اور تشہد ہے“ جیسا کہ حدیث نمبر ۱۸-۱۹-۲۰-۲۱ سے واضح ہے، اس قاعدہ کے عموم کے تحت وتر میں بھی تشہد اور التحیات ضروری ہوگا کیونکہ آپ نے اس قاعدہ سے ترک دو رکعتوں کو مستثنیٰ نہیں کیا، تیسرے آپ نے جو نماز وتر کو نماز مغرب سے تشبیہ دی ہے اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جس طرح مغرب کی نماز میں دوسری رکعت میں قعدہ واجب ہے اسی طرح وتر کی دوسری رکعت میں بھی قعدہ واجب ہونا چاہیے، چوتھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو یہ فرمانا (جیسا کہ بخاری کی حدیث نمبر ۱۸) سے ظاہر ہے کہ ”رات کی نماز دو رکعت ہے اور جب تو انصرفت یعنی نماز ختم کرنے کا ارادہ کرے تو ایک رکعت اور پڑھ لے اس طرح یہ رکعت اولیٰ دو رکعتوں کو وتر بنا دے گی“۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ ہے کیونکہ نماز تشہد پڑھ کر ہی ختم کی جاتی ہے نہ کہ تشہد پڑھے بغیر اور ظاہر ہے کہ تشہد قعدہ ہی میں پڑھا جاتا ہے۔

(۸) نماز مغرب اور نماز وتر میں ایک فرق تو یہ ہے کہ مغرب کی تیسری رکعت میں سورۃ نہیں پڑھی جاتی اور وتر کی تیسری رکعت میں پڑھی جاتی ہے دوسرا فرق یہ ہے کہ مغرب کی نماز میں قنوت نہیں ہے وتر کی نماز میں قنوت ہے، تیسرا فرق یہ ہے کہ مغرب کی نماز سے پہلے نوافل نہیں ہیں لیکن وتر سے پہلے نوافل وغیرہ پڑھنا سنون ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ چلتے چاہیں وتر پڑھیں، دوسری رکعت پر قعدہ نہ کریں، وتر دو سلاموں پڑھنا افضل ہے اور دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ وتر پڑھنا (جیسا کہ احناف پڑھتے ہیں) منع ہے، تین رکعات وتر پڑھنے کی حدیث ضعیف ہے بلکہ ثابت ہی نہیں۔ تین رکعات وتر پڑھنا منع آیا ہے، لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ وتر تین رکعات نہ پڑھے جائیں۔

چنانچہ مولوی یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔

”الفرض نماز وتر خواہ ایک رکعت پڑھیں خواہ تین خواہ پانچ خواہ سات بیچ میں کوئی قعدہ نہ کریں بلکہ آخر رکعت میں بیٹھیں اور صرف ایک تشہد سے وتر پڑھ کر سلام پھیریں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر میں بیچ کا تشہد ثابت نہیں ہے بلکہ بیچ کا تشہد کرنے میں نماز مغرب سے مشابہت ہو جاتی ہے اس لیے جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعات وتر پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔“

(دستور المتقی ص ۱۲۴)

نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں۔

”وادی الکمال ثلاث رکعات بسلامین وهو افضل ولوناه علی احدى عشرة رکعة يجوز وكذلك لوصلی ثلاث رکعات بسلام واحد عنین انه لا یجلس بعد الثانیة بل لیسر دھا سردا اما الوتر ثلاث رکعات مع تشہدین بسلام واحد کما هو مذهب الاحناف منہی عنہ لئلا یتشبہ بالنفل بالفرض امی صلوة المغرب۔“ (نزل الابرار ص ۱۵۱)

وتر میں کمال کا ادنیٰ درجہ تین رکعتیں ہیں دو سلاموں سے ہی افضل ہے اور اگر گیارہ رکعات سے زیادہ پڑھیں تو بھی جائز ہے ایسے ہی اگر تین رکعتیں ایک سلام سے پڑھیں تو بھی ٹھیک ہے، سوائے اس کے کہ دوسری رکعت میں نہ بیٹھے بلکہ اسے لگاتار پڑھیں، یہی تین رکعات وتر و تشہدوں اور ایک سلام کے ساتھ جیسا کہ احناف کا مذہب ہے تو اس سے منع کیا گیا ہے تاکہ نفل فرض یعنی مغرب کے مشابہ نہ ہوں۔

نائب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

”وحدیث ایتار بسہ رکعت ضعیف بلکہ غیر ثابت ست بلکہ ازالہ نہی آئمہ سپس احتیاط در ترک ایتار بسہ رکعت باشد۔“

(عرف المجاہد ص ۲۷)

اور تیسری رکعات وتر پڑھنے کی حدیث ضعیف ہے بلکہ ثابت ہی نہیں بلکہ اس

سے ممانعت آئی ہے پس احتیاط اس میں ہے کہ وتر تین رکعات نہ پڑھے جائیں۔

ملاحظہ فرمائیے: یہ ہے غیر مقلدین کا مبلغ علم، صحاح ستہ اور حدیث کی دیگر مستند ترین کتابوں میں دس احادیث مبارکہ سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خلفاء راشدین، عام صحابہ کرام، تابعین تبع تابعین سب وتر کی نماز تین رکعات ایک سلام کے ساتھ پڑھتے تھے حضرت حسن بصریؒ تو اس پر اہل اسلام کا اجماع نقل فرما رہے ہیں، اور احادیث مبارکہ ہی سے وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ بھی ثابت ہو رہا ہے، اور ام عبد اللہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے تو وتر کی دوسری رکعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قعدہ فرمانا صراحت کے ساتھ ثابت ہو رہا ہے لیکن غیر مقلدین کی تحقیق یہ ہے کہ تین رکعات وتر دو تشهد اور ایک سلام کے ساتھ پڑھنا منع آیا ہے۔ تین رکعات وتر پڑھنا ضعیف ہے بلکہ ثابت ہی نہیں ہے اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ وتر تین رکعات نہ پڑھے جائیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ صحاح ستہ کی جن احادیث میں تین رکعات وتر کا ذکر ہے وہ احادیث ہی نہیں ہیں، اور العیاذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین اور ہذا اول الکھول بزرگان دین سب کے سب غیر ثابت اور غیر محتاط اور ممنوع چیز پر عمل کرتے رہے، عجب بریں عقل و دانش باید گریست

یہ ہے غیر مقلدین کی تحقیق اور حدیث دانی کہ احادیث صحیحہ سے ثابت شدہ عمل کو منہی عنہ گردان رہے ہیں۔

قارئین آپ نے غیر مقلدین کا مبلغ علم ملاحظہ فرمایا اور انکا منہاٹے

عمل دیکھا اب آپ انصاف سے بتلائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین وغیرہ تو وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھیں اور غیر مقلدین تین رکعات وتر کو منہی عنہ قرار دیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

وجوب القنوت فی جمیع السنۃ کلہا و سنیۃ
رفع الیدین والتکبیر لہ و محلہ قبل الركوع
وتر میں عاقبت سے سالِ اجب اور عاقبت کے لیے تکبیر کرنا اور دونوں ہاتھ کاٹوں تک اٹھانا مسنون ہے اور عاقبت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہیئے

۱۔ عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ انہ سئل عن القنوت فقال حدثنا البراء بن عازب قال سنۃ خاصیت، (اخرجہ السنن بحوالہ آثار السنن صفحہ ۱۰۰)

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؒ سے قنوت وتر کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا کہ ہمیں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی ہے فرمایا کہ یہ جاری و ساری سنت ہے (یعنی ایسا طریقہ ہے جو دین میں رواج پذیر ہے)

۲۔ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنوت حتی صلات و الجوب کو قنوت حتی صلات و عمر حتى مات۔ (مجموع النفاۃ ۲ صفحہ ۱۴۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک (دُعا) قنوت پڑھتے رہے حضرت ابو بکر

رضی اللہ عنہ وفات تک قنوت پڑھتے رہے، حضرت عمر رضی اللہ
عنہ وفات تک قنوت پڑھتے رہے۔

۳۔ عن ابراہیم ان ابن مسعود کان یقنت السنۃ
کلہا فی الوتر قبل الركوع،

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ رباہایت الامام محمد ص ۲۲۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ وتر میں سارے سال قنوت پڑھتے تھے رکوع میں
جانے سے پہلے۔

۴۔ عن ابراہیم قال عبد اللہ لا یقنت السنۃ کلہا
فی الفجر ویقنت فی الوتر کل لیلۃ،

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۱۲)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ تمام سال فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے بلکہ ہرات
وتر میں قنوت پڑھتے تھے۔

۵۔ عن ابراہیم ان القنوت فی الوتر واجب فی
رمضان وغیرہ قبل الركوع واذا اردت ان
تقنت فکبر واذا اردت ان ترکع فکبر ایضا،

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ رباہایت الامام محمد ص ۲۲۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ (دعا) قنوت وتر میں
واجب ہے رمضان میں بھی اور رمضان کے علاوہ دنوں میں بھی
رکوع میں جانے سے پہلے، جب تیرا ارادہ قنوت پڑھنے کا ہو تو

تجیر کرے اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ ہو تو بھی تجیر کرے۔

۶۔ عن جعفر حدثنی ابو عثمان قال کنا نحن
وعمر یوم الناس شم یقنت بنا عند الركوع
یرفع یدید حتی ید وکفناہ ویخرج فبعیہ،
(جزء رفع الیدین للامام البخاری ص ۱۸)

حضرت جعفر بن میمون رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں
کہ ہم سے ابو عثمان نے حدیث نقل کی، فرمایا کہ ہم اور حضرت عمر
رضی اللہ عنہ لوگوں کی امامت کرتے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ
ہمیں قنوت پڑھاتے تھے، آپ قنوت کے لیے ارفع یدین
کرتے، اپنی ہتھیلیوں کو کھولتے اور بازو نکالتے۔

۷۔ عن ابی عثمان قال کان عمر یرفع یدید
فی القنوت، (جزء رفع الیدین ص ۱۸)

حضرت ابو عثمانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قنوت
کے لیے ارفع یدین کرتے تھے۔

۸۔ عن عبد اللہ اسند کان یقرأ فی آخر رکعۃ من
الوتر مثل هو اللہ احد شم یرفع یدید فیقنت
قبل الركعۃ، (جزء رفع الیدین ص ۱۸، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۱۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ
وتر کی آخری رکعت میں مثل هو اللہ احد پڑھتے پھر
دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے اور رکوع میں جانے سے پہلے
دعا قنوت پڑھتے۔

۹- عن ابراهيم النخعي قال ترفع الايدي في سبع مواطن في افتتاح الصلوة وفي التكبير للقنوت في القنوت وفي العيدين وعند استلام الحجر وعلى انصبعا والمروة وبجمع وعرفات وعند المقاتمين عند الحبرتين ،

(طحاوی ج ۱ ص ۵۵۵)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ سات مقامات پر ہاتھ اٹھا جائیں نماز کے شروع میں ، وتر میں قنوت کی تکبیر کیلئے ، دونوں عیدوں کی نماز میں ، حجر اسود کے استلام کے وقت ، صفا اور مروہ پر ، مزدلفہ عرفات اور دونوں جبروں کے پاس رمی کے بعد مقام کے وقت ۔

۱۰- عن عبد الله قال ارسلت اُمّ ليلى لتبني عند النبي صلى الله عليه وسلم فتتظركم يوم تفضلي ما شاء الله ان يصلي حتى اذا كانت آخر الليل و اراد القنوت لبس اسم ربك الا على في الركعة الاولى وقراً في الثانية فتل يا ايها الكفرون شتم تعد شتم قام ولم يفصل بينهما بالسلم شتم قرأ بقتل هو الله احد حتى اذا فرغ كبر شتم قنت فدعا بما شاء الله ان يدعو شتم كبر وركع ،

(الاستيعاب ج ۲ ص ۵۸۲)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے

اپنی والدہ کو ایک دفعہ رات گزارنے کے لیے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے یہاں بھیجا تاکہ وہ دیکھیں کہ آپ وتر کیسے پڑھتے ہیں (آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ) آپ نے نماز پڑھی جتنی اللہ کو منظور ہوئی تھی کہ جب رات کا اخیر ہو گیا اور آپ نے وتر پڑھنے کا ارادہ کیا تو پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الا على دوسری میں قتل یا ایہا الکفرون پڑھیں پھر قعدہ کیا پھر آپ کھڑے ہوئے اور دو رکعت اور تیسری رکعت میں سلام سے فصل نہیں کیا پھر قتل ہو اللہ احد پڑھی یہاں تک کہ جب آپ قنوت سے فارغ ہوئے تو تکبیر کی اور دعا قنوت پڑھی اور اللہ کو جو منظور ہوا دعا تیں کیں پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا ۔

۱۱- عن طارق بن شهاب قال صليت خلف عمر صلوۃ الصبح فلما فرغ من القنوت في الركعة الثانية كبر شتم قنت شتم كبر فرجع (طحاوی ج ۱ ص ۵۸۲)

حضرت طارق بن شہابؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی جب آپ دوسری رکعت میں قنوت سے فارغ ہوئے تو آپ نے تکبیر کی پھر دعا قنوت پڑھی پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا ۔

۱۲- عن عبد الله كان يكبر حين يفرغ من القنوت ثم اذا فرغ من القنوت كبر وركع ،

(معجم طبرانی کبیرہ ۹ ص ۴۳۳)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (وتر کی نماز میں) جب

قرات سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر حجب دعا و قنوت پڑھ کر
فارغ ہوتے تو تکبیر کہہ کر رکوع میں جاتے۔

۱۳- عن عاصم قال سألت انس بن مالك عن القنوت
فقال قد كان القنوت قلت قبل الركوع او بعده
قال قبله قال فان مثلاً نا اخبرني عنك انك قلت
بعد الركوع فقال كذب انما قنوت رسول الله صلى
الله عليه وسلم بعد الركوع شهراً اراه كانت
بعث قومًا يقال لهم الفتراء زهاء سبعين
رجلاً الى قوم من المشركين دون اولئك وكان بينهم
وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم عهد
فقنوت رسول الله صلى الله عليه وسلم شهراً
يلعوا عليهم ، (بخاری ۵۱۳۱، مسلم ۱۱۳۱)

حضرت عاصم احول فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ
عنه سے قنوت (وتر) کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا قنوت تو
تھی، میں نے عرض کیا رکوع سے پہلے یا بعد میں، آپ نے فرمایا
پہلے، حضرت عاصم کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے مجھے آپ کی جانب سے
یہ خبر دی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ رکوع کے بعد ہے۔ آپ
نے فرمایا اس نے غلط کہا ہے، یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے رکوع کے بعد ایک پہینے قنوت پڑھی ہے۔ میرا خیال یہ ہے
کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کے قریب افراد کی ایک
جماعت کو جنہیں قراء کہا جاتا تھا۔ مشرکین کی طرف بھیجا تھا یہ

مشرکین ان کے علاوہ تھے (جن کے لیے آپ نے بددعا کی تھی)
ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ تھا،
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پہینے (رکوع کے
بعد) قنوت پڑھی آپ ان کے لیے بددعا فرماتے تھے۔

۱۴- قال عبد العزيز وسأل رجل انسا عن
القنوت أبعد الركوع أو عند فراغ من الفتراء قال لا
ببل عند فراغ من الفتراء ، (بخاری ۵۱۳۱، مسلم ۱۱۳۱)
حضرت عبد العزیز فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضرت
انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا کہ رکوع کے
بعد پڑھی جائے یا قرات سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا قرات
سے فارغ ہو کر۔

۱۵- عن ابي بن كعب ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم كان يوتر بثلاث كان يقرأ في الاولى
بسم اسم ربك الاعلى وفي الثانية بقل
يا ايها الكفرون وفي الثالثة بقل هو
الله احد و يقنوت قبل الركوع (نسائی ۵۱۳۱، مسلم ۱۱۳۱)
حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔ پہلی رکعت میں
بسم اسم ربك الاعلى دوسری میں بقل يا ايها
الكفرون، تیسری میں بقل هو الله احد پڑھتے تھے اور
پہلے قنوت رکوع میں جاتے سے پہلے پڑھتے تھے۔

۱۶- عن ابن كعب بن كعب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يوتر فيقنت قبل الركوع ،

(ابن ماجه ص ۸۷)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے تھے تو دعاء قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔

۱۷- عن ابن عباس قال اوتر النبي صلى الله عليه وسلم فقتت فيها قبل الركوع ، (حلیۃ الاولیاء ص ۵۵)
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وتر پڑھے تو دعاء قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھی۔

۱۸- عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يوتر بثلاث ركعات ويجعل القنوت قبل الركوع ، (مجمع الزوائد ۲ ص ۱۳۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وتر تین رکعات پڑھتے تھے اور دعاء قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔

۱۹- عن عبد الله بن مسعود عن ام عبد الله قال لست رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قنت في الوتر قبل الركوع ، (جامع المسانيد ص ۳۱۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی والدہ سے روایت

کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے وتر میں دعاء قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھی۔

۲۰- عن عبد الرحمن بن الاسود عن ابي عبد الله قال كان عبد الله لا يقنت في شي من الصلوة الا في الوتر قبل الركعة ، (معجم طبرانی کبیر ص ۹ ص ۲۳۵)

حضرت عبدالرحمن بن اسود سے روایت ہے کہ ان کے والد اسود نے فرمایا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کے علاوہ کسی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھتے تھے اور وتر میں بھی رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

۲۱- عن علقمة ان ابن مسعود واصحاب النبي صلى الله عليه وسلم كانوا يقنتون في الوتر قبل الركوع ، (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲ ص ۲۱۲)

حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر صحابہ کرام وتر میں دعاء قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔

۲۲- عن ابن عمر قال ارایتم قیامکم عند فرائع الايام عن السورة هذا القنوت والله انه ليدعة ما فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم وخير شئتم تركه ارایتم رفعکم ایدیکم في الصلوة انه ليدعته ما زاد رسول الله صلى الله عليه

وسلو علی هذا قطر فتح ید یدہ خیال متکبیر،
(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۳۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ جو تم (فجر کی نماز میں) امام کے سورت سے فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہو کر دُعا رقعت پڑھتے ہو خدا کی قسم یہ بدعت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عینے کے علاوہ ایسا نہیں کیا (صرف ایک ماہ کیا) پھر اسے پھوڑ دیا، دیکھو یہ جو تم نماز میں ہاتھ اٹھا کر دُعا رقعت پڑھتے ہو واللہ یہ بدعت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے زیادہ کبھی نہیں کیا، پھر آپ نے رفع یدین مؤذنون تک کر کے دکھایا۔

قال ابو عبد اللہ (احمد بن حنبل) اذا قنت قبل الركوع تبرئتم اخذ في القنوت وقد روى عن عمر رضي الله عنه انه قال اذا فرغ من القراءة كبر ثم قنت ثم كبر حين يركع وروى ذلك عن علي وابن مسعود والبراء وهو قول الثوري ولا نعلم فيه خلافاً،
(المعنى لابن قدامة المحبلى ج ۲ ص ۱۲۵)

حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ رکوع سے پہلے جب دُعا رقعت پڑھتے تو تکبیر کہہ لے پھر دُعا رقعت شروع کرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ جب قرأت سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر قنوت پڑھتے پھر رکوع کرتے وقت

تکبیر کہتے، یہی حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ہمار بن عازب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی حضرت سفیان ثوری کا بھی قول ہے اور ہم اس بارے میں کسی کا خلاف نہیں مانتے۔
مذکورہ احادیث و آثار سے دیکھ ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں۔

(۱) وتر کی نماز میں دُعا رقعت واجب ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر مواظبت فرمائی ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث (علی سے خصوصاً اور دیگر صحابہ کرام کی احادیث سے عموماً ظاہر ہے) کسی بھی صحابی نے آپ سے قنوت کا ترک نقل نہیں کیا اور آپ کا کسی عمل پر اس کو کبھی بھی ترک کئے بغیر مواظبت فرمانا یہ اس کے واجب ہونے کی دلیل ہے، اسی۔ یہ صحابہ کرام بھی اس پر مواظبت فرماتے رہے اور اسی وجہ سے حلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی قنوت کے واجب ہونے کا فتویٰ دیتے تھے۔

(۲) وتر میں دُعا رقعت پورے سال پڑھنی واجب ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر مواظبت فرمائی ہے اور ترک ثابت نہیں، دوسرے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سارے سال قنوت پڑھنے کی صراحت موجود ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۳-۴ سے واضح ہے تیسرے حضرت ابراہیم نخعی کا فتویٰ ہے کہ قنوت وتر میں رمضان اور غیر رمضان واجب ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۵ سے واضح ہے۔

(۳) دُعا رقعت کے لیے تکبیر کہنا مسنون ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تکبیر کہی ہے جیسا کہ حدیث ام عبد (خل) سے واضح ہے۔ عام حجاب کلام کا بھی اسی پر عمل تھا چنانچہ حضرت عمر فاروق، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ہمار بن عازب رضی اللہ عنہم قنوت کے لیے تکبیر کہتے

تھے، اور حضرت ابراہیم نخعی کا فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ بھی یہی تعلیم دیتے تھے۔

(۴) دُعا رُقُوت پڑھنے کے لیے تکبیر کہتے وقت رفع یدین کرنا سنت ہے، اسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع یدین کرنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث (ع۱۱) سے واضح ہے، حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما قنوت کے لیے رفع یدین کیا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۶-۷-۸ سے واضح ہے۔

(۵) وتر میں دُعا رُقُوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھنی چاہیے، اسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں دُعا رُقُوت رکوع میں جانے سے پہلے ہی پڑھا کرتے تھے، آپ کے اس عمل کو حضرت ابی بن کعبؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ام عبداللہ رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام نے نقل کیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۳ تا ۱۹ سے واضح ہے، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہما رکوع میں جانے سے پہلے ہی دُعا رُقُوت پڑھا کرتے تھے جلیل القدر تابعی حضرت علقمہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور عام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم رکوع میں جانے سے پہلے ہی دُعا رُقُوت پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۱ سے ظاہر ہے۔

(۶) عام دُعاؤں کی طرح وتر میں دُعا رُقُوت پڑھتے ہوئے سینے تک ہاتھ اٹھائے رکھنا جیسا کہ غیر متقلدین اٹھاتے رکھتے ہیں بدعت ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث (نمبر ۱۲) سے واضح ہے۔ لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلدین کہ تو دُعا رُقُوت

کے وجوب کے قائل ہیں، نہ دُعا رُقُوت پڑھتے وقت تکبیر کہنے کو صحیح سمجھتے ہیں، نہ تکبیر کہتے وقت رفع یدین کرنے کو صحیح قرار دیتے ہیں البتہ عام دُعاؤں کی طرح دُعا رُقُوت دونوں ہاتھ اٹھا کر پڑھتے ہیں، نیز شان کا کہنا ہے کہ دُعا رُقُوت رکوع کے بعد مستحب ہے۔

چنانچہ غیر متقلدین کے مجتہد العصر عبداللہ روپڑی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

”قنوت سے پہلے تکبیر کہنے کی بابت حدیث میں کچھ تصریح نہیں آئی اور سلف کا اس میں اختلاف ہے بہتر ہے کہ ایسا کام نہ کرے جس کی بابت دلیل کی رو سے پوری تفسی نہ ہو، ہاں ہاتھ اٹھانا عام میں بیشک ثابت ہے اور دُعا رُقُوت بھی ایک دُعا ہے تو اس وجہ سے اس میں بھی ہاتھ اٹھا سکتا ہے خصوصاً جب کہ بہت سے سلف کا عمل بھی اس پر ہے (قیام اللیل) البتہ جس طریق سے خفیہ ہاتھ اٹھاتے ہیں کہ تکبیر تحریر کی طرح رفع یدین کر کے ہاتھ باندھ لیتے ہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا اور اسی طرح رکوع سے پہلے دُعا رُقُوت کا ثابت کرنا اور اسی پر حصر کرنا یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ پہلے ہیچے دونوں طرح ثابت ہے پس دونوں پر عمل چاہیے“

(فتاویٰ اُمعدیث ج ۱ ص ۶۳)

فتاویٰ علماء حدیث میں ایک سوال کے جواب میں اس طرح تحریر ہے ”جواب صحیح حدیث سے صراحتاً ہاتھ اٹھا کر یا باندھ کر قنوت پڑھنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ دُعا یونے کی حیثیت سے ہاتھ اٹھا

کر پڑھنا اولیٰ ہے رکوع کے بعد قنوت پڑھنا مستحب ہے، بخاری شریف میں رکوع کے بعد ہے اگر پہلے پڑھ لے تب بھی جائز ہے کیونکہ بعض روایات میں قبل رکوع بھی آیا ہے ہاتھ اٹھا کر بانہ دھینے کا کوئی ثبوت نہیں۔ (فتاویٰ علماء مشرق و مغرب) عبد الرحمن مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں۔

”يجوز القنوت قبل الركوع وبعد
والمختار عندي كونه بعد الركوع“۔

(تحفۃ الاحوذی ص ۱۲۳)

وتر میں قنوت رکوع سے پہلے اور بعد دونوں طرح جائز ہے میرے نزدیک مختار و پسندیدہ یہ ہے کہ رکوع کے بعد پڑھی جائے ملاحظہ فرمائیے : احادیث مبارکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ و تابعین کا دعاء قنوت سے پہلے تکبیر کہنا ثابت ہے جیسا کہ احادیث گزریں اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس بارے میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں لیکن روپڑی صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ ہمیں اسکی صراحت نہیں ملی اور ملت کا اس میں اختلاف بھی ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ تکبیر نہ کہی جائے۔ روپڑی صاحب سے کوئی پوچھے کہ حضرت کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے عمل میں اس کی صراحت نہیں ہے، کیا یہ لوگ تکبیر کہہ کر عباد اللہ کوئی اچھا کام نہیں کرتے تھے؟ یہ ہیں عمل بالحدیث کے دعویدار جنہیں قنوت کے لیے تکبیر کی صراحت نظر نہیں آتی، ہاں عام دعاؤں کی

طرح دعا قنوت بھی وتر میں ہاتھ اٹھا کر پڑھنا جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بدعت فرما رہے ہیں وہ ان کے نزدیک حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل کرتے ہوئے اولیٰ اور بہتر ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

صحیح احادیث (بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ وغیرہ) سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں دعاء قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے، اسی پر جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عمر فاروق حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت انس اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ہے۔

لیکن غیر مقلدین کے یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کے بالکل خلاف رکوع سے اٹھ کر دعاء قنوت پڑھنا مستحب اور مختار و پسندیدہ عمل ہے۔ غور فرمائیے کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام سے صحیح احادیث سے ثابت شدہ عمل کے خلاف کوئی عمل مستحب ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں لیکن غیر مقلدین کو اس سے کیا غرض انہیں ضرر اپنی سورت کے مطابق عمل کرنے سے مطلب ہے صحیح جو یا غلط، قارئین کرام اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ غیر مقلدین کا یہ طرز عمل اختیار کرنا یہ حدیث کا موافقت ہے یا مخالفت؟

غیر مقلدین کا ایک جھوٹ

فتاویٰ علماء حدیث میں جو یہ درج ہے کہ ”بخاری شریف

میں رکوع کے بعد ہے“ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ بخاری شریف میں وتر میں دعاء قنوت بعد رکوع پڑھنے کی کوئی حدیث نہیں ورنہ پیش کی جائے

دیدہ باید۔ ہم پہچنے کسی بار ذکر کر چکے ہیں کہ غیر مقلدین کو اپنا موقف ثابت کرنے کے لیے دروغ گوئی سے کام لینا پڑے تو وہ اس سے بھی گریز نہیں کرتے، ان کی دروغ گوئیوں میں سے ایک یہ بھی ہے جو اوپر ذکر کی گئی۔

صادق سیالکوٹی صاحب کا دھوکہ اور خیانت

اپنے اس موقف کو ثابت کرنے کے لیے کہ وتر میں دعاء قنوت رکوع کے بعد پڑھنی چاہیئے، انتہائی دھوکہ دہی اور خیانت سے کام لیا ہے، چنانچہ انہوں نے ایک تو اپنی کتاب صلوٰۃ الرسول ص ۳۵۹-۳۶۰ کے حاشیہ میں تسائی اور ابوداؤد و شریف کے حوالے سے دو حدیثیں ذکر کی ہیں جن سے بزرگم خویش یہ ثابت کر رہے ہیں کہ ان میں چونکہ رکوع کے بعد قنوت کا ذکر ہے لہذا وتر میں دعاء قنوت رکوع کے بعد پڑھنی چاہیئے، ہم نے ان احادیث کو دیکھا ہے ان کا تعلق وتر کے قنوت سے نہیں ہے بلکہ قنوت نازلہ سے ہے جو فجر کی نماز میں جہراً پڑھی جاتی ہے، حکیم صاحب نے قنوت نازلہ والی احادیث کو قنوت وتر سے متعلق کر کے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے دھوکے سے کام لیا ہے اور بیحر فون الکلم عن مواضع کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔ دوسرے انہوں نے مسلم شریف کی شرح نووی کے ایک باب کا تذکرہ کر کے اس سے بھی یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ وتر میں دعاء قنوت رکوع کے بعد پڑھنی چاہیئے چنانچہ لکھتے ہیں۔

”امام نووی شارح مسلم، باب استحباب القنوت میں فرماتے ہیں
”ومحل القنوت بعد رفع الرأس في الركوع في
الركعة الاخيرة“ اور قنوت کا محل آخری رکعت میں رکوع

سے سر اٹھانے کے بعد ہے۔ (صحیح مسلم، منہ)

(صلوٰۃ الرسول ص ۳۵۹ حاشیہ)

اس حوالہ میں حکیم صاحب نے یہ خیانت کی ہے کہ اس کے شروع کا وہ سارا حلقہ چھوڑ دیا ہے جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ اس کا تعلق قنوت نازلہ سے ہے نہ کہ قنوت وتر سے، شرح مسلم سے ہم وہ پورا باب نقل کرتے ہیں تاکہ قارئین کے سامنے حکیم صاحب کی خیانت کھل کر آ سکے، علامہ نووی لکھتے ہیں۔

”باب استحباب القنوت في جميع الصلوات
اذا نزلت بالمسلمين نازلته والعباد بالله واستحبابه
في الصبح والاشم وبیان ان محله بعد رفع
الرأس من الركوع في الركعة الاخيرة واستحباب
الجهر فيها“ (مسلم ۱۵۷۳)

تو اب وحید الزماں صاحب نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔
”باب، جب مسلمانوں پر کوئی بلا نازل ہو تو نمازوں میں بلند آواز سے
قنوت پڑھنا اور اللہ کے ساتھ تہنیت مانگنا مستحب ہے اور اس کا
محل و مقام آخری رکعت کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ہے
اللہ عزوجل کی نماز میں قنوت پر دوام مستحب ہے۔“

(مسلم شریف مترجم ص ۲۵۳)

اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اس باب کا تعلق قنوت نازلہ سے
ہے نہ کہ قنوت وتر سے لیکن چونکہ اس سے صادق سیالکوٹی صاحب کے
موقف پر زور پڑتی ہے اس لیے انہوں نے اس کو پورا ذکر نہیں کیا۔

جواز سنت الفجر عند شروق الامام في الفريضة
فجر کی سنتیں فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے پر بھی پڑھنی جائز ہیں

۱۔ عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ركعتا الفجر خير من الدنيا وما فيها ،

(مسلم ۱ ص ۲۵۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فجر کی دو رکعتیں دنیا اور دنیا میں ہر کچھ سے سب سے بہتر ہیں۔

۲۔ عن عائشة قالت لو يكن النبي صلى الله عليه وسلم على شيء من النوافل اشد لها هذا من على ركعتي الفجر (بخاری ۵ ص ۲۵۵، مسلم ۱ ص ۲۵۵)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی نفل کی اتنی زیادہ پابندی اور حفاظت نہیں کرتے تھے جتنی فجر کی دو رکعتوں کی۔

۳۔ عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تدعوهما وما نطردنكم الخيل (ابوداؤد ۱ ص ۱۷۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فجر کی دو رکعتوں کو نہ چھوڑو اگرچہ گھوڑے تمہیں روند ڈالیں۔

۴۔ عن ابي اسحق قال حدثني عبد الله بن

ابي موسى عن ابيه حين دعا هم سعيد بن العاص دعا ابا موسى وحذيفتا وعبد

الله بن مسعود قبل ان يصلي الفداة ثم خرجوا من عنده وقد اقيمت الصلوة فجلس عبد الله بن اسطوانة من المسجد فصلى

الركعتين ثم دخل في الصلوة ، (محاوی ۵ ص ۲۵۵)

حضرت ابو اسحق فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو موسیٰ (اشعریؓ) کے صاحبزادے عبد اللہ نے اپنے والد کے واسطے سے یہ حدیث بیان کی جب کہ ان کو حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے بلایا کہ حضرت سعید بن العاص نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز سے پہلے بلایا، پھر جب یہ حضرات ان کے پاس سے نکلے تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مسجد کے ایک ستون کے پاس بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں پھر نماز میں شریک ہو گئے۔

۵۔ عن عبد الله بن ابي موسى قال جاد ابن مسعود قال امام يصلي الصبح فضلى ركعتين الى سارية

ولم يكن صلى ركعتي الفجر،

(مجم طبرانی کبیرہ ۹ صفحہ ۲۵۴)

حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰ (اشعری رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا آپ نے ایک ستون کی اوٹ میں فجر کی دو رکعت سنتیں ادا کیں جو آپ پہلے ادا نہیں کر سکے تھے۔

۲- عن عبد الله بن ابی موسی عن عبد الله انه دخل المسجد والا امام في الصلوة فصلی ركعتی الفجر، (طحاوی ج ۱ صفحہ ۲۵۴)

حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰ (اشعری) سے روایت ہے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (فجر کے وقت) مسجد میں تشریف لائے تو امام نماز میں تھا تو (پہلے) آپ نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں۔

۳- عن حارث بن مضروب ان ابن مسعود وابا موسیٰ خرجا من عند سعید بن العاص فاقیمت الصلوة فرکع بن مسعود ركعتین ثم دخل مع القوم فی الصلوة واما ابو موسیٰ فدخل فی الصف، (معنی ابن ابی شیبہ ج ۲ صفحہ ۲۵۴)

حضرت حارث بن مضروب سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما، حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس سے نکلے تو فجر کی جماعت کھڑی

ہو گئی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو فجر کی دو سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہوئے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سیدھے صف میں داخل ہو گئے۔

۸- عن مالك بن مغول قال سمعت نافعًا يقول انَّ يَظْطُ ابْنَ عمرَ يَصَلُّوهُ الفجر وقد اقيمت الصلوة فقام فصلی ركعتین (طحاوی ج ۱ صفحہ ۲۵۴) حضرت مالک بن مغول فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نافع کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو فجر کی نماز کے لیے جگایا جب کہ جماعت کھڑی ہو چکی تھی آپ اٹھے اور (پہلے) دو رکعتیں پڑھیں۔

۹- عن محمد بن كعب قال خرج عبد الله بن عمر من بيته فاقیمت صلوة الصبح فرکع ركعتین قبل ان يدخل المسجد وهو فی الطريق ثم دخل المسجد فصلی الصبح مع الناس، (طحاوی ج ۱ صفحہ ۲۵۴)

حضرت محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گھر سے تشریف لے گئے تو فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی آپ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے راستہ ہی میں دو رکعت (فجر کی سنتیں) ادا کیں پھر مسجد میں داخل ہوئے اور فجر کی نماز لوگوں کے ساتھ ادا کی۔

۱۰- عن زيد بن اسلم عن ابن عمر انه جاء والا امام

یصلی الصبح و لم یکن صلی الرکعتین قبل الصبح
فصلک مما فی حجرة حفصة ثم اتد
صلی مع الامام (طحاوی ۵: ۲۵۸)

حضرت زید بن اطم، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ آپ (فجر کی نماز کے لیے) تشریف لائے تو امام نماز پڑھا رہا تھا اور آپ نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں چنانچہ آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں سنتیں ادا کیں پھر امام کے ساتھ نماز پڑھی۔

۱۱- عن ابی مجلز قال دخلت المسجد فی صلوۃ
الفداۃ مع ابن عمر و ابن عباس و الامام یصلی
فما ابنا عمر فدخل فی الصف و اما
ابن عباس فصلی رکعتین ثم دخل مع الامام
فلما سلم الامام قعد ابن عمر مکانه حق
طلعت الشمس فقام فرکع رکعتین،

(طحاوی ۵: ۲۵۸)

حضرت ابو مجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ فجر کی نماز کے لیے مسجد میں آیا تو امام نماز پڑھا رہا تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تو صف میں داخل ہو گئے لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دو رکعت (سنت) پڑھ کر امام کے ساتھ شریک ہوئے پھر حیب امام نے سلام پھیرا تو حضرت

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی جگہ بیٹھے رہے حتیٰ کہ جب سورۃ بکمل آیا تو اٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں۔

۱۲- عن ابی حشمان الانصاری قال جاء عید
اللہ بن عباس و الامام فی صلوۃ الفداۃ و لم
یکن صلی الرکعتین فصلی عبداللہ بن عباس
الرکعتین خلف الامام ثم دخل معهم،
(طحاوی ۵: ۲۵۸)

حضرت ابو عثمان انصاری فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (فجر کی نماز کے لیے مسجد) تشریف لائے تو امام نماز میں تھا اور آپ نے دو رکعتیں (سنت کی) نہیں پڑھی تھیں چنانچہ آپ نے دو رکعت سنت امام کے پیچھے پڑھیں پھر لوگوں کے ساتھ شریک (جماعت) ہو گئے

۱۳- عن ابی الدرداء انه کان یدخل المسجد و الناس
صفوف فی صلوۃ الفجر فیصلی الرکعتین فی
ناحیة المسجد ثم یدخل مع القوم فی الصلوۃ
(طحاوی ۵: ۲۵۸)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ مسجد میں تشریف لائے تو لوگ فجر کی نماز کی صف میں تھے کھڑے ہوتے، آپ مسجد کے ایک گوشہ میں دو رکعت (سنت) ادا کرتے پھر لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاتے۔

۱۲- عن ابی عثمان النہدی قال کنا ثانی عمر بن الخطاب قبل ان نصلی الرکتین قبل الصبح وهو فی الصلوة فنصلی فی آخر المسجد ثم ندخل مع القوم فی صلواتهم ، (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)
 حضرت ابو عثمان نہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں صبح کی دو سنتیں پڑھنے سے پہلے حاضر ہوتے تو آپ نماز پڑھا رہے ہوتے ، ہم مسجد کے آخر میں دو سنتیں پڑھ کر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہو جاتے۔

۱۵- عن حصین قال سمعت الشعبي یقول کان مسروق یجئ الی القوم وهم فی الصلوة ولم یکن رکع رکعتی الفجر فیصلی الرکتین فی المسجد ثم یدخل مع القوم فی صلواتهم ، (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)
 حضرت حصینؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شعبیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت مسروقؒ رحمہ اللہ لوگوں کے پاس تشریف لاتے اس حال میں کہ لوگ نماز میں ہوتے اور آپ نے فجر کی دو رکعت سنت نہ پڑھی ہو تو میں تو آپ مسجد میں دو رکعت سنت پڑھ کر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہو جاتے۔

۱۶- عن الحسن انہ کان یقول اذا دخلت المسجد

ولم تصل رکعتی الفجر فصلیہما وان کان الامام یصلی ثم ادخل مع الامام (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت حسن بصریؒ رحمہ اللہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب تم مسجد میں داخل ہو اور تم نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو پہلے وہ سنتیں پڑھ لو اگرچہ امام نماز ہی پڑھا رہا ہو پھر امام کے ساتھ شریک ہو جاؤ۔

۱۷- انابیونس قال کان الحسن یقول یصلیہما فی ناحیة المسجد ثم یدخل مع القوم فی صلواتهم (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت ہشیمؒ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت یونسؒ نے خبر دی وہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ فجر کی دو سنتیں مسجد کے ایک گوشہ میں پڑھ کر پھر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہو جائے۔

۱۸- عن سعید بن جبیر انہ جاء الی المسجد والامام فی صلوۃ الفجر فیصلی الرکتین قبل ان یلج المسجد عند باب المسجد ،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۱)

حضرت سعید بن جبیرؒ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں تشریف لاتے تو امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا آپ نے مسجد میں داخل ہوتے سے پہلے مسجد کے دروازے کے پاس دو رکعت سنت ادا کیں۔

۱۹۔ عن مجاهد قال اذا دخلت المسجد والناس في صلاة الصبح ولم تترك ركعتي الفجر فاركعهما وان ظننت ان الركعة الاولى تقوتك

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۵۱)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم مسجد میں داخل ہو اور لوگ صبح کی نماز پڑھ رہے ہوں اور تم نے فجر کی سنتیں پڑھی ہوں تو (پہلے) وہ پڑھ لو اگرچہ تمہارا خیال ہو کہ تم سے پہلی رکعت فوت ہو جائے گی۔

۲۰۔ عن علی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الركعتین عند الاقامة (ابن ماجہ ص ۱۷۱)
حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت اقامت کے وقت پڑھا کرتے تھے۔

۲۱۔ عن علی رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی رکعتی الفجر عند الاقامة (مسند احمد ۱ ص ۱۷۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت (سنت) اقامت کے وقت پڑھا کرتے تھے

۲۲۔ مالک عن هشام بن عروہ عن ابيه ان عبد الله بن مسعود قال ما ابالي بواقعت صلاة الصبح وانما اوتر، (مسند امام مالک ص ۱۷۱)

حضرت امام مالک حضرت عروہ کے صاحبزادے ہشام سے

اور وہ اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ صبح کی نماز کی اقامت کہی جا چکی ہو اور میں وتر پڑھ رہا ہوں۔

۲۳۔ مالک عن يحيى بن سعيد انه قال كان عبادة بن الصامت يوم قوما فخرج يوما الى الصبح فقام المؤذن صلاة الصبح فاسكت عبادة حتى اوتر ثم صلى بهم الصبح، (مسند امام مالک ص ۱۷۱)

حضرت امام مالک حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا حضرت عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ ایک قوم کی امامت کرتے تھے۔ آپ ایک دن صبح کی نماز پڑھانے کے لیے نکلے تو مؤذن نے صبح کی نماز کی اقامت کہہ دی آپ نے اسے چپ کر دیا یہاں تک کہ وتر پڑھے پھر انہیں صبح کی نماز پڑھائی۔

۲۴۔ مالک عن عبد الرحمن بن القاسم انه قال سمعت عبد الله بن عامر بن ربيعة يقول اني لا وتر وانما اسمع الاقامة او بعد الفجر فبشك عن عبد الرحمن اي ذلك قال، (مسند امام مالک ص ۱۷۱)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ حضرت عبد الرحمن بن قاسم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت عبد اللہ بن عامر بن

ربیعہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں وتر پڑھوں گا، اگرچہ میں اقامت سن رہا ہوں یا فجر کے بعد، حضرت عبداللہ بن قاسم کی جانب سے شک ہوا ہے کہ حضرت عبداللہ بن قاسم بن ربیعہ نے کیا کہا ہے۔

۲۵۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اقيمت الصلوۃ فلا صلوة الا المسکوبۃ، ان رکعتی الصبح (مسند ابی یوسف ص ۲۸۲) تلاذیغ المسالی بعد البحث عن اسنادہ فہذا الاسناد ايضا حسن (السنن ج ۱ ص ۹۵)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اقامت ہو جائے تو سوائے فرض نماز کے اور کوئی نماز جائز نہیں (اسواری فجر کی دو رکعت سنت کے (کہ وہ جائز ہیں)

مذکورہ احادیث کا ثبوت ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کسی نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اور فجر کی جماعت کھڑی ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اگر اسے دوسری رکعت غنہ کا یقین ہو تو وہ مسجد سے باہر کسی جگہ مسجد کے دروازے کے پاس یا مسجد کے کسی گوشے یا ستون کی آڑ میں جاتا کی صفوں سے ہٹ کر ان ستون کو ادا کرے اور پھر جماعت کے ساتھ شریک ہو جائے کیونکہ اول تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انکی تاکید بہت فرمائی ہے صحابہ کرام کا مولیٰ بھی تھا پھر جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو وبار رضی اللہ عنہم، اور جلیل القدر تابعین حضرت ابو عثمان ندوی، حضرت مسروق، حضرت سعید بن جبیر رحمہم اللہ کا عمل تھا کہ یہ حضرات فجر کی نماز کے لیے جب مسجد میں تشریف لاتے اور فجر کی جماعت ہو رہی ہوتی تو اگر انہوں نے سنتیں نہ پڑھی ہوتیں تو پہلے دو رکعت سنت ادا کر لیتے تھے پھر جماعت میں شریک ہو جاتے تھے، حضرت حسن بصریؒ اور حضرت جابرؒ دونوں کا فتویٰ دیتے تھے کہ اگر کسی نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اور جماعت کھڑی ہو گئی تو اسے چاہیے کہ پہلے سنتیں ادا کرے پھر جماعت میں شریک ہو۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۱۶-۱۷-۱۸ سے ظاہر ہے نیز حدیث نمبر ۲۰-۲۱ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اقامت

کے وقت فجر کی سنتیں ادا فرما لیتے تھے، حدیث نمبر ۲۲-۲۳-۲۴ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبادہ بن صامت حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہم عین اقامت کے وتر بھی پڑھ لیا کرتے تھے، لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد سنتیں ادا کرنا (بلا کسی تفصیل کے) ناجائز ہے رسول خدا کی نافرمانی ہے اور نافرمانی کی سزا جہنم ہے۔

چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

”اور کیا ان لوگوں کا جماعت کی موجودگی میں سنتیں پڑھنا رسول خدا کی نافرمانی نہیں ہے جب کہ حضور انورؐ نے لاصلوۃ فرما کر ہر نماز کی نفی فرمادی ہے۔“ (صلوۃ الرسول ص ۱۰)

جماعت غریبہ اہل حدیث کے مفتی عبدالستار ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں، سوال و جواب دونوں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال :- زید کہتا ہے جب صبح کی نماز ہو رہی ہو تو کوئی نماز نہیں بھر کہتا ہے کہ جو شخص مسجد میں صبح کے وقت آئے اور نماز ہو رہی ہو تو اس کو چاہیے پہلے صبح کی سنتیں پڑھ لے پھر نماز میں ملے کس کا قول صحیح ہے؟ جواب :- زید کا قول صحیح ہے بلکہ غلط ہے، حدیث شریف میں ہے اقيمت الصلوۃ فلا صلوة الا المسکوبۃ یعنی جس وقت فرض نماز کی تکبیر ہو جائے اس وقت کوئی نماز نہیں ہوتی بلکہ جب حدیث ہذا بروہ شخص جو صبح کے فرض ہوتے ہوئے سنتیں پڑھے خدا و رسول کا نافرمان ہے جیسا کہ آج کل احناف کی عہدہ مساجد میں خصوصاً فجر کے وقت یہی طریقہ رائج ہے یہ سراسر نبی علیہ السلام کی نافرمانی ہے اور نافرمانی کی سزا جہنم ہے ومن یعص الله ورسوله ويتعد

حدودہ یدخلہ ناراً خالداً فیہا ولہ عذاب
مہین“ (فتاویٰ ستارہ ص ۳ ص ۲)

نواب وحید الزماں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

”ولا يجوز له الشروع في اي صلوة اذا اقيمت
الصلوة المكتوبة ولا فرق بين ركعتي الفجر
وعنيهما في هذا الحكم ولا بين ان يؤديها
في المسجد ام خارجا عنده“

(نزل الابواب ص ۱۳۲)

اور کسی بھی نماز کو شروع کرنا جائز نہیں ہے جب کہ فرض نماز کی
اقامت ہو جائے اور اس حکم میں فجر وغیرہ نمازوں کی سنتوں
میں کوئی تفریق نہیں ہے اور نہ ہی یہ فرق ہو سکتا ہے کہ نماز
وہ سنتیں مسجد میں ادا کرے یا مسجد سے باہر دروازے کے پاس۔

ملاحظہ فرمائیے: جلیل القدر صحابہ کرام اور تابعین عظام کا عمل
تو صحیح احادیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ وہ فجر کی نماز کے لیے مسجد
میں تشریف لاتے اور فجر کی جماعت ہو رہی ہوتی تو اگر انہوں نے سنتیں
نہ پڑھی ہوتیں تو پہلے سنتیں پڑھتے تھے پھر جماعت میں شریک ہوتے
تھے، حضرت حسن بصری، حضرت مجاہدؒ دونوں بزرگ ہی فتویٰ دیتے
تھے، لیکن غیر مقلدین بلا سوچے سمجھے فتوے دے رہے ہیں کہ یہ ناجائز
ہے رسول خدا کی نافرمانی ہے۔ کیا صحابہ کرام اور تابعین عظام کے سامنے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین و ارشادات نہ تھے؟ کیا ان سب کو
کو احادیث کی سمجھ نہ تھی؟ کیا یہ صحابہ و تابعین رسول خدا کے نافرمان تھے؟

کیا یہ سب ناجائز کام کرتے تھے نقل کفر کفر نہ باشد کیا یہ سب جہنمی ہیں
قارئین کرام ذرا سوچئے یہ فتوے کس پر لگ رہے ہیں کون ان
فتوؤں کی زد میں آ رہا ہے؟ کیا اسی کو عمل بالسحدیث کہتے ہیں کہ صحابہ و
تابعین ایک عمل کو جائز سمجھ کر کریں اور اُسے بے دھڑک ناجائز کہہ دیا جائے
قارئین محترم اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت
ہے یا مخالفت؟

الاضطجاع بعد ركعتي الفجر فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹنا مسنون نہیں ہے

۱۔ عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
كان يصلي بالليل احدى عشرة ركعة يوتر منها
بواحدة فنادى فرغ منها اضطجع على شقته الايمن
حتى يأتيه المؤذن فيصلي ركعتين خفيفتين،
(مسلم ص ۲۵۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعات پڑھتے تھے جن میں سے
ایک رکعت کے ساتھ وتر بنا لیتے تھے جب آپ فارغ ہو جاتے
تو دائیں پہلو پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن آتا تو آپ
دو رکعتیں بہت ہلکی سی پڑھتے۔

۲۔ عن عائشة قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم
اذا صلى ركعتي الفجر اضطجع على شقته الايمن (بخاری ص ۱۵۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فجر کی دو رکعت سنت پڑھ لیتے تو دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔
۱۔ عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی سنة الفجر فان کنت مستیقظۃ حدثنی والا اضطجع حتی یؤذن بالصلوۃ۔

(بخاری ج ۱ ص ۵۵۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فجر کی سنتیں پڑھ چکے اگر تو میں جاگ رہی ہوتی تو آپ مجھ سے باتیں کرنے لگتے ورنہ لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کو نماز کی اطلاع کی جاتی۔

۲۔ عن ابن جریج قال اخبرنی من اصدیقی ان عائشۃ قتلت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا طلع الفجر یصلی رکعتین خفیفَتین ثم یضطجع علی شفتہ الایمن حتی یتبدہ المؤذن فیؤذنه بالصلوۃ لہم یضطجع لسنۃ ولکنہ کانت یدأب لیلہ فیستریح قال فکان ابن عمر یحصبہم اذا رآہم یضطجعون علی ایمانہم

(مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۴۳)

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی اس شخص نے جس کی میں تصدیق کرتا ہوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح صادق کے بعد بکی سی دو رکعتیں

پڑھ کر دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے حتیٰ کہ مؤذن اگر آپ کو نماز کی اطلاع کرتا آپ اس لیے نہیں لیٹتے تھے کہ یہ سنت ہے بلکہ اس وجہ سے لیٹتے تھے کہ رات کو آپ تھک جاتے تھے۔ اب کچھ اکرام کر لیں۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب لوگوں کو اپنے دائیں پہلو پر لیٹا ہوا دیکھتے تھے تو انہیں پتھر مارتے تھے۔

۵۔ عن سعید بن المسیب قال رأى ابن عمر رجلاً یضطجع بین الرکعتین فقتل احصیوہ

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴۸)

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو فجر کی دو رکعتیں پڑھ کر لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا اسے پتھر مارو۔

۶۔ عن ابی الصدیق الناجی قال رأى ابن عمر قوماً اضطجعوا بعد رکعتی الفجر فارسل الیہم فقتلہم فقتلوا نرید بذالک السنۃ فقتل ابن عمر ارجع الیہم فاخبرہم انہا بدعت (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴۹)

ابو صدیق ناجی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کچھ لوگوں کو فجر کی سنتوں کے بعد لیٹے ہوئے دیکھا تو ان کی طرف پیغام بھیجا کہ ایسا نہ کریں ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو سنت پر عمل کرنا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا ان کے پاس دوبارہ جاؤ اور

انہیں بتلاؤ کہ یہ بدعت ہے۔

۷۔ عن عبد اللہ بن عمر انہ رأی اکر جلد رکع
رکعتی الفجر ثم اضطجع فقتال ابن عمر
ما شانہ فقتال نافع فقتل یفصل بین صلوۃ
قتال ابن عمر و ای فصل افضل من السلام،
(موطا امام محمد ص ۱۲۲)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں
نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹ گیا ہے
تو آپ نے فرمایا اسے کیا ہو گیا؟ حضرت نافعؓ کہتے ہیں میں نے
عرض کیا کہ یہ سنتوں اور فرضوں کے درمیان فصل کر رہا ہے آپ
نے فرمایا ”سلام“ سے بڑھ کر فصل والی چیز کو کسی ہوگی؟

۸۔ عن ابراہیم قال قتال عبد اللہ ما بال الرجل
اذا صلی الركعتین یتحکم کما یتحکم الدابة
والحمار اذا سلم تعد فصلاً،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۲۸)
حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی
اللہ عنہ نے فرمایا کہ آدمی کو کیا ہو گیا کہ (فجر کی) دو رکعت (سنت)
پڑھ کر گھوڑے کے گتے کی طرح لوٹا بیٹے جب سلام پھیر چکے تو
بیٹھ جاتے پھر نماز پڑھ لے۔

۹۔ عن مجاہد قتال صحبت ابن عمر فی السفر
والحضر منما رأیتہ اضطجع بعد رکعتی الفجر
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۲۸)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ
عنہما کے ساتھ سفر و حضر میں رہا ہوں میں نے کبھی نہیں دیکھا
کہ آپ فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹے ہوں۔

۱۰۔ عن سعید بن جبیر قال لا یضطجع بعد الركعتین
قبل الفجر واضطجع بعد الوتر،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۲۸)
حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فجر کی سنتیں پڑھ
کر فجر کی نماز سے پہلے نہ لیٹو ہاں وتر کے بعد لیٹ جاؤ۔

مذکورہ احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تو تہجد کی نماز پڑھ کر اور کبھی فجر کی
سنتیں پڑھ کر آرام کی غرض سے لیٹ جاتے تھے اور کبھی نہیں بھی لیٹتے
تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فجر کی سنتیں پڑھنے کے بعد اگر تو میں جاگ رہی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے
رہتے ورنہ لیٹ جاتے۔

(۲) آپ کا یہ لیٹنا بطور عبادت کے نہیں تھا بطور عادت کے تھا
یعنی آپ چونکہ تہجد کی نماز پڑھتے پڑھتے تھک جاتے تھے اس لیے ذرا
آرام فرمانے کے لیے لیٹ جاتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۴ سے واضح ہے

(۳) صحابہ کرام اور تابعین عظام مسجد میں فجر کی سنتیں پڑھ کر سنت سمجھ
کر لیٹنے کو پسند نہیں کرتے تھے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس
طرح کسی کو لیٹا دیکھتے تو اسے پتھر مار کر اٹھاتے تھے۔ کچھ لوگوں کو آپ نے
اسی طرح لیٹے دیکھا تو منع کیا، انہوں نے کہا ہم تو ادا کی سنت کی غرض سے

لیٹے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ سمجھ کر لیٹنا بدعت ہے (نہ کہ سنت) حضرت
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس طرح سے لیٹنے کو گھوڑے گدھے کے
لوٹنے کی طرح قرار دیتے تھے۔

انہی احادیث و آثار کے پیش نظر فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص
بطور عادت کے فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹ جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں، لیکن
اس طرح لیٹنے کو سنت نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ اگر یہ عمل مسنون ہوتا تو شیہ
عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی تردید نہ فرماتیں اور صحابہ و تابعین اسے بڑا نہ سمجھتے
لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ فجر کی
سنتیں پڑھ کر وائیں کروٹ پر لیٹنا مسنون ہے اور غیر مقلدین کے امام و
مقتدی ابن حزم غلابری کہتے ہیں کہ فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹنا فرض ہے اور فجر
کی نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی سنتیں
پڑھ کر نہ لیٹا تو اس کی فجر کی نماز صحیح نہیں ہوگی، چنانچہ

نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں۔

”وَيَسُنُّ الْأَضْطِجَاعُ عَلَى جَنْبِ الْيَمَنِ بَعْدَ
رُكُوعِ الْفَجْرِ وَقَالَ ابْنُ حَزْمٍ مِنْ أَصْحَابِنَا أَنَّ
الْأَضْطِجَاعَ بَعْدَ سُنَّتِ الْفَجْرِ فَرْضٌ مِنْ شَرَائِطِ
صَحَةِ الصَّلَاةِ وَ تَفَرَّدَ بِهِذِهِ الْقَوْلُ“

(نزل الابار ص ۱۲۵)

اور مسنون ہے وائیں پہلو پر لیٹنا فجر کی سنتیں پڑھ کر، ہمارے
اصحاب میں سے ابن حزم فرماتے ہیں کہ فجر کی سنتوں کے بعد
لیٹنا فرض ہے اور فجر کی نماز کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ہے

اور وہ اپنے اس قول میں متفرد ہیں۔

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

”فجر کی سنتیں پڑھ کر فرضوں سے پہلے وائیں کروٹ پر لیٹنا
سنت ہے۔“ (صلوة الرسول ص ۲۵)

نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

”ولبعد ان یسردواضطجاع برشق الیمین سنت مست و بدان امر
وارد گشتہ“ (عرف المجاہد ص ۲۷)

اور ان دونوں رکعتوں (فجر کی سنتوں) کے بعد وائیں کروٹ پر لیٹنا
سنت ہے اور اس کا حکم وارد ہوا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: حضرت عائشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس عمل کے متعلق
خود صراحت فرما رہی ہیں کہ وہ عمل آپ بطور عادت کے کرتے تھے بطور
عبادت کے نہیں اور کبھی یہ نہیں بھی کرتے تھے، اور جس تابعین
اپنا نہیں سمجھتے تھے بلکہ اسے سنت سمجھ کر کرنے کو بدعت قرار دیتے تھے
اور گھوڑے گدھے کے عمل سے تشبیہ دیتے تھے وہ عمل غیر مقلدین کے
نزدیک سنت اور ان کے پیشوا کے نزدیک فرض ہے بلکہ فجر کی نماز کے
صحیح ہونے کی شرط ہے جس کے بغیر فجر کی نماز بھی صحیح نہیں ہو سکتی۔

خود فرمائیے اگر یہ عمل سنت ہوتا تو حضرت عائشہؓ اس کی تردید کیوں
کرتیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس کے کرنے پر پتھر کیوں مارتے اور
اسے بدعت کیوں قرار دیتے؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اسے گھوڑے
گدھے کے عمل سے تشبیہ کیوں دیتے۔ صحابہ کرام کا طرز عمل بتلا رہا ہے کہ
یہ عمل مسنون نہیں ہے، لیکن غیر مقلدین اس سب سے قطع نظر اسے

صرف مسنون ہی نہیں فرض قرار دے رہے ہیں۔

قارئین محترم آپ فیصلہ کیجئے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

کراہۃ قضاء رکعتی الفجر قبل طلوع الشمس
فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے

۱۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نہی عن الصلوۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس
وعن الصلوۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس

(بخاری ج ۱ ص ۱۸۷، مسلم ج ۱ ص ۱۸۷، واللفظ لم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک اور فجر کے بعد سورج نکلنے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۔ عن ابن عباس قال سمعت عنیر واحد من

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہم
عمر بن الخطاب وكان احبہم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نہی عن الصلوۃ بعد الفجر حتی تطلع الشمس و بعد العصر حتی تغرب الشمس

(بخاری ج ۱ ص ۱۸۷، مسلم ج ۱ ص ۱۸۷، واللفظ لم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثبوت سے صحابہ کرام سے کہ جن

میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۳۔ عن عطاء بن ینید اللیثی انہ سمع ابا سعید الخدری یقول قتال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا صلوۃ بعد صلوۃ العصر حتی تغرب الشمس ولا صلوۃ بعد صلوۃ الفجر حتی تطلع الشمس (بخاری ج ۱ ص ۱۸۷، مسلم ج ۱ ص ۱۸۷، واللفظ لم)
حضرت عطاء بن ینید اللیثی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک اور فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک کوئی نماز جائز نہیں ہے۔

۴۔ عن عمر و بن عبد الستار السدوسی (فی حدیث طویل)
فقلت یا نبی اللہ اخبیر فی عما علمت اللہ و آجہل اللہ اخبیر فی عن الصلوۃ قتال صل صلوۃ الصبح ثم آقصر عن الصلوۃ حتی تطلع الشمس حتی ترتفع غائھا تطلع حین تطلع بین قرنی شیطان و حیث یذ یسجد لھا الکفار ثم صل فان الصلوۃ مشہودۃ محضوۃ حتی یتقل الظل

بالروح شم أقصر عن الصلوة فان حينئذ
تُسَجَّر جهنم فاذا اقبل الفيء فصل فان
الصلوة مشهودة محضرة حتى تصلي العصى
شم أقصر عن الصلوة حتى تغرب الشمس
فانها تغرب بين قرني شيطان وحينئذ يجدها
الكفار (مسلم ۱ ص ۲۶۷ مسند احمد ۲ ص ۱۱)

حضرت عمرو بن عبسہؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا
اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس چیز کے بارے میں
بتلائیے جو اللہ نے آپ کو سکھائی اور میں اس سے ناواقف ہوں
مجھے نماز کے بارے میں بتلائیے۔ آپ نے فرمایا صبح کی نماز پڑھ
پھر نماز سے رک جاسی کہ سورج نکل کر بلند ہو جائے کیونکہ سورج
جب نکلتا ہے تو شیطان کے دو سینگوں کے درمیان نکلتا ہے
اور اس وقت اسے کفار سجدہ کرتے ہیں۔ پھر نماز پڑھ کیونکہ فرشتے
نماز میں گواہی کے لیے حاضر ہوتے ہیں یہاں تک کہ سایہ نیزے کا نیزہ پر قائم
ہو جائے (یعنی ٹھیک پہنچ جائے) تو پھر نماز سے رک جاکو نکلا اس وقت جہنم
بھڑکائی جاتی ہے پھر جب سایہ ڈھل جائے تو نماز پڑھ کیونکہ
فرشتے نماز میں گواہی کے لیے حاضر ہوتے ہیں یہاں تک کہ تو عصر
کی نماز پڑھ لے پھر نماز سے رک جائیہاں تک کہ سورج غروب ہو
جائے کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا
ہے اور اس وقت کفار اسے سجدہ کرتے ہیں۔

۵۔ عن ابی ہریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ

وسلم اذا قامت رکعتا الفجر صلاهما
اذا طلعت الشمس (مشکوٰۃ ص ۱۰۸ بحوالہ المعتمد من المختار ص ۶۵)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی فجر کی سنتیں دو جاتیں تو آپ انہیں سورج طلوع ہونے کے
بعد پڑھتے۔

۶۔ عن زرارة بن اوفی ان المعنیرۃ بن شعبۃ قال
تخلعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذكر
هذه القصۃ قال فاتینا الناس وعبد الرحمن
بن عوف یصلی بھم الصبح فلما رأی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم اراد ان یتأخر فأتا وماً
الیہ ان یعطی فضلیت انا والنبی صلی
اللہ علیہ وسلمو خلفہ رکعتہ فلما سلم قام
النبی صلی اللہ علیہ وسلمو فصلی الركعتہ التی
سبق بہا ولو یزد علیہا شیئاً

(ابو داؤد ص ۱۱۱)

حضرت زرارہ بن اوفیؓ سے روایت ہے کہ حضرت معنیرہ بن
شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے
رہ گئے اس سفر کا پورا قصہ ذکر کیا اور فرمایا کہ ہم اہل انگوٹوں
کے پاس (جو شریک سفر تھے) پہنچے تو حضرت عبد الرحمن بن
عوف رضی اللہ عنہ انہیں فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں
نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا۔ آپ

فقام فرکع رکعتین ، (طحاوی ج ۱ ص ۱۵۵)

حضرت ابو مجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آیا تو امام نماز پڑھا رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما توصف میں داخل ہو گئے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پہلے سنتیں پڑھیں پھر امام کے ساتھ شریک ہوئے پھر حبيب امام نے سلام پھیرا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی جگہ بیٹھے رہے حتیٰ کہ جب سورج طلوع ہو گیا تو آپ اٹھے اور دو رکعت (سنت) ادا کیں۔

۱۱- عن یحییٰ بن سعید قال سمعت القاسم یقول اذا لم اصلهما حتی اصل الفجر صلیتہما بعد طلوع الشمس ، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۵)

حضرت یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قاسم (بن محمد) رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر میں نے فجر کی سنتیں فجر کی نماز پڑھنے سے پہلے نہ پڑھی ہوں تو پھر وہ سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھتا ہوں۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی نماز جائز نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲-۳ سے واضح ہے فجر کی سنتوں کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ اگر یہ سنتیں فجر کے فضول سے پہلے پڑھنے

نے انہیں اشارہ کیا کہ نماز پڑھتے رہیں۔ پس میں نے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے پیچھے ایک رکعت پڑھی پھر جب انہوں نے سلام پھیرا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہو گئے اور جو رکعت رہ گئی تھی وہ پڑھی اور اس سے زیادہ کوئی نماز نہیں پڑھی۔

۷- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلہما بعد ما تطلع الشمس (ترمذی ج ۱ ص ۱۵۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھے۔

۸- عن ابن مسعود عن ابن عمر انہما صلاہما بعد اضحیٰ ، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۵) حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فجر کی سنتیں چاشت کے بعد پڑھیں۔

۹- مالک انہ بلغ ان عبد اللہ بن عمر فامس رکعتی الفجر فقصنا ہما بعد ان طلعت الشمس (موطا امام مالک ص ۱۵۵) حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی فجر کی سنتیں رہ جاتیں تو سورج نکلنے کے بعد پڑھتے تھے۔

۱۰- عن ابی مجلز قال دخلت المسجد فی صلوٰۃ الغداة مع ابن عمر و ابن عباس والامام یصلی فاما ابن عمر فدخل فی الصف واما ابن عباس فصلى رکعتین ثم دخل مع الامام مثلہما سلم الامام فعد ابن عمر مکانہ حتی طلعت الشمس

سے رہ جائیں تو پھر سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھی جائیں جیسا کہ حدیث فقیر
سے ظاہر ہے، خود آپ کا اپنا معمول بھی یہی تھا کہ اگر آپ کی سنتیں وہ جاتیں
تو سورج طلوع ہونے کے بعد ہی ادا فرماتے جیسا کہ حدیث نمبر ۵ سے ظاہر
ہے۔ ایک دفعہ دوران سفر ایسا اتفاق ہوا کہ صحابہ کرام آگے چلے گئے۔ فجر کی
نماز کا وقت ہوا تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز پڑھائی
شروع کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پہنچے تو ایک رکعت ہو چکی تھی آپ
نے دوسری رکعت ان کی امامت میں ادا کی۔ جب حضرت عبدالرحمن بن عوف
رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا تو آپ نے اٹھ کر صرف رہ جانے والی رکعت
ادا کی سنتیں نہیں پڑھیں یہی معمول صحابہ کرام اور تابعین عظام کا تھا، چنانچہ
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو انتہائی متبع سنت صحابی ہیں ان کا
معمول تھا کہ ان کی فجر کی سنتیں رہ جاتیں تو سورج نکلنے کے بعد ہی ادا کرتے
نہ کہ فرضوں کے بعد، جیسا کہ حدیث نمبر ۸-۹ سے واضح ہے۔ حضرت ابو بکر
رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ اپنا معمول ذکر فرماتے
ہیں کہ اگر میری فجر کی سنتیں رہ جاتی ہیں تو میں انہیں سورج نکلنے کے بعد ہی
ادا کرتا ہوں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اگر فجر
کی سنتیں فرضوں سے پہلے پڑھنے سے رہ جائیں تو فرضوں کے فوراً بعد ادا
کر لی جائیں۔ چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

”اگر یہ سنتیں جماعت میں شریک ہونے کی وجہ سے رہ گئی ہوں
تو فرضوں کے بعد پڑھ لیں“ (دستور امتی ص ۱۴)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

”اگر آپ ایسے وقت مسجد میں پہنچیں کہ جماعت کھڑی ہو گئی ہو اور
سنتیں آپ نے نہ پڑھی ہوں تو پھر جماعت کے پاس سنتیں مت
پڑھتی شروع کر دیں کیونکہ جماعت کے پوتے ہونے پاس کوئی نماز
نہیں ہوتی آپ جماعت میں شامل ہو جائیں اور فرض پڑھ کر سنتیں
پڑھ لیں۔“ (صلوۃ الرسول ص ۲۵)

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما رہے ہیں کہ فجر کی
نماز کے بعد کوئی نماز نہ پڑھی جائے اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر کسی
کی سنتیں رہ جائیں تو وہ انہیں سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھے، خود آپ کا
معمول بھی یہی ہے صحابہ کرام اور تابعین عظام اسی پر عمل پیرا ہیں لیکن غیر مقلدین حضور
علیہ الصلوۃ والسلام کے قول و فعل اور صحابہ و تابعین کے عمل کے سامنے ہوتے
ہوتے بھی یہ کہتے ہیں کہ فجر کے فرضوں کے بعد سنتیں پڑھنے سے روکنے کی
کوئی ضرورت نہیں فرضوں کے بعد سنتیں پڑھ لینی چاہئیں۔

قارئین کرام اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے
باوجود کسی عمل کو اختیار کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

التفعل قبل المغرب

مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا مستون نہیں ہے

۱- عن طاووس قال سئل بن حمر عن الركعتين قبل
المغرب فقال رأيت احدا على عهد رسول الله صلى الله
عليه وسلم يصليها ورخص في الركعتين بعاصم
(ابوداؤد ص ۱۸)

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرات مہاجرین مغرب سے پہلے دو رکعت نفل نہیں پڑھتے تھے حضرات انصار پڑھتے تھے۔

۵۔ عن عبد اللہ بن بريدة عن ابيه ان النبي صلى الله عليه وسلم قال بين كل اذانين صلوة الا المغرب، (كشف الاستار عن زوائد مشد الزاوية ۱ ص ۳۳)

حضرت عبد اللہ بن بريد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے سوائے مغرب کے۔

۶۔ عن جابر قال سألنا نساء رسول الله صلى الله عليه وسلم هل رأيتن رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي الركعتين قبل المغرب فقتلن لا غير ان ام سلمة قالت صلاهما عندى مرة فسالته ما هذه الصلوة فقتال نسيت الركعتين قبل العصر فصليتاهما الآن :

(رواه الطبرانی في کتاب مسندنا مشين، بحوالہ نصب الرایت ۲ ص ۱۱۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے پوچھا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب سے پہلے دو رکعت نفل پڑھتے دیکھا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں، سوائے اس کے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک مرتبہ آپ نے دو رکعتیں کیے

حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی کو بھی یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور یہ نہ دیکھا کہ کسی نے بھی عصر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کی اجازت دی ہو۔

۲۔ عن حماد قال سألت ابراهيم عن الصلوة قبل المغرب فنهاه عنها وقال ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم وابا بكر وعمر لم يصلوها، (كتاب الآثار للامام ابی حنیفہ بروایت الامام محمد ص ۳۲)

حضرت حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مغرب سے پہلے نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے مجھے اس سے منع کیا اور فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما یہ نہیں پڑھتے تھے۔

۳۔ عن ابراهيم قال لم يصل ابو بكر وعمر ولا عثمان الركعتين قبل المغرب، (مصنف عبد الرزاق ۲ ص ۳۳۵)

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھیں۔

۴۔ عن ابن المسيب قال كان المهاجرون لا يركعون الركعتين قبل المغرب وكانت الانصار تتركع بهما، (مصنف عبد الرزاق ۲ ص ۳۳۵)

پاس پڑھیں تو میں نے آپ سے سوال کیا کہ یہ کون سی نماز ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھنی بھول گیا تھا وہ میں نے اب پڑھی ہیں۔

۷۔ عن عبد الله بن بريدة قال حدثني عبد الله المزني عن النبي صلى الله عليه وسلم قال صلوا قبل صلاة المغرب قال في الثالثة لمن شاء كراهية ان يتخذها الناس سنة ،

(بخاری ج ۱ ص ۵۱)

حضرت عبداللہ بن بريدہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ حدیث نقل کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مغرب سے پہلے نماز پڑھو، تیسری بار آپ نے فرمایا جو چاہے اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ لوگ اسے سنت بنالیں۔

۸۔ عن مرثد بن عبد الله الميزني قال اتيت عقبة بن عامر الجهني فقلت الا اعجبك من ابی تميم يركع ركعتين قبل صلاة المغرب فقال عقبة انا كنا نفعله على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم قلت فما يمنعك الآن قال الشغل ،

(بخاری ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت مرثد بن عبداللہ میزی نے فرماتے ہیں کہ میں حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، میں نے عرض کیا میں آپ کو ابو تمیم

کی تعجب انگیز بات سناؤں ؟ وہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہیں۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دو رکعت میں ہم بھی پڑھا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا تو اب کیا رکاوٹ پیش آگئی آپ نے فرمایا مصروفیت

۹۔ عن السائب بن يزيد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تزال امتي على الفطرة ما صلوا المغرب قبل طلوع النجم ، (مجمع الزوائد ص ۱۷)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت ہمیشہ فطرت پر ہے گی جب تک کہ مغرب کی نماز سارہ نکلنے سے پہلے پڑھتی ہے گی

۱۰۔ عن ابی ایوب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوا المغرب لفطر الصائم وبادروا طلوع النجم رواه احمد ولفظه عند الطبراني صلوا صلاة المغرب مع سقوط الشمس ،

(مجمع الزوائد ص ۱۷)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مغرب کی نماز روزہ دار کے افطار کے وقت پڑھ لو اور سارے کے نکلنے پر سبقت کرو (یعنی سارہ نکلنے سے

پہلے پہلے پڑھ لو) یہ روایت امام احمد نے ذکر کی ہے اس روایت کے الفاظ طبرانی ہیں اس طرح ہیں کہ تم مغرب کی نماز سوچ ڈوبتے ہی پڑھ لو۔

اور ان کو سنت نہ سمجھنے والا ظالم اور بدعتی ہے۔

قارئین کرام غور فرمائیے یہ غیر متقلدین کا فتویٰ کس پر لگ رہا ہے؟ کیا خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان نوافل کو سنت سمجھنے سے نہیں رکھا؟ عجیب بات ہے یہ حضرات فتویٰ لکھتے ہوئے آشنا بھی نہیں سوچتے کہ اس کی زد میں کون کون آ سکتا ہے؟ شان اجتہاد میں جو منہ میں آیا اُگل دیا۔
قارئین فیصلہ آپ کے سر ہے آپ فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

ابواب التراویح

تراویح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت کیا ہے؟

۱۔ عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یامرہم فید بعزیزۃ فیقول من قام رمضان ایماً واحساباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہ فستوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والا مر علی ذالک بشم کان الا مر علی ذالک فی خلافتہ ابی بکر وصدرنا من خلافتہ عمر علی ذالک

(مسلم ج ۱ صفحہ ۱۵۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کی بہت ترغیب دیتے تھے، لیکن اس سلسلہ میں کوئی تاکید ہی حکم نہیں دیتے تھے، آپ فرماتے تھے جس نے رمضان (کی راتوں میں) میں ایمان کی حالت میں اور ثواب

کی نیت سے قیام کیا تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور معاملہ اسی طرح رہا پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دنوں میں بھی اسی طرح رہا۔

۲۔ عن عبد الرحمن بن عوف قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تبارک وتعالیٰ فرض صیام رمضان علیکم وسخت لکم قیامہ فمن صامہ وقامہ ایماً واحساباً خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ (ترمذی ج ۱ صفحہ ۱۳۳)
حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کئے ہیں اور میں نے تمہارے لیے اس میں قیام کو سنت قرار دیا ہے سو جس شخص نے رمضان میں روزے رکھے اور قیام کیا ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے کہ جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔

۳۔ عن عروۃ ان عائشۃ اخبرتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج لیلۃ من جوف اللیل فصلی فی المسجد وصلی رجال بصلواتہ فاصبح الناس فتحدثوا فاجتمع اکثر منهم فصلی نصلوا معہ فاصبح الناس فتحدثوا فکثراھل

المسجد من الليلة الثالثة فخرج رسول الله
صلى الله عليه وسلم فصلوا فصلوا بصلواته فلما
كانت الليلة الرابعة عجز المسجد عن اهله
حتى خرج لصلوة الصبح فلما قضى الفجر اقبل
على الناس فتشهد ثم قال اما بعد فانه لم يخف
على مكاتكم لكني خشيت ان تفرض عليكم
فتعجزوا عنها فتوقف رسول الله صلى الله
عليه وسلم والامر على ذلك

(بخاری ج ۱ ص ۲۹۹، مسلم ج ۱ ص ۲۵۹)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہیں
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ایک مرتبہ درمیان رات میں گھر سے تشریف لے گئے
آپ نے مسجد میں نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے بھی وہی
نماز پڑھی جب صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھی رات کی نماز کا آپس
میں تذکرہ کیا چنانچہ دوسری رات پہلے سے زیادہ تعداد ہو گئی،
پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ
وہی نماز لوگوں نے بھی پڑھی، صبح ہوئی تو پھر چرچا ہوا اور تیسری
رات لوگوں کی تعداد اور بھی زیادہ بڑھ گئی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی وہی نماز پڑھی، جب
چوتھی رات آئی تو مسجد نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے تنگ ہو گئی
اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لیے ہی تشریف
لے گئے جب نماز ادا کر لی تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا تمہارا یہاں آنا مجھ پر مخفی نہیں
تھا لیکن میں ڈرا کہ کہیں نماز تم پر فرض نہ ہو جائے اور تم اس کے
ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے
تشریف لے گئے اور معاملہ اسی طرح رہا۔

۴۔ عن ابی ذر صہبنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم رمضان فلم یتم بنا شیئا من الشهر
حتى بقی سبع فقام بنا حتى ذهب ثلث الليل
فلما كانت السادسة لو یتم بنا فلما كانت
الخامسة قام بنا حتى ذهب شطر الليل فقلت
یا رسول اللہ لو نفلتنا قیام هذه الليلة قال فقال
ان الرجل اذا صلى مع الامام حتى ینصرف حسب
له قیام ليلة قال فلما كانت الرابعة لو یتم
فلما كانت الثالثة جمع اهله ونساءه
والناس فقام بنا حتى خشینا ان یفوتنا الفلاح
قال قلت ما الفلاح قال السحور شو لو یتم
بنا بقیة الشهر، (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۵)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، آپ نے پورے
چھتے چھبیس رات میں نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ سات دن باقی
رہ گئے تو (تیسویں رات میں) آپ نے ہمیں نماز پڑھائی یہاں تک
کہ تہائی رات گزر گئی۔ جب چھ دن رہ گئے تو نماز نہیں پڑھائی (یعنی

چوبیسویں رات میں) پھر جب پانچ دن رہ گئے تو نماز پڑھائی۔
 (یعنی پچیسویں رات میں) یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی۔ میں نے
 عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اس رات کے باقی
 حصے میں بھی نہیں نفل پڑھا دیتے تو کیا یہی اچھا ہوتا۔ آپ نے
 فرمایا جب کوئی شخص امام کے ساتھ نماز (عشاء) پڑھے پھر اپنے
 گھر واپس جائے تو پوری رات نماز پڑھنے والا شمار کیا جائے گا
 حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب چار دن رہ گئے تو
 آپ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی (یعنی چھبیسویں رات میں) جب
 تین دن باقی رہ گئے تو آپ نے اپنے گھر والوں، عورتوں اور
 دیگر لوگوں کو جمع کیا اور نماز پڑھائی (یعنی ستائیسویں رات میں)
 اتنی لمبی نماز پڑھائی کہ ہمیں یہ اندیشہ ہونے لگا کہ ہم سے فلاح
 رہ جائے گی۔ حضرت جبیر بن نفیر کہتے ہیں میں نے عرض کیا
 فلاح رہ جانے کا کیا مطلب ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ
 نے فرمایا سحری مراد ہے، پھر باقی ایام میں آپ نے ہمیں نماز
 نہیں پڑھائی۔

۵۔ عن ثعلب بن ابی مالک القریظی قال
 خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات
 لیلة فی رمضان فرأى ناساً فی ناحیة المسجد
 یصلون فمات ما یصنع هؤلاء قال قتال
 یا رسول اللہ هؤلاء ناس لیس معهم قرآن
 والی بن کعب یقرأ وھم معہ یصلون

بصلواتہ قال قد احسنوا وقتاً اصباحاً
 ولو یکرہ ذالک لھم۔

ترجمہ اسنن والاکثار للامام البیہقی ج ۲ ص ۳۱۱

حضرت ثعلب بن ابی مالک قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں ایک رات مسجد شریف
 لائے تو لوگوں کو مسجد کے ایک کونہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا
 آپ نے فرمایا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ ایک کہنے والے نے
 کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو قرآن یاد نہیں ہے
 ابی بن کعب (نماز میں قرآن) پڑھ رہے ہیں اور یہ ان کی اقتداء
 میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا انہوں نے اچھا کیا یا
 یہ فرمایا کہ صحیح کیا اور یہ چیز آپ نے ان کے لیے ناپسند نہیں کی
 ۶۔ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کان یصلی فی رمضان عشرين رکعة والموتر،
 وصنف ابن ابی شیبۃ ۲ ص ۲۹۳، بیہقی ج ۲ ص ۳۹۳، معجم طبرانی
 کبیر ۱۱ ص ۳۹۳، مسند عبد بن حمید ص ۳۱۱

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعتیں اور
 وتر پڑھا کرتے تھے۔

۷۔ عن جابر بن عبد اللہ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم ذات لیلة فی رمضان فصلی النامس اربعة وعشرين
 رکعة واوتر ثلثاً، (تاریخ جابر بن عبد اللہ) ترمذی بن یوسف السیسی ج ۲ ص ۳۱۱

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں ایک رات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر تشریف لائے اور صحابہ کرام کو چوبیس رکعتیں (۲۰ عشاء کی اور ۲۰ تراویح کی) پڑھائیں اور تین رکعات وتر پڑھے۔

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے وہ خلافت میں تراویح ۲۰ رکعات پڑھی جاتی تھیں

۸۔ عن عبد الرحمن بن عبد القاری اشہ قتال خرجت مع عمر بن الخطاب ليلة في رمضان الى المسجد فنادى الناس اذاع متفرقون يصلي الرجل لنفسه و يصلي الرجل فيصلي بصلوة الرهط فقتل عمر في ارضي لوجهه هؤلاء على قارئ واحد لكان امثل شتم عزم فجمعهم على ابى بن كعب شتم خرجت معه ليلة اخرى والناس يصلون بصلوة قارئهم قتال عمر نعم البدعة هثمم والتي تنامون نعتها افضل من التي تقومون يرید آخر الليل وكان الناس يقومون اوله ، (بخاری ج ۱ ص ۲۹۶)

حضرت عبد الرحمن بن عبد القاری فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان المبارک میں ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ مختلف ٹولیوں میں بیٹے ہوئے تھے، کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی شخص نماز

پڑھ رہا تھا تو ایک لڑوہ اس کی اقتداء کر رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری کی اقتداء میں جمع کر دوں تو بہت اچھا ہو، پھر آپ نے اس کا عزم کر لیا اور لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کر دیا، پھر میں ایک دوسری رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ نئی چیز بہت اچھی ہے اور وہ نماز جس سے تم سو جاتے ہو وہ افضل ہے اس نماز سے جو تم پڑھ رہے ہو آپ کی مراد اس سے رات کے آخری حصے میں قیام کرنا تھا اور لوگ شروع رات میں قیام کرتے تھے۔

۹۔ عن ابی بن کعب ان عمر بن الخطاب امره ان يصلي بالليل في رمضان فقتل ان الناس يصومون النهار ولا يحسنون ان يفتروا فلو قرأت عليهم بالليل فقتل يا امير المؤمنين هذا شقي لم يكن فقتل هثمم علمت ولكنه حسن فصلى بهم عشرين ركعة ، رواه ابن مزيه (كنز العمال ج ۸ ص ۲۹۶)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نہیں حکم دیا کہ وہ رمضان میں راستہ کو لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ دن میں روزہ تو

رکھتے ہیں لیکن اچھی طرح قرارت نہیں کر سکتے اگر قمریات کو ان پر قرآن پڑھا کر دیا تو اچھا ہوا حضرت ابی بن کعبؓ کے عرض کیا کہ امیر المؤمنین پہلے ایسے نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا مجھے بھی معلوم ہے تاہم یہ ایک اچھی چیز ہے چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات پڑھائیں۔

۱۰۔ عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع الناس علی ابی بن کعب فكان یصلی لیسو عشرين رکعتاً، الحدیث (الرداؤیہ اصناف، سیر اعلام النبلاء حصہ ۱۰) جامع المسانید السنن النعمانیہ ابن الکثیر حصہ ۱۰ حضرت حسنؓ کے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر اکٹھا کر دیا، آپ انہیں بیس رکعتیں پڑھاتے تھے۔

۱۱۔ عن یحییٰ بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلاً یصلی بهم عشرين رکعتاً (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۹۳) حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے۔

۱۲۔ عن عبد الصمد بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدينة عشرين رکعتاً و یوتر بثلاث (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۹۳) حضرت عبدالعزیز بن رفیعؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ میں لوگوں کو بیس رکعات

پڑھاتے تھے اور وتر تین رکعات۔

۱۳۔ عن یزید بن وہبان انہ قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث وعشرين رکعتاً

(موطا امام مالک ۱ ص ۵۹، سنن کبریٰ بیہقی ۲ ص ۲۹۶) حضرت یزید بن وہبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رمضان میں تیس رکعات پڑھا کرتے تھے (۲۰ تراویح ۳ وتر)

۱۴۔ قال محمد بن کعب القرظی کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان عشرين رکعتاً یطیلون فیها القراءة و یوترون بثلاث، (مختصر قیام الیل ص ۵۸)

حضرت محمد بن کعب قرظیؓ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رمضان المبارک میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے جن میں خوب لمبی قرات کرتے تھے اور وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔

۱۵۔ عن ابن ابی ذئب عن یزید بن خصیف عن السائب بن ید قال کافوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی شہر رمضان بعشرين رکعتاً قال و کافوا یترؤن بالمثین و کافوا یتوکلون علی عصیہم فی عهد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ من شدۃ القیام، (سنن کبریٰ بیہقی ۲ ص ۲۹۶)

عنه فقال التراويح سنة مؤكدة ولم يتخص
عمر من تلقاء نفسه ولم يكن فيه مبتدعا
ولم ياتر به الا عن اصل لديه وعمره من
رسول الله صلى الله عليه وسلم ،

(مراۃ المفاتیح مع حاشیہ ص ۳۲۲)

حضرت اسد بن عمرو حضرت قاضی ابویوسف سے روایت کرتے
ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے
تراویح اور اس سلسلہ میں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے اس
کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا تراویح سنت مؤکدہ ہیں اور
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۰ رکعات خود اپنی طرف سے مقرر
و متعین نہیں کیں اور نہ وہ کسی بدعت کے ایجاد کرنے والے
تھے آپ نے جو ۲۰ کا حکم دیا ہے اس کی آپ کے پاس ضرور کوئی
اصل تھی اور ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت
میں بھی تراویح ۲۰ رکعات ہی پڑھی جاتی تھیں

۱۴۔ عن الجب عبد الرحمن السلمی عن علی رضی اللہ
عنه قال دعی القراء فی رمضان فامرهم
ارجاء یصلی بالناس عشرين رکعة قال وكان
علی رضی اللہ عنہ یوتر بهم ،

(سنن کبریٰ ص ۲۵۳)

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی

حضرت ابن ابی ذئب بواسطہ حضرت یزید بن خصیفہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ
روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ لوگ (صحابہ کرام) حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رمضان المبارک میں بیس
رکعتیں پڑھتے تھے ، حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ وہ
لوگ تراویح میں مئین سوتریں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان غنی
رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں لوگ شدت قیام کی وجہ سے اپنی
لاٹھیوں کا سہارا لیا کرتے تھے۔

۱۶۔ محمد بن جعفر قال حدثني يزيد بن خصيفة
عن السائب بن يزيد قال كنا نقوم في زمان عمر
بن الخطاب بعشرين ركعة والوتر ،

(معركة السنن والآثار ص ۳۵۷)

محمد بن جعفر کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حضرت یزید بن
خصیفہ رحمہ اللہ نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے کہ
وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں
بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

قال الامام احمد بن حنبل وقد جاء عن عمران
كان یصلی فی الجماعة (المنی لابن قدامة ص ۲۵ ص ۱۹۸)
حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی
اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ تراویح عجمت
کے ساتھ پڑھتے تھے۔

روای اسد بن عمرو عن ابی یوسف قال سألت
ابا حنیفہ عن التراويح وما فعله عمر رضی اللہ

رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قراءت حضرت کو بلایا اور ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو ۲۰ رکعات تراویح پڑھائے حضرت ابو عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں وتر پڑھاتے تھے۔

۱۸- عن ابی الحسن ان علیاً امر رجلاً ان یصلی بالناس خمساً تراویحات عشرين رکعات، (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۳۹۹) حضرت ابو الحسن سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ تراویح یعنی بیس رکعات تراویح پڑھایا کرے۔

قتال احمد (بن حنبل) کان جابر و علی و عبد اللہ یصلونها فی جماعت، (المغنی لابن قدامة ۲ ص ۱۶۸) حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر حضرت علی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہم تراویح جماعت کے ساتھ ادا کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے

۱۹- عن زید بن وہب قال کان عبد اللہ بن مسعود یصلی بینا فی شہر رمضان فینصوت و علیہ لیل قال الا عیش کان یصلی عشرين رکعات و یوتر بثلاث، (مختصر قیام اللیل لمروری ص ۵۸)

حضرت زید بن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ ہم کو رمضان میں نماز پڑھاتے تھے۔ جب فارغ ہو کر واپس ہوتے تو ابھی رات رہتی تھی، امام انیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ (حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے اور تین رکعت وتر۔ تراویح کے بیس رکعات ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع

قال المحدث الفقیہ محمد بن قدامة الحنبلی المتوفی ۵۹۵ھ "روى مالک عن ابن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر فی رمضان بثلاث و عشرين رکعات و عن علی انہ امر رجلاً یصلی بهم فی رمضان عشرين رکعات و هذا کالاتی جامع (المغنی لابن قدامة ۲ ص ۱۶۸)

حضرت محمد بن قدامة حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۵ھ) فرماتے ہیں امام مالک رحمہ اللہ نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رمضان المبارک میں لوگ تیس رکعات پڑھا کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس رکعات پڑھائے اور یہ اجماع کی مانند ہے۔

قال العلامة الفاضل الشافعی المتوفی ۹۲۳ھ

"وقد عدوا ما وقع فی زمن عمر رضی اللہ عنہ کالاتی جامع" (ارشاد الساری لشریح صحیح البخاری ۲ ص ۵۸۵)

حضرت علامہ قسطلانی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۲۳ھ) فرماتے

ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جو ہوا اس کو فقہاً
نے اجماع کی طرح شمار کیا ہے۔

قال العلامة علی بن سلطان القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۲ھ

”اجمع الصحابة علی ان التراويح عشرون
رکعتاً“ (مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۱۹)

حضرت ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۳ھ) فرماتے ہیں کہ صحابہ
کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ تراویح بیس رکعتیں ہیں۔

”فصار اجماعاً عالمی البیہقی باسناد صحیح
انہم كانوا یقیمون علی عہد عمر عشرین
رکعتاً و علی عہد عثمان و علی رضی اللہ عنہم“

(مشع النقایہ ج ۲ ص ۱۲۱)
پس تراویح کے ۲۰ رکعات ہونے پر اجماع ہو گیا کیونکہ امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ

روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور
خلافت میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے ایسے ہی حضرت عثمان
و علی رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں بھی۔

قال العلامة سید محمد مرتضی الزبیدی المتوفی ۱۲۰۵ھ

”وبالاجماع الذی وقع فی زمن عمر اخذ
ابو حنیفہ والنووی والشافعی واحمد

والجمهور واختاره ابن عبد البر“

(اتحاف السادة المتقين ج ۳ ص ۱۱۷)

حضرت علامہ سید محمد مرتضی زبیدی (متوفی ۱۲۰۵ھ) فرماتے

ہیں کہ اس اجماع کی بنا پر جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ

خلافت میں ہوا حضرت امام ابو حنیفہ امام نووی امام شافعی امام

احمد اور جمهور علماء نے یہ مسلک اپنایا ہے کہ تراویح

بیس رکعات ہیں، اسی کو علامہ ابن عبد البر نے اختیار کیا ہے

حضرت سدید بن غفلہ متوفی ۸۲ھ تراویح ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے

۲۰۔ انبانا ابو الخصب قال کان یؤمننا سدید بن

غفلہ فی رمضان فیصلی خمس ترویحات

عشرین رکعتاً، (سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۲۹۶)

حضرت ابو الخصب فرماتے ہیں کہ حضرت سدید بن غفلہ رحمہ اللہ

حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے صحبت

یافتہ، رمضان المبارک میں ہماری امامت کرتے تھے، پس وہ پانچ

ترویجے بیس رکعات (تراویح) پڑھتے تھے۔

حضرت ابو النختری متوفی ۸۳ھ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے

۲۱۔ عن ابی البختری انه کان یصلی خمس ترویحات

فی رمضان و یوتر بثلاث، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)

حضرت ابو النختری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ رمضان المبارک

میں پانچ ترویجے (بیس رکعات) اور تین وتر پڑھتے تھے۔

حضرت علی بن ربیعہ تراویح ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے

۲۲۔ عن سعید بن ابی عیدان علی بن ربیعہ کان یصلی

بہم فی رمضان خمس ترویحات و یوتر بثلاث،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)

حضرت سعید بن ابی عیدان سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ربیعہ

رحمہ اللہ (حضرت علی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کے شاگرد رمضان المبارک میں لوگوں کو پانچ ترویجے (۲۰ رکعات) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

حضرت شتیر بن شکلؒ — تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے

۲۳۔ عن شتیر بن شکل انه کان یصلی فی رمضان عشرين رکعة والوتر، (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۹۳) حضرت شتیر بن شکلؒ رحمہ اللہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد) سے مروی ہے کہ وہ رمضان میں بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھاتے تھے۔

حضرت حارث اعورؒ — بھی تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے

۲۴۔ عن ابی اسحاق عن الحارث انه کان یوم الناس فی رمضان باللیل عشرين رکعة ویوتر بثلاث ویقنت قبل الركوع، (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۹۳) حضرت ابو اسحاقؒ سے مروی ہے کہ حضرت حارث اعور رحمہ اللہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد) رمضان المبارک میں رات کو لوگوں کو ۲۰ رکعات تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے اور دعا، قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؒ متوفی ۹۱ حضرت سعید بن ابی الحسنؒ متوفی ۹۱ اور حضرت عمران عبیدیؒ متوفی ۲۰ رکعات تراویح پڑھاتے تھے

۲۵۔ عن یونس ادرکت مسجد الجامع قبل فتنہ ابن الاشعث یصلی بهم عبد الرحمن بن ابی بکر

وسعید بن ابی الحسن وعمران العبیدی کانوا یصلون خمس تراویح فاذا دخل العشر زادوا واحدة ویقنتون فی النصف الآخر ویختتمون القرآن مرتین، (مختصر قیام العیل للمروزی ص ۵۸)

حضرت یونسؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن الاشعث کے فتنہ (۸۳ھ) سے پہلے جامع مسجد بصرہ میں دیکھا کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؒ حضرت سعید بن ابی الحسنؒ اور حضرت عمران عبیدیؒ رحمہم اللہ لوگوں کو پانچ ترویجے (۲۰ رکعات) پڑھاتے تھے اور جب آخری عشرہ آتا تو ایک ترویجے کا اضافہ کر دیتے تھے اور وہ رمضان کے دوسرے نصف میں قنوت پڑھتے تھے اور دو مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم شخیؒ متوفی ۹۶ھ کا فرمان

۲۶۔ عن ابراہیم عن الناس کانوا یصلون خمس تراویحات فی رمضان،

(کتاب آثار اللہ امام ابی حنیفہؒ روایت ابی یوسف ص ۱۶) حضرت ابراہیم شخیؒ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ لوگ (صحابہ و تابعین) رمضان المبارک میں پانچ ترویجے (۲۰ رکعات) پڑھتے تھے۔

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ متوفی ۱۱۲ھ کا فرمان

۲۷۔ عن عطاء قال ادرکت الناس وهم یصلون ثلاثاً وعشورین رکعة بالوتر، (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۹۳)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا ہے کہ لوگ (صحابہ و تابعین) وتر لاکر کل تیس رکعات پڑھتے تھے حضرت ابن ابی ملیکہ متوفی ۱۱۷ھ تراویح ۲۰ رکعات پڑھایا کرتے تھے ۲۸۔ عن نافع مولى ابن عمر قال كان ابن ابي مليكة يصلي بنا في رمضان عشرين ركعة

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹)

حضرت نافع مولى ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ رمضان المبارک میں ہمیں ۲۰ رکعات پڑھایا کرتے تھے۔

حضرت سفیان ثوری متوفی ۱۶۱ھ و حضرت عبد اللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ ۲۰ رکعات تراویح کے قائل تھے

قال الامام الترمذی و اکثر اهل العلم علی ما روی عن علی و عمر و غیرهما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرين ركعة و هو قول سفیان الثوری و ابن المبارک الخ (ترمذی ج ۱ ص ۱۶۶)

حضرت امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم ۲۰ رکعات کے قائل ہیں جیسا کہ حضرت علی حضرت عمر اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے، یہی حضرت سفیان ثوری اور ائمہ عبد الشریع مبارک کا قول ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ کا مسلک

قال الامام فخر الدین حسن بن منصور اور زبندی مقدار التراويح عند اصحابنا و الشافعی ما روی الحسن عن ابی حنیفہ قال القیام فی شہر رمضان سنتہ لا ینبغی ترکها یصلی لا ہل کل مسجد فی مسجدہم کل لیلۃ سوک البوتر عشرين ركعة خمس ترویات بعشر تسلیمات یسلم فی کل ركعتین (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۵۰)

حضرت امام فخر الدین حسن بن منصور اور زبندی (المعروف قاضی خان متوفی ۵۹۲ھ) فرماتے ہیں کہ تراویح کی مقدار ہمارے اصحاب اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وہی ہے جو امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کی ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں قیام کرنا (تراویح پڑھنا) سنت (مؤكدہ) ہے اس کا ترک مناسب نہیں، ہر مسجد والوں کے لیے ان کی مسجد میں ہر رات وتر کے علاوہ بیس رکعتیں پڑھانی جائیں، پانچ ترویجے و سس سلاموں کے ساتھ ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔

حضرت امام مالک کا مسلک

قال ابن رشد المالکی، "واختلفوا في المختار من عدد الركعات التي يقوم بها الناس في رمضان فاختار مالك في أحد قوليه و ابو حنيفة

والشافعی واحمد و داود القیام بعشرین
 رکعت سوی الوتر و ذکر ابن القاسم عن مالک
 انه کان یستحسن ستا و ثلاثین رکعت و الوتر
 ثلاث ،
 (بایة المحیطة اصلها)

حضرت قاضی ابن رشد مالکی (متوفی ۵۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ
 فقہائے کرام نے ان رکعات کی تعداد کے اختیار کرنے میں جو
 کہ لوگ رمضان المبارک میں پڑھتے ہیں اختلاف کیا ہے، پس
 حضرت امام مالکؒ نے اپنے ایک قول کے مطابق اور حضرت
 امام ابوحنیفہؒ حضرت امام شافعیؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ
 اور داؤد ظاہری نے وتر کے علاوہ ۲۰ رکعات پڑھنے کو اختیار
 کیا ہے، اور ابن القاسمؒ نے امام مالکؒ سے روایت کیا ہے
 کہ حضرت امام مالکؒ ۲۶ رکعات تراویح اور تین رکعت وتر
 پڑھنے کو مستحسن سمجھتے تھے۔

حضرت امام شافعیؒ کا مسلک

قال الامام الترمذی " واختلف اهل
 رمضان فرأى بعضهم ان یصلی احدی واربعمین
 رکعة مع الوتر و هو قول اهل المدينة والعمل
 علی هذا عندهم بالمدينة و اکثر اهل العلم
 علی ما روی عن علی وعمر و عیبة و ما من
 اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم و عشرین
 رکعت و هو قول الثوری و ابن المبارک و الشافعی

و حال الشافعی و هكذا ادركت ببلدنا بحكمة یصلون
 عشرین رکعت ،
 (ترمذی ج ۱ ص ۱۶۶)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل علم نے قیام رمضان (تراویح)
 کے بارے میں اختلاف کیا ہے ان میں سے بعض وتر سمیت اکتالیس
 رکعتوں کے قائل ہیں یہی اہل مدینہ کا قول ہے اور اسی پر اہل مدینہ
 کا عمل ہے اور اکثر اہل علم ۲۰ رکعات (تراویح) کے قائل ہیں جیسا کہ
 حضرت علی، حضرت عمر اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر صحابہ
 کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے یہی حضرت سفیان ثوری، حضرت
 عبد اللہ بن مبارک، اور حضرت امام شافعیؒ کا قول ہے، حضرت
 امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے ہی پایا ہے اپنے شہر
 مکہ مکرمہ میں کہ وہاں (سب) بیس رکعتیں ہی پڑھتے ہیں۔

وقال الامام المزنی نقل عن الامام الشافعی
 " فاما قیام شہر رمضان احب الی عشیرون
 لا تروى عن عمر و كذلك یقولون
 بحكمة و یوترون بثلاث ،
 (مختصر المزنی ص ۱۱)

حضرت امام مزنیؒ، حضرت امام شافعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ
 انہوں نے فرمایا رمضان المبارک کے قیام میں مجھے بیس رکعتیں
 محبوب ہیں کیونکہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں اور
 لوگ مکہ مکرمہ میں (تراویح) ۲۰ رکعات ہی پڑھتے ہیں اور
 وتر تین رکعت۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک

قال الامام ابن قدامة الحنبلي " والمختار عند
ابي عبد الله فيها عشرون ركعة و بهذا
قال الثوري وابو حنيفة والشافعي وقال مالك
سنته وثلاثون وزعم انه الاصل القديم
وتعلق بفعل اهل المدينة، ولنا ان عملنا
جميع الناس على ابي بن كعب كان يصلي بهم
عشرين ركعة " (المعنى لابن قدامة ج ۲ ص ۱۶۷)

امام ابن قدامة حنبلي رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابو عبد اللہ (امام احمد
بن حنبلؒ) کے نزدیک تراویح میں بیس رکعتیں مختار و پسندیدہ
ہیں امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں اور امام
مالکؒ فرماتے ہیں کہ چھتیس رکعتیں ہیں اور ان کا خیال ہے کہ
یہی امر قدیم بھی ہے انہوں نے اہل مدینہ کے فعل سے تعلق کیا
ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب
لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں اکٹھا کیا تو
وہ لوگوں کو بیس رکعتیں ہی پڑھاتے تھے۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی تصانیف کا فرمان

" و صلوٰۃ التراویح سنتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
..... وہی عشرون رکعة یجلیس عقب
کل رکعتین و یسلم فہی خمس ترویحات کل
اربعة منها ترویحة " (غیۃ الطالبین مترجم ج ۳ ص ۳۹۲ و ج ۴ ص ۳۹۹)

نماز تراویح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے..... اور یہ بیس
رکعتیں ہیں ہر دو رکعت کے بعد بیٹھے اور سلام پھیرے اس طرح
پانچ ترویجے ہوں گے ہر چار رکعت تراویح کے بعد ایک ترویجہ
امام ابو حامد الغزالی الشافعیؒ متوفی ۵۰۵ھ کا فرمان
" التراویح وہی عشرون رکعة و کیفیتیہا
مشہودة و ہی سنتہ مؤكدة "

(احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۱۷۷)
تراویح بیس رکعتیں ہیں جن کا طریقہ مشہور و معروف ہے اور
یہ سنت مؤکدہ ہیں۔

امام تقی الدین ابن تیمیہ الحارثیؒ کی تصانیف کا فرمان

" قد ثبت ان ابی بن کعب کان یستوم
بالناس عشرين ركعة في رمضان و يوتر بثلاث
فراى كثير من العلماء ان ذلك هو السنة
لانہ قام بين المهاجرين و الانصار ولم ينكره
منكر " (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲۳)

یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
لوگوں (صحابہ و تابعین) کو رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح
اور تین و تر پڑھاتے تھے لہذا بہت سارے علماء نے اسی کو
سنت قرار دیا ہے کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے
بیس رکعتیں حضرات انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم کی موجودگی
میں پڑھائی تھیں اور کسی نے انکار نہیں کیا۔

علامہ زین العابدین بن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ کا فرمان

وقوله عشرون ركعة بيان بحقيقتها وهو قول
الجمهور ولما في المؤطا عن يزيد بن رومان قال
كان الناس يقومون في زمن عمر بن الخطاب
بثلث وعشرين ركعة وعليه عمل الناس
شوقاً وغرباً، (المختار مع حاشيته رد المحتار ج ۲ ص ۶۷)
صاحب كنز الدقائق کا قول کہ "تراویح بیس رکعتیں ہیں۔"
تراویح کی مقدار کا بیان ہے اور یہی جمہور کا قول ہے کیونکہ مؤطا
امام مالک میں حضرت یزید بن رومان سے روایت ہے کہ لوگ
(صحابہ و تابعین) حضرت عمر بن خطاب کے زمانہ میں بیس رکعتیں
(مع وتر کے) پڑھتے تھے اور اسی پر مشرق و مغرب کے لوگوں
کا عمل ہے۔

علامہ علاء الدین محسبی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ کا فرمان

(التراویح سنن) مؤکدة لما ثبتت الخلفاء
الراشدين (الرجال والنساء) اجماعاً (وهي
عشرون ركعة) حكمتها ساواة المكيين
للحكمة، (المختار مع حاشيته رد المحتار ج ۲ ص ۶۷)
تراویح سنت مؤکدہ ہے مردوں اور عورتوں سب کے لیے
اجماعاً کیونکہ اس پر خلفاء راشدین کے موافقت فرمائی ہے اور تراویح
بیس رکعتیں ہیں اور بیس کی حکمت یہ ہے کہ مکمل یعنی تراویح مکمل
یعنی فرائض مع وتر کے برابر ہو جائیں کیونکہ فرائض کی کل رکعتیں

وتر ملا کر بیس بنتی ہیں)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ کا فرمان

"قوله وهي عشرون ركعة وهو قول
الجمهور وعليه عمل الناس شوقاً وغرباً،
(المختار مع حاشيته رد المحتار ج ۲ ص ۶۷)
صاحب درمختار کا قول کہ "تراویح بیس رکعتیں ہیں۔"
یہی جمہور علماء کا قول ہے اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے مشرق
و مغرب میں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ کا فرمان

"والذي استقر عليه الامر واشتهر من الصحابة
والتابعين ومن بعدهم هو العشرون
وما روى انها ثلث وعشرون فبحساب
الوقت معها" (ما ثبت بالسنة من تراجم ج ۱ ص ۶۷)
اور جس تعداد پر رکعات تراویح کا معاملہ مستقر ہوا اور صحابہ
و تابعین اور ان کے بعد کے بزرگوں سے وہ تعداد مشہور
ہوئی وہ بیس رکعتیں ہیں اور یہ جو مروی ہے کہ تراویح بیس
رکعتیں ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ تراویح کے ساتھ وتر ملا
کر بیس رکعتیں ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ کا فرمان

"وعده عشرون ركعة وذلك انهم رأوا
النبي صلى الله عليه وسلم يشرع للمحسنين

احدی عشرہ رکعتہ فی جمیع السنۃ
فحکموا انہ لا ینبغی ان یکون حظ المسلم
فی رمضان عند قدمہ الافتحام فی لجة التشبہ
بالمکوت اقل من ضعفها

(حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ ص ۱۸)

تراویح کی رکعتوں کی تعداد بیس ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں
نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے سارے سال میں
محنین کے لیے گیارہ رکعتیں مقرر فرمائی ہیں کیونکہ سارے سال عموماً
تہجد آٹھ رکعات اور وتر تین رکعات ادا کئے جاتے ہیں تو انہوں
نے فیصلہ کیا کہ رمضان کے مہینے میں جب ایک مسلمان تشبہ
بالمکوت کے سمندر میں غوطہ زن ہونے کا ارادہ کرے تو اس
کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اس کا اس سے دگنی رکعات
سے کم حصہ ہو۔

علامہ عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ کا فرمان

”ان مجموع عشرین رکعتہ فی التراویح سنتہ
مؤکدۃ لا تنہی ما واطب علیہ الخلفاء و ان
لم یواظب علیہ المتبعی صلی اللہ علیہ و علی
آلہ و سلم و قد سبق ان سنت الخلفاء ایضاً لازم
الاتباع و تارکھا آثم و ان کان اشبه دولۃ
آثم تارک السنۃ الشبویۃ فمن اکتفی علی
شہان رکعات یکون صیئلاً لترك سنت الخلفاء

وان شئت ترتیبہ علی سبیل القیاس فمقتل
عشرون رکعتہ فی التراویح ما واطب علیہ
الخلفاء الراشدون وکل ما واطب علیہ الخلفاء
سنتہ مؤکدۃ بشم تضمنہ مع ان کل سنتہ مؤکدۃ
یا شم تارکھا فیتج عشرون رکعتہ بشم تارکھا و مقتضات هذا القیاس
قد اثبتناھا فی الاصول بالسا بقہ

اتحاد خیابہ فی احیاء سنتہ سید الابراہیم جوالہ رسول اکرم کا طریقہ نماز ص ۲۵۲
تراویح میں بیس رکعات سنت مؤکدہ ہیں اس لیے کہ اس پر
خلفاء راشدین نے مداومت کی ہے اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے مداومت نہیں کی اور پہلے بتایا جا چکا ہے کہ خلفاء راشدین کی
سنت بھی واجب الاتباع ہے اور اس کا چھوڑنے والا گنہگار
ہے اگرچہ اس کا گناہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ترک کرنے
والے سے کم ہے لہذا جو شخص آٹھ رکعت پر اکتفا کرے وہ
براکام کرنے والا ہے کیونکہ اس نے خلفاء راشدین کی سنت ترک
کر دی اگر قیاس کے طریقے پر اس کی ترتیب سمجھنا چاہو تو یوں
کہو ”بیس رکعت تراویح پر خلفاء راشدین نے موافقت کی اور
جس پر خلفاء راشدین نے موافقت کی ہو وہ سنت مؤکدہ ہے
لہذا بیس رکعت تراویح بھی سنت مؤکدہ ہے پھر اس کے
ساتھ یہ بھی ملاؤ کہ سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار ہوتا ہے لہذا
بیس رکعات کا تارک بھی گنہگار ہوگا۔ اس قیاس کے مقدمات
بہم اصول سابقہ میں ثابت کر چکے ہیں۔

۱۱۲ھ میں ہوئی، حضرت ابن ابی ملیکۃ جن کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی وہ یہاں تراویح بیس رکعات ہی پڑھاتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۸ سے واضح ہے اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ جن کی وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں لوگوں کو بیس رکعات ہی پڑھتے ہوئے پایا ہے اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ چونکہ خود بیس کے قائل تھے اس لیے ان کے بعد مکہ مکرمہ اور اس کے علاوہ ہر جگہ جہاں جہاں ان کے متبعین تھے سب بیس پر عمل کرتے تھے آج بھی مکہ مکرمہ میں بیس رکعات تراویح پر ہی عمل جاری و ساری ہے۔

کوفہ اور بصرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے بیس رکعات تراویح پڑھی پڑھائی جاتی تھیں۔ خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تراویح بیس رکعات پڑھتے تھے۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۱۷-۱۸-۱۹ سے ظاہر ہے۔ کوفہ میں حضرت عمارت اعور متوفی ۶۵ھ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہیں وہ بیس رکعتیں پڑھایا کرتے تھے نیز حضرت علی بن ربیعہ متوفی ایجو حضرت علی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کے شاگرد تھے وہ بھی بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھایا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۲ اور ۲۴ سے واضح ہے، امام کوفہ حضرت سفیان ثوری جن کی وفات ۱۶۱ھ ہجری میں ہوئی وہ بھی بیس رکعات کے قائل تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہ جن کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی وہ خود بیس رکعات کے قائل تھے ان کے بعد ان کے تمام متبعین کا عمل بیس پر رہا۔

بصرہ میں حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہ سعید بن ابی الحسن اور عمران

عبدی رحمہم اللہ ۸۳ھ سے پہلے بصرہ کی جامع مسجد میں بیس رکعات پڑھایا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۵ سے واضح ہے۔

بغداد میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جن کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی وہ بھی بیس رکعات کے قائل تھے جیسا کہ ابن رشد مالکی کے بیان سے ظاہر ہے۔

خراسان میں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ جن کی وفات ۱۸۱ھ میں ہوئی ہے وہ بھی بیس رکعات ہی کے قائل تھے۔

تیسری صدی کے وسط سے پہلے ہی ائمہ اربعہ حضرت امام ابو حنیفہ حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل اپنی اپنی فقہ کی اپنے شاگردوں کو تعلیم دے کر دنیا سے رخصت ہو گئے تھے اور ان کے فقہی مسالک کی اشاعت اور ان پر عمل شروع ہو چکا تھا، جو آج تک جاری ہے تقریباً ہر صدی کے فقیہ نے کم از کم بیس رکعات ہی کا ذکر کیا ہے۔ مشہور فقہار کرام و بزرگان دین کے اقوال آپ نے اوپر ملاحظہ فرمائے جن میں چھٹی صدی ہجری کے فقیہ و بزرگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی عنبلی اور حضرت امام غزالی شافعی دونوں نے تراویح بیس رکعات ہی بتلائی ہیں۔ آٹھویں صدی ہجری میں علامہ ابن تیمیہ بیس رکعات ہی کا ذکر کرتے ہیں۔ دسویں صدی ہجری میں علامہ ابن نجیم مصر کے اندر یہ تذکرہ کر رہے ہیں کہ مشرق و مغرب پورے عالم میں ہر جگہ تراویح بیس رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں، گیارہویں صدی میں حضرت علامہ علاء الدین حصکفی شام میں اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی ہندوستان میں بیس رکعات ہی بتلاتے ہیں۔ بارہویں صدی ہجری میں حضرت شاہ ولی اللہ

رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں بیس رکعات ہی کا ذکر کرتے ہیں اور اُن کے تمام خاندان کا اسی پر عمل ہے۔

تیسری صدی ہجری کے وسط میں علامہ ابن عابدین شامیؒ ملک شام میں تذکرہ کرتے ہیں کہ اب تک مشرق و مغرب میں ہر جگہ تراویح بیس رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں اور حضرت مولانا عبدالحیٰ کھنویؒ ہندوستان میں بیس رکعات ہی کا ذکر کرتے ہیں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار، اجماع امت اور اقوال ائمہ مجتہدین امت کے تقریباً تیرہ سو سالہ عمل کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ تراویح آٹھ رکعات ہی سنت ہیں، بیس رکعات سنت نہیں ہیں، بیس یا بیس سے زیادہ رکعات متعین کرنے میں بدعت کا خوف ہے، بلکہ بیس رکعات پڑھنا ہی بدعت چنانچہ

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

”یہ بات مہر نیمروز کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ رسول اللہ کی سنت پاک تو آٹھ رکعات تراویح ہی ہے اور اس سے زیادہ پڑھنا سنت نہیں ہے بلکہ ناقص عبادت ہے۔“

(صلوۃ الرسول ص ۲۸۵)

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

”البتہ بیس یا تیس رکعات کی تعداد معین اور خاص کرنا درست نہیں کیونکہ اس عمل کے بدعت ہو جانے کا خوف ہے۔“

(دستور المتقی ص ۱۳۲)

غیر متقلدین کے ڈاکٹر محمد بشیر لکھتے ہیں۔

”ہمارے جن علماء نے آٹھ سے زیادہ کو بدعت کہا ہے وہ ان لوگوں کی تراویح کو گنا گیا ہے جو آٹھ سے زیادہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر پڑھتے ہیں اگر نقل سمجھ کر پڑھیں تو پھر ہمارا کوئی عالم ان پر بدعت کا فتویٰ نہیں لگاتا“ (الجانان ص ۱۱)

عبدالجلیل سامرودی صاحب اپنے ہم مشرب علماء پر برتے ہوئے قطر از ہیں۔ مع بڑا تعجب تو مجھے یہ ہر علماء مدرسہ رحمانیہ کے مدرسین پر ہے کہ وہ باوجود ان باتوں سے واقف ہوتے ہوئے رسالہ محدث میں زیادہ آٹھ پر درست لکھتے ہیں اور نوافل تحریر کر باعش اجبر بھی تسلیم کرتے ہیں الی اللہ المشتکی..... ۲۰ کو سنت عمری بدعت عمری کہنا اصلاً غلط ناقابل مسموع ہے۔ پچھلے معلوم ہو چکا ہے کہ ۲۰ رکعت نہ ہی فعل عمر سے وارد اور نہ ہی امر فاروق سے ثابت پھر زبردستی حضرت عمر کے متھے تھوپنا کیا انصاف سے مراحل و وز نہیں اور نہ ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

(فتاویٰ ستاریہ ج ۳ ص ۱۹۱)

ملاحظہ فرمائیے: یہ ہے غیر متقلدین کا عمل بالحدیث کہ ان کے نزدیک بیس رکعات تراویح پڑھنا سنت تو کجا انہیں سنت سمجھ کر پڑھنا بدعت ہے، حالانکہ بیس رکعات تراویح خیر القرون میں خلفاء راشدین کے حکم سے پڑھی پڑھائی جاتی رہیں، خلفاء راشدین نے بیس پر مواظبت فرمائی۔ عہدِ راوی میں بیس رکعات پر اجماع ہوا جیسا کہ پیچھے گزرا، تمام صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ بیس رکعات تراویح ہی پڑھتے

پڑھاتے رہے اور ان ائمہ مجتہدین کے کرداروں متبعین اور مقلدین جن میں جلال علم اور تقویٰ و طہارت اور اتباع سنت میں ممتاز مقام رکھنے والے اکابر علماء و اولیاء شامل ہیں۔ سب تراویح بیس رکعات ہی پڑھتے پڑھاتے رہے تقریباً ساڑھے تیرہ سو برس سے امت مسلمہ تراویح بیس رکعات ہی پڑھ رہی ہے، دسویں صدی ہجری کے فقیہ ابن نجیم مصریؒ کا کہنا ہے کہ مشرق و مغرب میں بیس رکعات تراویح ہی پڑھی پڑھائی جا رہی ہیں پھر تیسری صدی ہجری کے فقیہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں کہ اب تک مشرق و مغرب میں ہر جگہ بیس رکعات ہی پر امت کا عمل ہے۔

تقریباً ہر صدی کے فقہاء بیس رکعات تراویح کو سنت قرار دے رہے ہیں لیکن انتہائی حیرت ہے کہ اس عمل کو غیر مقلدین سنت تو کجا بدعت کہنے سے بھی نہیں بچ سکتے۔ خدا سوچے جو عمل خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جس پر خلفاء راشدین نے موافقت کی ہو جس پر دور صحابہ میں اجماع ہوا ہو جس پر ساری امت کا عمل ہو جسے ہر صدی کے فقہاء سنت قرار دیں۔ اگر وہ بدعت تو پھر سنت کو ناسم عمل ہوگا؟ پھر اگر اس عمل کو بدعت قرار دیا جائے تو لازم آئے گا کہ خلفاء راشدین صحابہ کرام تابعین تبع تابعین ائمہ مجتہدین اور ان کے کرداروں نہیں اربوں متبعین علماء، فقہاء، اولیاء اور ساری امت کو بدعتی قرار دے دیا جائے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ

اس کار از تو می آید مرداں چنین کنند

قارئین فیصلہ آپ کے سر ہے آپ فیصلہ فرمائیں یہ بدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

غیر مقلدین کی غنیۃ الطالبین میں تحریر

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ جو رحمہ علیہ مسلک کے

بزرگ ہیں، اس لیے آپ بھی تراویح کے بیس رکعات ہونے کے قائل ہیں چنانچہ آپ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”غنیۃ الطالبین“ میں یہی لکھا ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔ عرصہ سے یہ کتاب مترجم اور غیر مترجم دونوں طرح چھپ رہی ہے۔ دونوں میں یہ مسئلہ موجود ہے، اس وقت ہمارے سامنے غنیۃ الطالبین عربی اور عربی اردو مترجم دو مقامات کی چھپی ہوئی موجود ہیں۔ ایک مکتبہ مصطفیٰ البانی الجلی مصر کی اور دوسری مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور کی دونوں میں یہ عبارت موجود ہے ملاحظہ فرمائیے:

”وہی عشرون رکعتہ یجلس عقب کل رکعتین ویسکوفہی خمس ترویحات کل اربعۃ منها ترویحت وینوی فی کل رکعتین اصلی رکعتی التراويح المسنونة اذا کان فرداً او اذا کان اماماً او ماموما ویستحب ان یقرأ الخ

(غنیۃ الطالبین ص ۲۹۶ طبع مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور و غنیۃ الطالبین ص ۲ ص ۱۱ طبع مکتبہ مصطفیٰ البانی الجلی مصر)

ترجمہ: اور تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور ہر دوسری رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے پس وہ پانچ ترویحات میں ہر عار کا نام ترویح ہے اور ہر دو رکعت کے بعد نیت کرے کہ میں دو رکعت اسلک تراویح کی نیت کرتا ہوں اگر تنہا پڑھتے خواہ امام کے ساتھ پڑھتے اور مستحب ہے کہ الخ

(غنیۃ الطالبین مترجم طبع مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور)

سو جاتے ہیں، آپ نے فرمایا اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔

غیر متقلدین حضرات تراویح آٹھ رکعت سنت ثابت کرنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا حدیث بڑے شد و مد اور زور و شور سے پیش کرتے ہیں اور بیس رکعت تراویح کی تمام احادیث و آثار کو اس کے مخالف بتلا کر رو کر دیتے ہیں، ذیل میں ہم دو چیزوں کا جائزہ لیں گے اول یہ کہ اس حدیث مبارکہ کا تراویح سے تعلق بھی ہے یا نہیں؟ دوم یہ کہ غیر متقلدین خود بھی اس حدیث پر عامل ہیں یا نہیں؟

پہلی چیز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا تعلق تراویح سے قطعاً نہیں ہے جس کی بہت سی وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ

امام مجتہدین امام اربعہ میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے تراویح مراد نہیں ہیں ورنہ امام اربعہ میں سے کوئی نہ کوئی امام تو آٹھ رکعات تراویح کا قائل ہوتا حالانکہ امام اربعہ میں سے کوئی امام بھی آٹھ رکعات تراویح کا قائل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے ترمذی شریف میں تراویح کی تعداد کے متعلق مختلف اقوال ذکر کئے لیکن آٹھ رکعات کے متعلق کوئی قول فکر کرنا تو درکنار اشارہ تک نہیں کیا۔

دوسری وجہ

اکثر محدثین کرام مثلاً امام مسلم، امام ترمذی، امام ابو داؤد، امام نسائی، امام مالک، امام عبد الرزاق، امام ابو عوانہ، امام ابن خزيمة، امام دارمی، امام

ابو نصر مروزی رحمہم اللہ وغیرہم نے اس حدیث کو اپنی اپنی احادیث کی کتابوں میں قیام اللیل (تجدد) کے تحت ذکر کیا ہے باوجودیکہ ان محدثین نے اپنی کتابوں میں قیام رمضان (تراویح) کا باب بھی قائم کیا ہے۔ یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ان محدثین کے نزدیک اس حدیث سے مراد تجدد کی نماز ہے تراویح کی نہیں،

بعض محدثین مثلاً امام بخاری، امام محمد وغیرہ نے اس حدیث کو قیام رمضان میں بھی ذکر کیا ہے، لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں کہ انہوں نے اس سے مراد تراویح ہی لی ہیں اور جو اس کا دعویدار ہے اس کے ذمہ ہے کہ وہ اس کی دلیل لائے کیونکہ ان محدثین میں سے کوئی بھی آٹھ رکعات تراویح کا قائل نہیں۔ بلکہ ان کے اسلوب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تجدد کیا کہ غیر رمضان میں پڑھے جاتے ہیں ویسے ہی رمضان میں بھی تیسری وجہ

تراویح اس نماز کو کہتے ہیں جو رمضان کی باتوں میں جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے، چنانچہ حاکم بن محمد رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

”سمیت الصلوة في الجماعة في ليالي رمضان التراويح“
(فتح الباری ج ۴ ص ۵۵)

رمضان کی راتوں میں نماز جماعت کا نام تراویح ہے

اور جس نماز کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں ہے وہ، وہ نماز ہے جو رمضان اور غیر رمضان بارہ مہینے پڑھی جاتی ہے ظاہر ہے کہ یہ تجدد ہی کی نماز ہو سکتی ہے نہ کہ تراویح کی کیونکہ تراویح تو صرف رمضان ہی میں پڑھی جاتی ہیں۔

(۲) پھر تراویح ایک سلام سے دو رکعت کر کے پڑھی جاتی ہیں جبکہ اس

سے قائم کیا ہے۔

”باب عدد الركعات السق یقوم بها الامام للناس فی رمضان“

یعنی یہ باب ان رکعات کی تعداد کے بیان میں ہے جو امام لوگوں کو رمضان المبارک میں پڑھائے گا۔

اس باب میں امام محمد بن نصر مروزی تراویح کی رکعات کی تعداد بتانے کے لیے بہت سی روایتیں لائے ہیں، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا لانا تو درکنار اس کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے علم و تحقیق میں بھی اس حدیث کا تراویح سے کوئی تعلق نہیں پایا بخیر وجہ

بہت سے آثار صحیحہ سے ثابت ہے (جیسا کہ سچھے گزرا) کہ خلفاء راشدین کے دور میں تراویح میں رکعات پڑھی پڑھائی جاتی رہیں اس زمانہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حیات تھیں اگر آپ کی مذکورہ حدیث میں تراویح کا ذکر ہوتا تو ناممکن تھا کہ وہ خاموشی سے مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں بیس تراویح پڑھتے پڑھاتے دیکھتی رہتیں اور یہ نہ کہتیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو آٹھ رکعات تراویح پڑھتے تھے تم لوگ بیس رکعات کیوں پڑھتے ہو لیکن کسی بھی صحیح یا ضعیف حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے علاوہ کسی بھی صحابی کا بیس رکعات پڑھنے والا ہونا کو روکنا یا ان پر اعتراض کرنا ثابت نہیں۔ یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا تراویح سے کوئی تعلق نہیں۔

حدیث میں ایک سلام سے چار چار رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے۔ (مجاہد) (۲) اس حدیث میں گیارہ رکعات تنہا پڑھنے کا ذکر ہے نہ کہ جماعت کے ساتھ جبکہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین دن پڑھی تھیں وہ جماعت کے ساتھ پڑھی تھیں۔ ان باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق تراویح سے نہیں تہجد سے ہے۔

پتہ تھی وجہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوسلمہ کا سوال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کی کیفیت سے متعلق تھا تو اسے متعلق نہیں تھا یعنی حضرت ابوسلمہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ سوال کیا تھا کہ یہ بتائیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں جو رات کو نماز پڑھتے تھے اس کی کیا کیفیت تھی؟ کیا انداز تھا؟ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی رات کی نماز میں معمول کی رکعات ذکر کر کے نماز کی کیفیت بیان فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی عمدگی اور اچھائی کا کیا ذکر وہ تو پوچھو، سی مت، اگر حضرت ابوسلمہ کا سوال نماز کی رکعات کی تعداد کے متعلق ہوتا تو اول تو وہ لفظ کھو سے سوال کرتے کیونکہ عدد مقولہ کھو سے ہے نہ کہ کیفیت سے دوسرے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہیں انکے سوال کے مطابق تعداد رکعات بتلا کر بس کر دیتیں آگے یہ نہ فرماتیں کہ ان کے حسن اور درازی کا تو سوال ہی نہ کر۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کتابی کہ ان کے حسن و درازی کا تو سوال ہی نہ کر یہ بتلا رہا ہے کہ ابوسلمہ کا سوال کیفیت ہی کے بارے میں تھا تعداد کے بارے میں نہیں یہی وجہ ہے کہ امام محمد بن نصر مروزی نے اپنی کتاب ”قیام اللیل“ میں ایک باب اس عنوان

غیر متقلدین حضرات جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث سے آٹھ رکعات تراویح ثابت کرتے ہیں، بنظر انصاف دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اس حدیث پر عمل نہیں کرتے، عمل کرنا تو کجا مفسر اس حدیث کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ

(۱) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز چار چار رکعات کر کے پڑھتے تھے لیکن غیر متقلدین دو دو رکعت کر کے پڑھتے ہیں۔

(۲) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز اکیلے پڑھتے تھے کیونکہ اس حدیث میں آپ کے نماز پڑھنے کا تذکرہ ہے پڑھانے کا نہیں، لیکن غیر متقلدین سارے مہینے یہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

(۳) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز گھر میں پڑھتے تھے (کیونکہ اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا، یہ سوال وجواب ظاہر ہے گھر ہی کی بات ہے کیونکہ حضر میں آپ کا سونا گھر ہی میں ہوتا تھا، لیکن غیر متقلدین سارے رمضان یہ نماز مسجد میں پڑھتے ہیں۔

(۴) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز پڑھ کر سو جاتے تھے، سو کر اٹھ کر وتر ادا فرماتے تھے لیکن غیر متقلدین

حضرات تراویح کے فوراً بعد سوئے سے پہلے ہی وتر ادا کر لیتے ہیں۔

(۵) اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وتر اکیلے ادا فرماتے تھے لیکن غیر متقلدین حضرات جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

(۶) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سارے سال وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے، لیکن غیر متقلدین اکثر ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں اور جب کبھی تین پڑھتے بھی ہیں تو دو سلاموں سے پڑھتے ہیں۔

تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں اور دونوں میں بہت فرق ہے

موجودہ دور کے غیر متقلدین کے سامنے جب یہ ثابت کر دیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں تہجد کا ذکر ہے تراویح کا نہیں، تو وہ حدیث سے کہہ دیتے ہیں کہ تہجد اور تراویح میں کوئی فرق نہیں انکو الگ الگ سمجھنا غلط ہے جو نوافل رمضان سے پہلے تہجد کہلائے جاتے ہیں، انہیں کو رمضان میں تراویح کہا جاتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک رات میں تراویح اور تہجد پڑھنا ثابت نہیں۔

چنانچہ غیر متقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب قمطران ہیں۔
”بعض لوگ تراویح اور تہجد کو الگ الگ دو نمازیں سمجھتے ہیں یہ غلط ہے اس کی کوئی دلیل حدیث میں نہیں ملتی۔“

(رسول اکرمؐ کا نماز ص ۹۹)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:-

”رسول اللہؐ نے لوگوں کو تراویح کی نماز مع وتر پڑھائی اور اس کے بعد آپؐ نے تہجد ہرگز نہیں پڑھی اور نہ ہی وتر پڑھے معلوم ہوا

کہ آپ کا قیام لیل (تہجد) رمضان میں قیام رمضان (تراویح) سے بدل گیا یعنی حضور جو تہجد اور تراویح رمضان میں نہ تھے اُنھ کو پڑھتے تھے رمضان میں وہی تہجد اور تراویح کے نام سے بلند سے قبل بعد عشر پڑھ لیتے تھے۔ (صلوۃ الرسول ص ۲۷)

اولاً تو غیر مقلدین کا یہ دعویٰ — کہ تہجد اور تراویح دونوں میں کوئی فرق نہیں جو نماز رمضان سے پہلے تہجد کہلاتی ہے وہی رمضان میں تراویح کہلاتی ہے — بلا دلیل ہے ان حضرات کے پاس اس پر کوئی عقلی اور نقلی دلیل موجود نہیں ورنہ وہ کوئی ایک ایسی حدیث پیش کریں جس میں ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ تہجد اور تراویح الگ الگ نمازیں ہیں ہیں جو نماز گیارہ ماہ تہجد کہلاتی ہے وہی رمضان میں تراویح بن جاتی ہے اگر غیر مقلدین ایسی حدیث پیش کر دیں تو ہمیں ماننے میں ذرا بھی توقف نہیں لگتا ثانیاً عقل کے بھی خلاف ہے کہ ایک نماز جو گیارہ ماہ تہجد کہلاتی جاتی رہے وہ ایک مہینے کے لیے تراویح بن جائے۔

ثالثاً اگر تہجد و تراویح واقعتاً ایک ہی ہیں اور بقول اسماعیل سلفی ص ۲۷ کے ان کو الگ الگ سمجھنا غلط ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ کتب احادیث میں محدثین نے ان دونوں کے الگ الگ باب کیوں قائم کئے ہیں جو نیز تمام فقہائے کرام نے جو بقول امام ترمذی رحمہ اللہ معانی حدیث کو سب سے زیادہ سمجھنے والے ہیں انہوں نے اپنی اپنی کتب میں تہجد و تراویح کے باب الگ الگ کیوں قائم کئے ہیں؟ محدثین اور فقہار کا ان دونوں کے الگ الگ باب قائم کرنا ہی بتلا رہا ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے۔
رابعاً اگر تہجد و تراویح دونوں ایک ہی ہیں تو پھر غیر مقلدین کو چاہیے

کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے مطابق ان نوافل کو اسی ہیئت کے ساتھ بارہ مہینے پڑھیں کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے یہی پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نوافل بارہ مہینے پڑھا کرتے تھے لیکن غیر مقلدین یہ نوافل صرف رمضان میں پڑھتے ہیں باقی گیارہ مہینوں میں نہیں۔

خامساً غیر مقلدین کے اس دعوے سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کے بعد تہجد ہرگز نہیں پڑھی (جیسا کہ یہ دعویٰ صادق یا کوئی صاحب نے کیا ہے) ایسے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدین کو علم غیب بھی حاصل ہے جس کی بناء پر وہ اتنا بڑا دعویٰ کرتے ہیں ورنہ اس کے متعلق غیر مقلدین کے پاس کوئی صریح حدیث تو موجود نہیں ہے،

نیز غیر مقلدین کے اس دعوے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ بدگمانی پیدا ہوتی ہے کہ آپ لوگوں کو تو زیادہ سے زیادہ نماز کی ترغیب دیں اور خود صرف تراویح پڑھ کر بس کر دیں العیاذ باللہ۔

سادساً غیر مقلدین کا یہ دعویٰ ان احادیث مبارکہ کے خلاف ہے جن میں رمضان المبارک کی راتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت سے عبادت کرنا آیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صرف تراویح ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے علاوہ بھی نماز پڑھی ہے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ عن عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انھا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل شہر رمضان شتد مشرہ شمل

یا تفرأشہ حتی یتسلخ

(شعب الایمان للبیہقی ج ۲ ص ۳۱۲)

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہلیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری مستعدی ظاہر فرماتے اور اپنے بستر پر تشریف نہ لاتے یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔

۱۔ عن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل رمضان تغیر لونه وکثرت صلواته وابتهل فی الدعاء! منہ

(شعب الایمان للبیہقی ج ۲ ص ۳۱۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل جاتا، آپ کی نماز زیادہ ہو جاتی، خوب گڑگڑا کر دُعا فرماتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے۔

۳۔ عن عائشہ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل المشرشد مینزہ و احیی لیلہ و یقظ اہلہ، (بخاری ج ۵ ص ۱۱۲، مسلم ج ۲ ص ۱۱۲، منہ مجیدی ج ۱ ص ۱۱۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آجاتا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پوری مستعدی ظاہر فرماتے، رات کو زندہ کرتے (یعنی رات عبادت میں گزارتے) اور ازواجِ مطہرات کو بھی بچکاتے۔

۴۔ عن الاسود بن یزید یقول قالت عائشہ کان رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتہد فی العشر الاواخر مالاً یجتہد فی غیرہ، (مسلم ج ۱ ص ۱۱۲)

حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں (عبادت، کھاندر) جو کوشش فرماتے تھے اتنی اس کے علاوہ رمضان کے دیگر عشروں میں نہیں فرماتے تھے۔

ان احادیث مبارکہ کے ساتھ ساتھ وہ احادیث بھی ملاحظہ فرماتے چلیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا ثابت ہوتا ہے پھر ہم دیگر بزرگانِ دین کے متعلق بتائیں گے کہ وہ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں۔ دونوں ایک نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا

عن النبی قتال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان فجمت فتمت الی جنبہ و جاء رجل فقام ایضاً حتی کنا رھطاً فلما حشّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اناً خلفتہ جعل یتجوّ فی الصلوٰۃ ثم دخل وحلہ فصلی صلوٰۃ لا یصلیہا عندنا قال قلنا لہ حین اصبحتنا افطینت لہ اللیلۃ قال فقال نعم فواللہ الذی صنعت حملی علی النبی صنعت، (مسلم ج ۱ ص ۱۱۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم رمضان المبارک میں (ایک رات) نماز پڑھ رہے تھے، میں آیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا ایک دوسرے صاحب آئے وہ بھی ساتھ کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ ہم ایک گروہ بن گئے جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محسوس فرمایا کہ ہم لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہیں تو آپ نے نماز کو مختصر کر کے ختم کیا اور اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے وہاں آپ نے وہ نماز پڑھی جو آپ ہمارے پاس نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب صبح ہوئی تو ہم نے آپ کے سامنے عرض کیا کہ حضور! کیا آپ نے رات ہماری کیفیت اور حالت کو سمجھ لیا تھا، آپ نے فرمایا کہ ہاں اسی چیز نے مجھے اس پر آمادہ کیا تھا جو میں نے کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رمضان المبارک کی اس رات میں جو نماز صحابہ کرام کے ساتھ پڑھی تھی وہ اور تھی اور وہ نماز جو گھر جا کر پڑھی تھی وہ اور تھی صحابہ کرام کے ساتھ جو نماز پڑھی تھی وہ تراویح تھی جو اس سے فارغ ہو کر حجرہ مبارکہ میں جا کر تنہا پڑھی تھی وہ تہجد تھی کیونکہ آپ کا معمول تھا کہ آپ تہجد اپنے حجرہ مبارکہ ہی میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من

اللیل فی حجرته“ الحدیث (بخاری ص ۱۷۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اپنے حجرہ مبارکہ ہی

میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

حضرت طلح بن علی رضی اللہ عنہ کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا

عن قتیس بن حلق قال دارنا طلق بن علی فی یوم من رمضان وامسئ عندنا وا فطر شمس تمام بنا تلك اللیلۃ واوتر بنا شمس اتحدروا الی مسجدہم فصلی باصحابہ حتی اذا بقی الوتر قدم رجلا فقال اوتر باصحابک فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا وتران فی لیلۃ (ابوداؤد ص ۱ ص ۱۷۱)

حضرت قیس بن طلح فرماتے ہیں کہ (ہمارے والد) طلح بن علی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں ایک روز ہمارے گھر تشریف لائے اور شام کو ہمارے ہاں ہی روزہ افطار کیا، آپ نے اس رات ہمیں نماز پڑھائی اور وتر بھی پڑھائے پھر آپ اپنی مسجد میں چلے گئے اور اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی حتیٰ کہ جب وتر باقی رہ گئے تو ایک صاحب کو آگے کر دیا اور فرمایا کہ اپنے ساتھیوں کو وتر پڑھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک رات میں دو دفعہ وتر پڑھنے جائز نہیں۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت طلح بن علی رضی اللہ عنہ نے پہلی نماز جو وتر سمیت پڑھی تھی وہ تراویح تھی اور دوسری نماز جو آپ نے اپنی مسجد میں جا کر پڑھی تھی وہ تہجد تھی۔

حضرت امام مالکؒ حضرت ابو محمدؒ حضرت شیخ ابوالحسنؒ زیات
متوفی ۸۰۵ھ تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے

قال الامام محمد بن محمد بن عبدی الفاسی المالکی رحمہ اللہ
من وقد قال مالک رحمہ اللہ تعالیٰ صلواتہ علیہ کان
یصلی مع الناس فی المسجد وكان الامام صلی
یوتر ثلاث لا یفصل بینہما بسبب انہما
فاذا اوتروا خرجت وترکتہم فلا تسان بجماع
رحمہ اللہ اسوة فی ترک الوتر معهم حتی
یوتر فی بیعتہ بعد تنفله آخر اللیل
وقد کان سیدی ابو محمد رحمہ اللہ یصلی
فی المسجد مع الناس صلاة التیمام ویوتر معهم
فاذا رجع الی بیتہ صلی ما قدر له ولا یعید
الوتر وکان رحمہ اللہ یقول ان شیخہ سیدی
الشیخ ابوالحسن الزیات رحمہ اللہ کان یفصل
فالدائم

حضرت محمد بن محمد بن عبدی المعروف بابن الحاج متوفی ۷۷۷ھ فرماتے
ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا جب تک آپ لوگوں کے
ساتھ مسجد میں نماز پڑھتے اور امام تین وتر درمیان میں سلام
پھیرے بغیر پڑھنا کہ جب لوگ وتر پڑھنے لگتے ہیں تو میں
بکل آتا ہوں اور انہیں چھوڑ دیتا ہوں۔ پس انسان کے لیے
حضرت امام میں امریں اسوہ اور نمونہ عمل ہیں کہ وہ

لوگوں کے ساتھ تراویح کے بعد وتر نہ پڑھے بلکہ اپنے گھر
میں نفل (تہجد) پڑھنے کے بعد وتر پڑھے میرے آقا ابو محمد
رحمہ اللہ مسجد میں لوگوں کے ساتھ ہی تراویح کے بعد وتر پڑھتے اور
گھر تک جتنی تشریف ہوتی نوافل (تہجد) پڑھتے اور دوبارہ وتر نہ
پڑھتے اور وہ فرماتے تھے کہ میرے شیخ ابوالحسن زیات رحمہ
بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تراویح پڑھ کر گھر چلے
جاتے تھے اور تہجد پڑھ کر پھر وتر پڑھتے تھے۔ حضرت علی اور حضرت طلح
بن علی رضی اللہ عنہما کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات تراویح کے
بعد وتر پڑھا جاتا تھا اور فرما کر چلتے تھے پھر بعد میں نوافل پڑھتے تھے، اسی
پراخلاف کا عمل ہے۔ بہر طور اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت
امام مالکؒ حضرت ابو محمدؒ اور حضرت شیخ ابوالحسنؒ زیات رحمہم اللہ تراویح
کے بعد تہجد پڑھتے تھے۔

حضرت امام بخاریؒ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھتے تھے

عافذا ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

ابن کثیر رحمہ اللہ عن ابی جعفر محمد بن یحییٰ البخاری اذا کان
اول لیلۃ من شہر رمضان یجتمعون الیہ اصحابہ
فیصلی بھم ویترأف کل رکعة عشرین
آیۃ وکذا لیس الی ان یتختم القرآن وکان یقول
فی السحر ما بین النصف الی الثلث من
القرآن فیختم عند السحر فی کل ثلاث لیل
حدی الساری متقدم فتح الباری ص ۲۵۴

رمضان کی چاند رات حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے یہاں ان کے شاگرد و اصحاب اکٹھے ہو جاتے آپ انہیں نماز تراویح پڑھاتے ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے ایسے ہی ختم قرآن تک سلسلہ چلتا رہتا اور سحر کے وقت (تہجد میں) نصف سے تہائی قرآن تک پڑھتے اور سحر کے وقت ہر تین رات میں ایک قرآن ختم کرتے۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

”امام حاکم ابو عبد اللہ نے بسند روایت کیا ہے مقسم بن سعید سے کہ محمد بن اسماعیل بخاری جب رمضان کی پہلی رات ہوتی تو لوگ ان کے پاس جمع ہوتے وہ نماز پڑھاتے اور ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے یہاں تک کہ قرآن کو ختم کرتے پھر سحر کو نصف سے لے کر تہائی قرآن تک پڑھتے اور تین راتوں میں ختم کرتے اور دن کو ایک ختم کرتے اور افطار کے وقت ختم ہوتا تھا“ الخ (تیسرے لبادی ج ۱ ص ۱۵۵)

تقریباً یہی بات عبدالسلام مبارکپوری صاحب نے سیرت البخاری ص ۸۷ پر لکھی ہے۔

غیر مقلدین کے شیخ الكل میاں نذیر حسین صاحب دہلوی

بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے

میاں صاحب کے سوانح نگار فضل حسین بہاری لکھتے ہیں

”(میاں صاحب) لیالی رمضان المبارک میں دو ختم قرآن مجید

کا بحالت قیام ہر سال سنتے ایک تو نماز عشاء کے بعد تراویح

میں جس کے امام تھے حافظ احمد عالم، فقیہ، محدث، جو آپ کے شاگرد و رشید تھے تین سو سے روزانہ سات تریل و تہجد کے ساتھ دوسرا ختم سنتے نماز تہجد میں جس کے امام ہوتے حافظ عبدالسلام سلمہ (آپ کے بڑے پوتے)۔“

(الحیاء بعد المہاء ص ۱۳۲)

غیر مقلدین بتائیں کہ اگر تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی ہیں اور ان کے بقول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تراویح کے بعد تہجد نہیں پڑھی تو نہ کورہ بالان احادیث کا کیا جواب ہوگا جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تراویح پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اور نماز بھی پڑھی ہے بالخصوص حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ نے تراویح کے بعد تہجد بھی پڑھی ہے نیز یہ بھی بتائیں کہ اگر تراویح اور تہجد دونوں ایک چیز ہیں تو حضرت طلح بن علی رضی اللہ عنہ حضرت امام مالک، حضرت امام بخاری، ان کے علاوہ دیگر بزرگان دین اور غیر مقلدین کے شیخ الكل میاں نذیر حسین صاحب، تراویح کے بعد تہجد کیوں پڑھتے تھے کیا یہ سب غلط کام کرتے تھے؟ الصیاد باللہ۔

تراویح اور تہجد کے درمیان فرق

(۱) تہجد کی مشروعیت قرآن کریم سے ہوئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ نَافِلَةً لَّكَ ۝۱۴

اور رات کے ایک حصہ میں تہجد پڑھا کیجئے یہ خاص آپ کے

لیے ایک نوافل چیز ہے۔

تراویح کی مشروعیت حدیث سے ہوئی ہے، حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کا تذکرہ کیا اور فرمایا
 "شہرہ کتب اللہ علیکم صیامہ و شقنت لکم قیامہ"
 (ابن ماجہ ص ۹)

رمضان المبارک ایسا مہینہ ہے جس کے روزے کو اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کیا ہے اور اس کے قیام (تراویح) کو میں نے تمہارے لیے مسنون کیا ہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد ہمیشہ اخیرات میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔

"متی کان یقوم قالت کان یقوم اذا سمع الصلح"
 (بخاری ج ۱ ص ۱۵۲)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کس وقت اٹھا کرتے تھے آپ نے فرمایا جب کہ مُرغ کی اذان سننے لگے،

اس کے برعکس نماز تراویح آپ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، دیگر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور علماء اُمت نے ہمیشہ شروع رات میں پڑھی ہے چنانچہ علامہ ابوالطیب سندھیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"فما قام بنا حتى ذهب ثلث الليل فظهر في انوار صلی اللہ علیہ وسلم و صلی معہم النوازل جماعة اول الليل فقیل دليل للحجج و علی النوازل"

الترویح یصلی اول الليل مع الجماعة
 (شرح منہج ابوالطیب سندھی ج ۲ ص ۱۹۱ بحوالہ التوفیق عن رکعات التراويح ص ۱۹۱)

بعد فقام بنا الخ اس بات میں ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے ساتھ نوافل (تراویح) شروع رات میں پڑھے تھے۔ سوانح میں جو روئے کے لیے دلیل ہے کہ تراویح شروع رات میں جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہئیں۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح کو اہتمام کے ساتھ جماعت میں پڑھانے کے ساتھ افرمایا لیکن تہجد آپ ہمیشہ اکیلے پڑھا کرتے تھے ہاں اگر کوئی از خود شامل ہو جاتا تو اس کی شرکت میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔

(۴) تراویح ۱۰ نمازیں ہیں جو شام کے بعد سونے سے پہلے پڑھی جاتی ہیں اور تہجد وہ نماز ہے جو سو کر اٹھ کر پڑھی جاتی ہے۔

(۵) تراویح میں کم از کم ایک مرتبہ پورا قرآن سننا نماز رات میں کی سنت ہے لیکن تہجد میں قرآن قرآن کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔

(۶) تہجد کی وتر کے ساتھ کم از کم سات رکعات اور زیادہ سے زیادہ تیرہ رکعات مستحب ہیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"قلت لعائشہ ترککم کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ترکات کان یوتر بارک و ثلاث و ست و ثلاث و شومان و ثلاث و عشت و ثلاث ولم یسکن یوتر بالفصل من سبع ولا بأكثر من ثلاث عشرة"
 (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۱ بخاری ج ۱ ص ۱۹۱)

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کتنی رکعتوں کے ساتھ وتر پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا چار اور تین کے ساتھ، چھ اور تین کے ساتھ، آٹھ اور تین کے ساتھ، دس اور تین کے ساتھ آپ کی وتر کی رکعتیں نہ سات سے کم ہوتی تھیں نہ تیر سے زیادہ۔

اس روایت میں تہجد اور ورتوں پر وتر کا اطلاق کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے وتر کے علاوہ تہجد کی کبھی چار رکعتیں پڑھیں، کبھی چھ، کبھی آٹھ اور کبھی دس۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تہجد کی رکعات کم زیادہ ہوتی رہتی ہیں ختمی طور پر تعین نہیں۔ اس کے برعکس تراویح کی کم از کم بیس رکعات سنون ہیں (۷) تراویح سال بھر میں صرف ایک جہت پر رکھی جاتی ہیں۔ لیکن تہجد بارہ جہت پر رکھی جاتی ہے۔

(۸) تراویح کے بعد وتر کا جماعت کے ساتھ پڑھنا خلفاء راشدین کی سنت ہے لیکن اگر وتر تہجد کے بعد پڑھیں تو ان کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا صحیح نہیں۔

(۹) نماز تراویح دیگر نمازوں کی طرح اسلام کے ظاہری شعار میں داخل ہے یہ لیکن نماز تہجد اسلام کے ظاہری شعار میں داخل نہیں۔

(۱۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ کی اقتدار میں تراویح پڑھنے والوں سے فرمایا۔

”والتی تنامون عنها افضل من التي تقومون“
(بخاری ج ۱ ص ۲۹۹)

جس نماز کو سوتے رہ کر گزار دیتے ہو (تہجد) وہ اس نماز سے بہتر ہے جو پڑھ کر سوتے ہو (یعنی تراویح)

اس سے بھی تہجد اور تراویح کا فرق واضح ہے۔

(۱۱) تہجد میں تلاوتی (لوگوں کو تہجد کی نماز باجماعت کے لیے بلانا) جائز نہیں اور تراویح میں تلاوتی ہوتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز متوفی ۱۲۳۹ھ بھی تہجد تراویح کے درمیان فرق کے قائل ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”و آنچه مروی شده ماکان یزیدی فی رمضان و لا فی غیرہ علی احدی عشرہ رکعتہ مراد ازاں نماز تہجد است کہ در رمضان و غیرہ برابر بود آن را صلوة الیل می گفتند اماں تراویح غیر آنست کہ عرف شاں بقیام رمضان مسخلی بود چنانچہ دلالت میکند بر آن حدیث اجتہاد“
(حاشیہ بالا پر منہ ص ۶۹)

یہ جو مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان، غیر رمضان گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اس سے مراد تہجد کی نماز ہے جو رمضان اور غیر رمضان برابر تھی اس کو صلوة الیل کہتے تھے لیکن تراویح کی نماز اس کے علاوہ ہے ان حضرات کی عرف میں اس کا نام بقیام رمضان تھا چنانچہ اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جس میں آپ کا رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کے اندر زیادہ کوشش کرنا آیا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے اس بات کو اپنے فتاویٰ میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ملاحظہ فرمائیے فتاویٰ عزیزی

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری صاحب کے
نزدیک سے بھی تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں ایک نہیں

سجہ چنیاں والی کے خطیب مولوی عبداللہ چکڑالوی (جو بعد میں منکر
حدیث ہو گئے تھے) تراویح کی نماز کو مکروہ سمجھتے تھے اس پر انہوں نے
ایک رسالہ بھی لکھا تھا "البیان الفصیح لاثبات کراہت
الترایح" ان کا کہنا تھا کہ تراویح اور تہجد دونوں ایک نماز ہیں الگ
الگ نہیں، مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب نے ان کی تردید کی اور
بتایا کہ تراویح اور تہجد دونوں کو ایک سمجھنا غلط ہے اور بلا دلیل ہے چنانچہ
موصوف رقمطراز ہیں۔

"ایسے کھاف اور صحیح جواب کو پا کر بھی ان مولوی صاحب (عبداللہ
چکڑالوی - ناقل) نے قبول نہیں کیا بلکہ اس کے جواب میں بہت
کچھ کوشش کی ہے جس ساری کوشش کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے
وقت کی نماز اور پچھلے وقت کی نماز ایک ہی ہے وہ نہیں، یہی
تراویح جو اول وقت پڑھی جاتی ہے تہجد کی نماز ہے اور کوئی نہیں
تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعوے پر بھی دلیل کوئی نہیں بلکہ
اس کے خلاف دلیل موجود ہے۔ کیونکہ تہجد کے مستثنیٰ بندہ سے
اٹھ کر نماز کا پڑھنا قافوس میں سے تہجد جگہ استیقظ، نہ ہی
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و عن ابیہا کی حدیث سے جو ذیل
میں درج ہے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اول شب کی نماز اور
آخر شب کی نماز ایک ہی ہے بلکہ اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا
ہے تو یہ کہ

ماکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید
فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدى عشر رکعة،
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعتیں ہی رمضان اور غیر رمضان
میں پڑھتے تھے۔

یہ بات کہ حق بین دونوں میں آپ نے اول شب تراویح پڑھی تھیں اور
دونوں میں آخر شب بھی نماز پڑھی ہوگی، یہ تو گیارہ رکعت سے زیادہ ہوگئیں
اور اگر نہیں پڑھی ہوگی تو فرمان خداوندی فتنہ جہد کی تعمیل نہ ہوتی تو اس
کا جواب یہ ہے کہ دونوں صورتیں ممکن ہیں یعنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ
حضور نے ان دونوں میں نماز تہجد پڑھی ہو مگر چونکہ تمام عمر کے لحاظ سے
تین دن کی مقدار ایسی قلیل ہے کہ جس کی کوئی نسبت ہی نہیں ملتی اس لیے
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عام طور پر نفی کر دی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے کبھی زیادہ نہیں پڑھیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان تین دنوں
میں حضور نے اسی اول شب کی نماز کو قائم مقام پچھلی رات کی نماز کے
کر کے نہ پڑھی ہو لیکن کسی نماز کا دوسری نماز کے قائم مقام ثواب میں
ہو جانے سے ان دونوں کا ایک ہونا لازم نہیں آتا۔ دیکھو مجمع ظہر کے
قائم مقام ہے مگر دونوں ایک نہیں جمہ کے واسطے کسی ایک شرائط
پر ہیں جو ظہر کے لیے نہیں۔ (المحدث کاغذیہ ص ۱۹۷)

ثناء اللہ امرتسری صاحب سے ایک سوال ہوا کہ

"جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھ
نے وہ پھر آخر رات میں تہجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟
جواب: پڑھ سکتا ہے تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے
اول شب میں تہجد نہیں ہوتی۔" (خادوی شائع ص ۱۳۱)

قارئین محترم عقلی و نقلی دلائل سے ثابت ہو گیا کہ تہجد اور تراویح دو علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں، خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام، دیگر بزرگان دین، حضرت امام بخاری وغیرہ تراویح کے ساتھ تہجد بھی پڑھتے تھے اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ صرف متقلدین ہی ان دونوں نمازوں کو الگ الگ نہیں سمجھتے بلکہ غیر متقلدین کے شیخ النکل اور شیخ الاسلام بھی الگ الگ سمجھتے ہیں، میان مذہب حنین صاحب تو باقاعدہ تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے۔ ثناء اللہ امرتسری صاحب کے بیان سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ان دونوں کو ایک سمجھنے والے پہلے شخص عبداللہ جکڑا لوی ہیں جو پہلے غیر مقلد اور چنیاں والی مسجد لاہور کے خطیب تھے بعد میں منکر حدیث ہو گئے تھے، موجودہ دور کے غیر متقلدین غالباً انہیں کی تقلید میں تہجد و تراویح کو ایک سمجھنے لگے ہیں، ہم اس موضوع کو ہمیں پر ختم کرتے ہیں اور فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں وہ خود فیصلہ فرمائیں کہ اس قدر احادیث سے روگردانی کرنا اور لوگوں سے رمضان میں تراویح کے ائمہ کی کروانا اور تہجد کی نماز کو چھڑوا دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

وجوب قضاء الفوائت

جو نمازیں قضا ہو گئی ہوں بلا غدر یا کسی عذر کی وجہ سے انکا ادا کرنا ضروری ہے

- ۱۔ عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من نسی صلوٰۃ فليصلها اذا ذكرها لا كفارة لها الا ذلك قال قتادة و اتم الصلوٰۃ

لذكری

(بخاری ج ۱ ص ۲۸۷ مسلم ج ۱ ص ۲۸۷ واللفظ لمسلم)
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سوتا رہ جائے تو اسے چاہیے کہ جب یاد آجائے تو پڑھ لے اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے سوائے اس کے، اس حدیث میں حضرت قتادہ نے یہ الفاظ بھی ذکر کئے ہیں و اتم الصلوٰۃ لذكری کہ نماز قائم کر میری یاد کے لیے۔

۱۔ عن انس بن مالک قال قال نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نسی صلوٰۃ او نام عنها فكفارتها ان يصلیها اذا ذكرها، (مسلم ج ۱ ص ۲۸۷)
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سوتا رہ جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے۔

۲۔ عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رقت احدکم عن الصلوٰۃ او غفل عنها فليصلها اذا ذكرها فان اللہ عز وجل يقول اتم الصلوٰۃ لذكری، (مسلم ج ۱ ص ۲۸۷)
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سوتا رہ جائے یا غفلت کی وجہ سے نماز رہ جائے تو اسے چاہیے کہ جب یاد آئے پڑھ لے کیونکہ اللہ عز وجل فرماتے ہیں کہ نماز قائم کر میری

یاد کے لیے ۔

۴۔ عن جابر بن عبد الله ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه حياء يوم الخندق بعد ما غربت الشمس فجعل يب كفار قرين **ث** قال يا رسول الله ما كنت اصلي الصبح حتى كادت الشمس تغرب فقال النبي صلى الله عليه وسلم ما صليتها فقمنا الى يطحان فتوضأ للصلاة وتوضأنا لها فصلى العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلى بعدها المغرب

(بخاری ۵۸۷۸، مسلم ۵۸۷۸)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے موقع پر جس دن خندق کھودی جا رہی تھی سورج غروب ہونے کے بعد آئے اور کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے، عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے بھی عصر نہیں پڑھی، ہم مقام بطحان میں پہنچ کر ٹھہرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا، ہم نے بھی اس نماز کے لیے وضو کیا آپ نے عصر کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھی پھر مغرب اس کے بعد ادا فرمائی۔

۵۔ عن ابی عبیدہ بن عبد الله بن مسعود قال قال عبد الله ان المشركين شغلوا رسول الله صلى الله

عليه وسلم عن اربع صلوات يوم الخندق حتى ذهب من الليل ما شاء الله فامر بلات فافان ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصى ثم اقام فصلى المغرب ثم اقام فصلى العشاء

(ترمذی ۵۸۷۸)

حضرت ابو عبیدہ رحمہ اللہ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا غزوہ خندق کے دن مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازیں پڑھنے سے روکے رکھا یہاں تک کہ رات کا آٹا جھٹہ چلا گیا جتنا اللہ نے چاہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی پس ظہر پڑھی پھر اقامت کہی تو عصر پڑھی پھر اقامت کہی تو مغرب پڑھی پھر اقامت کہی تو عشاء پڑھی۔

۶۔ عن عبد الله بن عمر انه كان يقول من نسي صلاة فليصلها الا وهو مع الامام فنادا اسلم الامام فليصل الصلاة التي نسي ثم ليصل بعدها اخرى

(مسند امام مالک ص ۱۵۵)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرمایا کرتے تھے جو شخص نماز پڑھنی بھول جائے پھر امام کے ہمراہ دوسری نماز پڑھتے ہوئے اسے یاد آئے تو جب امام سلام پھیرے تو اسے چاہیے کہ پہلے وہ بھولی ہوئی نماز پڑھے پھر

اس کے بعد دوسری نماز پڑھے۔

مذکورہ احادیث مبارکہ سے دو چیزیں ثابت ہو رہی ہیں ایک تو یہ کہ جو نمازیں قضا ہو جائیں جان بوجھ کر، یا بھول کر، یا سوتے رہ جانے کی وجہ سے تو وہ ذمہ سے ساقط نہیں ہوتیں، بلکہ ان کی ادائیگی ضروری ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوتے رہ جانے یا بھول جانے کی وجہ سے قضا ہو جانے والی نماز کو ادا کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ اس بنا پر ان کی ادائیگی ضروری ہوئی، اسی سے معلوم ہوا کہ جو نمازیں ان اُذکار کے بغیر قضا ہو جائیں ان کا ادا کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ جب عذر (سوتے رہ جانے یا بھول جانے) کی وجہ سے قضا ہو جانے والی نمازوں کی ادائیگی ضروری ہوتی تو بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر قضا ہو جانے والی نمازوں کی ادائیگی بلاشبہ اولیٰ ضروری ہوگی۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”اقیموا الصلوة“ نماز قائم کرو ان صورتوں کو بھی شامل ہے جب نماز کا وقت آجائے اور ان صورتوں کو بھی شامل ہے جب کہ نماز کسی بھی وجہ سے قضا ہو جائے نماز بہر حال پڑھنی پڑے گی چاہے اوپر سے یا قضا پڑھے، اگر ادا نہیں پڑھی تو قضا پڑھے، کیونکہ نماز نہ پڑھنے کی صورت میں بندہ پر اللہ کا ایک قرض باقی رہے گا اور ظاہر ہے کہ قرضہ ادائیگی کے بغیر ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا لہذا نماز بھی جب تک پڑھ نہ لے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگی ادا نہ پڑھے یا قضا نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”فَاقْضُوا لِلَّهِ فَمَنْ أَحَقُّ بِالْوَقَاةِ“ (باقی ۲ ص ۷۰)

اللہ کا قرض ادا کرو وہ ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

”قَدْ رَأَى اللَّهُ أَحَقَّ أَنْ يَقْضَى“ (بخاری ۱۵ ص ۷۰)

اللہ تعالیٰ کا قرض زیادہ حق رکھتا ہے کہ اُسے ادا کیا جائے امام نووی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”فقد وجوب قضاء الفريضة الفائتة سواء تركها بعد ركوع أو نسيان أم بعين عذر وانما قيد في الحديث بالنسيان لخروج جمل على سبب ولا نسي إذا وجب القضاء على المعذور فتعذر أولى بالوجوب وهو من باب التنبية بالاداء على الاعلى وأما قوله صلى الله عليه وآله فليصلها إذا ذكرها فمحمول على الاستحياء فانه يجوز تأخير قضاء الفائتة بعذر على الصحيح وقد سبق بيانه ودليله وشذ بعض أهل الظاهر فقال لا يجب قضاء الفائتة بعين عذر وزعم أنها أعظم من أن يخرج من وبال مصيبتها بالقضاء وهذا خطأ من قائله وجهالة والله أعلم“

(نووی ۱ ص ۷۰)

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو فرض نماز فوت ہو جائے اس کی قضا ضروری ہے خواہ وہ نماز کسی عذر کی وجہ سے نہ ہو گئی ہو مثلاً سو گیا یا بھول گیا، یا بغیر عذر کے، اور حدیث میں

جو مہجول جانے کی قید ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث اسی سبب سے بیان ہوئی ہے اور اس لیے بھی کہ جب عذر والے شخص پر قضا واجب ہے تو وہ شخص جس کا کوئی عذر بھی نہیں اس پر بطریق اولیٰ واجب ہوگی۔ یہ ادنیٰ سے اعلیٰ ترتیب کے باب سے ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ۔
 ”اسے چاہیے کہ جب یا آئے تو پڑھے“ یہ استحباب پر محمول ہے کیونکہ فوت شدہ نماز کو کسی عذر کی وجہ سے مضر کر کے پڑھنا بھی جائز ہے صحیح قول کے مطابق اس کا بیان اور اس کی دلیل گزر چکی اور بعض اہل ظاہر نے شذوذ کیا ہے جو یہ کہا ہے کہ بغیر عذر کے فوت ہو جانے والی نماز کی قضا واجب نہیں ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ فوت شدہ نماز اس سے بڑی ہے کہ آدمی اسے قضا کر کے اس کی مصیبت سے بچ سکے یا اس قائل کی غلطی اور جہالت ہے۔

فوت شدہ نماز کی قضا کے ضروری ہونے پر اجماع امت بھی ہے چنانچہ علامہ محمد بن عبد الرحمن شافعی لکھتے ہیں۔

”و اتفقوا علی وجوب قضاء القوائت“

(رحمۃ اللہ علیہ)

فقہاء نے فوت شدہ نمازوں کی قضا کے واجب ہونے پر اتفاق کیا ہے۔

دوسری چیز یہ کہ اگر کسی وقت کی نمازیں قضا ہو جائیں تو ترتیب کے ساتھ ادا کرنی چاہیے جیسا کہ غزوہ خندق کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام اور آپ کے اصحاب کی تین نمازیں لگاتار قضا ہو گئیں یعنی ظہر، عصر، مغرب اور آپ نے عشاء کی نماز کے وقت انکی قضا شروع کی تو ان نمازوں کو ترتیب سے پڑھا۔ پہلے ظہر کی نماز کو پھر عصر کی نماز کو پھر مغرب کی نماز کو پھر عشاء کی نماز کو، ایسا نہیں کیا کہ عشاء کا وقت ہوئے کی وجہ سے پہلے عشاء پڑھ لی ہو پھر قضا نمازیں پڑھی ہوں، آپ کے اس عمل سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر قضا نمازیں کم ہوں یعنی پانچ یا پانچ کے اندر اندر، تو قضا نمازوں کی ادائیگی کی ترتیب میں وقتیہ نماز پر قضا نماز کو اولیت حاصل ہوگی یعنی پہلے قضا نماز ادا کی جائے گی پھر وقتیہ لہذا اگر کوئی فوت شدہ نماز کو قضا پڑھے بغیر وقتیہ نماز پڑھے گا تو اس کی وقتیہ نماز نہیں ہوگی اسے چاہیے کہ پہلے قضا نماز پڑھے پھر وقتیہ کو دہرائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہی فتوے دیتے تھے جیسا کہ حدیث قبلہ سے ظاہر ہے (البتہ یہ بات ضرور ہے کہ فوت شدہ اور وقتیہ نمازیں یہ ترتیب صاحب ترتیب کے لیے ہے)

لیکن ان تمام احادیث اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جو نمازیں جان بوجھ کر نہ پڑھی ہوں ان کی قضا نہیں صرف توبہ و استغفار کافی ہے، چنانچہ رئیس دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔

”اگر کوئی دیدہ دانستہ نمازیں چھوڑ دے اور پھر ان کی قضا کرنا چاہے تو اس قسم کی نمازوں کی قضا حدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ ایسے آدمی کے لیے توبہ و استغفار کافی ہے۔“

(دستورالمتقی ص ۱۴۹)

حافظ عبداللہ روپڑی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

”بلوغ کے بعد اگر نمازیں تھوڑی ہوں جو آسانی سے ادا ہو سکتی ہوں تو کر لی جائیں اگر زیادہ مدت کی ہوں جن کو ادا کرنا مشکل ہو تو یہی کافی ہے۔“
(فتاویٰ الہدیۃ ص ۱۵۷)

مفتی عبدالنار صاحب سابق امام جماعت خرابہ الہدیۃ رقمطراز ہیں۔
”لیکن سوال یہ ہے کہ نماز قضا کیوں ہوئی اصل یہ ہے کہ عہد چھوڑی ہے شروع میں نہ قضا کرنے کا حکم ہے اور نہ اس کی کوئی صورت ہے انسان سو جائے تو جب بیدار ہو وہی اس کا وقت ہے اگر بھول جائے تو جب یاد آئے وہی اس کا وقت ہے اگر بیہوش ہو جائے تو جب ہوش آئے وہی اس کا وقت ہے پھر قضا ہو جانے کی صورت کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ انسانی عذر بنا کر چھوڑی ہے جس کی قضا نہیں اس پر جرم ہے کہ وہ نماز ہو گیا اس لیے مسلمان توبہ کر کے ہووے۔“

(فتاویٰ ستاریہ ص ۲۷۷)

غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلمیٰ صاحب ترک صلوٰۃ کی متعدد صورتیں بنا کر لکھتے ہیں۔

”پہلی صورت جس میں کسی عذر کے بغیر سہل انگاری سے نماز ترک ہوئی عہد ترک میں شامل ہے اس کے لیے کوئی قضا نہیں یہ چیز من تولی الصلوٰۃ متعمدا میں شامل ہے اس کا توبہ نصوص کے علاوہ کوئی حلقہ نہیں۔“

(رسول اکرم کی نماز ص ۱۱۵)

ملاحظہ فرمائیے: احادیث صحیحہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کسی

کی نماز فوت ہو جائے کسی عذر کی وجہ سے یا بلا عذر اس کی قضا ضروری ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی ادائیگی کا حکم فرما رہے ہیں اسی پر اجماع امت بھی ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب عہد فوت شدہ نمازوں کی قضا نہیں ہے صرف توبہ استغفار کافی ہے۔

قارئین فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟
یاد رہے کہ غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں داود ظاہری کی تقلید کی ہے کیونکہ وہی اس بات کے قائل ہیں کہ عہد ارہ جانے والی نمازوں کی قضا نہیں جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ کے بیان سے ظاہر ہے۔

وجوب سجود السہو وكونه بين السلامين والتشهد بعد السجود
سجدة سہو واجب ہے اور وہ (قعدہ اخیرہ میں) سلام پھیر کر کیا جاتا ہے اور اس کے بعد التحیات پڑھ کر پھر سلام پھیرا جاتا ہے

۱۔ عن ابن مسعود مرفوعاً واذا شك احدكوف
صلوٰۃ فليترك الصواب فليستوعليه شتم ليلم
شتم يسجد سجدتين (بخاری ص ۱۵۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم سے کسی کو جب اپنی نماز میں شک ہو جائے تو اسے چاہیے کہ صحیح کے لیے سوچ وچار کرے اور اس پر اپنی نماز پوری کرے پھر سلام پھیر کر دو سجدے کرے

۲۔ عن عبد اللہ بن جعفر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من شك في صلوٰۃ فليسجد سجدتين

بعد ما یسلم،

(مسند احمد ۱ ص ۱۸۱، نسائی ۱ ص ۱۸۱، ابوداؤد ۱ ص ۱۸۱)

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اپنی نماز میں شک ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے۔

۳۔ عن ثوبان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لكل سہو سجدتان بعد ما یسلم،

(ابوداؤد ۱ ص ۱۸۱)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہر سہو کے لیے دو سجدے ہیں سلام پھیرنے کے بعد۔

۴۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سألہ ثم سجد سجدتی السہو وجالس ثم سألہ،

(نسائی ۱ ص ۱۸۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا، پھر بیٹھے دو سجدہ سہو کئے پھر سلام پھیرا۔

۵۔ عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی ثلاثا ثم سلم فقال الخرباق انک صلیت ثلاثا فصلی بہم الركعتی الباقیہ، ثم سلم ثم سجد سجدتی السہو ثم سألہ،

(نسائی ۱ ص ۱۸۱)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (ایک مرتبہ بھولے سے) تین رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا، حضرت خرباق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ نے تین رکعتیں پڑھائی ہیں چنانچہ آپ نے انہیں باقی (چوتھی) رکعت پڑھا کر سلام پھیرا پھر دو سجدہ سہو کئے پھر سلام پھیرا۔

۶۔ عن عمران بن الحصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بہو فسهلی فسجد سجدتین ثم سألہ،

(ابوداؤد ۱ ص ۱۸۱، ترمذی ۱ ص ۱۸۱)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی تو آپ کو سہو ہو گیا، آپ نے دو سجدہ سہو کئے پھر التیمات پڑھی پھر سلام پھیرا۔

۷۔ عن زیاد بن علاق قال صلی ابنا المغیرۃ بن شعبۃ، فہض فی الركعتین قلت سبحان اللہ قال سبحان اللہ وقضی فلما اتم صلوٰۃ وسلم سجد سجدتی السہو فلما انصرفت قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنع کما صنعت،

(ابوداؤد ۱ ص ۱۸۱، ترمذی ۱ ص ۱۸۱، مسند احمد ۱ ص ۱۸۱)

حضرت زیاد بن علاق فرماتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی تو (بھولے سے) دوسری رکعت پڑھ کر کھڑے ہو گئے ہم نے بیان اللہ کیا تو آپ بھی بیان اللہ کیا

اور اپنی نماز پوری کر لی اور سلام پھیرا تو دو سجدہ سہو کئے پھر نماز سے فارغ ہو کر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے جیسا کہ میں نے کیا۔

۸۔ عن علقمۃ ان ابن مسعود سجد سجدۃ فی السہو بعد السلام و ذکر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعل ذلک، (ابن ماجہ ص ۱۷۷)
حضرت علقمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دو سجدہ سہو کئے سلام پھیرنے کے بعد اور ذکر کیا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

۹۔ عن ابی جابر عبیدۃ قال قال عبد اللہ بن مسعود اذا قَامَ اَحَدُکُمْ فِی قَعْدَۃٍ فِی قِیَامٍ اَوْ سَلَوَ فِی الرَّکْعَتَیْنِ فَلِیْتَوَشَّحْ لَیْسَ لَیْسَ سَجْدَتَیْنِ لِیَتَشَہِدَ فِیْہَا وَ یَسْلُو،

(المدونۃ النجریۃ ص ۱۳۶)

حضرت ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے کوئی جب قعدہ کی جگہ قیام کرے یا قیام کی جگہ قعدہ کرے یا دو رکعتوں میں سلام پھیرے تو اسے چاہیئے کہ نماز پوری کر کے سلام پھیرے پھر دو سجدہ سہو کر کے التحیات پڑھے اور سلام پھیرے۔

۱۰۔ عن عبد اللہ بن عباس قال سجدتا السہو بعد السلام، (طحاوی ص ۱۹۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سجدہ سہو سلام پھیرنے کے بعد ہیں۔

۱۱۔ عن عطامہ بن ابی رباح قال صلیت خلف ابی الزبیر فسَلَوَ فِی الرَّکْعَتَیْنِ فَبَدَّخَ الْقَوْمُ فَتَامَ فَتَشَّقَّ الصَّلَوةُ فَلَمَّا سَلَّمَ سَجَدَ سَجْدَتَیْنِ بعد السلام قال عطامہ فانطلقت الی ابی عباس فتذکرت لہ ما فعل ابی الزبیر فقال احسن واصاب، (طحاوی ص ۱۹۹)

حضرت عطامہ بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے (بھولے سے) دو رکعتوں ہی میں سلام پھیر دیا، لوگوں نے سبحان اللہ کہا تو آپ کھڑے ہو گئے اور نماز پوری کی پھر آپ نے سلام پھیر کر دو سجدہ سہو کئے۔ سلام کے بعد حضرت عطامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان سے ذکر کیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایسے کیا ہے، آپ نے فرمایا انہوں نے اچھا کیا اور درست کیا۔

۱۲۔ عن ابی عبد الرحمن بن حنظلۃ بن الراہب ان عمر بن الخطاب صلی صلوٰۃ المغرب فسلو یتشرأ فی الرکعتی الاولی شیئاً فلما کانت الثانیۃ قرأ فیہا بفا تحۃ الکتاب و سورۃ مرتین

فلما سلم سجد سجد في السهو

(محمادی ج ۱ ص ۱۹۸)

حضرت ابو عبد الرحمن بن حنظلہ بن راسب سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (ایک مرتبہ) مغرب کی نماز پڑھائی تو پہلی رکعت میں بالکل قرأت نہیں کی دوسری رکعت میں آپ نے سورۃ فاتحہ اور دوسری سورت دومرتبہ پڑھیں پھر آپ نے سلام پھیر کر دو سجدہ سہو کئے۔

۱۳۔ عن عمران بن حصین قال في سجدتي السهو

يسلو ثم يسجد ثم يسلم (محمادی ج ۱ ص ۱۹۹)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سجدہ سہو میں پہلے سلام پھیر کر دو سجدہ سہو کر کے پھر سلام پھیر کر۔

۱۴۔ عن انس انه قال في الرجل يسهو في صلواته لا

يدرك اذ اداء ثم نقص قال يسجد سجدتين بعد

ما يسلو

(محمادی ج ۱ ص ۱۹۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کے بارے میں جسے نماز میں وہم ہوتا ہے اور پتہ نہیں چلتا کہ نیا دہائی کی ہے یا کبھی کی ہے فرمایا کہ وہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدہ سہو کرے۔

۱۵۔ عن فتيس بن ابي حازم قال صلى بنا سعد بن مالك

فقام في الركعتين الاوليين فقالوا سبحان الله

فقال سبحان الله فمضوا فلما سلوا سجد

كمز في السهو

(محمادی ج ۱ ص ۱۹۸)

حضرت قیس بن حازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو آپ (سجود سے) پہلی دو رکعتوں ہی میں کھڑے ہو گئے لوگوں نے بیان کیا تو آپ نے بھی بیان کیا کہ نماز پوری کر کے سلام پھیرا اور دو سجدہ سہو کئے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

- (۱) نماز میں سہو ہو جانے پر سجدہ سہو کئے جاتے ہیں وہ واجب ہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سہو ہو جانے پر سجدہ سہو کرنا حکم دیا ہے۔
- (۲) آخری قصدہ میں سجدہ سہو سلام پھیر کر کرنا چاہیے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد ہی سجدہ سہو کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲-۳ سے ظاہر ہے۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب سہو ہوتا تھا تو آپ سلام پھیر کر ہی سجدہ سہو کیا کرتے تھے۔ آپ کے اس عمل کو حضرت ابو ہریرہ، حضرت عمران بن حصین، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نقل کر رہے ہیں جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸ سے واضح ہے۔

جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عمر فاروق، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت عبد اللہ بن زبیر، حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہم کا اسی پر عمل تھا، انہیں سہو ہوتا تو سلام پھیر کر ہی سجدہ سہو کیا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸ سے واضح ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عمران بن حصین اور حضرت انس رضی اللہ عنہم یہی فتویٰ دیا کرتے تھے کہ سجدہ سہو سلام پھیر کر کیا جائے جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸ سے واضح ہے۔

۱۰-۱۲-۱۴ سے ظاہر ہے۔

(۲) سجدہ سہو کرنے کے بعد دوبارہ تشہد پڑھا جائے گا اور تشہد سے فارغ ہو کر سلام پھیرا جائے گا۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث نمبر ۱۰ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوبارہ تشہد پڑھ کر سلام پھیرا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ سجدہ سہو کے بعد دوبارہ تشہد پڑھا جائے جیسا کہ حدیث نمبر ۹ سے واضح ہے، انہیں احادیث و آثار کے پیش نظر فقہاء اخلاف نے سجدہ سہو کا طریقہ بتلایا ہے کہ آخری قعدہ میں تشہد پڑھ کر دائیں طرف سلام پھیریں، پھر دو سجدے کر کے دوبارہ تشہد پڑھیں اور دونوں طرف سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ سجدہ سہو سلام پھیرنے سے پہلے کرنا چاہیے اور سجدہ سہو کے بعد تشہد بھی نہیں پڑھنا چھچھم صادق سیاح کوئی صاحب لکھتے ہیں۔

”سجدہ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد، درود اور دعا پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں بنائیں پھر اٹھ کر جلے میں بیٹھ کر دوسرا سجدہ کریں اور پھر اٹھ کر سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوں حدیث مذکور میں سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کا حکم ہے اس لیے سہو کے دو سجدے سلام پھیرنے سے قبل کرنے چاہئیں۔“ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۱۳)

مولوی خالہ گرجا کی صاحب لکھتے ہیں :

”سہو یعنی نماز میں بھول جانے سے دو سجدے نماز کے بعد

سلام سے پہلے ادا کرنے ہوتے ہیں۔“ (صلوٰۃ النبی ص ۳۵)

مزید لکھتے ہیں :

”لیکن جو اخلاف ہیں رائج ہے کہ ایک طرف سلام پھیر کر پھر سہو کے سجدے کرنے کے بعد التحیات پڑھنا تو یہ سنت سے ثابت نہیں۔“ (صلوٰۃ النبی ص ۱۵۱)

ملاحظہ فرمائیے : حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بھی موجود ہے کہ آپ سجدہ سہو سلام پھیرنے کے بعد کرتے تھے اور آپ کا قول بھی موجود ہے کہ آپ نے صحابہ کرام کو سلام پھیرنے کے بعد ہی سجدہ سہو کرنے کا حکم دیا۔ اسی پر صحابہ کرام کا عمل بھی ہے اور علیل القدر صحابہ کرام کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد ہی سجدہ سہو کیا جائے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ سہو کرنے کے بعد التحیات پڑھنا بھی ثابت ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی اسی پر ہے کہ سجدہ سہو کے بعد التحیات پڑھی جائے پھر سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوا جائے، لیکن غیر متقلدین اس قدر احادیث و آثار کی موجودگی میں بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ سجدہ سہو سلام سے پہلے ہی کرنا چاہیے اور سجدہ سہو کے بعد التحیات نہیں پڑھنی چاہیے کہ سنت سے ثابت نہیں۔ یہ ہے عمل بالحدیث کے دعویٰ داروں کا علم و عمل۔

قارئین کرام اب فیصلہ آپ کے سر ہے آپ فیصلہ فرمائیں کہ برہنہ کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

سقوط سجود السهو عن المؤتویسہو

مقتدی کو اگر سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں

۱- عن عمر عن المتی صلی اللہ علیہ وسلم قال
لیس علی من خلف الامام سہو فان سہا
الامام فعلیہ و علی من خلف السہو وان
سہا من خلف الامام فلیس علیہ سہو والامام
کافیہ (دارقطنی ج ۱ ص ۳۴۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے ہے اس پر سجدہ سہو نہیں ہے، اگر امام کو سہو ہو جائے تو اس پر اور جو اس کے پیچھے ہے اس پر سجدہ سہو ہے اور اگر مقتدی کو سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو نہیں ہے اس کو امام کافی ہے۔

۲- عن ابراہیم انه قال اذا سہوت خلف الامام
وحفظ الامام فلیس علیک سہو وان سہا
وحفظت فعلیک السہو وان لم یسجد الامام
فلا تسجد وکذا لک اذا سہا جمیع من مع
الامام او سہا الامام

(کتب الآثار للامام ابی حنیفہ روایت الامام ابی یوسف ص ۲۷)
حضرت ابراہیم شہنشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم امام کے پیچھے بھول جاؤ اور امام محفوظ رہے تو تم پر سجدہ سہو نہیں ہے اور اگر امام بھول

جانے اور تم محفوظ رہو تو تم پر بھی سجدہ سہو ہوگا اور اگر امام سجدہ نہ کرے تو تم بھی سجدہ نہ کرو اور اسی طرح اگر سارے مقتدی بھی بھول جائیں تو کسی پر بھی سجدہ سہو نہیں ہوگا اور اگر امام بھول جائے تو سب پر ہوگا مذکورہ حدیث و اثر دونوں سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر مقتدی کو دوران نماز سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں، اسی پر اجماع امت بھی ہے۔ چنانچہ علامہ محمد بن عبدالرحمن شافعیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

”ولو سہا خلف الامام لم یسجد بالالتفاق“

(رد المحتار فی اختلاف الامم ص ۳۳۷)

اور اگر مقتدی کو سہو ہو جائے تو وہ بالالتفاق سجدہ سہو نہیں کرے گا۔

اس اجماع کو امام ابو بکر بن محمد بن ابراہیم بن منذر مینا پوریؒ متوفی ۳۱۸ھ نے بھی نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

”واجتمعوا علی ان لیس علی من سہی خلف الامام
سجدہ“

(الاجماع ص ۱۷۷)

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مقتدی پر سجدہ سہو لازم نہیں ہے۔

لیکن حدیث و اثر اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کے نواب صاحب کا کہنا ہے کہ اگر مقتدی کو نمازیں سہو ہو جائے تو اس پر بھی سجدہ سہو واجب ہے اور اس سے سجدہ سہو کے ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

”واگر خود مؤتمر مادر سپہ امام سہو نفس خود گرد و بروی سجد و سہا بنا
بر دخول دران سہو واجب باشد بوجہ تناول ادلہ سجود از برائے
مؤتم و دلیل بر سقوط سجود سہو خودش مجر و مجرہ امام نیامدہ“

(بدورالاحتیاط ص ۷۹)

اگر مقتدی کو امام کے پیچھے خود اپنی طرف سے سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو اس سہو میں داخل ہونے کی بنا پر واجب ہوگا کیونکہ سجدہ سہو کے دلائل مقتدی کو بھی شامل ہیں اور مقتدی سے امام کی جملہ بی میں خود اپنے سہو سے سجدہ سہو کے ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں آئی۔

ملاحظہ فرمائیے: حدیث و اثر اور اجتماع امت سے ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی پر خود اپنے سہو سے سجدہ سہو لازم نہیں آتا۔ لیکن غیر متقلدین کے نواب صاحب فرماتے ہیں کہ نہیں صاحب اس پر سجدہ سہو لازم ہے اور اس سے سجدہ سہو ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ قارئین محترم اوپر لکھا حدیث مرفوعہ، ایک اہل القلۃ تابعی کا اثر اور اجتماع امت کا ذکر کیا گیا ہے یہ نہیں دیکھیں موجود ہیں لیکن نواب صاحب فرماتے ہیں کوئی دلیل نہیں، لہذا اب آپ خود فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

استراط الوضوء لسجدة التلاوة

سجدہ تلاوت کیلئے وضو شرط ہے بے وضو سجدہ تلاوت جائز نہیں

۱۔ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تقبل صلوۃ بعین طہور (ترمذی: اصل) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ (آپ نے فرمایا) کوئی نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتی۔

۲۔ عن نافع عن ابن عمر انہ قال لا یسجد الرجل

(سجدة التلاوة) الا وهو طاهر

(یعنی ۲۵ ص ۳۲۵)

حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کوئی شخص بھی سجدہ تلاوت طہارت کے بغیر نہ کرے۔

مذکورہ دونوں احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ سجدہ تلاوت ادا کرنے کے لیے طہارت شرط ہے، طہارت کے بغیر سجدہ تلاوت جائز نہیں کیونکہ سجدہ تلاوت من جملة صلوۃ ہے کیونکہ اس میں نماز کی طرح نیست بھی شرط ہے متر عورت بھی شرط ہے، استقبال قبلہ بھی ضروری ہے، اس میں بھی ہے تسبیح بھی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی نماز بھی طہارت کے بغیر قبول نہیں ہوتی تو جب نماز کے لیے طہارت ضروری ہوئی تو سجدہ تلاوت کے لیے بھی جو کہ من جملة نماز ہی ہے طہارت ضروری ہوگی اور جس طرح کوئی نماز طہارت کے بغیر جائز نہیں اسی طرح سجدہ تلاوت بھی بغیر طہارت کے جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فتویٰ دیا کہ کوئی شخص بھی طہارت کے بغیر سجدہ تلاوت نہ کرے۔

لیکن ان دونوں احادیث مبارکہ کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ سجدہ تلاوت وضو کے بغیر بھی جائز ہے۔

چنانچہ غیر متقلدین کے شیخ الحدیث یونس دبلوی صاحب لکھتے ہیں۔ یہ سجدہ وضو کے ساتھ کرنا بہتر ہے لیکن بے وضو بھی جائز

اور درست ہے۔ (دستور المتقی ص ۱۱۱)

نواب و عید الزماں صاحب لکھتے ہیں -

”وتجوز على غير وضوء وتستحب الطهارة

لها“

(نزل الإبراهيم ص ۱۲۱)

اور سجدہ تلاوت بغیر وضوء کے بھی جائز ہے البتہ اس کے لیے طہارت مستحب ہے۔

فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۱۸ پر بھی وضوء کے سجدہ تلاوت جائز ہونیکا فتویٰ موجود ہے جس پر غیر مقلدین کے اکابر مثلاً میاں نذیر حسین صاحب، مولوی عبدالسلام صاحب، محمد ابوالحسن صاحب، محمد حسین بٹالوی صاحب وغیرہم کے دستخط موجود ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عام سے ثابت ہو رہا ہے کہ وضوء کے بغیر سجدہ تلاوت جائز نہیں، جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فتویٰ دے رہے ہیں کہ کوئی شخص بھی طہارت کے بغیر سجدہ تلاوت نہ کرے وچرا اس کی اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ طہارت کے بغیر یہ سجدہ جائز نہیں لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب سجدہ تلاوت وضوء کے بغیر بھی جائز ہے۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

مسافرت القصر

کتنی مسافت پر قصر کرنا چاہیے

۱- عن شریح بن ہانی و قتال اتیت عائشة أسألتها عن المسح على الخفين فالت عليك بآبن

ابی طالب فأسأله فاستد كان يسافر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فأسأله فالت عليك جعل رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلثت أيام ولياليهن للمسافر ويوما وليلة للمقيم، (مسلم ۱ ص ۱۲۵)

حضرت شریح بن ہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر موزوں پر مسح کے بارہ میں پوچھا تو آپ نے فرمایا تم ابن ابی طالب (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے، چنانچہ ہم نے اُن سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسافر کے لیے تین دن اور تین رات اور مقيم کے لیے ایک دن ایک رات مقرر فرماتے تھے۔

۲- عن عبد الرحمن بن ابی بكرة عن أبيه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وقت في المسح على الخفين ثلاثاً أيام ولياليهن للمسافر والمقيم يوماً وليلة، (صحيح ابن حبان ۲ ص ۱۲۱)

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہ اپنے والد حضرت ابوبکر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کی مدت مسافر کے لیے تین دن تین رات اور مقيم کے لیے ایک دن اور ایک رات مقرر فرمائی ہے۔

۳- عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم
قال لا تسافر المرأة ثلث ايام الا مع ذي
محرم ، (بخاری ج ۱ ص ۱۸۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا نہ سفر کرے عورت تین دن
کا محرم کے بغیر۔

۴- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لا یحل لامرأة ان تسافر
ثلثا الا ومعها ذو محرم منها ،

(مسلم ج ۱ ص ۲۳۳)
حضرت ابوسہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کسی بھی عورت کے لیے حلال نہیں ہے
کہ وہ تین دن کا سفر کرے اپنے محرم کے بغیر۔

۵- عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لا یحل لامرأة تؤمن باللہ
والیوم الآخر ان تسافر سفرا یكون ثلثا
ایام فصاعدا الا ومعها ابوها او ابنها او
زوجها او اخوها او ذو محرم منها ،

(مسلم ج ۱ ص ۲۳۳)
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال نہیں ہے کسی بھی عورت

کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ تین
دن یا تین دن سے زیادہ مسافت کا سفر کرے مگر اس حال
میں کہ اس کا باپ یا بیٹا، یا شوہر یا بھائی یا کوئی محرم اس
کے ساتھ ہو۔

۶- عن علی بن ربیعۃ الوابی - الولی بن بطن من بنی
اسد بن خزیمۃ قال سألت عبد اللہ بن عمر
الیکو تقصر الصلوۃ ؟ فقال اتعرفت السویداء
قال قلت لا ولكنی قد سمعت بہا قال ہی
ثلث لیل قواصد فاذا خرجنا الیہا قصرنا
الصلوۃ ، (کتاب الآثار ج ۱ ص ۲۳۹)

حضرت علی بن ربیعہ والبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کتنی مسافت پر نماز
قصر کرنی چاہیے۔ آپ نے فرمایا سویداء کو جانتے ہو میں نے
عرض کیا کہ جانتا تو نہیں لیکن اس کے بارے میں سنا ہے فرمایا
وہ تین درمیانہ راتوں کی مسافت پر ہے۔ جب ہم وہاں جا
ہیں تو نماز میں قصر کرتے ہیں۔

۷- حدثنا ابراہیم بن عبد الاعلیٰ قال سمعت
سوید بن غفلۃ الجعفی یقول اذا سافرت
ثلاثا فاقصری ، (کتاب الحجۃ ج ۱ ص ۱۸۸)

حضرت ابراہیم بن عبد الاعلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے سوید بن
غفلہ جعفی رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب

تو تین دن کا سفر کرے تو قصر کرے۔

۸۔ عن عمر قال تقصر الصلوة في مسيرة ثلاث ليالٍ (کنز العمال ۵: ۸ ص ۱۲۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین رات کی مسافت (کے سفر) میں نماز قصر کی جائے۔

۹۔ عن سالم بن عبد الله عن أبيه أنه ركب إلى ريم فقصر الصلوة في مسيره ذالك قال يحيى قال مالك وذاك نحو من أربعة برزج (موطا امام مالک ۵: ۱ ص ۱۲۱)

حضرت سالمؓ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ریم تک سفر کیا تو اپنے اس سفر کے دوران نماز میں قصر کیا، یحییٰؒ کہتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ریم کا مدینہ طیبہ سے تقریباً ۴ برید کے برابر فاصلہ ہے۔

۱۰۔ عن سالم بن عبد الله ان عبد الله بن عمر ركب إلى ذات النصب فقصر الصلوة في مسيره ذالك قال يحيى قال مالك وبين ذات النصب والمدینة أربعة برزج (موطا امام مالک ۵: ۱ ص ۱۲۱)

حضرت سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ذات النصب تک سفر

کیا تو اپنے اس سفر کے دوران نماز میں قصر کیا، یحییٰؒ کہتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ مدینہ طیبہ اور ذات النصب کے درمیان ۴ برید کا فاصلہ ہے۔

۱۱۔ عن سالم ان ابن عمر خرج إلى أرض له بذات النصب فقصر وهي ستة عشر فرسخاً (مصنف ابن ابی شیبہ ۵: ۲ ص ۳۳۲)

حضرت سالم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی اس زمین کی طرف سفر کے لیے نکلے جو ذات النصب میں تھی تو آپ نے قصر کیا، مدینہ طیبہ سے اس کا فاصلہ سولہ فرسخ ہے۔

۱۲۔ عن عطاء بن ابی رباح ان ابن عباس كانا يصليان ركعتين و يفطران في أربعة برزج فتها فوق ذالك (بیہقی ۵: ۳ ص ۱۳۱)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم دو رکعت پڑھتے تھے (قصر کرتے تھے) اور روزہ افطار کرتے تھے چار یا اس سے زیادہ برید پر۔

۱۳۔ وكان ابن عمر و ابن عباس يقصران و يفطران في أربعة برزج وهو ستة عشر فرسخاً (بخاری ۵: ۱ ص ۱۲۱)

(حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے تعیناً ذکر کیا ہے کہ) حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نمازیں قصر کرتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے ۲ برید پر جو ۱۶ فرسخ کے ہوتے ہیں۔

۱۴۔ عن عطارد بن ابی رباح قال قلت لابی عباس اقصر الی اعرفتہ فقال لا قلت اقصر الی مر قال لا قلت اقصر الی الطائف والی عسفان قال نعم وذاك شجائیة واربعمون ميلاً وعقد بيده ،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴۵ و مسند امام شافعی ج ۱ ص ۱۸۵)

حضرت عطارد بن ابی رباح فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ میں عرفہ کی مسافت میں قصر کر سکتا ہوں فرمایا نہیں میں نے عرض کیا کہ مرکی مسافت میں قصر کر سکتا ہوں فرمایا نہیں میں نے عرض کیا طائف اور عسفان کی مسافت میں قصر کر سکتا ہوں فرمایا ہاں ، ان کی مسافت اڑتالیس میل ہے ہاتھ سے گزرا لنگر (شمار کر کے) دکھایا۔

۱۵۔ عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا اهل مكة لا تقصروا الصلاة في ادنى من اربعين بروج من مكة الى عسفان ،

(معجم طبرانی کبیر بحوالہ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اہل مکہ تم چار برید سے کم کے سفر میں قصر نہ کیا کرو چار برید مکہ مکہ سے عسفان تک ہوتے ہیں

مذکورہ بالا احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے موزوں پر مسج کی مدت تین دن و تین رات مقرر فرمائی ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۴ سے واضح ہے اور آپ نے عورت کو محرم کے بغیر تین دن کے سفر سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۳-۴ سے ظاہر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں تین دن و رات کو ضرور دخل ہے اور مسافر کو لانے کا سستی وہی ہے جو تین دن و رات کی مسافت کے سفر کے ارادہ سے گھر سے چلے ، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور جلیل القدر تابعی حضرت سوید بن غفلہ رحمہ اللہ کے اقوال سے اس کی صراحت بھی ہو گئی اور معلوم ہوا کہ نماز میں قصر کے لیے مسافت سفر تین دن و رات کا سفر ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۴-۱۵-۱۶ سے ظاہر ہے مگر جس زمانہ میں قافلے پیادہ یا اونٹوں وغیرہ پر چلا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں اس مسافت کا اندازہ لگانا آسان تھا موٹر ریل اور ہوائی جہاز کے اس دور میں تین دن کی پیدل مسافت کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے شاید آئندہ اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری کا زمانہ آئے ، لہذا احکام شرع میں سہولت کے پیش نظر اب میلوں کی تعیین ضروری ہے ، چنانچہ محققین علماء احناف نے ۴۸ میل کو مسافت قصر قرار دیا ہے جیسا کہ یہ ائمہ ثلاثہ حضرت امام مالک حضرت امام احمد اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام شافعی رحمہم اللہ کا بھی مسلک ہے اور مندرجہ بالا احادیث و آثار بھی اس کے مؤید ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم سے مسافت سفر کی تحدید چار بُرد = ۱۶ فرسخ = ۲۸ میل ثابت ہو رہی ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۵ سے ظاہر ہے اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے اقوال و اعمال سے بھی مسافت سفر کی تحدید چار بُرد = ۱۶ فرسخ = ۲۸ میل ہی ثابت ہو رہی ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳ سے واضح ہے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ابو بکر بن ابی شیبہ حضرت امام بخاری حضرت امام بیہقی رحمہم اللہ سب یہی نقل کر رہے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا عمل اور فتویٰ اسی پر تھا کہ مسافت قصر اثنائیس میل ہے۔ لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مسافت قصر ۳ میل یا نو میل ہے۔

چنانچہ شمار اللہ امر تسری صاحب لکھتے ہیں :

”مسافر اس کو کہتے ہیں جو اپنے وطن سے نکل کر کسی دوسری بستی کو جائے اس کی کم سے کم حد حکم حدیث شریف تین میل ہے۔“ (خادی ثانیہ ص ۱۳۷)

غیر مقلدین کے مفتی عبدالسار صاحب لکھتے ہیں :

”نماز قصر تین یا نو میل پر کر سکتا ہے“ (خادی ستارہ ص ۳۵)

غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب تحریر فرماتے ہیں :

”لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ نو میل پر قصر درست ہے“

رسول اکرم کی نماز صلاک
ملاحظہ فرمائیے : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان حضرت عبداللہ

بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے افعال و اقوال سے مسافت قصر کی تحدید ۲ بُرد = ۱۶ فرسخ = ۲۸ میل ثابت ہو رہی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے کم مسافت کے سفر پر قصر سے منع بھی فرماتے ہیں، صحابہ کرام اور ائمہ عظام اسی پر عمل پیرا ہیں۔

لیکن غیر مقلدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کے باوجود اور صحابہ و تابعین کے فیصلہ کے خلاف کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب مسافت قصر تین میل یا نو میل ہے اور زیادہ صحیح نو میل ہے۔

قارئین غور فرمائیے اور ذرا سوچئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ و تابعین وغیرہم کی بات زیادہ صحیح ہے یا غیر مقلدین کی ؟ اور پھر فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

القصر ما لوینوا لاقامة خمسة عشر يوما

مسافر جب تک کسی جگہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت کرے اس وقت تک قصر کرے گا

۱۔ عن مجاہد قال کان ابن عمر اذا اجمع علی اقامة خمس عشرة سرح ظہرہ وصلی اربعاً ،

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۵۵)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب پندرہ دن ٹھہرنے کا پختہ ارادہ فرماتے تو گھوڑے سے زین اتار دیتے اور چار رکعت ادا کرتے۔

۲۔ عن مجاہد عن ابن عمر انہ اذا اراد ان یقیم بمکة

خمس عشر یوما سرح ظہرہ وصلی اربعاً ،

(کتاب الحج لخواجہ محمد بن عبد اللہ ص ۱۷۷)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ مکرمہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ فرما لیتے تو گھوڑے سے زین اتار دیتے اور چار رکعت ادا کرتے۔

۳۔ عن مجاہد عن عبد اللہ بن عمر قال اذا كنت مسافرا فوطنت نفسك على اقامت خمسة عشر يوما فاستم الصلوة وان كنت لا تدري فاقص (کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ بقایت الامام محمد ص ۳۱)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب تم مسافر ہو اور اپنے لیے کسی جگہ کو پندرہ دن ٹھہرنے کے لیے وطن بنا لو تو نماز پوری پڑھو اور اگر تمہیں معلوم نہ ہو کہ کتنے دن ٹھہرنا ہے تو قصر کرو۔

۴۔ عن مجاہد عن ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہم قال اذا هممت باقامت خمسة عشر يوما فاستم الصلوة (جامع المسانید اصحک)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جب تم پندرہ دن اقامت کا ارادہ کرو تو پھر نماز پوری پڑھو۔

۵۔ عن سعید بن المسیب قال اذا قدمت بلدة فامت خمسة عشر يوما فاستم الصلوة (کتاب الحجۃ اصحک)

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تم کسی شہر

میں آؤ اور اس میں پندرہ دن ٹھہرو تو نماز پوری پڑھو۔

مذکورہ آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ مسافر اگر کسی مقام پر پندرہ یا پندرہ دن زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے تو پھر نماز پوری پڑھنے کا قصر نہیں کرے گا۔ ورنہ قصر کرے گا۔ جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا اسی پر عمل تھا اور وہ دوسروں کو بھی فتوے دیا کرتے تھے اور غلطی سے کہ یہ تعین کوئی ایسی چیز تو ہے نہیں جس میں عقل و رائے کو دخل ہو اور ان حضرات نے خود ہی یہ تعین کر لی ہو اس لیے یہی کہا جائیگا کہ ضرور ان حضرات نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سُن کر یا آپ کے عمل کو دیکھ کر ہی یہ تعین کیا ہے لہذا ان کے یہ فتاویٰ حدیث مرفوعہ کے حکم میں ہوں گے۔ اسی طرح جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ بھی صحیح روایت کے مطابق اسی پر فتویٰ دیتے تھے۔

لیکن ان آثار کے خلاف غیر متقدمین کا کہنا ہے کہ چار روز کی اقامت کی نیت کر لینے سے قصر ختم ہو جائے گا اور پوری نماز پڑھے گا۔

چنانچہ ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں۔

”محدثین کے نزدیک بحکم بحديث تبين روز کی نیت اقامت کرنے پر قصر کرنا جائز ہے چار روز کی کرے گا تو قصر جائز نہ ہے گا“

(فتاویٰ ثنائیہ اصحک)

ملاحظہ فرمائیے: مذکورہ آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت کرنے سے قصر ختم ہوتا ہے لیکن غیر متقدمین کے نزدیک چار دن کی اقامت کی نیت سے قصر ختم ہو جاتا ہے اور نماز پوری پڑھنی پڑتی ہے قارئین فحیلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

وجوب القصر في السفر وكراهة التمام دوران سفر قصر کرنا واجب ہے اور پوری نماز پڑھنا مکروہ ہے

۱- عن عيسى بن حفص بن عاصم قال حدثني أبي
انه سمع ابن عمر يقول صحبت رسول الله
صلى الله عليه وسلم فكان لا يزيد في السفر على
ركعتين و ابا بكر وعمر وعثمان كذا لك

(بخاری ۱۷۹۱)

حضرت عیسیٰ بن حفص فرماتے ہیں کہ میرے والد حفص نے حدیث
بیان کی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے
ہوئے سنا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا۔
آپ سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اور میں حضرت
ابوبکر، حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہا وہ
بھی ایسے ہی کرتے تھے۔

۲- عن عبد الله بن عمر رضى الله عنه حديث طويل، الخ
صحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم في السفر
فلم يزد على الركعتين حتى قبضه الله وصحبت
ابا بكر فلم يزد على ركعتين حتى قبضه الله وصحبت
عمر فلم يزد على ركعتين حتى قبضه الله وشو
صحبت عثمان فلم يزد على ركعتين حتى قبضه
الله وهذا قال الله تعالى لقد كان لكونك

رسول الله اسوة حسنة، (مسلم ۱۷۲۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں سفر میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا آپ نے نماز دو رکعتوں سے زیادہ
نہیں پڑھی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلالیا اور میں حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ
نہیں پڑھیں حتیٰ کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے بلالیا۔ میں حضرت عمر
کے ساتھ رہا انہوں نے بھی دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھیں حتیٰ کہ
انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے بلالیا میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
ساتھ رہا انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں حتیٰ کہ
انہیں بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بے شک
تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں چھانوے ہے
۳- عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
صلوة السفر ركعتان من ترك السنة فقد كفر

(رواہ ابن عمر بسند صحیح رحمۃ القادی ۷ ص ۱۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر کی نماز دو رکعتیں ہیں جس نے سنت
(یعنی اس طریقہ) کو چھوڑا تحقیق اس نے کفر کیا۔

۴- عن مورق قال سألت ابن عمر عن الصلوة في
السفر فقال ركعتين ركعتين من خالفت السنة
كفر، (مجمع الزوائد ۲ ص ۱۵۴)

حضرت مورق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ

بن عمر رضی اللہ عنہما سے دوران سفر نماز کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا دو۔ دو رکعتیں ہیں جس نے سنت اس طریقے کی مخالفت کی اس نے کفر کیا۔

۵۔ عن الجب الکندوز قال سألت ابن عمر عن

صلوة السفر فقال ركعتان نزلتا من السماء فان

شئتُم فردوهما (مجمع الزوائد ۲ ص ۱۵۲)

حضرت ابو الکندوز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ

بن عمر رضی اللہ عنہما سے سفر کی نماز کے بارے میں پوچھا تو

آپ نے فرمایا دو رکعتیں ہیں جو آسمان سے اتری ہیں چاہو تو ان کو روکو۔

۶۔ عن السائب بن يزيد الكندي ابن اخت النضر

قال فرضت الصلوة ركعتين ركعتين ثم زيد

في صلوة الحضر واقرت صلوة السفر

(مجمع الزوائد ۲ ص ۱۵۵)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر حضرت کی نماز میں اضافہ

ہو گیا اور سفر کی نماز یونہی برقرار رکھی گئی۔

۷۔ عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم

قالت الصلوة اول ما فرضت ركعتان فاقرت

صلوة السفر واتممت صلوة الحضر الحديث

(بخاری ۱ ص ۱۲۸)

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہلیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی

ہیں کہ نماز ابتداءً دو رکعتیں ہی فرض ہوئی تھیں سفر کی نماز برقرار

رکھی گئی اور حضر کی نماز پوری کر دی گئی۔

۸۔ عن عمر قال صلوة السفر ركعتان وصلوة

الجمعة ركعتان والفطر والاضحى ركعتان تمام

عنير قصر على لسان محمد صلى الله عليه وسلم

(ابن ماجہ ص ۱۷۱ ص ۱۷۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سفر کی نماز دو رکعات ہیں

جمعہ کی نماز دو رکعات ہیں، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز دو

رکعات ہیں جو پوری ہیں کم نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی۔

۹۔ عن يعلى بن امية قال قلت لعمر بن الخطاب

ليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلوة ان

خضتم ان يفتتكم الدين كفرؤا فقد

امن الناس فقال عجبت مما عجبت منه فالت

رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك فقال

صدقة تصدق الله بها عليكم فاقبلوا صدقت

(مسلم ۱ ص ۱۷۱)

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت

عمر رضی اللہ عنہ سے آیت کریمہ لیس علیکم جناح الا یہ

کے بارے میں عرض کیا کہ اب تو لوگ امن میں ہو گئے ہیں آپ

نے فرمایا تمہیں عجیب لگی ہے وہ بات جو مجھے عجیب لگتی تھی میں

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تھا۔ آپ

نے فرمایا تھا کہ یہ اللہ نے تم پر صدقہ کیا ہے لہذا تم اسے صدقہ

کو قبول کرو۔

۱۰۔ عن ابن عباس قال فرض الله الصلوة على لسان
نبيكم صلى الله عليه وسلم في الحضر اربعاً
وفي السفر ركعتين وفي الخوف ركعتاً،

(مسلم ج ۱ ص ۲۴۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر چار رکعتیں، سفر
میں دو رکعتیں، اور خوف کی حالت میں ایک رکعت فرض کی ہے۔

۱۱۔ عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
حين سافر ركعتين ركعتين وحين اقام
اربعا قال وقال ابن عباس حين صلى في السفر
اربعا حين صلى في الحضر ركعتين الحديث

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سفر کیا تو دو دو رکعتیں پڑھیں اور جب
آپ مقیم ہوئے تو چار پڑھیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ
بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو شخص دوران سفر چار رکعتیں
پڑھتا ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے وہ شخص جو ہضر میں دو رکعت
پڑھے۔

۱۲۔ عن موسى بن سلمة الهذلي قال سألت ابن عباس
كيف أصلي إذا كنت بمكة إذا لم أصل مع الإمام

فقال ركعتين سنة إلى المقام صلى الله
عليه وسلم، (مسلم ج ۱ ص ۲۴۱)

حضرت موسیٰ بن سلمہ ہذلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ جب میں مکہ مکرمہ
میں ہوں اور میں نے امام کے ساتھ نماز نہ پڑھی ہو تو کیسے نماز
پڑھوں آپ نے فرمایا دو رکعتیں یہی سنت ہے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ
وسلم کی۔

۱۳۔ عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم
خرج من المدينة إلى مكة لا يخاف الا رب
العلمين فصلی ركعتين، (ترمذی ج ۱ ص ۲۴۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ گئے اس حال میں
کہ آپ سوائے رب العلمین کے کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور
آپ نے دو ہی رکعتیں پڑھیں۔

۱۴۔ عن أبي هريرة قال سألت مع رسول الله صلى الله
عليه وسلم ومع أبي بكر وعمر كلهم صلى
من حين يخرج من المدينة إلى أن يرجع إليها
ركعتين في المسير والمقام بمكة،

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر

کیا ہے سب نے برینہ طیبہ سے جاتے اور واپس برینہ طیبہ
آتے تک دو رکعتیں ہی پڑھیں سفر کے دوران بھی اور مکہ مکرمہ
اقامت کے دوران بھی۔

۱۵۔ عن خلف بن حفص عن انس انطلق بنا الى الشام
الى عبد الملك ونحن اربعون رجلا من الانصار
ليقرض لنا فلما رجع وكنا بفتح المائدة صلى
بنا الظهر ركعتين ثم دخل قسطاطه وتمام
القوم يضيفون الى ركعتيهم ركعتين اخريين
فقال قبح الله الوجوه فوالله ما اصابنا السنة
ولا قبلت الرخصة فاشهد لسمعت رسول
الله صلى الله عليه وسلم يقول ان قومًا
يتعمقون في الدين يهرقون كما يهرق السهم
من الرمية، (مجمع الزوائد ۲ ص ۵۵)

حضرت خلف بن حفص حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت
کرتے ہیں کہ (انہوں نے فرمایا) ہمیں ملک شام عبد الملک
بن مروان کے پاس لے جایا گیا ہم چالیس انصاری مرد تھے
مقصود یہ تھا کہ وہ ہمارا وظیفہ مقرر کر دے، جب ہم واپس آئے
اور فجر النافۃ پہنچے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں ظہر کی دو
رکعتیں پڑھائیں اور اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے لوگ اٹھے
اور (پڑھتی ہوئی) دو رکعتوں کے ساتھ دوسری دو رکعتوں کا اضافہ
کرنے لگے، آپ نے فرمایا خدا ان کا برا کرے اللہ کی قسم یہ سنت

کو نہ پہنچے نہ انہوں نے رخصت کو قبول کیا، گواہ رہو میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے کہ بہت سے
لوگ دین میں خوب گہرائی میں جائیں گے لیکن وہ دین سے ایسے
نکل جائیں گے جیسے تیرکمان سے نکلتا ہے۔

۱۶۔ عن عطاء بن يسار قال ان لنا ما قتالوا يا رسول
الله كنا مع فلان في السفر فبات الا ان يصلي لنا
اربعا اربعا فقاتل رسول الله صلى الله عليه وسلم
اذا والذي نفسي بيده تضلون، (المدينة المنورة الجرح والعتق)
حضرت عطاء بن يسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا اے
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم فلاں صاحب کے ساتھ سفر
ہیں تھے انہوں نے ہمیں نماز پڑھانے سے انکار کیا بجز اس صورت
کے کہ وہ چار چار رکعت پڑھائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان
ہے ایسی صورت میں تم گمراہ ہو جاؤ گے۔

۱۷۔ عن ابن ابي عمير ان ابن مسعود قال من صلى في
السفر اربعا اعاد الصلوة، (مجموع طبرانی کبیر ۹ ص ۲۸۹)
حضرت ابراہیم بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے سفر میں چار رکعتیں پڑھیں
وہ اپنی نماز لوٹائے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ دوران سفر نماز میں قصر کرنا
عزمیت ہے نہ کہ رخصت، نیز قصر کرنا واجب اور ضروری ہے نہ کہ فضل

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے ہمیشہ احوال میں
ہو یا خوف) سفر میں قصر ہی کیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲-۱۳-۱۴ سے
واضح ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں قصر نہ کرنے کو کفرانِ نعمت
اور قصر سے انکار کو گمراہی قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۲-۱۶-۱۷ سے
ظاہر ہے، کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے دورانِ سفر نماز پوری پڑھی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین کا دورانِ سفر نماز میں قصر
پر بغیر ترک کے موافقت فرمانا نیز اس کے ترک پر وعید فرمانا یہ اس بات کی
دلیل ہے کہ دورانِ سفر قصر کرنا عزیمت اور واجب ہے۔

دوسرے۔ حضرت عمرؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ
رضی اللہ عنہم کی احادیث (نمبر ۴-۵-۸-۱۰) سے ثابت ہو رہا ہے کہ سفر
کی نماز سے ہی دو رکعت کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سفر حجبہ۔ اور عیدین کی نماز دو رکعتیں ہیں جو پوری
دو ہی ہیں کسی کمی کے بغیر۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں
کہ دورانِ سفر دو ہی رکعتیں آسمان سے اتری ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ
رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی
حضرتیں چار اور سفر میں دو ہی رکعتیں فرض کی ہیں۔ ان احادیث سے صاف
ثابت ہو رہا ہے کہ دورانِ سفر قصر ہی عزیمت ہے اور قصر کرنا واجب ہے۔
تیسرے۔ حضرت سائب بن یزید اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی
احادیث نمبر ۶-۷ سے ثابت ہو رہا ہے کہ ابتداء نماز دو ہی رکعتیں فرض جاتی
تھیں بعد میں چار رکعتیں کروئی گئیں اور سفر میں جوں کی توں دو ہی

بائی رکھی گئیں یہ بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دورانِ سفر قصر عزیمت
ہے اور واجب ہے۔

چوتھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فرمانا کہ جس نے
دورانِ سفر فرض کی چار رکعتیں پڑھیں وہ ایسا ہے جیسے اس نے حضرتیں چار
کی جگہ دو رکعتیں پڑھیں (جیسا کہ حدیث نمبر ۱۱ میں ہے) اس سے بھی ثابت
ہوتا ہے کہ قصر عزیمت ہے اور واجب ہے نہ کہ رخصت کیونکہ آپ کے
ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جیسے حضرتیں چار رکعت والی نماز کو دو رکعت کے
نہیں پڑھا جاسکتا ایسے ہی دورانِ سفر دو رکعت کو چار کر کے پڑھنا صحیح نہیں
یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فتویٰ دیا ہے کہ جو
شخص سفر میں دو رکعات کی جگہ چار رکعات پڑھے وہ نماز لوٹانے جیسا کہ
حدیث نمبر ۱۱ سے ثابت ہے۔

پانچویں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا دورانِ سفر دو رکعت کی جگہ چار
رکعات پڑھنے والوں کو بددعا دینا اور یہ فرمانا کہ انہوں نے سنت کی مخالفت
کی ہے یہ بھی اس بات کی علامت ہے کہ قصر عزیمت ہے رخصت نہیں
کیونکہ اگر دورانِ سفر تمام جائز ہوتا تو آپ بددعا نہ دیتے اور نہ یہ فرماتے
کہ انہوں نے سنت کی مخالفت کی ہے۔

چھٹے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ قصر اللہ کا صدقہ ہے
جو اس نے بندوں پر کیا ہے لہذا تم اس کے صدقے کو قبول کرو (جیسا کہ حدیث
نمبر ۹ میں ہے) اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قصر عزیمت ہے نہ کہ رخصت
کیونکہ دورانِ سفر پوری نماز پڑھنے سے اس صدقے سے اعراض ہوتا ہے۔
لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلین کا کہنا ہے کہ دوران

سفر قصر صرف افضل ہے لہذا کوئی پوری نماز پڑھے تو بھی صحیح ہے۔

چنانچہ غیر متقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں۔

”سفر میں قصر کرنا افضل ہے جس نماز کے چار فرض ہوں دو پڑھے جائیں صبح اور مغرب کی نماز قصر نہیں ہوں گی وہ بدستور و دواور تین رکعت پڑھی جائیں گی اگر کوئی پوری نماز ادا کرنا چاہے تو بھی درست ہے۔“

(رسول اکرم کی نماز ص ۱۸)

نواب وحید الزماں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

”والاصح عندنا ان القصر افضل“

(نزل الابرار ص ۱۷۷)

زیادہ صحیح بات ہمارے نزدیک یہ ہے کہ قصر افضل ہے۔

موصوف ایک دوسری جگہ رقمطراز ہیں۔

”فلا افضل له قصر الربا عيت وان صلى اربعا“

(کنز الخائق ص ۳۳)

مسافر کے لیے چار رکعت والی نماز میں قصر کرنا افضل ہے اور

اگر چار رکعات پوری پڑھے تو بھی جائز ہے۔

مولوی خالد گرجا بھی صاحب لکھتے ہیں۔

”یہ ایک مسئلہ ہے کہ کیا مسافر شخص نماز پوری پڑھ سکتا ہے

یا نہیں؟ یا افضل کیا چیز ہے اس میں اصل حقیقت یہ ہے کہ

مسافر کو قصر کرنا افضل ہے..... گویا کہ افضل اگرچہ

مسافر کے لیے قصر ہے لیکن اتمام منع نہیں ہے خصوصاً جب کہ

(صلوة النبی ص ۲۸)

کوئی مصلحت و دشواری ہو۔

ملاحظہ فرمائیے : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین سفر

میں ہمیشہ قصر ہی کرتے ہیں کبھی بیان جواز کے لیے بھی اتمام نہیں کرتے عام

صحابہ کرام کا معمول یہی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قصر کو اللہ تعالیٰ کا

صدقہ قرار دے کر اس کے قبول کرنے کا حکم دے رہے ہیں نیز قصر کرنے

کو بظان نعمت اور گمراہی قرار دے رہے ہیں اور آپ فرما رہے ہیں کہ

سفر کی نماز ہے ہی دو رکعت اللہ تعالیٰ نے سفر کی نماز دو رکعت ہی فرض کی

ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ چار رکعت پڑھنے والوں کو سنت کا مخالفت

بلا کر انہیں بدو عادیاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سفر میں

اگر کوئی چار رکعت پڑھے تو اس کے ٹوٹانے کا حکم دیتے ہیں۔ ان سب

باتوں سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ سفر میں قصر افضل نہیں و

ہے۔ لیکن ان تمام باتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے غیر متقلدین کہہ رہے ہیں کہ دوران

سفر قصر صرف افضل ہے اگر کوئی پوری نماز پڑھے تو بھی صحیح ہے۔

قارئین کرام غور فرمائیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خلفاء راشدین اور

صحابہ کرام کے فعل سے قصر کا وجوب ثابت ہوتا ہے جس کا مطلب ہے

اتمام جائز نہیں غیر متقلدین صرف افضل قرار دیتے ہیں جس کا مطلب ہے

اتمام بھی جائز ہے اور فیصلہ فرمائیے کہ اس قدر احادیث سے وجوب کے

ثبوت ہوتے ہوئے صرف افضلیت کا قول کرنا یہ حدیث کی موافقت

ہے یا مخالفت ؟

التطوع في السفر

دوران سفر اگر ممکن ہو تو سنتیں بھی پڑھنی چاہئیں

۱- عن البراء بن عازب قال صحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم ثمانيتي عشر سفرا فلما رأيت ترك الركعتين اذا زاغت الشمس قبل الظهر: (ترمذی ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اٹھارہ سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے سورج ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے دو رکعتیں چھوڑی ہوں۔

۲- عن ابن عمر قال صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم في الحضي والسفر فصليت معه في الحضر الظهر اربعاً وبعدها ركعتين وصليت معه في السفر الظهر ركعتين وبعدها ركعتين والعصر ركعتين ولو يصل بعد ما شئنا والمغرب في الحضي والسفر سواء ثلاث ركعات لا ينقص في حضر ولا سفر وهي وتر النهار وبعدها ركعتين: (ترمذی ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ سفر و حضر میں نماز پڑھی ہے میں

نے آپ کے ساتھ حضر میں ظہر کی چار رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، سفر میں ظہر کی دو رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، ایسے ہی عصر کی دو رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد کچھ نہیں پڑھا، مغرب کی نماز سفر و حضر میں برابر ہے، یہ کل تین رکعتیں ہیں جو نہ کم ہوتی ہیں نہ بڑھتی ہیں اور یہ دن کے وتر ہیں، ان کے بعد بھی دو رکعتیں پڑھی ہیں۔

۳- عن ابن عمر انه قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم اربعاً وليس بعدها شيئاً وصلى المغرب ثلاثاً وبعدها ركعتين و قال هي وتر النهار ولا تنقص في سفر ولا حضر وصلى العشاء اربعاً وصلى بعدها ركعتين قال وصلى في السفر الظهر ركعتين وصلى بعدها ركعتين وصلى العصر ركعتين وليس بعدها شيئاً وصلى المغرب ثلاثاً وبعدها ركعتين وصلى العشاء ركعتين وبعدها ركعتين: (طحاوی ج ۱ ص ۲۸۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (حضر میں عصر کی) چار رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد کچھ نہیں۔ مغرب کی تین رکعات پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دن کے وتر ہیں جو سفر و حضر میں کم نہیں ہوتے، عشاء کی چار رکعتیں

پڑھیں اور ان کے بعد دو رکعتیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد دو رکعتیں۔
 پھر عصر کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد کچھ نہیں، مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد دو رکعتیں، عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد دو رکعتیں۔

۴۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصلوا رکعتی الفجر ولو طردتکم الخیل،
 (مسند احمد ۲/۳۵۲، ابوداؤد ۱/۱۷۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی دو سنتوں کو نہ پھوڑو اگرچہ تمہیں گھوڑے دوڑائے لیے چلے جا رہے ہوں۔

۵۔ عن عبد اللہ بن رباح الانصاری نا ابوقنادۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان فی سفر لہ فنام النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومات معہ فمات انظر فقلت هذا راكب هذان راكبان هؤلاء ثلاثۃ حتی صرنا سبعۃ فمات احفظوا علینا صلواتنا یعنی صلوۃ الفجر فضرب علی آذانہم فناما ان یقظہم الاحرار الشمس فقاموا فصاروا ہئیتۃ شمس نزلوا فتوضؤوا واذن بلول فصلوا رکعتی الفجر شمس صلوا الفجر و رکبوا

فمات بعضهم لبعض قد فرطنا فی صلواتنا فمات النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه لا تقریط فی النوم انما التقریط فی الیقظۃ الحدیث (ابوداؤد ۱/۱۷۹)

حضرت عبداللہ بن رباح انصاری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حضرت ابوقنادہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے، آپ راستے سے ہٹ کر ایک جانب ہو گئے۔ آپ کے ساتھ میں بھی اسی طرح چلا، آپ نے فرمایا دیکھو میں نے عرض کیا یہ ایک سوار ہے یہ دو سوار ہیں، یہ تین ہیں یہاں تک کہ ہم سات آدمی ہو گئے آپ نے فرمایا ہماری فجر کی نماز کی نگرانی رکنا۔ ان کے کان بند ہو گئے (یعنی سو رہے) پس کسی چیز نے ان کو نہ جگایا سوائے آفتاب کی تیزی کے پھر لوگ اٹھے اور تھوڑی دیر چلے، پھر ایک بیگ اترے اور حضور کیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آذان دی سب نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں پھر فرض پڑھے اور سوار ہو گئے، ایک دوسرے سے کہنے لگا ہم نے قصور کیا نمازیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم والسلام نے فرمایا سونے میں کوئی قصور نہیں۔ قصور یہ ہے کہ جگتا ہو اور پھر نہ پڑھے۔

۶۔ عن عامر بن ربیعۃ استہ رأى النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی السبحۃ فی اللیل فی السفر علی ظہر راحلۃ حیث توجهت بہ، (بخاری ۱/۱۷۹ مسلم ۱/۱۷۹)

حضرت عامر بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ دورانِ سفر رات میں نفل ادا فرما رہے تھے اپنی سواری کی پشت پر وہ سواری آپ کو لے کر جس طرف کا بھی رخ کرتی۔

۷۔ عن ام ہانیؓ قالت لما كان يوم فتح مكة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بقاء ومتى ام هانيؓ وام سليم ام النس بن مالك بمخيفة مشم دخل بيت ام هانيؓ فمضى الفحى اربع ركعات، (مجمع الزوائد ۲ ص ۲۳۸)

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن (غسل کے لیے) پانی منگوایا، ام ہانی اور ام سلیم یعنی انس بن مالک کی والدہ نے چاروں سے پردہ کئے رکھا، پھر آپ (غسل کر کے) ام ہانی کے گھر تشریف لے گئے اور چاشت کی چار رکعتیں پڑھیں۔

۸۔ عن ابن عباس قال قد فرض لرسول الله صلى الله عليه وسلم الصلوة في الحضر اربعاً وفي السفر ركعتين فكما يتطوع ههنا قبلها ومن بعدها فكذلك يصلي في السفر قبلها وبعدها، (طحاوی ج ۱ ص ۲۸۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرض کی گئی ہیں خضر میں

چار رکعت اور سفر میں دو رکعت، پس جیسے نماز سے پہلے اور نماز کے بعد یہاں نفل پڑھے جاتے ہیں ایسے ہی سفر میں بھی نماز سے پہلے اور نماز کے بعد نفل پڑھا کرتے ہیں۔

۹۔ عن قتادة ان ابن مسعود وعائشة كانا يتطوعان في السفر قبل الصلوة وبعدها، (مجمع الزوائد ۲ ص ۲۳۸)

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سفر میں نماز سے پہلے اور نماز کے بعد نوافل پڑھا کرتے تھے۔

قال الامام الترمذی

شم اختلف اهل العلم بعد النبي صلى الله عليه وسلم فرأى بعض اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ان يتطوع الرجل في السفر وبه يقول احمد واسحق ولم يرحلنا ثقتنا من اهل العلم ان يصلي قبلها ولا بعدها ومعنى من لم يتطوع في السفر قبول الرخصة ومن تطوع فله في ذلك فضل كثير وهو قول اكثر اهل العلم ويخارون التطوع في السفر، (ترمذی ج ۱ ص ۲۸۵)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اہل علم نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض صحابہ کرام کا مذہب ہے

کہ آدمی سفر میں نفل پڑھے امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کے قائل ہیں اور اہل علم کی ایک جماعت نے نماز سے پہلے اور بعد میں نفل پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھا اور مراد اس سے کہ جس نے سفر میں نفل نہیں پڑھے یہ ہے کہ اس نے رخصت کو قبول کیا اور جو کوئی نفل پڑھے تو اس کے لیے بہت ثواب ہے اور یہ قول اکثر اہل علم کا ہے وہ سفر میں نفل پڑھنے کو اختیار کرتے اور پسند کرتے ہیں

قال الامام النووي

” قد اتفق العلماء على استحباب النوافل المطلقة في السفر واختلفوا في استحباب الراتبة فتركها ابن عمر وآخرون واستحبها الشافعي وأصحابه والجمهور الخ (نوی شریف سلم ص ۱۱۱)

حضرت امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

دوران سفر مطلق نوافل کے استحباب پر تو سب علماء کا اتفاق ہے البتہ سنن سرکدہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسروں نے تو انہیں چھوڑ دیا، امام شافعیؒ ان کے اصحاب اور جمہور علماء ان کے پڑھنے کو مستحب جانتے ہیں۔

قال ابن المقيم الجوزي

” قد سئل الامام احمد عن التطوع في السفر فقال أرجو ان لا يكون بالتطوع في السفر بأس قال وروى عن الحسن انه قال كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يوافون فيتطوعون قبل المكتوبة

وبعد ما قال وروى هذا عن عمر وعلي وابن مسعود وجابر والنس و ابن عباس والبي ذر

(نادر المعاد فی ہدی خیر العباد ص ۱۱۱)

علامہ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے دوران سفر نوافل پڑھنے کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ سفر میں نفل پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سفر کرتے تھے تو فرض نماز سے پہلے اور بعد میں نفل بھی پڑھتے تھے، آپ نے فرمایا کہ یہی حضرت عمرؓ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت جابرؓ حضرت انسؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار اور اقوال محدثین سے ثابت ہو رہا ہے کہ مسافر کو حالت الطہینان میں جب کوئی تشویش اور عہدی نہ ہو فرض نمازوں میں قصر کے ساتھ سنتیں بھی ادا کرنی چاہئیں، کیونکہ حضور علیہا الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام مسافرت میں فرائض کے ساتھ سنتیں بھی ادا کرتے تھے۔

حضرت ابوسیرۃ اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہما کی احادیث (غیر ۵) سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے دوران فجر کی سنتیں ادا فرماتے تھے کیونکہ جب آپ صحابہ کرام کو فرماتے ہیں کہ ان سنتوں کو کسی حال میں بھی نہ چھوڑو تو کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ خود چھوڑ دیتے ہوں۔ چنانچہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے صراحت ہو گئی کہ آپ دوران سفر فجر کی سنتیں پڑھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی

دعوتوں (میر ۲-۳) سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، ظہر، مغرب، اور عشاء و تینوں نمازوں کے بعد دو رکعت سنت ادا فرماتے تھے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث (میر) سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ زوال کے بعد ظہر سے پہلے ہمیشہ دو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (میر ۶) سے آپ کا دوران سفر تہجد پڑھنا اور حضرت ام حانی رضی اللہ عنہا کی حدیث (میر) سے آپ کا چاشت کی نماز پڑھنا ثابت ہو رہا ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ کی حدیث (میر ۹) سے حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا یہ معمول ثابت ہو رہا ہے کہ یہ دونوں حضرات مسافرت میں نماز سے پہلے اور نماز کے بعد سنت و نوافل پڑھا کرتے تھے۔ حضرت حسن ابصری رحمہ اللہ کے بیان سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ عام صحابہ کرم کا معمول یہی تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عام ضابطہ ذکر فرمایا کہ جیسے حضرات فرض سے پہلے اور بعد میں سنتیں اور نفل پڑھتے جاتے ہیں ایسے ہی سفر میں بھی فرض سے پہلے اور بعد میں سنتیں اور نفل پڑھتے جاتے ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق حضرت عمر حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم مسافرت میں سنن و نوافل ادا کیا کرتے تھے۔ حضرت امام ترمذی کے قول کے مطابق عام اہل علم اور امام نووی کے قول کے مطابق جمہور علماء اس کے قائل ہیں کہ مسافرت کی حالت میں سنن و نوافل پڑھنے چاہئیں، انہیں احادیث و آثار اور اقوال محدثین کے پیش نظر

فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ سفر کی حالت میں اگر انسان اطمینان سے ہو اور کوئی تشویش یا جلدی نہ ہو تو فرض کے ساتھ سنتیں اور نوافل بھی ادا کرنے چاہئیں، ہاں اگر کوئی تشویش ہو یا جلدی ہو تو پھر نہ پڑھنا بھی جائز ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلدین بغیر کسی تفصیل کے اس بات کے قائل ہیں کہ دوران سفر سنتیں معاف ہیں اس لیے اُن کا نہ پڑھنا ہی اولیٰ و بہتر ہے، چنانچہ یہ لوگ دوران سفر سنن و نوافل بالکل نہیں پڑھتے اور اگر کوئی پڑھے تو اس سے الجھتے اور اسے روکتے ہیں کہتے ہیں حدیث سے ثابت نہیں۔

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مؤل حدیث ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

”معلوم ہوا کہ سفر میں سنتیں نفل سب معاف ہیں“

(صلوة الرسول ص ۱۱۰)

نواب وحید الزماں صاحب تحریر فرماتے ہیں

”ولا قسم للمسافر صلوة الوقت الا الضجر والوتر ومن صلاها فلا بأس عن ابن عمر ان تركها اولاً“

(نزل الابارح ۱۷۸)

اور مسافر کے لیے سنن مؤکدہ کا پڑھنا مسنون نہیں ہے سوائے فجر اور وتر کے اور اگر کوئی پڑھے تو کوئی مضائقہ بھی نہیں تاہم اولیٰ و بہتر نہ پڑھنا ہی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسافرت میں فجر،

ظہر، مغرب، عشاء کی سنتیں پڑھنا ثابت ہے بلکہ ظہر سے پہلے کے دو

نفل تہجد اور چاشت پڑھنا بھی ثابت ہے عام صحابہ کرام کا معمول یہی ہے کہ وہ مسافرت میں فرائض کے ساتھ سنن و نوافل بھی پڑھتے ہیں جمہور اہل علم اسی کے قائل ہیں کہ دوران سفر سنن و نوافل بشرط سہولت ادا کرنے چاہئیں لیکن غیر متقلدین کہہ رہے ہیں کہ سفر میں سنن و نوافل معاف ہیں اور نہ پڑھنا اولیٰ و بہتر ہے، سوال یہ ہے کہ اگر یہ معاف ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کیوں پڑھتے تھے؟ نیز اگر ان کا نہ پڑھنا اولیٰ و بہتر ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سنن و نوافل ادا کر کے غیر اولیٰ اور غیر بہتر کام کرتے تھے العیاذ باللہ۔

قارئین کرام یہ سب غیر متقلدین کا عمل بالحدیث اور یہ ہے ان کی تحقیق و اجتہاد کہ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کے عمل کو غیر اولیٰ اور غیر بہتر قرار دے رہے ہیں اور کوئی پروا نہیں۔

قارئین فیصلہ آپ کے سر ہے اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

ابواب الجمعة

عدم جواز الجمعة في القرى

کاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے

۱۔ عن عائشة في حديث طويل حتى نزل بهم ف بيني عمر و بن عوف و ذالك يوم الاثنين من شهر ربيع الاول فقام ابو بكر للناس و جلس رسول الله صلى الله عليه وسلم وصامتا فطفق من

جاء من الانصار ممن لم ير رسول الله صلى الله عليه وسلم يجي ابابكر حتى اصابته الشمس رسول الله صلى الله عليه وسلم فاقبل ابو بكر حتى ظلك عليه بردائه فعرف الناس رسول الله صلى الله عليه وسلم عند ذالك فلبث رسول الله صلى الله عليه وسلم في بني عمرو بن عوف بضعة عشرة ليلة (وفي رواية ان بن مالك اربع عشرة ليلة) و استس المسجد الذي استس على التقوى و صلى فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم ركب و احلت فصار يمشي معه الناس حتى بركت عند مسجد الرسول صلى الله عليه وسلم بالمدينة و هو يصلي فيه يومئذ رجال من المسلمين و كان مربدا للثمر لسهيل و سهل غلامين يتيمين في حجر اسعد بن زارة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم حين بركت به و احلته هذا ان شاء الله المنزل ثم دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم العلامين قسا و مهما بالمربد ليتخذاه مسجدا فقال بل نهجد لك يا رسول الله فنادى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يقبله منهما هبمتا حتى ابتاعتهما منهما ثم بناه مسجدا الحديث ۴

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقام قبا میں قبیلہ بنو عمر بن عوف کے یہاں نزول اجلال فرمایا اور یہ ماہ ربیع الاول کا پیر کا دن تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنے والے لوگوں سے ملنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھے رہے انصار میں سے جو بھی آتا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے نہیں دیکھا تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آتا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوپ لگنے لگی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس طرف متوجہ ہوئے اور اپنی چادر سے آپ پر سایہ کیا اس وقت لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنو عمر بن عوف میں دس رات سے کچھ اوپر (حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق چودہ رات) قیام فرما رہے اور آپ نے وہاں اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد تعوی پر رکھی گئی ہے (یعنی مسجد قبا کی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں نماز پڑھتے رہے پھر آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے تو لوگ بھی آپ کے ساتھ چلنے لگے، یہاں تک کہ آپ کی سواری مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے پاس آکر بیٹھ گئی، اس جگہ اس وقت کچھ مسلمان نماز پڑھنا کرتے تھے اور یہ جگہ دو تیمم بچوں سہیل اور سہیل جو اسعد بن زرارہ کی پرورش میں تھے ان کی کھجوریں خشک کرنے کی جگہ تھی، جس وقت آپ کی سواری آپ کو لے کر اس جگہ بیٹھی تو آپ نے

آپ نے فرمایا ان شاء اللہ یہی منزل ہوگی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بچوں کو بلایا اور اس جگہ کا ان سے بجاؤ کرنے لگے تاکہ آپ وہاں مسجد بنائیں وہ دونوں بچے کہنے لگے ہم آپ کو یہ جگہ ہبہ کرتے ہیں اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہبہ کو قبول کر کے اسے انکار فرمایا اور ان سے وہ جگہ خرید لی پھر وہاں مسجد بنائی۔

۲- عن جابر بن عبد اللہ (فی حدیث طویل فی حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال) فاجاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اتی عرفۃ فوحبب القبتۃ قد ضربت لہ بنمرة فنزل بہلما حتی اذا زاغت الشمس امر بالقصواء فرحلت لہ فالت بطن الوادی فخطب الناس (الی ان قال) ثم اذن ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر ولم یصل بینہما شیئا، (مسلم ۱۵ ص ۳۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے سلسلہ میں ایک ایسی حدیث میں فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ آپ عرفات میں تشریف لائے تو آپ نے ایک قبۃ دیکھا جو آپ کے لیے دھاری دار چادر سے بنایا گیا تھا، آپ اس میں تشریف فرما ہو گئے حتیٰ کہ جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے (اپنی اونٹنی) قصواء کے لئے کاکم دیا چنانچہ وہ کجا وہ ڈال کر حاضر کر دی گئی۔ آپ نے بطن وادی

پہن کر لوگوں سے خطاب فرمایا پھر حضرت بلالؓ نے اذان کوئی پھر اقامت کہی اور آپؐ نے ظہر کی نماز پڑھائی و حضرت بلالؓ نے پھر اقامت کہی تو عصر کی نماز پڑھائی اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔

۳۔ عن عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان الناس ینتاجون الجمعة من منازلہم والعمالی الحدیث۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۳۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ باہر کے لوگ مدینہ طیبہ میں نماز جمعہ پڑھنے کے لیے اپنی اپنی منازل اور عموالی سے ٹوبہ بتوبہ یعنی باری باری آتے تھے۔

۴۔ عن ابن عباس قال ان اول جمعة جمعت بعد جمعة في مسجد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم في مسجد عید العیدین بحجازی من البحرین۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۳۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جمعہ قائم ہونے کے بعد سب سے پہلے بحرین کے ایک شہر حوانی میں عبدالقیس کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی گئی۔

۵۔ کان النبی فی قصی احیانا یجمع و احیانا لا یجمع و هو بالزوایر علی فرسخین۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۳۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے قصر میں بمقام زاویر جو بصرہ شہر سے

پچھ میل دور تھا رہتے تھے کبھی وہ نماز جمعہ پڑھتے تھے اور کبھی نہیں پڑھتے تھے۔

۶۔ عن ابی البختری قال رأیت الناس یشہد الجمعة من الزوایر وھی فرسخان من البصرة۔ (مسند ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۱۱)

حضرت ابو البختریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ جمعہ پڑھنے کے لیے زوایر سے تشریف لاتے جو بصرہ سے پچھ میل کے فاصلہ پر ہے۔

۷۔ عن ابن عمر قال اتما الغسل علی من تعجب علیہ الجمعة والجمعة علی من یأتی اصلہ۔ (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۲ ص ۲۱۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں جس پر جمعہ واجب ہے اسی پر غسل ہے اور جمعہ اس شخص پر واجب ہے جو جمعہ پڑھ کر گھر واپس آسکتا ہو۔

۸۔ قال ابو عبید شہدت العید مع عثمان بن عفان فجاء فصلی ثم انصرفت فخطب و قال انہ قد اجتمع لکم فی یومکم هذا عیدان فمن احب من اهل العالیة ان ینتظر الجمعة فلیتخطرها ومن احب ان یرجع فقد اذنت لہ۔ (مسند امام مالک ج ۱ ص ۱۶۵)

حضرت ابو عبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پھر میں حاضر ہوا عید کی

نماز پڑھنے کے لیے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ
آپ تشریف لائے، نماز پڑھائی پھر لوگوں کو خطبہ دیا، اور فرمایا
اس دن تمہاری دو عیدیں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ اہل عوالی میں سے
جو یہ چاہے کہ وہ جمعہ کی نماز کا انتظار کرے تو وہ کرے اور جو
یہ چاہے کہ واپس چلا جائے تو میری طرف سے اسے اجازت ہے،
۹۔ عن ابی عبد الرحمن السہمی عن علی قتال لا جمعة
ولا تشریق الا فی مصر جامع،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۱)

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت
کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جائز نہیں ہے جمعہ اور تشریق (عید)
مگر مصر جامع (بڑے شہر) میں۔

۱۰۔ عن ابی عبد الرحمن قتال قتال علی لا جمعة ولا تشریق
ولا صلوة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع
او مدینة عظيمة، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۱)
حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی
رضی اللہ عنہ نے فرمایا جائز نہیں ہے جمعہ، تشریق، عید الفطر اور
عید الاضحیٰ کی نماز مگر مصر جامع میں یا بڑے شہر میں۔

۱۱۔ عن ابی عبد الرحمن السہمی عن علی قتال لا تشریق
ولا جمعة الا فی مصر جامع،

(معرفة السنن والآثار بسبہقی ج ۳ ص ۲۲۲)

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جائز نہیں ہے جمعہ اور عید
مگر مصر جامع (بڑے شہر) میں۔

۱۲۔ عن حذیفۃ قتال لیس علی اهل القرى
جمعة انما الجمع علی اهل الامصار مثل
المدائن، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۱)
حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل قریہ (گاؤں دیہات
والوں) پر جمعہ واجب نہیں ہے بلکہ شہر والوں ہی پر ہے جیسے
شہر مدائن۔

۱۳۔ قال الامام الشافعیؒ

”قد کان سعید بن زید وابو هريرة یكونان
بالشجرة علی اقل من ستين اميال فیشهدان
الجمعة ویدعاهما وقد کان یروی ان احدهما
کان یكون بالحقیق فیترك الجماعة ویشهدها
ویروی ان عبد اللہ بن عمرو بن العاص کان علی
میلین من الطائف فیشهد الجماعة ویدعها“
(کتاب الامم ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید ابو
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما مقام شجرہ میں ہوتے تھے چھ میل
سے کم فاصلہ پر وہ کبھی تو جمعہ کے لیے تشریف لاتے اور کبھی جمعہ چھوڑ
دیتے تھے اور یہ بھی روایت کیا جاتا ہے کہ ان دونوں حضرات میں
سے کوئی مقام عشیق پر ہوتا تھا تو کبھی وہ جمعہ چھوڑ بھی دیتا تھا اور کبھی

جمعہ کے لیے حاضر بھی ہوتا تھا، اور روایت کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ طائف سے دو میل کے فاصلے پر تھے وہ کبھی جمعہ کے لیے تشریف لاتے تھے اور کبھی جمعہ چھوڑ دیتے تھے

۱۴۔ عن هشام عن الحسن ومحمد انهما قالا الجمعة في الامصار، (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۸)

حضرت ہشام، حضرت حسن بصری اور حضرت محمد بن سیرین تمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے فرمایا جمعہ شہروں ہی میں ہوتا ہے۔

۱۵۔ عن ابی بکر بن محمد اندارسل الى ذی الحليفة ان لا تجمعوا بها وان متدخلوا الى المسجد مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم، (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۸)

حضرت ابوبکر بن محمد سے روایت ہے کہ انہوں نے ذوالحلیفہ والوں کو پیغام بھیجا کہ تم وہاں جمعہ قائم نہ کرو بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آکر جمعہ پڑھو۔

۱۶۔ عن ابراهيم قال كانوا لا يجمعون في العاكر، (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۸)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ و تابعین لشکروں میں جمعہ قائم نہیں کرتے تھے۔

۱۷۔ عن ابراهيم قال لا جمعة ولا تشریق الا في مصر جامع، (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۸)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جائز نہیں ہے جمعہ اور

تشریق (عید) مگر بڑے شہر میں۔

۱۸۔ قال حجاج وسحبت عطاء يقول مثل ذلك، (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۸)

حضرت حجاج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کو بھی یہی فرماتے سنا ہے کہ جمعہ اور تشریق جائز نہیں ہے مگر بڑے شہر میں،

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ اور عیدین کی نماز بڑے شہر ہی میں جائز ہے۔ چھوٹی بستی یا چھوٹے گاؤں میں جمعہ و عیدین کی نماز جائز نہیں کیونکہ پہلی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو مقام قبا میں جو مدینہ طیبہ سے تین سو کس کے فاصلہ پر ہے پیر کے دن پہنچے اور قبیلہ بنی عمرو بن نوف کے یہاں نزول اجلال فرمایا وہاں مسجد کی بنا ڈالی گئی۔ عامۃ مسلمین کی جماعت کے ساتھ علانیہ نماز ادا ہونے لگی اور آپ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تروا کے مطابق چودہ شب وہاں رہے پھر آپ نے وہاں سے مدینہ طیبہ کو پناہ فرمایا اور بنو نجار کے محلہ میں پہنچ کر حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں تشریف فرما ہوئے اور مہینوں وہیں رہے یہاں تک کہ آپ کے لیے مسجد و مکانات تعمیر ہو گئے، جب صحیح بخاری سے یہ ثابت ہوا کہ آپ قبا چودہ روز رہے تو لازمی بات ہے کہ اس دوران دو جمعے بھی آئے مگر کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں کہ وہاں آپ نے نماز جمعہ ادا فرمائی جو بلکہ آپ کی پہلی نماز جمعہ یا تو مدینہ طیبہ میں ہوئی یا بنو سالم کی مسجد مائکہ میں جو مدینہ طیبہ کا ایک محلہ ہے جو شہر سے باہر ہے اب قابل غور

بات یہ ہے کہ باوجودیکہ نماز جمعہ فرض ہو چکی تھی۔ قبا میں آپ نے نماز جمعہ کیوں ترک کی، اگر آپ مسافر تھے تو قبا والوں کو کیوں حکم نہیں دیا۔ اور جب مسافر کے لیے جمعہ جائز ہے اور بالفرض قبا والوں پر نماز جمعہ فرض تھی تو آپ قبا میں نماز جمعہ ضرور قائم فرماتے، آپ کے خود جمعہ قائم نہ فرمانے سے اور اہل قبا کو جمعہ قائم کرنے کا حکم نہ دینے سے ثابت ہوتا ہے کہ قبا میں نماز جمعہ درست ہی نہ تھی اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ گناؤں والوں پر جمعہ فرض نہیں۔

دوسری حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کی نویں ذی الحجۃ کو مقام عرفات میں وقوف فرمایا تو وہاں آپ نے ظہر کی نماز ادا فرمائی حالانکہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ یہ دن جمعہ کا دن تھا (چنانچہ امام بیہقیؒ لکھتے ہیں، "تدروینا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه يوم عرفات جمع بين الظہر والنصر بشم راح الموقوف وكان ذالک يوم جمعة" مسند ابنیہ والآثار ۴ ص ۱۱۱) ہم نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا ہے کہ آپ نے عرفہ کے دن ظہر وعصر کو اکٹھا کر کے پڑھا پھر شام کو آپ موقوف گئے اور یہ جمعہ کا دن تھا، اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جمعہ وہاں مسافر ہونے کی وجہ سے فرض نہ تھی مگر اہل مکہ پر تو نماز جمعہ فرض تھی لیکن انہوں نے بھی جمعہ کی نماز نہیں پڑھی ظہر کی پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اہل مکہ کا نماز جمعہ نہ پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ غیر آبادی کی وجہ سے مقام عرفات نماز جمعہ کا محل ہی نہ تھا اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل قرینہ پر جمعہ فرض نہیں۔

تیسری حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ اہل عوالی جمعہ میں شریک ہونے کے لیے مدینہ طیبہ نوبت بنو بت یعنی باریاں مقرر کر کے آئے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل عوالی پر جمعہ فرض نہ تھا، کیونکہ اگر اہل عوالی پر جمعہ فرض ہوتا تو وہ وہیں جمعہ کر والیا کرتے انہیں اتنی دور آنے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن کسی حدیث سے بھی ان کا عوالی میں جمعہ کرنا ثابت نہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ گناؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔

چوتھی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ جب تک جوٹا میں جمعہ قائم نہیں ہوا۔ مسجد نبوی کے سوا کسی اور مقام میں جمعہ نہیں ہوتا تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہجرت کے کتنے دن بعد جوٹا میں جمعہ قائم ہوا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق اہل جوٹا نے جمعہ اس وقت قائم کیا تھا جب ان کے وفد مدینہ طیبہ سے ہو کر واپس چلے گئے تھے سہ اور قاضی عیاض وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ یہ لوگ کشتہ ہجری میں مدینہ طیبہ آئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ جوٹا میں جمعہ ہجرت کے آٹھ سال بعد قائم ہوا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اتنی مدت میں سیحندوں اہل عوالی و اہل قرینہ مسلمان ہو چکے تھے، اسلام دور دراز کی بستیوں تک پہنچ چکا تھا بہت سی بستیاں مسلمانوں کے قبضے میں آگئی تھیں خیبر بھی فتح ہو چکا تھا، جا بجا مسجدیں بھی تعمیر ہو چکی تھیں مسجد نبوی کے سوا کسی اور جگہ نماز جمعہ کیوں نہیں ہوتی؟ اور تو اذ موضع قبا جو مدینہ طیبہ سے تین کو س کے فاصلہ پر تھا جہاں آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم ہر نیت تشریف لے جاتے تھے جہاں کی مسجد کی اتنی بڑی فضیلت کہ اس کی بنیاد خود آپ نے رکھی جس کی شان میں قرآن مجید میں آیتیں علم المتقین وارد ہوا۔ ایسی متبرک مسجد پھر بھی وہاں آپ نے نہ تو اس وقت جمعہ پڑھا جب کہ آپ نے ہجرت کے بعد وہاں قیام فرمایا تھا اور نہ یہ طیبہ قیام کے بعد آپ نے وہاں جمعہ قائم فرمایا۔ فرض تو فرض اگر وہاں صرف جائز ہوتا تو کو فرض نہ ہی جب بھی جو ان سے بہت پہلے وہاں ضرور جمعہ قائم ہو جاتا کہ جو لوگ جمعہ کے روز قبا ہی رہ جاتے تھے اور مدینہ طیبہ نہیں آتے تھے وہ نماز جمعہ سے محروم نہ رہتے، قبا وغیرہ مقامات میں جمعہ نہ ہونا بلکہ مسجد نبوی کے بعد پہلا جمعہ ہجرت کے آٹھ برس بعد جو ان میں ہونا جو بکین میں واقع ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مواضع محل اقامت جمعہ نہ تھے، اور چھوٹی چھوٹی بستیوں اور چھوٹے چھوٹے گناواں میں جمعہ جائز نہ تھا پانچویں اور چھٹی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ شہر بصرہ سے چھ میل دور زاویہ نامی بستی میں اپنے قصے میں رہتے تھے جب آپ کو جمعہ پڑھنا ہوتا تو آپ بصرہ شہر میں تشریف لاکر جمعہ ادا فرماتے اور اگر آپ وہیں رہتے تو جمعہ ادا نہ فرماتے یہ بھی اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں کیونکہ اگر گاؤں میں جمعہ جائز ہوتا تو اول تو حضرت انس رضی اللہ عنہ وہیں جمعہ قائم فرما لیتے۔ شہر میں تشریف نہ لائے دوسرے آپ وہاں رہتے ہوئے جمعہ نہ پھوڑتے۔

ساتویں حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس شخص پر جو شہر سے اتنی دور رہتا ہو کہ شام تک کچھ واپس نہ آ سکے جمعہ فرض نہیں، لہذا یہ حدیث ان لوگوں کے خلاف ہوتی

جو کہتے ہیں کہ ہر جگہ ہر مقام پر جمعہ فرض ہے۔

آٹھویں حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عید کی قناز کے بعد اہل عوامی کو اجازت دے دی کہ جس کا جی چاہے جمعہ کا انتظار کرے اور جس کا جی چاہے گھر واپس چلا جائے۔ اس کی وجہ سو گنا اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ چونکہ اہل بادیر ہونے کی وجہ سے ان پر نماز جمعہ فرض نہ تھی اس لیے آپ نے انہیں گھر جانے کی اجازت دیدی۔

حدیث نمبر ۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۸ سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں کیونکہ اگر گاؤں دیہات میں جمعہ جائز ہوتا تو خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ، جلیل القدر صحابی حضرت عبدالغنی بن میان رضی اللہ عنہ اور احنبل تابعین حضرت حسن بصری، حضرت محمد بن سیرین، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہم اللہ ہرگز یہ نہ فرماتے کہ جمعہ صرف شہری میں ہو سکتا ہے کیونکہ کسی جگہ نماز کا ہونا یا نہ ہونا یہ ایسا امر نہیں کہ جس میں اپنی رائے و قیاس کو دخل ہو، ضرور ان حضرات تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس سلسلہ میں کوئی ہدایت پہنچی ہوگی جس کی وجہ سے ان حضرات نے یہ بات کہی۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی مروی حدیث (نمبر ۱۳) سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت سعید بن زید حضرت ابو ہریرہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم جب شہر سے باہر گاؤں دیہات میں ہوتے تھے تو اگر جمعہ پڑھنا ہوتا تو شہر آ کر جمعہ پڑھتے ورنہ اپنے مستقر پر رہتے اور جمعہ نہ پڑھتے۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اہل بادیر پر جمعہ فرض نہیں ورنہ یہ حضرات ہرگز جمعہ نہ پھوڑتے نیز گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں ورنہ یہ حضرات وہیں جمعہ کر دیتے شہر

میں نہ آتے، حدیث نمبر ۱۵۷ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت ابو بکر بن محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بھی گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں اسی لیے وہ اہل فداہ الحلیفہ کو مسجد نبوی میں جمعہ پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور فداہ الحلیفہ میں جمعہ پڑھنے سے منع فرماتے تھے، حدیث نمبر ۱۵۸ سے معلوم ہو رہا ہے دو صحابہ و تابعین میں فوجی لشکروں میں جو کہ عموماً شہر سے باہر ہوتے ہیں جمعہ نہیں ہوتا تھا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جمعہ ہر جگہ فرض نہیں ورنہ یہ لوگ جہاں ہوتے وہیں جمعہ کو ا لیتے، یہ وہ تصریحات ہیں جن کے پیش نظر فقہاء کرام نے اقامت جمعہ کے لیے مصر کی شرط لگائی اور فرمایا کہ جمعہ مصر (بڑے شہر ہیں) میں جائز ہے گاؤں دیہات میں نہیں یہ فقہاء کی اپنی اختراع نہیں بلکہ مذکورہ احادیث و آثار میں جن کا بنا پر یہ شرط لگانا ناگزیر ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقدمین کا کہنا ہے کہ گاؤں میں چھوٹا ہوا بڑا جمعہ فرض ہے اور گاؤں میں جمعہ سے روکنے والے گنہگار ہیں اس کا خمیازہ ان کو آخرت میں بھگتنا پڑے گا۔

چنانچہ غیر متقدمین کے شیخ الحدیث یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

”جمعہ کی نماز شہر اور گاؤں والوں پر فرض ہے جو لوگ گاؤں والوں پر جمعہ ساقط کرتے ہیں وہ اللہ کے فرض سے لوگوں کو روک رہے ہیں اس کا خمیازہ آخرت میں ان کو بھگتنا پڑے گا۔“

(دستور الملتی ص ۱۵۹)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں

”اس سے ثابت ہو کہ گاؤں میں جمعہ جائز ہے۔ اگر لوگ گاؤں

میں جمعہ نہ پڑھیں گے تو گنہگار ہوں گے۔“ (صلوۃ الرسول ص ۳۸۹)

میاں نذیر حسین صاحب دہلوی ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

”واضح ہو کہ جمعہ پڑھنے کے لیے کسی خاص قسم کی بستی ہونی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بات کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہے، بلکہ شرعی دلیل سے یہ ثابت ہے کہ جمعہ کا پڑھنا ہر جگہ فرض ہے خواہ شہر ہو یا گاؤں اور خواہ بڑا گاؤں ہو یا چھوٹا گاؤں۔“

(فتاویٰ نذیریہ ص ۱۵۷)

ملاحظہ فرمائیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہر سے باہر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ قبا اور عرفات جیسی جگہوں میں جمعہ کا دن آتا ہے جمعہ فرض بھی ہو چکا ہے لیکن آپ ان مقامات پر نہ خود جمعہ پڑھتے ہیں نہ صحابہ کرام کو اقامت جمعہ کا حکم فرماتے ہیں، صحابہ کرام شہر سے باہر گاؤں دیہات سے جمعہ پڑھنے کے لیے مدینہ طیبہ باریاں مقرر کر کے آتے ہیں وہاں جمعہ نہیں پڑھتے، کشتہ ہجری تک اسلام کے دور دور تک پھیل جانے کے باوجود سوائے مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی جگہ جمعہ قائم نہیں ہوتا، حالانکہ اس کی ضرورت موجود تھی، — حضرت سعید بن زید، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم جب گاؤں میں ہوتے تھے تو جمعہ نہیں پڑھتے تھے، اگر جمعہ پڑھنا ہوتا تو شہر تشریف لاتے تھے، آخر ایسا کیوں ہوتا تھا؟ کیا اسی لیے نہیں کہ گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں، یقیناً اسی لیے ہوتا تھا، خلیفہ راشد حضرت علی اور حضرت صدیق بن علی رضی اللہ عنہما جلیے طلیل القدر صحابہ اور حضرت خواجہ حسن بصری، حضرت محمد بن سید بن، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہم اللہ جلیے طلیل القدر تابعین فرماتے ہیں کہ جمعہ صرف مصر، شہر ہی

میں ہو سکتا ہے، جس کا صاف مطلب ہے کہ گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں، گویا صحابہ کرام اور تابعین عظام گاؤں میں جمعہ پڑھنے سے روک رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ از خود کیسے روک سکتے ہیں جب تک ان کے پاس اس سلسلہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی ہدایت نہ ہو، لیکن ان تمام تصریحات کے خلاف غیر مقلدین فرما رہے ہیں کہ گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہے نہ پڑھنے والے گنہگار ہوں گے اور روکنے والوں کو آخرت میں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور گاؤں میں جمعہ سے روکنے کا کوئی شرعی ثبوت نہیں۔ غیر مقلدین ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتلائیں مذکورہ احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گاؤں دیہات میں جمعہ نہیں پڑھا۔ جلیل القدر صحابہ کرام نہیں پڑھتے تھے العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ کیا یہ گنہگار ہیں؟ اے صحابہ و تابعین گاؤں دیہات میں جمعہ سے روک رہے ہیں ان کو اس کا خمیازہ آخرت میں بھگتنا پڑے گا؟ نیز ائمہ مجتہدین اور ان کے کروڑوں متبعین جو گاؤں دیہات میں جمعہ نہیں پڑھتے بلکہ منع کرتے ہیں کیا یہ سب گنہگار ہیں؟ اور یہ سب اس قدر احادیث و آثار اوپر مذکور ہوئے کیا یہ گاؤں دیہات میں جمعہ کے جائز نہ ہونے کے شرعی ثبوت نہیں؟ قارئین کرام ذرا سوچئے کہ غیر مقلدین یہ کس پر فتوے داغ رہے ہیں؟ کس کو گنہگار قرار دے رہے ہیں؟ کیا اسی کا نام عمل بالمحدیث ہے؟ اور فیصلہ کیجئے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت۔

شرائط صحت الجمعة

جمعہ کے صحیح ہونے کیلئے چند شرطیں ہیں جنکے بغیر جمعہ جائز نہیں،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا دُخِرَ فِي الصَّلَاةِ مِنْ يَوْمٍ

الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

۱۰+۹۰۰۶۲۱

اے ایمان والو جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑ دو خرید و فروخت یہ بہتر ہے تمہارے حق کو اگر تم کو سمجھ ہے، پھر سب تمام سوچکے نماز تو پھیل پڑوزمین میں اور ڈھونڈو فضل اللہ کا اور یاد کرو اللہ کو بہت سانا کہ تمہارا بھلا ہو۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہند)

۱۔ عن مولیٰ لؤلؤ سعید بن العاص اسئلہ سال ابن عمر عن الفترہ التي بین مکة والمدینۃ ما تری فی الجمعة قال نعم اذا کان علیہم امین فلیجمع (مسند ابن عمر ۳/۲۲۲)

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی آل کے ایک مولیٰ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ وہ بستیاں جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ہیں ہیں ان میں جمعہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اگر کوئی ان پر امیر مقرر ہو تو وہ انہیں جمعہ پڑھا دے۔

۲۔ عن جعفر بن برہان قال کتب عمر بن عبدالعزیز الخ عدی بن عدی ایما اهل قریۃ لیسوا

بأهل عموه ينتقلون فنامر عليه أميراً
يجمع بهم ، (مصنف ابن أبي شيبة ۲ ص ۱۱۱ من رواية ابن أبي شيبة ۲ ص ۱۱۱)
حضرت جعفر بن برقان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے
حضرت عدی بن عدی کو لکھا کہ ایسی بستیوں والے جو ستونوں
والے نہ ہوں جو منتقل ہوتے رہتے ہیں تو آپ ان پر ایک امیر
مقرر کر دیجئے جو انہیں جمعہ پڑھائے۔

۳۔ عن أبي رافع ان ابا هريرة كتب الى عمر
يسأله عن الجمعة وهو بالبحرين فكتب
اليهم ان جمعوا حيث ما كنتم ،

(صحیح ابن خزيمة بحوالہ معرۃ السنن والآثار ۴ ص ۳۲۳)

حضرت ابو رافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اقامت جمعہ کے بارے
میں سوال سے متعلق خط لکھا جن دنوں آپ بحرن میں عامل تھے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تم جہاں بھی ہو جمعہ
قائم کرو۔

۴۔ عن أبي سعيد الخدري قال خطبنا النبي
صلى الله عليه وسلم ذات يوم فقتال ان الله
كتب عليكم الجمعة في مقامى هذا في ساعتي
هذه في شهرى هذا في عامى هذا الى يوم القيامة
من تركها من غير عذر مع امام جائز فلا
جمع الله له شمله ولا جوارك له في امره الا

ولا صلوة له الا ولا حج له الا ولا بر لى الا ولا
صدقة له ، (مجمع الزوائد ۲ ص ۱۱۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے ہمیں ایک دن خطبہ دیا تو فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ
نے تم پر جمعہ فرض فرمایا ہے میری اس جگہ میں اس گھڑی میں میرے
اگلیں اس سال میں قیامت تک کے لیے جس نے بلا عذر
جمعہ چھوڑا امام عادل یا امام جائز (ظالم) کے ہوتے ہوئے
تو اللہ تعالیٰ اسے دہمچی اور استحکام نصیب نہ فرمائے اور
اس کے کاروبار میں برکت نہ ہو، خبردار ایسے شخص کی نماز قبول
نہیں، خبردار ایسے شخص کا حج قبول نہیں، خبردار ایسے شخص کی
کوئی نیکی قبول نہیں، خبردار ایسے شخص کا کوئی صدقہ قبول نہیں۔
۵۔ عن القاسم بن الوليد قتال قال على لا الجمعة
يوم الجمعة الا مع امام ،

(مصنف ابن أبي شيبة ۲ ص ۱۱۱)

حضرت قاسم بن ولید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ
عنہ نے فرمایا جمعہ کے دن جمعہ جائز نہیں ہے مگر امام کے ساتھ،

۶۔ عن الحسن قتال اربعاً الى السلطان الزكاة

والصلوة (الجمعة) والحدود والقضاء ،

(مصنف ابن أبي شيبة ۹ ص ۵۵۵)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں چار چیزیں بادشاہ کے
ذمہ ہیں زکوٰۃ (کی وصولی)، نماز (جمعہ)، کی اقامت حدود

کی اقامت اور قضاء۔

۷۔ عن ابن محیریز قال الجمعة والحدود والزکوة والفتی الی السلطان، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۵۵۴) حضرت ابن محیریز رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ کی اقامت حدود کی اقامت، زکوٰۃ اور فتنے کی وصولی بادشاہ کے ذمہ ہے۔

۸۔ عن عطاء الخراسانی قال الی السلطان الزکوة والجمعة والحدود (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۵۵۴) حضرت عطاء خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بادشاہ کے ذمہ ہے زکوٰۃ کی وصولی، جمعہ کی اقامت اور حدود کی اقامت۔

قال ابو بکر بن المنذر المتوفی ۳۱۸ھ

” مضمت السنة بان الذی یتیم الجمعة السلطان او من فقام بها بامر السلطان، وكان سليمان بن يسار يقول لا یتیم الجمعة الا من اقام الحدود، وقال الحسن البصري اربع الی السلطان الحدود والجمعة والزكاة ونسب الراوی الحديث الرابع وقال حبيب بن ابي ثابت لا تكون الجمعة الا بامير وخطبة“ (الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف لابن المنذر ج ۴ ص ۳۳۷) حضرت ابو بکر بن منذر متوفی ۳۱۸ھ فرماتے ہیں کہ سنت یونہی جاری ہے کہ جمعہ سلطان قائم کرتا ہے یا اس کا نائب اس کے

حکم سے حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ فرماتے تھے نہ قائم کرے جمعہ منکر و ہی جو حدود قائم کرتا ہے، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں چار چیزیں سلطان کے ذمہ ہیں اقامت حدود اقامت جمعہ اور زکوٰۃ کی وصولی جو تھی بات راوی بھول گیا حضرت حبیب بن ثابت رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ جائز نہیں ہوتا منکر امیر اور خطبہ کے ساتھ۔

۹۔ عن طارق بن شهاب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الجمعة حق واجب علی کل مسلم فی جماعته، الحديث (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۳) حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جمعہ حق ہے واجب ہے ہر مسلمان پر جماعت میں۔

۱۰۔ عن ام عبد اللہ الدوسیة قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجمعة واجبة علی کل قریة وان لم یکن فیہا الا اربعة یعنی بالقری المدائن، (دارقطنی ج ۲ ص ۳۷)

حضرت ام عبد اللہ دوسیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ واجب ہے ہر قریہ والوں پر اگرچہ اس میں چار ہی آدمی کیوں نہ ہوں اور قریہ سے مراد شہر ہے۔

۱۱۔ عن عبد اللہ بن مسعود قال من ادرك الخطبة فالجمعة رکعتان ومن لم یدرکها فلیصل

اربعاً ومن لم يدرك فلا يعتد بالسجدة حتى
يدرك الركعتي (معجم طبرانی کبیر ۹ ص ۳۰۹)
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے خطبہ پایا
تو جمعہ کی دو رکعتیں ہیں اور جس نے خطبہ نہیں پایا (نہ حقیقتاً نہ حکماً) وہ
پیار رکعتیں پڑھے اور جس نے رکوع نہیں پایا وہ سجدہ کو شمار میں نہ
لائے یہاں تک کہ رکوع کو پالے۔

۱۲۔ عن عمر بن الخطاب انه قال انما جعلت الخطبة
مكاناً لثلاثين فان لم يدرك الخطبتين فليصل اربعاً
(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۲ ص ۱۲۸، مصنف عبدالرزاق ۳ ص ۲۳۷)
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (جمعہ کا) خطبہ دو
رکعتوں کی جگہ رکھا گیا ہے لہذا جو خطبہ نہ پالے (نہ حقیقتاً نہ حکماً) وہ
پیار رکعتیں پڑھے۔

۱۳۔ عن ابن شهاب قتال بلغني انه لا جهة الا بخطبة
فمن لم يخطب صلى الظهر اربعاً،
(المؤنة الكبرى ۱ ص ۱۵۸)
حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے
کہ جمعہ خطبہ کے بغیر جائز نہیں ہے لہذا جو خطبہ نہ پالے وہ ظہر کی
چار رکعات پڑھے۔

۱۴۔ عن سعيد بن جبير قتال كانت الجمعة اربعاً
فحطت ركعتان للخطبتين، (المؤنة الكبرى ۱ ص ۱۵۸)
حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ کی چار رکعتیں تھیں تو

خطبے کی وجہ سے کم ہو گئیں۔

قتال الامام محمد بن عبد الرحمن الشافعي
"واتفقوا على ان الخطبتين شرط في انعقاد
الجمعة فلا تصح الجمعة حتى يتقعا خطبتان"
(دعوات الامامة في اخلافت الامم ص ۷)

مذکورہ آیات کریمہ، احادیث و آثار اور اقوال محدثین سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز
جمعہ اور عام نمازوں میں فرق ہے، انعقاد جمعہ کے لیے چند شرطیں ہیں، جن
کے بغیر جمعہ جائز نہیں وہ شرطیں درج ذیل ہیں:

۱۔ مصر جامع، بڑے شہر کا ہونا، گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں،
کیونکہ آیت مبارکہ میں جملہ وَذُرُوعاً نَبِيْعاً (چھوڑ دو خرید و فروخت) سے
ثابت ہو رہا ہے کہ یہ آیت شہر والوں ہی کے واسطے ہے، اس لیے کہ اس
میں افان کے وقت بیع کے چھوڑ دینے کا حکم ہے اور بیع و شراء جب کو تجارت
کہا جاتا ہے شہر ہی میں ہوتی ہے، ذُرُوعاً کے مخاطب اہل شہر ہیں جو بیع کے
فعل کے ساتھ مصروف ہوتے ہیں، باقی رہیں وہ احادیث جن سے اقامت
جمعہ کے لیے مصر کا شرط ہونا ثابت ہوتا ہے وہ تفصیلاً پچھلے باب میں بیان
ہو چکی ہیں۔

۲۔ امیر یا اس کے نائب کا ہونا جسے امیر کی طرف سے اقامت
جمعہ کی اجازت ہو، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر کے ہوتے
ہوئے جمعہ نہ پڑھنے پر وعید فرمائی ہے، اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک
تو یہ کہ نماز جمعہ اور دیگر نمازوں میں فرق ہے کیونکہ جمعہ کے ترک پر وعید تو اس
وقت ہے جب کہ اقامت جمعہ کھلے لیے امیر یا اس کا نائب موجود ہو اور دیگر

فانوں کے ترک پر وعید ہر حال میں ہے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اقامت
 جمعہ کے لیے امام یا اس کے نائب کا ہونا شرط ہے۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۱۷
 ظاہر ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ
 کے درمیان واقع بستیوں میں اقامت جمعہ کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے
 اسے امیر کی شرط سے مشروط فرمایا یعنی اگر ان بستیوں کا کوئی امیر ہو جو جمعہ
 قائم کر سکے تو پھر جائز ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۷ سے واضح ہے اس حدیث
 سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ اقامت جمعہ کے لیے امیر یا اس کے نائب ہونا شرط
 ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ عام حالات میں بستیوں میں جمعہ جائز نہیں ہاں اگر
 وہاں امیر یعنی حاکم یا گورنر یا قاضی ہو تو پھر اس کی نوعیت عام بستی کی نہ رہے
 گی بلکہ ایک طرح سے وہ شہر کے حکم میں ہوگی اور اس میں امیر یا اس کا نائب
 اقامت جمعہ کرا سکے گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے حضرت عدی بن
 عدی — کو اہل قریہ پر امیر مقرر کرنے کا حکم دیا جو انہیں جمعہ پڑھانے
 اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اقامت جمعہ کے لیے امیر یا اس کا نائب ہونا ضروری
 ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بحرن کے
 عامل اور گورنر تھے، اس کے باوجود آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اقامت
 جمعہ کی اجازت چاہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم بحیثیت امیر جہاں چاہو
 جمعہ قائم کر سکتے ہو اس سے بھی معلوم ہوا کہ اقامت جمعہ کے لیے امیر یا اس
 کے نائب کا ہونا ضروری ہے ورنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس استفسار
 کی ضرورت ہی پیش نہ آتی، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے
 دن امام کے بغیر جمعہ جائز نہیں اس سے بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ اقامت جمعہ
 کے لیے امیر یا اس کا نائب ہونا ضروری ہے۔ حضرت حسن بصری، حضرت

ابن محیریز، حضرت عطاء بن ریحان رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اقامت جمعہ اقامت
 حدود، زکوٰۃ کی وصولی وغیرہ یہ سب سلطان وقت کے ذمہ ہیں اسی طرح
 حضرت سلیمان بن لیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ وہی قائم کر سکتا ہے جو حدود
 قائم کرتا ہے۔ حضرت جلیب بن ثابت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ امیر اور
 خطیب کے بغیر جائز نہیں ان فتاویٰ سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ اقامت جمعہ
 کے لیے امیر یا اس کے نائب کا ہونا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت
 ابو بکر بن منذر رحمہ اللہ متوفی ۳۱۸ھ فرماتے ہیں کہ سنت یونہی جاری ہے کہ
 جمعہ سلطان قائم کرتا ہے یا اس کی اجازت سے اس کا نائب۔

۳۔ جماعت کا ہونا۔ اقامت جمعہ کے لیے جماعت بھی شرط ہے
 جماعت کے بغیر جمعہ جائز نہیں، اور جماعت میں امام کے سوا تین افراد کا ہونا
 ضروری ہے اس کے بغیر جماعت مقصور نہ ہوگی، اقامت جمعہ کے لیے جماعت
 کی شرط اولاً تو آیت مبارکہ **فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا وَابْتَغُوا**
الْفَضْلَ : (پھر جب تمام ہو چکے نماز تو پھیل پڑو زمین میں) سے مستفاد ہو
 رہی ہے، کیونکہ اس میں جمعہ کی باجماعت ادائیگی کا ہی ذکر ہے، ثانیاً آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ جمعہ حق و واجب ہے ہر مسلمان پر
 جماعت میں اس سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ اقامت جمعہ کے لیے جماعت
 شرط ہے، ثالثاً کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 خلفاء راشدین، صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی بغیر جماعت کے جمعہ پڑھا ہو۔ اس
 سے ثابت ہوتا ہے کہ اقامت جمعہ کے لیے جماعت شرط ہے۔ رابعاً اقامت
 جمعہ کے لیے جماعت کے شرط ہونے پر اجماع امت بھی ہے۔

چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

قلت الاصل ان الجماعة من شرائط الجمعة
لا تها مشقة منها واجمعت الامة على ان
الجمعة لا تصح من المنفرد الا ما ذكر ابن حزم
في المحلى عن بعض الناس ان المنفرد يصلى الجمعة
كما ظهر من (عدة القارى شرح صحيح البخارى ۳/۳۳۳)
میں کہتا ہوں کہ جماعت جمعہ کی شرائط میں سے ہے اس لیے کہ
جمعہ جماعت سے مشتق ہے، اور امت نے اس پر اجماع کیا
ہے کہ منفرد کا جمعہ پڑھنا صحیح نہیں سوائے اس کے جو ابن حزم
نے محلی میں بعض لوگوں سے ذکر کیا ہے کہ منفرد ظہر کی طرح جمعہ
پڑھ سکتا ہے۔

رہا جمعہ کی جماعت کے لیے امام کے علاوہ کم از کم چار افراد کا ہونا، یہ بھی
اولاً تو آیت مبارکہ میں ارشاد باری **فَاسْمَعُوا لِلَّهِ** ذکر اللہ سے مستفاد
ہو رہا ہے کیونکہ اس میں ذکر اللہ یعنی خطبہ کی طرف سعی کا حکم بصیغہ جمع
ہے اور جمع کا اطلاق اصل وضع میں کم از کم تین پر ہوتا ہے اس سے معلوم
ہوا کہ سعی کرنے والے کم از کم تین ہوں گے اور چونکہ ان کی سعی خطبہ کی طرف
ہے، تو لازمی بات ہے کہ خطیب ان کے ماسوا ہوگا، وہ امام ہوگا اور
جماعت کا شرط ہونا پہلے معلوم ہو چکا ہے پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ
جماعت کے لیے امام کے علاوہ کم از کم تین افراد ہونے چاہئیں، دوسرے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے کہ جمعہ واجب ہے ہر
قریب والوں پر اگرچہ ان میں نماز پڑھنے والے، چار ہی آدمی ہوں اس سے
بھی ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کی جماعت کے لیے کم از کم چار آدمی ہونے

ضروری ہیں جن میں سے ایک امام ہوگا باقی تین مقتدی، ان کے بغیر جماعت
نہیں ہوگی درندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرمادیتے کہ چاہے تین ہی
افراد ہوں چاہے دو ہی افراد ہوں خاص طور پر چار کا تذکرہ نہ فرماتے۔
نماز جمعہ سے پہلے خطبہ پڑھنا۔ اقامت جمعہ کے لیے خطبہ بھی شرط
ہے خطبہ کے بغیر جمعہ جائز نہیں یہ شرط بھی اولاً تو آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ
کے فرمان **فَاسْمَعُوا لِلَّهِ** ذکر اللہ سے مستفاد ہو رہی ہے کیونکہ بالاتفاق
سب کے نزدیک اس آیت میں ذکر اللہ سے مراد خطبہ جمعہ ہے، دوسرے
کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفاء راشدین
اور صحابہ کرام نے بغیر خطبہ کے جمعہ پڑھا جو یہ بھی خطبہ کے شرط ہونے کی دلیل
ہے، تیسرے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ خطبہ جمعہ دو رکعتوں
کی جگہ ہے لہذا جو خطبہ نہ پائے (نہ حقیقتاً نہ حکماً) وہ ظہر کی چار رکعت پڑھے
اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ جس نے خطبہ پالیا وہ دو
رکعتیں پڑھے اور جس نے نہیں پایا (نہ حقیقتاً نہ حکماً) وہ چار پڑھے نیز حضرت
سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا یہ فرمانا کہ جمعہ کی چار رکعتیں حقیقی خطبہ کی وجہ سے
دو کم کر دی گئیں، ان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ کے لیے خطبہ شرط ہے
اس کے بغیر جمعہ نہیں ہوگا کیونکہ اگر خطبہ کے بغیر بھی جمعہ ہو جاتا تو یہ حضرات خطبہ
نہ پانے والے کو یہ نہ فرماتے کہ وہ اس صورت میں چار رکعتیں پڑھے حضرت
ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ خطبہ کے
بغیر جمعہ ہوتا ہی نہیں لہذا جو خطبہ نہ پائے (نہ حقیقتاً نہ حکماً) وہ ظہر کی چار
رکعت پڑھے اس سے تو خطبہ کا شرط ہونا بالکل ہی صاف طور پر ثابت
ہو رہا ہے۔

ایک بات کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ ایک تو خطبہ کا نہ پانا حقیقت ہے
نہ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص مسجد میں اس وقت آئے جب کہ خطبہ
ختم ہو چکا ہو اس صورت میں اس شخص نے حقیقتہً خطبہ نہیں پایا، اور ایک خطبہ
کا نہ پانا حکماً ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت آئے جبکہ
نماز جمعہ بھی ہو چکی ہو اس صورت میں اس شخص نے خطبہ جمعہ نہ حقیقتہً پایا نہ حکماً
کیونکہ جو شخص جماعت میں شریک ہو جاتا ہے وہ اتباع امام کی وجہ سے حکماً
خطبہ کو پالیتا ہے اور اس کی نماز ہو جاتی ہے، اس لیے ہم نے حضرت عبداللہ
بن مسعود، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ
کی احادیث کے ترجمہ میں خطبہ کے حقیقتہً اور حکماً دونوں طرح نہ پانے کی قید
لگائی ہے کیونکہ ان حضرات کے دیگر فرامین سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نے
جمعہ کی ایک رکعت پالی وہ دوسری بھی ملائے اور اس کا جمعہ ہو گیا حالانکہ خطبہ
تو اس کا رہ گیا وجہ ظاہر ہے کہ گو خطبہ حقیقتہً رہ گیا لیکن حکماً ہو گیا اس وجہ سے
نماز ہو گئی ہاں اگر حقیقتہً اور حکماً دونوں طرح رہ جاتا تو نماز نہ ہوتی۔

پہلے خطبہ کے شرط ہونے پر اجماع امت بھی ہے جیسا کہ حضرت محمد
بن عبد الرحمن الشافعیؒ کے بیان سے معلوم ہوا۔

لیکن مذکورہ آیات کریمہ، احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف
غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ جمعہ کی نماز اور دوسری نمازوں میں کوئی فرق نہیں
فقہاء جو جمعہ کی شرطیں عائد کرتے ہیں ان پر کوئی دلیل نہیں اور یہ سب
بیکار ہیں۔

چنانچہ غیر متقلدین کے امام قاضی شوکانیؒ کہتے ہیں۔

وہی کسائر الصلوات لا تسخلفہا

جمعہ کی نماز دوسری نمازوں ہی کی طرح ہے اُن کے خلاف نہیں ہے
(یعنی اس میں اور دوسری نمازوں میں کوئی فرق نہیں ہے)
نواب صدیق حسن خاں صاحب اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

”لکونہا لروایات ما یبدل علی انہا تخالفہا
فی غیر ذلک وف ہذا الکلام اشارۃ الی
رد ما قبل استدہ یشتروط فی وجوبہا الامام
الاعظم والمصلح جامع والعدو المخصوص،
فان ہذہ الشروط لو بدل علیہا دلیل یقید
استحبابہا فضلاً عن وجوبہا فضلاً عن كونہا
شروطاً یل اذا صلی رجلان الجماعۃ فی مکان لم
یکن فیہ غیرہما جماعتہ فقد فعل ما یجب
علیہما فان خطب احدہما فقد عمل بالسنۃ
وان ترکا الخطبۃ فہی سنۃ فقط ولولا حدیث
طارق بن شہاب المذكور قریباً من تفتیدہ لوجوب
علی کل مسلم بکونہ فی جماعتہ ومن عدم
اقامتہا صلی اللہ علیہ وسلم فی زمنہ ف
عشیر جماعتہ لکان فعلہا قرادی محضاً تاکفیرہا
من الصلوات“۔
(الروضة الشریعۃ ص ۱۲۴)

جمعہ کی نماز کے دیگر نمازوں کے مخالف نہ ہونے کا وجہ یہ ہے
کہ کوئی ایسی دلیل نہیں آئی جو جمعہ کی نماز کے دیگر نمازوں کے
مخالف ہونے پر دلالت کرے اور اس کلام میں اشارہ ہے

ورد نہیں۔ مفسر جامع یعنی بڑے شہر کا ہونا یا آیت مبارکہ اور احادیث و آثار سے مستفیض ہے، سلطان یا اس کے نائب کا ہونا، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور آثار صحابہ و تابعین سے مستفاد ہے تا جماعت کا ہونا آیت مبارکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل، صحابہ کرام کے تعامل اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا، یہ بھی آیت مبارکہ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موافقت، صحابہ و تابعین کے آثار اور اجماع امت سے ثابت ہے، خیر القرون کے ائمہ مجتہدین نے یہ شرائط ذکر کی ہیں اور قریباً تیرہ سو سال سے ان پر تعامل و توارث ہے، لیکن حیرانگی کی بات یہ ہے کہ غیر متقلدین مذکورہ دلائل آیات مبارکہ احادیث و آثار اور اجماع امت سے صرف نظر کرتے ہوئے کس طرح ان شرائط کا انکار کر رہے ہیں؟ اور اس سے زیادہ تعجب اس بات پر ہے کہ اتنے واضح دلائل کے ہوتے ہوئے کس طرح ان شرائط کو بے دلیل قرار دے رہے ہیں؟ کیا یہ آیات احادیث و آثار اور اجماع امت جو تفصیلاً اوپر مذکور ہوئے یہ ان شرائط کے دلائل نہیں؟

نواب نور الحسن صاحب نے تو ان شرائط کے بارے میں حدیسی کر دی کہ ان کو حدیث خرافہ اور مردار جانوروں کو جمع کرنے سے تشبیہ دی۔ قارئین کرام سوچئے کہ غیر متقلدین حضرات خیر القرون کے ائمہ مجتہدین اور ان کے بعد کے اساطین علم و فضل جو ان کے قائل و فاعل ہیں، ان کی محنتوں پر کیسا پانی پھیر رہے ہیں، اور ان مسائل کو جو اس قدر دلائل سے مدلل ہیں کیسے بے دلیل قرار دے رہے ہیں، اور فیصلہ فرمائیے کہ اس قدر احادیث و آثار کے خلاف باتیں کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

وقت الجمعة

جموعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے

- ۱۔ عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی الجمعة حین تھیل الشمس، (بخاری ص ۱۸۸)
- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا
- ۲۔ عن ایاس بن سلمۃ بن الکوع عن ابیہ قتال کما نجع مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا زالت الشمس ثم ترجع نقشب الفیء، (مسلم ص ۲۸۸)
- حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ایاس بن سلمہ والد سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ ادا کرتے جب کہ سورج ڈھل جاتا پھر ہم سایہ تلاش کرتے ہوئے لوٹتے۔
- ۳۔ عن جابر کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا زالت الشمس صلی الجمعة، (معجم طبرانی اوسط بحوالہ التعلیخ ص ۵۹)
- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھل جاتا تھا تو جمعہ پڑھتے تھے۔

۳۔ عن مالك بن ابی عامر انه قال كنت اری
طنقست لعقیل بن ابی طالب یوم الجمعة
تطرح الی جدار المسجد العری فی ماذ اغشى
الطنقست کلها ظل الجدار خرج عمر بن الخطاب
وصلى الجمعة قال ثم نرجع بعد صلوٰۃ الجمعة
فنقیل متأللة الضحاء (موظا امام مالک ص ۱)

حضرت مالک بن ابی عامر فرماتے ہیں کہ میں حضرت عقیل بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ کی چادر کو دیکھا کرتا تھا جو مسجد کی مغربی دیوار پر ڈالی
جاتی تھی، جب پوری چادر کو دیوار کا سایہ ڈھانپ لیتا تو حضرت
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تشریف لاتے اور جمعہ پڑھاتے، مالک بن
ابی عامر کہتے ہیں کہ پھر ہم جمعہ کے بعد لوٹتے اور دوپہر کا قیلولہ کرتے

۵۔ عن ابی القیس عمرو بن مروان عن ابیہ قال کنا
نجمع مع علی اذا زالت الشمس،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۱)

حضرت ابوالقیس عمرو بن مروان اپنے والد سے روایت کرتے
ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ
پڑھا کرتے تھے جب کہ سورج ڈھل جاتا۔

۶۔ عن سمال قال کان النعمان بن بشیر
یصلی الجمعة بعد ما تنول الشمس،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۱)

حضرت سمال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی

اللہ عنہ جمعہ سورج ڈھل جانے کے بعد پڑھا کرتے تھے۔

۷۔ عن الولید بن العیزار قال ما رأیت اماما
کان احسن صلوٰۃ للجمعة من عمرو بن
حریث کان یصلیہا اذا زالت الشمس،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۱)

حضرت ولید بن عیزار فرماتے ہیں کہ میں نے جمعہ کی نماز بہترین
طریقہ سے پڑھانے والا کوئی امام حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ
عنہ سے بڑھ کر نہیں دیکھا، آپ جمعہ اس وقت پڑھتے تھے
جب سورج ڈھل جاتا۔

۸۔ عن الحسن قال وقت الجمعة عند زوال
الشمس، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۱)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کا وقت
سُورج ڈھلنے کے وقت ہے۔

۹۔ عن ابراہیم قال وقت الجمعة وقت الظہر،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۱)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کا وقت وہی
ہے جو ظہر کا وقت ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کا وقت زوال کے
بعد ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خلفاء راشدین اور دیگر
صحابہ کرام جمعہ کی نماز زوال کے بعد ہی پڑھا کرتے تھے۔ علیل القدر
تابعین حضرت حسن بصری اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہما اللہ یہی فتویٰ دیتے

تھے کہ جمعہ کا وقت زوال کے بعد ہے، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے جمعہ کا وقت بتانے کے لیے اس طرح باب قائم کیا ہے۔ "باب وقت الجمعة اذا زالت الشمس وكذا لك يذكرون عمرو وعلی والنعمان بن بشیر وعمر بن حریث" (بخاری ج ۱ ص ۱۱۱) یعنی جمعہ کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب سورج ڈھل جائے اور ایسے ہی ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہم سے، ان چاروں بزرگوں کی روایات اوپر ذکر کر دی گئی ہیں دیکھئے حدیث نمبر ۲-۵-۶-۷۔ انہی احادیث و آثار کے پیش نظر فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ جمعہ کی نماز کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا وقت ہے، لہذا اگر کوئی جمعہ ظہر کے وقت یعنی زوال سے پہلے پڑھے گا تو اس کا جمعہ نہیں ہوگا۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے اور غیر متقلدین کے فقیہ نواب وحید الزماں کا کہنا ہے کہ جمعہ کا وقت تو سورج کے نیرہ بھر بلند ہوجانے سے ہی شروع ہوجاتا ہے، چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

"وقت و رد ما يدل على انها تجزئ قبل الزوال الخ (الموسم النبوية ص ۱۱۱)"

اور تحقیق ایسی حدیث بھی آئی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے جائز ہے، (کچھ آگے چل کر آپ نے جمعہ کے زوال سے پہلے جائز ہونے کو حق قرار دیا ہے۔)

نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں

"وقت نماز جمعہ نماز ظہر سے قبل الزوال ہم جائز باشد"

(الفتح المبول فی شرائع الرسول ص ۱۱۱)

نماز جمعہ کا وقت وہی ہے جو نماز ظہر کا ہے البتہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے۔

نواب وحید الزماں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"ووقتها من حين ارتفاع الشمس فتد رُوح الى انقضاء وقت الظهر" (نزل الابرار ص ۱۵۱)

جمعہ کا وقت اس وقت سے شروع ہوجاتا ہے جب کہ سورج آگے نیرہ کے برابر بلند ہوجائے (یعنی عید کی نماز کے اول وقت سے) اور ظہر کے اخیر وقت تک رہتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: صحیح احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کی نماز کا وقت زوال کے بعد ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ زوال سے پہلے جمعہ جائز نہیں۔ لیکن غیر متقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب حق یہ ہے کہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے اور آفرین ہے نواب وحید الزماں صاحب پر جن کے نزدیک جمعہ کا وقت صبح اشراق کے وقت سے ہی شروع ہوجاتا ہے۔ قارئین کرام آپ فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

الاذان للجمعة

جمعہ کی دو اذانیں مستنون ہیں

عن السائب بن يزيد يقول ان الاذان يوم الجمعة كان اوله حين يجلس الامام يوم الجمعة على المنبر عمر رسول الله صلى الله عليه

وسلم و ابی بکر و عمر فلما کان فی خلافت عثمان
وکثروا امر عثمان یوم الجمعة بلاذان
الثالث فاذن ید علی الزوراء فثبت الامر
علی ذالک، (بخاری ص ۱۸۸، ابوداؤد ص ۱۵۵، نسائی ص ۱۸۸)
حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما
کے زمانے میں جمعہ کی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر
پر بیٹھ جاتا تھا پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت
آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے
تیسری اذان (جمعہ کی پہلی اذان) کا حکم دیا چنانچہ زوراء پر وہ اذان
کہی گئی اور پھر یہ ایک مستقل سنت بن گئی۔

حدیث مذکور سے ثابت ہو رہا ہے کہ عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ
میں سے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں جمعہ کی ایک ہی اذان
ہوتی تھی جو امام کے سامنے منبر کے پاس دی جاتی تھی۔ حضرت عثمان رضی
اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب لوگ زیادہ ہو گئے تو آپ کے حکم
سے ایک اذان اور دی جانے لگی، یہ اذان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
کی موجودگی میں دی جاتی تھی، صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی اس پر
اعتراض نہیں کیا، چنانچہ یہ اذان باجماع صحابہ رائج ہو گئی اور ہر زمانے
میں اس پر عمل ہوتا رہا، کسی امام اور کسی فقیہ و مجتہد نے اس سے اختلاف
نہیں کیا اور اختلاف کر بھی کیسے سکتے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا
حکم ہے کہ میری اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، یہ اذان چونکہ خلیفہ

راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے جاری ہوئی ہے اس لیے یہ انہی
سنت ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے مطابق اس پر عمل ضروری
ہے۔ پہلے یہ اذان زوراء پر دی جاتی تھی بعد میں مسجد میں دی جانے لگی،
آج بھی تمام اسلامی ممالک میں یہ اذان مسجد ہی میں دی جا رہی ہے، مانچ پر
جانے والے خوش نصیب اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں
یہ اذان مسجد حرام کے اندر اور مدینہ منورہ میں مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام
کے اندر دی جاتی ہے، الحمد للہ راقم الحروف بھی اپنی آنکھوں سے اس کا
مشاہدہ کر چکا ہے، اس اذان کے مسجد کے اندر دیے جانے پر کوئی
اعتراض نہیں کرتا۔

لیکن حدیث مبارک، اجماع امت، تعامل و توارث امت کے
خلاف، جو غیر متقلدین بیس رکعات تراویح کو بدعت قرار دیتے تھے انہوں
نے جمعہ کی اس اذان کو بھی بدعت قرار دیا، ان غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ یہ اذان
چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہیں ہے اس لیے یہ سنت
نہیں ہو سکتی یہی وجہ ہے کہ غیر متقلدین یہ اذان نہیں دیتے بلکہ اس کے
مسجد میں دیے جانے کو بدعت قرار دیتے ہوئے اس سے روکتے ہیں۔
چنانچہ مولوی محمد صاحب جو ناگرمسی سمجھتے ہیں۔

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور آپ کے بعد کے دو خلیفوں
کے زمانہ میں تو اس دوسری اذان کا وجود بھی نہ تھا ہاں حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایسا ہوئی جو وقت معلوم کرنے کے
لیے زوراء بازار کی بلند جگہ کھدائی جاتی تھی نہ کہ مسجد میں پس ہمارے
زمانے میں مسجد میں جو دو اذانیں ہوتی ہیں وہ صریح بدعت ہیں

اور کسی طرح جائز نہیں۔ (فتاویٰ مستادین ۳ ص ۸۵)

مولوی عبید اللہ صاحب مدرس مدرسہ تربیدیہ لکھتے ہیں۔

”جمعہ کی نماز کے واسطے سجد میں ایک ہی اذان کا ثبوت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دوسری اذان خارج عن المسجد ثابت ہے پس اسی اذان پر اختصار کرنا چاہیے اور دوسری اذان نہ کہنا چاہیے (فتاویٰ مستادین ۳ ص ۸۵)

مولوی عبدالرحمن صاحب مدرس مدرسہ میاں صاحب دہلوی رقمطراز ہیں۔ ”اب مسجد میں دو اذانیں کہنا بدعت ہے“ اے

(فتاویٰ مستادین ۳ ص ۸۵)

غیر متقلدین کے ترجمان رسالہ ”الاختصاص“ کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔ ”جمعہ کے روز ایک اذان کا خطبہ کے وقت ہونا مسنون ہے دو اذان کی ضرورت نہیں..... لہذا اذان عثمانی جسکو پہلی اذان کہا جاتا ہے اس کو مسجد میں کہلوانا بدعت ہے۔“

(فتاویٰ علماء حدیث ج ۲ ص ۷۷)

جماعت غریبہ الحدیث کے امام اول عبدالوہاب صاحب صدیقی کے دانش نگار ابو محمد میانوالی لکھتے ہیں۔

”مساجد اخلاف والحدیث میں جمعہ کی دو اذانیں ہوا کرتی تھیں جیسا کہ آج کل اخلاف کے ہاں مروج ہے، مولانا موصوف (عبدالوہاب صاحب، ناقل) نے پہلی اذان جو مسجد میں خطبہ سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ پہلے ہوتی تھی اسے ثبوت دلائل سے بدعت ثابت کر کے موقوف کا فتویٰ صادر فرمایا اور دوسری اذان عند جلوس

الامام علی المنبر کے صحیح ہونے کا فتویٰ دیا آج اکثر مساجد الحمد بیث میں اس طریقہ نبوی پر عمل ہو رہا ہے۔“

(مجموعہ رسائل مکمل نماز و ہدایۃ النبی ص ۲۱)

ملاحظہ فرمائیے: جمعہ کی پہلی اذان جو خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے جاری ہوئی، جس پر تمام صحابہ کرام نے اجماع کیا، جو چودہ صدیوں سے تمام ممالک اسلامیہ میں بلا تکلیف جاری ہے جس سے کسی امام اور کسی فقیہ و مجتہد نے اختلاف نہیں کیا آج وہ اذان مسجد میں ہونے کی وجہ سے غیر متقلدین کے دور میں بدعت ہو گئی یا للعجب اگر خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کا عمل بھی بدعت ہے، اور جس عمل پر ساری امت کا توارش و تعامل ہے وہ بھی بدعت ہے، تو پھر غیر متقلدین بتلائیں کہ سنت کونسا عمل ہوگا؟ نیز اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ چودہ صدیوں سے ساری امت بدعت پر عامل رہی اور آج بھی حریم شریفین کے ائمہ و خدام اس اذان کو مسجد میں کہلو کر بدعت کا ارتکاب کر رہے ہیں۔؟

قارئین کرام یہ ہے غیر متقلدین کا عمل بالحدیث۔

اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

التأذين عند الخطبة يوم الجمعة بين
يدي الإمام والخطبة بالعربية
جمعة کے دن خطبہ کے وقت اذان منبر کے پاس خطیب کے
سامنے منوں ہے اور خطبہ جمعہ عربی زبان میں ہونا ضروری ہے

۱- عن السائب بن يزيد قال كان بلال يؤذن
إذا جلس رسول الله صلى الله عليه وسلم
على المنبر يوم الجمعة فإذا نزل افتام
ثم كان كذا لك في زمن أبي بكر وعمر رضي
الله عنهما، (نسائي ج ۱ ص ۱۵۸، مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۷)
حضرت سائب بن يزيد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے
دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرماتے تو حضرت
بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے، پھر جب آپ منبر سے نیچے
تشریف لاتے تو اقامت کہتے، حضرت ابوبکر اور حضرت
عمر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں بھی اسی طرح ہوتا تھا۔

۲- عن ابن عمر قال كان النبي صلى الله عليه
وسلم يخطب خطبتين كان يجلس اذا صعد
المنبر حتى يفرغ اراه المؤذن ثم يقوم
فيخطب ثم يجلس فلا يتكلم ثم يقوم
فيخطب، (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ
والسلام دو خطبے دیتے تھے، جب آپ منبر پر چڑھتے تو

بیٹھ جاتے، یہاں تک کہ مؤذن اذان سے فارغ ہوتا، پھر
آپ کھڑے ہوتے اور (پہلا) خطبہ ارشاد فرماتے، پھر بیٹھ
جاتے اور کوئی کلام نہ کرتے، پھر کھڑے ہو کر (دوسرا) خطبہ
ارشاد فرماتے۔

۳- عن ابن عمر قال كان النبي صلى الله عليه
وسلم يخطب فتاتهما ثم يقعد ثم
يقوم كما تفعلون الآن، (بخاری ج ۱ ص ۱۵۸، مسلم ج ۱ ص ۱۷۷)
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے
ہوتے جیسا کہ تم اب کرتے ہو

۴- عن عبد الله قال كان النبي صلى الله عليه وسلم
يخطب خطبتين يقعد بينهما،

(بخاری ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم دو خطبے دیتے تھے اور دونوں کے درمیان بیٹھتے تھے۔

۵- عن جابر بن سمرة قال كانت للنبي صلى الله
عليه وسلم خطبتان يجلس بينهما يقرأ
القرآن ويذكر الناس، (مسلم ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے دو خطبے ہوتے تھے دونوں کے درمیان بیٹھتے
تھے، ان میں قرآن مجید پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے۔

۷۔ عن ابی واسئل خطبنا عماراً وجرّ وابلغ
فلما نزل قلنا یا ابا الیقظان ائتد ابلغت و
اوجزت فلو کنت تنفست فقال انی سمعت
رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان
طول صلوة الرحیل وقصر خطبتی مثنت من
فقهی فاطیلوا الصلوة واقصروا الخطبة وان
من البیان سحراً (مسلم ۱ ص ۲۸۶)

حضرت ابو اؤل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمار
رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا تو بہت مختصر اور انتہائی بلیغ خطبہ دیا
جب وہ منبر سے اترے تو ہم نے کہا کہ اے ابو الیقظان آپ
نے نہایت بلیغ اور مختصر خطبہ دیا، اگر آپ اسے فوراً طویل کرتے
تو اچھا ہوتا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آدمی کا نماز کو لمبا کرنا
اور خطبہ کو مختصر کرنا اس کے سمجھ دار ہونے کی نشانی ہے سو تم نماز
کو لمبا کیا کرو اور خطبہ کو مختصر اور بعض بیان جاوہر ہوتے ہیں۔

۸۔ عن ابن شہاب قال بلغنا ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یبدأ فی مجلس علی المنبر
فاذا سکت المؤذن قام فخطب الخطبة الاولى
ثم جلس شیئاً یسیراً ثم قام فخطب الخطبة
الثانیة حتی اذا قضاها استغفر الله ثم نزل
فصلی قال ابن شہاب وکان اذا قام اخذ عصاً

فتوکاً علیها وهو قائم علی المنبر ثم کان ابوبکر
الصديق وعمر وعثمان یفعلون ذالک
(مراسیل ابی داؤد مع سنن ابی داؤد ص ۱)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات
پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداً منبر پر تشریف
فرماتے، پھر جب مؤذن اذان دے کر خاموش ہو جاتا تو کھڑے
ہو کر پہلا خطبہ ارشاد فرماتے پھر تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاتے
پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ ارشاد فرماتے یہاں تک کہ جب خطبہ
پورا فرما لیتے تو استغفر اللہ کہتے اور نیچے تشریف لاکر نماز پڑھتے
حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آپ کھڑے
ہوتے تھے تو لالٹھی پکڑ کر اس پر ٹیک لگاتے تھے اس حال
میں کہ آپ منبر پر کھڑے ہوتے، پھر حضرت ابوبکر حضرت عمر
رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

۸۔ عن عمر بن الخطاب انه قال انما جعلت
الخطبة مکان الرکعتین، الحدیث،
(مسند ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۸۶، مسند عبد الرزاق ۳ ص ۲۳۸)
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (جمعہ کا) خطبہ
دو رکعتوں کی جگہ رکھا گیا ہے۔

۹۔ عن سعید بن جبیر قال کانت البجعة اربعاً
فحطت رکعتان للخطبة، (المروۃ الکبریٰ ص ۱۸۸)
حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ کی چار رکعتیں تھیں

دو خطبے کی وجہ سے کم ہو گئیں۔

مذکورہ احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ جب امام خطبہ جمعہ کے لیے آئے تو آگے پہلے منبر پر بیٹھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ جمعہ کے لیے مسجد میں تشریف لاتے تھے تو پہلے آپ منبر پر بیٹھتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۲۰ اور ۶ سے واضح ہے۔
 ۲۔ جب امام منبر پر بیٹھ جاتے تو مؤذن منبر کے پاس امام کے سامنے اذان دے کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایسے ہی کیا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۱ سے ظاہر ہے، اسی پر اجماع ہے اور اسی پر چودہ صدیوں سے تواتر و تعامل جاری ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر بن المنذر رحمہ اللہ متوفی ۳۱۸ ھ لکھتے ہیں۔

”والذی علیہ عمل اہل العلم من علماء الامصار وما یفعلہ الاشیخہ و هو جلوس الامام علی المنبر اول ما یرقی الیہ و یؤذن المؤذن والامام جالس فاذا فرغ المؤذن من الاذان تمام الامام فخطب خطبۃ شام جلس وهو فی حال جلوس عتیر خاطب ولا یتکلم بشئ یتوم فی خطب الخطبة الشانیة ثم یتقل عند فراغہ“
 (الادب المفرد ۴ ص ۵۹)

اور جس پر علماء اصناف کا عمل ہے وہ وہی ہے جو ائمہ مساجد کیا کرتے ہیں یعنی جب امام ابتداً منبر پر چڑھتا ہے تو بیٹھ جاتا ہے اور امام کے بیٹھے بیٹھے مؤذن اذان دیتا ہے، پھر جب مؤذن

اذان سے فارغ ہوتا ہے تو امام کھڑے ہو کر (پہلا) خطبہ دیتا ہے پھر بیٹھ جاتا ہے اور اس حالت میں نہ کسی کو مخاطب کرتا ہے نہ کلام کرتا ہے پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ دیتا ہے، پھر دوسرا خطبہ سے فارغ ہو کر منبر سے اتر آتا ہے۔

شیخ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی رحمہ اللہ متوفی ۱۰۶۹ ھ لکھتے ہیں۔

”و اذا جلس علی المنبر قبل المشرع فی الخطبتین والاذان بین ید یدہ“
 بعد التوارث (کمالا قاصۃ) بعد الخطبتین

(نہدایہ بیضاغ مع شرح مراآئی القلاد مع حاشیہ الطحاوی ص ۱۱۱)

اور مسنون ہے، منبر پر بیٹھنا خطبہ شروع کرنے سے پہلے اور مسنون ہے، اذان دینا امام کے سامنے، اسی پر اجماع ہے تواتر جاری ہے، مثل اقامت کے جو کہ خطبہ کے بعد ہوتی ہے۔

۳۔ امام کو چاہیے کہ وہ منبر پر کھڑے ہو کر دو خطبے دے۔ پہلا خطبہ طویل کرے دوسرا دیر بیٹھے پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴ اور ۷ سے ظاہر و باہر ہے۔

۴۔ خطبہ جمعہ نماز جمعہ سے مختصر ہونا چاہیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی حکم ہے، جیسا کہ حدیث نمبر ۶ سے واضح ہے۔

۵۔ جمعہ کے دنوں خطبے عربی زبان میں ہوتے چاہئیں، عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ خطبہ کی اصل حقیقت ”ذکر اللہ“ ہے، قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے خطبہ کو ذکر اللہ ہی سے تعبیر فرمایا ہے ارشاد ہے
 إِذَا قُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ -

جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو۔

عام مفسرین کا کہنا ہے کہ اس آیت مبارکہ میں ذکر اللہ سے مراد خطبہ جمعہ ہے۔ ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خطبہ جمعہ کو ذکر اللہ سے تعبیر فرمایا ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

”اذا كان يوم الجمعة وقفت الملائكة على

باب المسجد يكتبون الاول فالاول ومثل المهجر

كمثل الذئب يبهدي بكنة شم كالذئب يهدي

بفترة شم كبتا شم - جاجه شم بيضة

فاذا اخرج الامام طووا اصحفهم وليتمعون

الذكر“ (بخاری ۵۱۷۱، مسلم ۵۱۸۲)

جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے

ہو جاتے ہیں اور شروع میں آنے والوں کے نام یکے بعد دیگرے

لکھتے ہیں اور اول وقت دوپہر میں آنے والے کی مثال اس شخص

کی سی ہے جو اللہ کے حضور میں اونٹ کی قربانی پیش کرتا ہے

پھر اس کے بعد دوم نمبر پر آنے والے کی مثال اس شخص کی سی

ہے جو گائے پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال

میٹھا پیش کرنے والے کی، اس کے بعد مرغی پیش کرنے

والے کی، اس کے بعد اٹھاپیش کرنے والے کی نمبر چہارم خطبہ کے لیے منبر کی طرف جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے لکھنے کے دفتر لیٹ لیتے ہیں اور ذکر سننے میں شریک ہو جاتے ہیں۔

اس حدیث میں فرشتوں کے ذکر سننے میں شریک ہونے سے مراد خطبہ

جمعہ سننے میں شریک ہونا ہے۔ قرآن اور حدیث دونوں سے ثابت

ہو کہ خطبہ کی حقیقت ذکر اللہ ہے، خطبہ کے کچھ آداب و سنن ہیں جو حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تعامل سے ثابت

ہیں مثلاً (۱) نمازت، بلا وضو، خطبہ پڑھنا مکروہ ہے (۲) خطبہ کھڑے ہو

کر پڑھنا (۳) لوگوں کی طرف رخ کر کے پڑھنا (۴) خطبہ شروع کرنے سے

پہلے آہستہ احموز باللہ پڑھنا (۵) خطبہ کا لوگوں کو سنانا۔ اگر آہستہ خطبہ پڑھا

تو گو فرض ادا ہو گیا لیکن مکروہ ہوا (۶) خطبہ مختصر پڑھنا جو دس چیزوں

پر مشتمل ہے۔

حمد سے شروع کرنا، اللہ تعالیٰ کی ثناء کرنا، کلمہ شہادتین کا پڑھنا، نبی

علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنا، وعظ و نصیحت کرنا، قرآن پاک کی

کوئی آیت پڑھنا، دونوں خطبوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھنا، دوسرے

خطبے میں دوبارہ الحمد ثناء اور درود پڑھنا، تمام مسلمان سر و عورت کے

لیے دعا مانگنا، دونوں خطبوں کو مختصر کرنا، خطبہ کے ان آداب و سنن سے

معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کا اصلی مقصد ذکر اللہ ہے، وعظ و تبلیغ اس کے

مقاصد اصلیہ میں داخل نہیں ورنہ ان آداب و سنن کا وعظ و تبلیغ سے کوئی

تعلق معلوم نہیں ہوتا۔

اسی طرح خطبے کے کچھ احکام و شرائط ہیں جن کا پایا جانا ضروری ہے مثلاً،

(۱) خطبہ جمعہ، جمعہ کے وقت میں یعنی زوال کے بعد پڑھنا، اگر خطبہ زوال سے پہلے پڑھا لیا گیا تو وہ معتبر نہیں ہوگا۔

(۲) خطبہ جمعہ نماز جمعہ سے پہلے پڑھنا ضروری ہے اگر خطبہ نماز جمعہ کے بعد پڑھا گیا تو سرے سے نماز ہی نہیں ہوگی، خطبہ سمیت نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔

(۳) خطبہ کے وقت مردوں کا موجود ہونا ضروری ہے۔ اگر فقط عورتوں کے سامنے خطبہ پڑھا گیا تو وہ ناکافی ہوگا۔ مردوں کے آنے کے بعد دوبارہ پڑھنا پڑے گا۔

(۴) شور و شغب یا کسی اور وجہ سے سامعین نہ سن سکیں تب بھی خطبہ پڑھا جائے گا اور وہ معتبر ہوگا۔

(۵) اگر حاضرین سب ہی بہرے ہوں یا سب سو رہے ہوں تب بھی خطبہ پڑھنا ضروری ہے اگر اس حال میں خطبہ نہ پڑھا گیا تو نماز جمعہ صحیح نہیں ہوگی۔

(۶) خطبہ کے وقت سامعین سب علماء و فضلاء ہوں کوئی بھی جاہل نہ ہو تب بھی خطبہ پڑھا جائیگا ورنہ نماز جمعہ صحیح نہ ہوگی۔ ان احکام و شرائط سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ خطبہ کی اصل حقیقت ذکر اللہ ہے، محض وعظ و تبلیغ نہیں کیونکہ وعظ و تبلیغ کے یہ احکام نہیں ہیں، اگر خطبہ محض وعظ و نصیحت ہوتا تو اس کے لیے یہ پابندیاں نہ ہوتیں کہ وہ زوال کے بعد ہو، جمعہ کی نماز سے پہلے ہو، سامعین میں مردوں کی موجودگی ضروری ہو وغیرہ وغیرہ۔

فقہاء کرام کا کہنا بھی یہی ہے کہ خطبہ کی حقیقت ذکر اللہ ہے چنانچہ

محمد بن احمد شمس الأئمة السرخسی رحمہ اللہ متوفی ۴۹۰ھ تحریر فرماتے ہیں۔
”ولسان الخطبة ذكر“
(مبسوط ج ۲ ص ۱۱)
ہماری دلیل یہ ہے کہ خطبہ ذکر ہے۔

جب قرآن و حدیث وغیرہ سے خطبہ کا ذکر اللہ ہونا ثابت ہوا تو جس طرح تعوذ، تسمیہ، تسبیح، تحمید، ثناء، المیات وغیرہ ذکر اللہ ہیں اور بالاتفاق ان کے لیے عربی زبان استعمال ہوتی ہے غیر عربی کا تصور بھی نہیں آتا، ایسے ہی خطبہ جمعہ کے لیے عربی زبان ہونا ضروری ہوگا غیر عربی زبان میں خطبہ درست نہ ہوگا دوسری وجہ: خطبہ جمعہ نماز جمعہ کی دو رکعتوں کے قائم مقام ہے جس کی ایک دلیل تو وہ آثار ہیں جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خطبہ دو رکعتوں کی جگہ رکھا گیا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی چار رکعتیں تھیں دو رکعتیں خطبہ کی وجہ سے کم ہو گئیں، اور دوسری دلیل یہ ہے کہ جو افعال و حرکات بحالت نماز منوع ہیں خطبہ میں بھی حرام ہیں، سامعین خطبہ کے لیے اس وقت کھانا پینا، بولنا چالنا یہاں تک کہ سلام کا جواب دینا اور ذکر و تسبیح پڑھنا بھی جائز نہیں اور بہت سے احکام جو نماز کے ہیں وہ خطبہ کے بھی ہیں جن کی تفصیل اور پرگز پڑ چکی ہے اس طرح کی قیودات بتلا رہی ہیں کہ خطبہ کی مجلس صرف وعظ و تذکیر کی مجلس نہیں بلکہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے نماز کی طرح ہے، جب خطبہ نماز کی طرح ہوگا اس کے قائم مقام ہے تو ضروری ہے کہ خطبہ جمعہ عربی میں ہو، کیونکہ نماز کی زبان عربی ہے نماز کسی اور زبان میں نہیں ہوتی۔

تیسری وجہ: خطبہ جمعہ بالاجماع شرط صلوٰۃ ہے اس لیے جو زبان

صلوٰۃ نماز جمعہ کی ہے وہی زبان شرط یعنی خطبہ کی ہونی چاہیے یہ نہیں ہو سکتا کہ شرط صلوٰۃ کسی محدث طریقے یعنی غیر عربی زبان سے ادا کی جائے۔

چوتھی وجہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ خطبہ مختصر کرو اور نماز کو دراز کرو اس لحاظ سے اگر گھنٹے آدھ گھنٹے کی اردو تقریر کو خطبہ قرار دیا جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی کھلی مخالفت لازم آئیگی۔

پانچویں وجہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں عربی زبان پر مواظبت فرمائی ہے یعنی آپ نے ہمیشہ عربی زبان ہی میں خطبہ دیا ہے، حالانکہ آپ کے خطبے میں عرب کے علاوہ عجم کے لوگ بھی شریک ہوتے تھے اور ان کو تبلیغ دین کی ضرورت بھی تھی لیکن آپ نے کبھی بھی انکی رعایت کرتے ہوئے نہ تو خود عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ دیا نہ کسی صحابی سے ان لوگوں کی زبان میں اس کا ترجمہ کرایا، خلفاء راشدین نے بھی ہمیشہ عربی زبان ہی میں خطبہ دیا حالانکہ ان کے خطبوں میں بھی کثرت سے عجمی لوگ شریک ہوتے تھے جو مختلف ممالک سے آتے تھے، اسی طرح صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین عظام اور ان کے متبعین عرب سے نکل کر عجم میں گئے۔ مشرق و مغرب میں اسلام پھیلایا، لیکن ہر جگہ ہمیشہ خطبہ جمعہ عربی ہی میں دیا حالانکہ ان حضرات کو تبلیغ دین کی ضرورت آج سے زیادہ تھی اور یہ بات نہیں کہ حضرات صحابہ و تابعین عجمیوں کی زبان نہیں جانتے تھے بلکہ خوب جانتے تھے لیکن پھر بھی خطبہ جمعہ عربی ہی میں دیا کرتے تھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفاء راشدین، دیگر صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین کے تعامل اور مواظبت اور ساری امت کے توارث سے یہ بات روز بروز سن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ قرون سابقہ کی طرح آج بھی خطبہ جمعہ عربی ہی

میں ہونا چاہیے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”چوں خطبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء و علم قبلہ ملاحظہ کر دیم تنقح آل وجود چند چیز ست حمد و شہادتین و صلوٰۃ برا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و امر بتقوی و تلاوت آیت و دعا براے مسلمین و مسلمات و عربی بودن خطبہ..... و عربی بودن نیز بحجت عمل مستمر مسلمین و رشارق و مغارب با وجود آنکہ در بسیارے از اقا لیم مخاطبان عجمی بودند۔“ (مبصر صفحہ شریف نظام امام مالک ص ۱۵۲)

جب ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین اور اسی طرح ائمہ مجتہدین، محدثین وغیرہم کے خطبوں کو ملاحظہ کیا تو یہ بات منقح ہو کر سامنے آئی کہ ان خطبوں میں چند چیزیں ضرور ہوا کرتی تھیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، کلمہ شہادتین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و تقویٰ کا حکم، کسی آیت کا پڑھنا اور تمام مسلمان مرد و زن کے لیے دعا کرنا، اور خطبہ کا عربی زبان میں ہونا۔ حضرت شاہ صاحب آگے فرماتے ہیں کہ خطبہ کا خاص عربی زبان میں ہونا اس لیے ضروری ہے کہ تمام مسلمانوں کا مشرق و مغرب میں ہمیشہ اسی پر عمل رہا ہے کہ وہ خطبہ عربی میں پڑھتے تھے، باوجودیکہ بہت سے ممالک میں ان کے مخاطب عجمی لوگ ہوتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ امام نووی، شافعی اور امام رافعی شافعی خطبہ جمعہ کے عربی میں ہونے کی شرط لگاتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک اگر خطبہ

عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں پڑھا گیا تو جمعہ کی نماز ہی نہیں ہوگی۔

چنانچہ امام نوویؒ لکھتے ہیں:

ولا يشترط كونها بالعربية (كتاب الاذکار ص ۱۰۸)

اور یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ خطبہ عربی میں ہو۔

علامہ زبیدیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

وقال الرافعي وهل يشترط ان تكون الخطبة

كلها بالعربية ؟ وجهان والصحيح اشتراط

فان لم يكن فيهم من يحسن العربية فخطب

بعينها ويجب عليهم التعلیم والاعصوا

ولا جمعة لهم (امتنان السادة المتقين ص ۳۵۸)

امام رافعیؒ فرماتے ہیں اور کیا سارے خطبہ کا عربی میں ہونا شرط ہے،

اس میں دو وجہیں ہیں، صحیح یہ ہے کہ عربی میں ہونا شرط ہے پس

اگر کوئی ایسا آدمی حاضرین میں نہ ہو جو عربی پڑھ سکے تو عربی کے سوا

دوسری زبان میں خطبہ پڑھے، اور ان پر واجب ہوگا کہ عربی سیکھیں

ورنہ سب گنہگار ہوں گے اور ان کا جمعہ بھی نہیں ہوگا۔

اسی طرح احناف میں سے حضرت قاضی ابویوسفؒ اور امام محمد رحمہما اللہ بھی

خطبہ کے عربی زبان ہی میں ہونے کی شرط عائد کرتے ہیں

چنانچہ علامہ ابن عابدین شامیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

لم يقيد الخطبة بكونها بالعربية اتقاء

بما قدمه في باب صفة الصلوة من انها

عبر شرط ولومع القدرة على العربية عنده

خلافاتها حيث شرطها الا عند المحقق

كالخلافة في الشروع في الصلوة (رد المحتار ص ۱۲۴)

مصنف نے خطبہ کے عربی میں ہونے کی قید نہیں لگائی، اس پر

اکتفا کرتے ہوئے جو باب صفة الصلوة میں گزر چکا کہ حضرت امام

ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ شرط نہیں اگرچہ وہ عربی پر قادر ہی ہو،

بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک عربی میں ہونا شرط ہے،

الایہ کہ وہ عربی سے عاجز ہو، یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ شریعت

نماز یعنی تجوید تحریر میں حضرت امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کا اختلاف ہے۔

ولانا عبدالحی نقوی رقمطراز ہیں۔

ولا يشترط كونها بالعربية فلو خطب بالفارسية

او بغیرہا جاز کذا قالوا والمراد بالجواز هو الجواز

في حق الصلوة بمعنى انه يكفي لاداء الشرطية

وتصح الصلوة لا الجواز بمعنى الا سباحة المطلقة

فانه لا شك في ان الخطبة لعنصر العربية من

السنة المتوارثة من النبي صلى الله عليه وسلم

والصحابة فيكون مكروها تحريما

(مقدمة الرعاية حاشية بشرح وقايرہ ص ۱۵۸)

خطبہ کا عربی میں ہونا شرط نہیں ہے لہذا اگر فارسی یا کسی اور زبان

میں بھی خطبہ دے دیا تو جائز ہوگا، جیسا کہ فقہائے نے فرمایا ہے

اور جائز ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ نماز کے حق میں جائز ہوگا،

جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز جمعہ کے ادا کرنے کے لیے خطبہ

کی جو شرط ہے وہ پوری ہو جائے گی اور نماز ہو جائے گی۔ یہ مطلب نہیں کہ خطبہ کا غیر عربی میں ہونا مطلقاً مباح ہے کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ دینا اس سنت کے خلاف ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عہد سے متواتر اور مسلسل چلی آرہی ہے لہذا عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ دینا مکروہ تحریمی ہوگا۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار، اجماع اور تعامل و توارث امت کے خلاف غیر متقلین کا کہنا ہے کہ دوسری اذان کی کوئی جگہ متعین نہیں ہے اور اس اذان کو منبر کے نزدیک کہلانا بدعت ہے، اور خطبہ عربی کے علاوہ دوسری زبان میں بھی دیا جاسکتا ہے، چنانچہ غیر متقلین کا یہ دستور ہے کہ اُن کا خطیب جبکہ وقت منبر پر آکر بیٹھتا ہے، پھر اذان ہوتی ہے تو وہ اٹھ کر اردو میں تقریر شروع کر دیتا ہے اور پھر گھنٹے تقریر کر کے بیٹھ جاتا ہے اور پھر کھڑے ہو کر عربی کا ایک ہی خطبہ پڑھ کر بیٹھ جاتا ہے اور نماز پڑھاتا ہے۔

غیر متقلین کے ترجمان الاعتصام کے مفتی لکھتے ہیں۔
”یہ اذان وقت خطبہ دروازہ مسجد یا امام کے سامنے کسی بلند جگہ پر کہلوانی چاہیے، جیسے اور اذانیں بلند آواز سے کہی جاتی ہیں ویسے یہ اذان بھی کہلانا چاہیے، منبر کے نزدیک اس اذان کو کہلانا خلاف سنت ہے بلکہ بدعت ہے“ (فتاویٰ علامہ حدیث ۲۵ ص ۱۶۷)

غیر متقلین کے مجتہد العصر حافظ عبد اللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں۔

”اذان سے مقصود اعلان ہے خواہ پہلی ہو یا خطبہ کی پس جو جگہ اعلان کے لیے زیادہ مناسب ہے وہاں ہونی چاہیے اگر امام کے سامنے

موزوں جگہ ہو تو سامنے دی جائے ورنہ کوئی اور جگہ موزوں دیکھ لی جائے خواہ مسجد کے اندر ہو یا باہر خواہ دائیں طرف ہو یا بائیں طرف الخ (فتاویٰ المجددیت ۲۵ ص ۱۷۱)

حافظ صاحب خطبہ جمعہ کی بابت لکھتے ہیں۔

”خلاصہ یہ کہ خطبہ عام و غلوں کی طرح ایک وعظ ہے خواہ جمعہ کا ہو یا عیدین کا ہو خلیب کو اس میں کلام و غیرہ جائز ہے، زبان کی پابندی اس میں ضروری نہیں کیونکہ خطبہ کی غرض کے خلاف بلکہ خطبہ کے لفظ کے خلاف ہے کیونکہ خطبہ خطاب ہے جو سامعین کی زبان میں ہوتا ہے“ الخ (فتاویٰ المجددیت ۲۵ ص ۱۷۱)

جماعت غریبہ المجددیت کے مفتی عبدالغفار صاحب سے سوال ہوا کہ ”زید کہتا ہے کہ خطبہ جمعہ اپنی مادری زبان میں کہنا جائز ہے بلکہ کہتا ہے کہ جائز نہیں کون حق پر ہے؟“ موصوف نے جواب دیا کہ

”زید حق پر ہے کیونکہ خطبہ کی غرض اور مقصد جو ہے اس پر نظر ڈالنی چاہیے۔ خطبہ بیان کرنے کا جو مقصد ہے وہ یہ ہے کہ لوگ راہ راست پر آجائیں اور شن کر شریعت محمدیہ کے حامل ہو جائیں، بخلاف اس کے جب ان کی سمجھ میں کچھ نہ آئے گا اور امام کھڑا ہوا عربی میں خطبہ پڑھ رہا ہو اور سامعین پتھر کے بتوں کی طرح بیٹھے ہوں اور کچھ ان کے پلے نہ پڑے تو کیا خاک عمل کریں گے سامعین کو غیر زبان میں وعظ و تذکیر کرنے سے کچھ فائدہ نہیں۔“

(فتاویٰ مستابہ ۳۵ ص ۱۷۱)

ملاحظہ فرمائیے: احادیث و آثار، اجماع، توارث و تعامل امت

سے ثابت ہو رہا ہے کہ خطبہ کی اذان امام کے سامنے منبر کے نزدیک ہوتی چاہیے، یہی سنت ہے، لیکن غیر متقلدین، احادیث و آثار، اجماع اور توارث و تعامل سے بالکل قطع نظر کر کے اسے بدعت قرار دے رہے ہیں، یا للعجب نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین عظام اور بعد کے سب علماء و فقہاء خطبہ جمعہ عربی زبان میں دینے پر موافقت فرماتے ہیں ان میں سے کوئی بھی عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ نہیں دیتا۔ قرآن و حدیث اسی کا تقاضا کر رہے ہیں کہ خطبہ جمعہ عربی میں ہو۔ فقہاء امت خطبہ جمعہ کے عربی زبان میں ہونے کو ضروری قرار دیتے ہیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خلفاء راشدین، صحابہ و تابعین اور امت کے توارث و تعامل کے خلاف غیر متقلدین کہہ رہے ہیں کہ خطبہ جمعہ میں عربی زبان کی کوئی قید نہیں ہے زبان میں جائز ہے۔ قارئین کرام یہ ہے غیر متقلدین کا عمل بالحدیث اب فیصلہ آپ کے سر ہے آپ فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

کراهۃ الصلوٰۃ والکلام عند الخطبۃ

خطبہ جمعہ کے درمیان نماز پڑھنا اور بات چیت کرنا مکروہ ہے

۱۔ عن سلمان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اغتسل يوم الجمعة و تطهر بجا استطاع من طهر شمس ادهن او مس من طيب شمس ارج فلم يفرق بين اثنين فصل ما كتب له شمس اذا خرج الامام انصت غفر له ما بينه وبين الجمعة الاخرى (بخاری ۵۱۴۴)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جس حد تک ہو سکے صفائی کرے، پھر تیل لگائے یا خوشبو ہو تو وہ لگائے پھر جمعہ کے لیے جائے تو دو آدمیوں کے درمیان نہ بیٹھے پھر عتبی نماز اس کے لیے مقدر ہے پڑھے، پھر جب امام خطبہ کے لیے نکل آئے تو خاموش رہے تو ایسے شخص کے اس جمعہ سے اس جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

۲۔ عن ابی هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من اغتسل شمس اتي الجمعة فصل ما قدر له شمس انصت حتى يفرغ من خطبته شمس يصلي معه غفر له ما بينه وبين الجمعة الاخرى و فضل ثلاثة ايام (مسلم ۵۱۴۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے غسل کیا پھر وہ جمعہ کے لیے (مسجد میں) آیا پھر عتبی نماز اس کے لیے مقدر تھی پڑھی پھر امام کے خطبہ سے فارغ ہونے تک خاموش رہا پھر امام کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور تین دن مزید کے بھی۔

۳۔ عن عطاء الخراساني قال كان ثببشت الهذلي يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ان

المسلم اذا اغتسل يوم الجمعة شتم اقبل الى
المسجد لا يؤذى احدا فان لم يجد الامام
خرج صلى ما بداله وان وجد الامام قد
خرج جلس فاستمع وانصت حتى يقضى الظلم
جمعة وكلامه ان لم يغفر له في جمعة
تلك ذنوبه كلها ان تكون كفارة للجمعة
التي قبلها، (مسند احمد ۵: ۵۸)

حضرت عطاء قرا سانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی شریف
رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے
تھے کہ جب مسلمان جمعہ کے دن غسل کر کے مسجد آئے اس طرح
سے کہ کسی کو ایذا نہ دے، پھر اگر دیکھے کہ امام ابھی (خطبہ کے
لیے) نہیں نکلا تو جتنی چاہے نماز پڑھتا رہے، اور اگر دیکھے
کہ امام نکل آیا ہے تو بیٹھ جائے اور خاموشی سے خطبہ سننے
لگے یہاں تک کہ امام خطبہ و نماز سے فارغ ہو جائے تو اگر اس
جمعہ کے اس کے سارے گناہ معاف نہ ہوئے تو دوسرے
جمعہ کے لیے یہ کفارہ ہو جائے گا۔

۲۔ عن ابی ہریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم اذا کان يوم الجمعة وقفت الملائكة
على باب المسجد يكتبون الاول فالاول ومثل
المهجر كمثل الذی یهدی بکثرة شم کالذی
یهدی بفترة شم کبشا شم ذجاجة شفو

بیضاً فاذا خرج طوا واصحفهم ویستمعون
الذکر، (بخاری ج ۱۲، مسلم ج ۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے
دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور شروع میں آنے والوں
کے نام یکے بعد دیگرے لکھتے ہیں اور اول وقت دوپہر میں
آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اللہ کے حضور
میں اونٹ کی قربانی پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد دوم نمبر پر
آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو گائے پیش کرتا
ہے پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال مینڈھا پیش کرنے
والے کی، اس کے بعد مرغی پیش کرنے والے کی اس کے
بعد اٹا پیش کرنے والے کی، پھر جب امام خطبہ کے لیے
منبر کی طرف جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے بکھنے کے دفتر لیٹ
لیتے ہیں اور ذکر سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

۵۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال اذا قلت لصاحبك يوم الجمعة انصت
والامام یخطب فقد لغوت (بخاری ج ۱۲، مسلم ج ۱)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے جمعہ کے دن اپنے ساتھی
سے کہا کہ خا مویش رہ اس حال میں کہ امام خطبہ دے رہا تھا تو تم
نے لغو و بیکار کام کیا۔

۶۔ عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
من تكلم يوم الجمعة والامام يخطب
فهو كمثل الحمار يحمل اسفارا والذي
يقول له انصت ليست له جمعة،

(مسند احمد ۱ ص ۲۳۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کے خطبہ دینے کی گات
ہیں جو بات کرے وہ ایسے ہے جیسے گھوڑے نے کتابیں اٹھا
رکھی ہوں اور جو اس سے کہے کہ چپ رہ تو اس کا جمعہ ہی نہیں
۷۔ عن ابن عمر قال سمعت النبی صلی اللہ
علیہ وسلم یقول اذا دخل احدکم المسجد
والامام علی المنبر فدا صلوة ولا کلام
حتی یفرغ الامام (مجمع الزوائد ۲ ص ۱۸۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے
کوئی شخص جب مسجد میں اس وقت داخل ہو جبکہ امام منبر پر
ہو تو اس صورت میں نہ نماز جائز ہے نہ کلام جب تک کہ امام
(خطبہ سے) فارغ نہ ہو جائے۔

۸۔ عن ابن شہاب عن ثعلبۃ بن ابی مالک القرظی انه
اخبرہ انہم كانوا فی زمن عمر بن الخطاب
یصلون يوم الجمعة حتی یدخل عمر بن الخطاب

فاذا خرج عمر وجلس علی المنبر واذت
المؤذنون وقتال ثعلبۃ جلسنا نتحدث فاذا
سکت المؤذنون وقتام عمر یخطب انصتت
فلم یتکلم منا احد قال ابن شہاب فخرج
الامام یقطع الصلوٰۃ وکلامه یقطع الکلام۔

(موطا امام مالک ص ۸۸)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ حضرت ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ
سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے انہیں خبر دی کہ حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ جمعہ کے دن نماز پڑھتے رہتے تھے
یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تشریف لاتے
جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لاکر منبر پر بیٹھ جاتے اور
مؤذن اذان کہتے تو (ثعلبہ کہتے ہیں) کہ بیٹھے بیٹھے بات کر لیا کرتے
تھے، پھر جب مؤذن خاموش ہو جاتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ
خطبہ کے لیے کھڑے ہو جاتے تو ہم خاموش ہو جاتے اور ہم
میں سے کوئی شخص کلام نہ کرتا، حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ
فرماتے ہیں کہ امام کا نکلنا نماز کو اور اس کا کلام کرنا گفتگو کو ختم کر دیتا

۹۔ عن ابن شہاب قال حدثنی ثعلبۃ بن ابی مالک ان
قعود الامام یقطع البحتہ وان کلامه یقطع

(مسند امام اشافعی ص ۱۳۹ ج ۱)

الکلام، الحدیث حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ثعلبہ
بن ابی مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ امام کا منبر پر بیٹھنا

نماز کو ختم کر دیتا ہے اور اس کا کلام گفتگو کو ختم کر دیتا ہے۔

۱۰۔ عن ثعلب بن ابی مالک القرظی قال ادركت
عمر وعثمان رضي الله عنهما فكان الامام
اذا خرج تركنا الصلوة (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۱)
حضرت ثعلب بن ابی مالک قرظی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے
حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا زمانہ پایا (اس دور میں
جمعہ کے دن ایسا ہوتا تھا کہ) جب امام جمعہ کے دن خطبہ کے
لیے نکل آتا تو ہم نماز چھوڑ دیتے تھے۔

۱۱۔ عن سائب بن یزید قال كنا نصلی فی زمن عمر
یوم الجمعة فاذا خرج عمر وجلس علی المنبر
قطعنا الصلوة وكنا نتحدث ویحدثونا وربما
نسال الرجل الذی یلیه عن سؤله ومعاشه فاذا
سكت المنوذن خطب ولو يتكلم احد حتى
یفرغ (رواہ ابن ابی شیبہ بحوالہ نصب الراية ۲ ص ۱۱۱)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمعہ کے دن نماز پڑھتے تھے پھر حجب
حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لا کر منبر پر بیٹھتے تو ہم نماز بند کر
دیتے تھے، اور لوگ آپس میں بات چیت کر لیا کرتے تھے اور
کبھی ہم اپنے قریب کے شخص سے اس کے بازار اور معاش کا حال
احوال بھی پوچھ لیتے تھے پھر حجب مؤذن خاموش ہو جاتا تو حضرت
عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دیتے اور ان کے خطبے سے فارغ ہونے

تک ہم میں سے کوئی شخص بات نہ کرتا۔

۱۲۔ عن علی قال الناس فی الجمعة ثلاث، رجل
شہدها بسكون ووقار وانصات وذلک الذی
یفقر له مابین الجمعین قال حبیب قال وزیادة ثلاث
ایام، قال وشاهد شہدها بقلو فذلک حظہ منها
ورجل صلی بعد خروج الامام فلیست بسنة
ان شاء اعطاه وان شاء منعہ

(مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۱۱۱)
حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ میں تین قسم کے لوگ شریک
ہوتے ہیں، ایک وہ شخص جو جمعہ میں سکون وقار اور خاموشی کے
ساتھ حاضر ہوا یہ تو ایسا شخص ہے کہ اس کے جمعہ سے جمعہ تک
کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں راوی کا کہنا ہے کہ میرا خیال ہے
کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اور تین دن مزید بھی وہ سزا دہ شخص ہے
جو جمعہ میں شریک ہو کر لغو کام کرتا ہے اس کا حصہ تو یہی لغو
بیکار کام ہے، اور تیسرا وہ شخص ہے جس نے امام کے (خطبہ
کے لیے) نکلنے کے بعد نماز پڑھی اس کی یہ نماز سنت کے مطابق
نہیں، اللہ چاہے تو اس کو (ثواب) دے اور چاہے تو نہ دے

۱۳۔ عن الحارث عن علی انه كره الصلوة یوم الجمعة
والامام یخطب، (المدة الکبریٰ ج ۱ ص ۱۱۱)
حضرت حارث رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے
ہیں کہ جمعہ کے دن جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو نماز پڑھنے کو

مکروہ سمجھتے تھے۔

۱۲- عن عطاء عن ابن عباس وابن عمر انهما كانا يكرهان الصلوة والكلام بعد خروج الامام۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۱)
حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ امام کے خطبہ کے لیے نکل آنے کے بعد نماز پڑھنے اور کلام کرنے کو مکروہ جانتے تھے۔

۱۵- عن ابن عباس قال سألوه عن الرجل يصلي والامام يخطب ؟ قال آرايت لو قل ذاك لكان هو كان حسنا ؟
(مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۲۵)
حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے سوال کیا کہ خطبہ کے دوران آدمی نماز پڑھ سکتا ہے ؟ آپ نے فرمایا اگر سب ہی پڑھنے لگیں تو کیا یہ ٹھیک ہو گا ؟

۱۶- عن نافع قال كان ابن عمر يصلي يوم الجمعة فاذا تحيّن خروج الامام تعد قبل خروجه
(مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۱۱۱)
حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن نماز پڑھتے رہتے اور جب امام کے آنے کا وقت ہو جاتا تو اس کے آنے سے پہلے ہی نماز میں کہہ کے بیٹھ جاتے۔

۱۷- عن عقب بن عامر قال الصلوة والامام على المنبر معصية
(المحاوی ج ۱ ص ۲۵۲)

حضرت عقب بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کے خطبہ کے وقت، منبر پر بٹھانے کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔
۱۸- عن هشام بن عروة قال رأيت عبد الله بن صفوان دخل المسجد يوم الجمعة وعبد الله بن الزبير يخطب على المنبر وعليه ازار ورءاء و نعلان وهو مقبم بعمامة فاستلم الركن شتم قال السلام عليك يا امير المؤمنين ورحمة الله وبركاته شتم جلس ولم يركع
(المحاوی ج ۱ ص ۲۵۲)

حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبد اللہ بن صفوان رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ جمعہ کے دن مسجد حرام میں اس وقت تشریف لائے جب کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما منبر پر خطبہ دے رہے تھے، اور ان کے جسم پر اس وقت تہ بند تھا اور چادر اور نعلین پہنے ہوئے تھے اور عمامہ باندھے ہوئے تھے انہوں نے اگر حجر اسود کو بوسہ دیا پھر کہا السلام علیک یا امیر المؤمنین ورحمة اللہ وبرکاتہ پھر بیٹھ گئے اور سختی نہیں ٹھہری۔

۱۹- عن توبة العنبری قال قال الثقی رأیت الحسن حین یجیی وقد خرج الامام فیصلی عن اخذ هذا ؛ لعتد رأیت شی یحیا اذا جاء وقد خرج الامام لم یصل
(المحاوی ج ۱ ص ۲۵۲)

حضرت توبہ عنبریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا کیا تم نے حسن بصریؒ کو دیکھا ہے کہ جب وہ جمعہ کے لیے آتے ہیں تو باوجودیکہ امام خطبہ کے لیے نکل کر آچکا ہوتا ہے پھر بھی وہ نماز پڑھتے ہیں یہ طریقہ انہوں نے کس سے لیا ہے؟ میں نے قاضی شریح کو دیکھا ہے کہ جب وہ جمعہ کے لیے تشریف لاتے اور امام خطبہ کے لیے نکل کر آچکا ہوتا تو پھر وہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔

۲۰۔ عن الشعبي قال كان شريح اذا اتى الجمعة فان لم يكن خرج الامام صلى ركعتين وان كان خرج جلس واحتي واستقبل الامام فلم يلتفت يميننا ولا شمالا

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۵) مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۲۵
حضرت امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت قاضی شریح رحمہ اللہ جب جمعہ کے لیے تشریف لاتے اور امام ابھی خطبہ کے لیے نہ نکلا ہوتا تو آپ دو رکعتیں (تیمتہ المسجد) پڑھ لیتے تھے اور اگر امام خطبہ کے لیے آچکا ہوتا تو گو ٹھہر کر بیٹھ جاتے اور امام کی طرف توجہ فرماتے دائیں بائیں التفات نہ فرماتے۔

۲۱۔ عن خالد الحذاء ان ابا قلابة جاء يوم الجمعة والامام يخطب فجلس ولم يصل

(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۴)

حضرت خالد حذاء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو قلابة رحمہ اللہ جمعہ کے دن مسجد میں تشریف لاتے تو امام خطبہ دے

رہا تھا آپ بیٹھ گئے اور آپ نے نماز نہیں پڑھی۔

۲۲۔ عن معمر قال سألت قتادة عن الرجل يافت والامام يخطب يوم الجمعة ولم يكن صلى يصلي؟ فقال أما انا فكنت جالسا

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۲۵)

حضرت معمرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کوئی شخص جمعہ کے دن مسجد میں اس وقت آتا ہے جبکہ امام خطبہ دے رہا ہوتا ہے اور اس شخص نے نماز (تیمتہ المسجد) یا سنت نہیں پڑھی تو کیا وہ اس حالت میں پڑھ لے؟ آپ نے فرمایا کہ بھی میں تو ایسی صورت میں بیٹھ جاتا ہوں (نماز نہیں پڑھتا)

۲۳۔ عن ابن جريج عن عطاء قال قلت له جئت والامام يخطب يوم الجمعة اتوكل؟ قال أما والامام يخطب فلم اكن اركع

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۲۵)

حضرت ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے سوال کیا کہ اگر آپ جمعہ کے دن اس وقت تشریف لائیں جس وقت امام خطبہ دے رہا ہو تو کیا آپ نماز (تیمتہ المسجد) یا سنت پڑھیں گے؟ آپ نے فرمایا اگر امام خطبہ دے رہا ہو تو پھر نہیں پڑھوں گا۔

۲۴۔ عن ابن سيرين انه كان يقول اذا خرج الامام

فلا یصل احدٌ حتی یفرغ الامام ،

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۱)

حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب امام خطبہ کے لئے نکل کر اچکا پھو تو پھر اس کے خطبہ سے فارغ ہونے تک کوئی شخص نماز نہ پڑھے۔

۲۵۔ عن هشام بن عروہ عن ابیہ قال اذا قعد الامام علی المنبر فلا صلوة ، (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۱)

حضرت ہشام بن عروہ رحمہما اللہ اپنے والد حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جب امام خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھ جائے تو پھر کوئی نماز جائز نہیں۔

۲۶۔ عن مفسر عن الزہری فی الرجل یجیئ یوم

الحجۃ والامام یخطب یجلس ولا یصلی

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۱ ، لمادی ۵ ص ۲۵۴)

حضرت محمد بن حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن اس وقت آئے جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ بیٹھ جائے نماز نہ پڑھے۔

۲۷۔ عن الزہری عن ابن المسیب قال خروج الامام

یقطع الصلوۃ کلامہ یقطع الکلام (مصنف عبد الرزاق ۱ ص ۱۱۱)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ حضرت سعید بن مسیب

رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا امام کا خطبہ کے

لئے نکلنا نماز کو اور اس کا کلام کرنا گفتگو کو بند کر دیتا ہے۔

۲۸۔ عن لیث عن مجاہد انہ کبرۃ ان یصلی والامام

یخطب ، (لمادی ۵ ص ۲۵۵)

حضرت لیث رحمہ اللہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کرتے

ہیں کہ وہ خطبہ کے وقت نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کے خطبہ کے دوران نماز

(تحت المسجد یا منیتیں) پڑھنا اور باتیں کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

حضرت سلمان فارسی ، حضرت ابو ہریرہ ، حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ

عنہم کی احادیث (۱-۲-۳) سے دو باتیں معلوم ہو رہی ہیں۔ ایک تو

یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے کی حد خطبہ سے پہلے تک ارشاد

فرمائی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص خطبہ شروع ہونے کے بعد نماز پڑھتا

ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ حد سے تجاوز کرنا ہے۔

دوسری یہ کہ ان احادیث میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نماز اور سکوت

کو متقابل ذکر فرمایا ہے ، خطبہ سے پہلے نماز اور خطبہ کے دوران انصاف

یعنی خاموش رہنا ، جس سے واضح ہوتا ہے کہ خطبہ کے دوران نماز پڑھنا

سکوت کے منافی ہے ، چونکہ اس حالت میں سکوت واجب ہے

لہذا نماز اور کلام دونوں ممنوع ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (۴) سے معلوم ہو رہا

ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے نکل آتا ہے تو فرشتے اپنے صحیفے لپیٹ کر

رکھ دیتے ہیں اور ذکر (خطبہ) سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں ، امام کے

نکل آنے کے بعد فرشتوں کا نامہ اعمال لپیٹ کر ذکر سننے میں مشغول ہو جانا

اس امر کی دلیل ہے کہ خطبہ کی حالت ذکر سننے کے سوا تمام اعمال کی بندش کا وقت ہے اس وقت استماع خطبہ کے سوا کسی عمل خیر کی گنجائش نہیں، نہ نماز کی نہ کلام کی۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی احادیث (۱۷-۱۸) سے معلوم ہو رہا ہے کہ خطبہ کے دوران کلام کرنا جائز نہیں، حتیٰ کہ خطبہ کے دوران کسی کو خاموش کرنے کے لیے یہ کہہ دینا کہ ”چپ رہو یہ بھی صحیح نہیں، اور جس نے یہ کہہ دیا اس کا جعہ باقی نہیں رہتا، حالانکہ یہ امر بالمعروف کے زمرے میں آتا ہے اور امر بالمعروف بشرط قدرت واجب ہے، لیکن دوران خطبہ اس کی اجازت نہیں تو اس دوران نماز (تحتیہ المسجہ وغیرہ) میں مشغول ہونا بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا کیونکہ اس کا درجہ ایک تو مستحب کا ہے دوسرے یہ ”خاموش“ کہنے سے بڑھ کر مغل استماع ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث (۱۹) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مٹا طور پر موجود ہے کہ دوران خطبہ نہ نماز جائز ہے نہ کلام۔
حضرت ثعلبہ بن ابی مالک قرظی اور سائب بن یزید رضی اللہ عنہما کی احادیث (۲۰-۲۱-۲۲) سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول یہ تھا کہ وہ امام کے خطبہ کے لیے آنے سے پہلے تک نماز پڑھتے رہتے تھے اور جب امام خطبہ شروع کر دیتا تو نماز اور بات چیت بند کر دیتے تھے، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دوران خطبہ نماز پڑھنا اور کلام کرنا جائز نہیں۔

حدیث (۲۳) سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ نماز پڑھنے کو خلاف سنت قرار دیا ہے۔ یہ بھی اس کی دلیل ہے

دوران خطبہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

حدیث (۲۴-۲۵-۲۶) سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم دوران خطبہ نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے، اگر اس دوران نماز پڑھنا صحیح ہوتا تو ناممکن تھا کہ یہ بزرگ اسے مکروہ سمجھتے۔

حدیث (۲۷) سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ وہ خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے اور خطبہ شروع ہونے سے پہلے نماز ختم کر دیتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۸ سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عقیب بن عامر رضی اللہ عنہ خطبہ کے دوران نماز پڑھنے کو گناہ قرار دیتے تھے۔ یہ بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ خطبہ کے دوران نماز جائز نہیں ورنہ یہ ممکن نہیں کہ کسی جائز کام کو ایک صحابی گناہ قرار دیں۔

حدیث (۲۹) سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن صفوان رحمہ اللہ دوران خطبہ مسجد حرام میں تشریف لائے اور اسلام کر کے بیٹھ گئے اور تحتہ المسجہ وغیرہ نہیں پڑھی، کسی صحابی نے بھی ان سے نہیں کہا کہ تم نے تحتہ المسجہ کیوں نہیں پڑھی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دوران خطبہ نماز نہ پڑھنا ہی سنت ہے اور پڑھنا خلاف سنت اور مکروہ ہے۔

حدیث (۳۰) سے معلوم ہو رہا ہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ دوران خطبہ نماز پڑھ لیتے تھے لیکن حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے اس فعل پر حضرت امام شعبی رحمہ اللہ جو پانچ سو صحابہ کرام کی زیارت سے مشرف ہیں شدید انکار فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ انہوں نے کس سے لیا ہے؟ ہم نے

قاضی شریعہ کو (جو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قاضی
الخطبات تھے) دیکھا ہے وہ تو امام کے خطبہ کے لیے نکل آنے کے بعد نماز نہیں
پڑھا کرتے تھے۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ خطبہ کے دوران نماز صحیح نہیں
ورنہ آپ کو اس پر انکار کی کیا ضرورت تھی، نیز اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عام
صحابہ و تابعین خطبہ کے دوران نماز نہیں پڑھتے تھے ورنہ امام شعبی رحمہ اللہ یہ نہ
فرماتے کہ خواجہ حسن بھری رحمہ اللہ نے یہ طریقہ کس سے لیا ہے۔

حدیث (۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳) سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت قاضی شریعہ رحمہ اللہ کا
معمول تھا کہ وہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے اور اگر امام
اکثر خطبہ شروع کر دیتا تو پھر نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث (۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳) سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت ابو ظاہر، حضرت
قماؤہ، حضرت عطاء رحمہم اللہ دوران خطبہ تحیۃ المسجد نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث (۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷) سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت ابن سیرین، حضرت
عروہ بن زبیر، حضرت ابن شہاب زہری، حضرت سعید بن المسیب رحمہم اللہ جیسے
جلیل القدر تابعین یہ فتویٰ دیتے تھے کہ امام کے خطبہ کے لیے نکل آنے کے بعد
نماز جائز نہیں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ دوران خطبہ
آنے والوں کو نماز پڑھنی جائز ہے بلکہ دو رکعتیں پڑھنی تو ضروری ہیں، چنانچہ
یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں

”اثناء خطبہ میں جو لوگ آئیں انہیں ہر سی دو رکعتیں بیٹھنے سے
پیشتر پڑھ لینا ضروری ہیں۔“
(دستور المتقی ص ۱۹۳)

یہ مسئلہ تمام غیر مقلدین کا متفقہ ہے جو ان کی فتوؤں کی کتابوں میں درج ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ کے دوران خاموش رہتے
کا حکم دے رہے ہیں حتیٰ کہ کسی دوسرے کو ”خاموش رہ“ کہنے سے بھی منع فرما
رہے ہیں جو کہ امر بالمعروف ہے، نیز آپ دوران خطبہ نماز پڑھنے اور کلام
کرنے سے روک رہے ہیں چنانچہ صحابہ کرام اسی کو اپنا معمول بناتے ہیں رسول اللہ
خطبہ نماز نہیں پڑھتے اور کلام نہیں کرتے بلکہ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن
عباس، حضرت عبداللہ بن عمر اور ان کے شاگرد مجاہد رضی اللہ عنہم خطبہ کے
دوران نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں اور ایک صحابی حضرت عقبہ بن عامر رضی
اللہ عنہ تو خطبہ کے دوران نماز پڑھنے کو گناہ قرار دیتے ہیں۔ جلیل القدر تابعین
دوران خطبہ نماز پڑھنے کے قائل نہیں، حضرت سعید بن المسیب، حضرت ابن
سیرین، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت ابن شہاب زہری رحمہم اللہ ان تمام حضرات
کا فتویٰ ہے کہ دوران خطبہ نماز جائز نہیں لیکن اس سبب قطع نظر غیر مقلدین کا
کہنا ہے کہ خطبہ کے دوران آنے والے شخص کو دو رکعتیں ضرور پڑھنی چاہئیں۔
قارئین محترم فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

السنة قبل صلاة الجمعة وبعدها

جمعہ کی نماز سے پہلے اور بعد میں دس رکعات سنت محکمہ ہیں

۱۔ عن علی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یصلی قبل الجمعة اربعاً وبعدها اربعاً یجزل
التسلیم فی آخرهن رکعتاً۔

(معجم طبرانی اوسط بحوالہ نصب الراية ج ۲ ص ۱۱۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

چار رکعات جمعہ سے پہلے پڑھتے تھے اور چار جمعہ کے بعد اور سلام آخری (چوتھی) رکعت میں پھیرتے تھے۔

۲۔ عن ابن عباس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يركع قبل الجمعة اربعاً وبعدھا اربعاً لا يفصل بينهما، (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۹۵)
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعات جمعہ سے پہلے پڑھتے تھے اور چار رکعات جمعہ کے بعد اور ان رکعتوں میں (درمیان میں دو رکعتوں پر سلام پھیر کر) فصل نہیں کرتے تھے۔

۳۔ عن ابی ہریرۃ (مرفوعاً) من كان مصلياً في يوم الجمعة (فليصل قبلها اربعاً وبعدھا اربعاً، (رواد النجاشی بحوالہ کنز العمال ج ۷ ص ۴۶۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جمعہ کے دن جو نماز پڑھے وہ چار رکعات جمعہ سے پہلے پڑھے اور چار رکعات جمعہ کے بعد۔

۴۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى احدكم الجمعة فليصل بعدھا اربعاً، (مسلم ج ۱ ص ۲۸۸)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص تم میں سے جمعہ پڑھے تو اسے چاہیے کہ جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھے۔

۵۔ عن سالم عن ابيه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلي بعد الجمعة ركعتين،

(بخاری ج ۱ ص ۱۸۱، مسلم ج ۱ ص ۲۸۸ واللفظ مسلم)

حضرت سالم رحمہ اللہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

۶۔ عن ابن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي بعد الجمعة ركعتين في بيتها،

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے اپنے گھر میں۔

۷۔ عن قتادة ان ابن مسعود كان يصلي قبل الجمعة اربع ركعات وبعدھا اربع ركعات،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۲۴)

حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ سے پہلے بھی چار رکعتیں پڑھتے تھے اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعتیں پڑھتے تھے۔

۸۔ عن ابی عبد الرحمن السکیتی قال كان عبد الله يأمرنا ان نصلي قبل الجمعة اربعاً وبعدھا اربعاً

حتى جاءنا علي فامرنا ان نصلي بعدها ركعتين ثم اربعاً، (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۲۴)

حضرت ابو عبد الرحمن سلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم جمعہ سے پہلے بھی چار رکعتیں پڑھیں اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعتیں پڑھیں حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم جمعہ کے بعد پہلے دو رکعتیں پڑھیں پھر چار رکعتیں پڑھیں۔

۹۔ عن ابی عبد الرحمن قال کان عبد اللہ بن مسعود یصلیٰ اربع رکعات بعد الجمعة حتیٰ سمعنا قول علی صلوا سبأً قال ابو عبد الرحمن فنحن نصلیٰ سبأً قال عطاء ابو عبد الرحمن یصلیٰ رکعتین ثم اربعاً (مشیم طبرانی کبریٰ ۹ ص ۳۱۳ مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۲۷) حضرت ابو عبد الرحمن سلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں تعلیم دیتے تھے کہ ہم جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھا کریں حتیٰ کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول سنا کہ جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھو حضرت ابو عبد الرحمن کہتے ہیں کہ پھر ہم چار رکعتیں ہی پڑھنے لگے۔ حضرت عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابو عبد الرحمن سلی جمعہ کے بعد پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے پھر چار رکعتیں۔

۱۰۔ عن ابی عبد الرحمن عن علیؑ انه قال من کان مصلیاً بعد الجمعة فلیصل سبأً،

(طحاوی ج ۱ ص ۲۳۳)

حضرت ابو عبد الرحمن سلی رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھے

اسے چاہیے کہ وہ چار رکعتیں پڑھے۔

قال الامام الترمذی وروی عن عبد اللہ بن مسعود انه کان یصلیٰ قبل الجمعة اربعاً و بعدھا اربعاً وروی عن ابی طالب انه امر ان یصلیٰ بعد الجمعة رکعتین ثم اربعاً الخ (ترمذی ج ۱ ص ۱۱۱)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ چار رکعتیں جمعہ سے پہلے پڑھتے تھے اور چار جمعہ کے بعد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے جمعہ کے بعد پہلے دو چار رکعت پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

۱۱۔ عن جبلة بن سحیم عن عبد اللہ بن عمر انه کان یصلیٰ قبل الجمعة اربعاً ۱۱ یفضل بینھن بسلام ثم بعد الجمعة رکعتین ثم اربعاً،

(طحاوی ج ۱ ص ۲۳۱)

حضرت جبلة بن سحیم رحمہ اللہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ جمعہ سے پہلے چار رکعات پڑھتے تھے اور ان کے درمیان (دو رکعت پر) سلام پھیر کر فصل نہیں کرتے تھے پھر جمعہ کے بعد پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے پھر چار رکعتیں۔

۱۲۔ عن عطاء قال کان ابن عمر اذا صلیٰ الجمعة

صلیٰ بعدھا ست رکعات رکعتین ثم اربعاً،

مصنف ابن شیبہ ج ۲ ص ۱۱۱، ترمذی ج ۱ ص ۱۱۱،

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر

جب جمعہ پڑھتے تو جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے پہلے دو رکعتیں پھر چار رکعتیں۔

۱۳۔ عن ابی بکر بن ابی موسیٰ عن ابیہ انہ کان یصلی بعد الجمعة ست رکعات ،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۱)

حضرت ابو بکر بن ابی موسیٰ اپنے والد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے تھے۔

۱۴۔ عن محمد بن المنشدر عن مسروق قال کان یصلی بعد الجمعة ست رکعتین واربعاً ،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۱)

حضرت محمد بن منشر حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت مسروق رحمہ اللہ جمعہ کے بعد چھ

رکعتیں پڑھا کرتے تھے پہلے دو رکعتیں پھر چار۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کی دس سنتیں ہیں چار رکعات سنت مؤکدہ نماز جمعہ سے پہلے اور چھ رکعات سنت مؤکدہ نماز جمعہ کے بعد، کیونکہ حدیث ۱۱۔ اور ۱۲۔ سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ چار رکعات جمعہ سے پہلے اور چار رکعات جمعہ کے بعد پڑھا کرتے تھے، اور حدیث نمبر ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم السلام کو بھی چار رکعت جمعہ سے پہلے اور چار رکعت جمعہ کے بعد پڑھنے کا حکم دیتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول و فعل اسی پر تھا جیسا کہ حدیث ۹۵۸

سے ظاہر ہے۔ حدیث ۱۵۔ اور ۱۶ سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعتیں بھی پڑھا کرتے تھے۔ اغلب یہ ہے کہ یہ دو رکعات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان چار رکعتوں کے ساتھ ہی پڑھا کرتے تھے جو آپ کا معمول تھیں اور جن کی آپ امت کو تعلیم دیتے تھے۔

اس کا ایک قرینہ تو یہ ہے کہ خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو یہ حکم دیا کرتے تھے کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھا کریں، جیسا کہ حدیث ۸۷۔ ۹۰۔ ۹۱۔ سے واضح ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھنے کا حکم دینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ضرور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل ہی سے اخذ کر کے یہ حکم دیا کرتے تھے کیونکہ یہ تو ناممکن ہے کہ آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل کے خلاف اپنی رائے و قیاس سے کوئی حکم دیں اور نہ ہی یہ کوئی ایسی چیز ہے جس میں رائے و قیاس کو دخل ہو، اس لیے یہی کہا جائے گا کہ آپ نے یا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھ رکعتیں پڑھتے دیکھا ہے یا اس بارے میں آپ سے کوئی ہدایت پائی ہے۔

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو صحابہ کرام میں انتہائی متبع سنت صحابی شمار کئے جاتے ہیں ان کا معمول بھی جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھنے ہی کا تھا جیسا کہ حدیث ۱۱۔ ۱۲۔ سے ظاہر ہے یعنی بات یہ ہے کہ آپ نے بھی یا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے دیکھا ہو گا یا اس بارے میں آپ سے کوئی ہدایت پائی ہو گی، بہر کیف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حکم اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل نیز خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چار پر عمل اور امت کو اس کی تعلیم

یہ سب اس بات کے قرینے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کے بعد چار رکعت کے ساتھ ہی دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔ اہل ثنابت ہوا کہ جمعہ کے بعد چھ رکعات ہی سنت ہو کر وہ ہیں۔ عام صحابہ کرام اور تابعین عظام کا عمل بھی یہی تھا کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعات ہی پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حدیث عطاء سے ظاہر ہے، حضرت ابو عبد الرحمن سلمیٰ اور حضرت مسروق رحمہما اللہ بھی جمعہ کے بعد چھ رکعات ہی پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حدیث عطاء ۱۲ سے ثابت ہے۔ انہی احادیث و آثار کی بنا پر فقہاء فرماتے ہیں کہ جمعہ کی دس رکعات سنو کر وہ ہیں چار جمعہ سے پہلے اور چھ جمعہ کے بعد۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقدمین کا عمل یہ ہے کہ وہ جمعہ کے بعد کی سنتوں میں وہ اور چار رکعت پڑھنے میں اختیار دیتے ہیں چاہے تو دو پڑھ لے اور چاہے چار پڑھ لے اور ان کا عمل بالعموم دو رکعت پڑھنے کا ہے۔ چنانچہ جمعہ میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ وہ دو رکعت پڑھ کر چلے جاتے ہیں اور چھ پڑھنے والوں سے الجھتے ہیں کہ تم چھ کیوں پڑھتے ہو دو پڑھا کرو۔ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

”اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پاک کے مطابق جمعہ کے بعد دو یا (چار) سنتیں پڑھنا اپنا معمول بنا لو“ (صلوۃ الرسول ص ۱۲) نواب وحید الزماں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

”ومن كان مصليا بعد الجمعة فليصل اربعاً في المسجد او ركعتين او ست ركعات في بيته وليس لها قبلها سنة راتبة“ (نزل الارباح ص ۱۵۷)

جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھے اسے چاہیے کہ وہ مسجد میں تو چار پڑھے گھر میں پڑھے تو چاہے دو پڑھ لے چاہے چھ، اور جمعہ سے پہلے سنت ہو کر وہ کوئی نہیں ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و عمل دونوں سے جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھنا ثابت ہے، آپ خود بھی پڑھتے تھے اور امت کو بھی پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔ جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ خود بھی جمعہ سے پہلے چار رکعات پڑھا کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے۔ لیکن نواب وحید الزماں صاحب فرما رہے ہیں کہ جمعہ سے پہلے کی سنت ہو کر وہ نہیں ہیں۔ جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھنا خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل سے ثابت ہے نہ خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم اور جلیل القدر تابعی حضرت ابو عبد الرحمن سلمیٰ، اور حضرت مسروق رحمہما اللہ کا عمل بھی یہی ہے کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ کے بعد چھ رکعات ہی سنت ہیں لہذا جمعہ کے بعد چھ ہی پڑھنی ضروری ہیں لیکن غیر متقدمین کا عمل بالحدیث کے دھوڑا رہیں ان کے نزدیک اختیار ہے چاہے دو پڑھو چاہے چار طرز عمل دو ہی پڑھنے کا ہے۔

اب ہم فیصلہ قارئین کے سر رکھتے ہیں وہ فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

اذا اجتمع العيد والجمعة لا تسقط الجمعة به

کسی دن عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں تو اس دن جمعہ کی نماز ساقط نہیں ہوتی اس کا پڑھنا فرض ہی رہتا ہے
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَوَدَّيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ
الْحُبْمَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ
ذَلِكَ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ -

اے ایمان والو جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑ دو خرید و فروخت یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے،

۱- عن الزهري قال حدثني ابو عبيد مولى ابن
ازهر انه شهد العيد يوم الاضحى مع عمار بن
الخطاب فصلى قبل الخطبة ثم خطب الناس
فقال يا ايها الناس ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم قد نهاكم عن صيام هذين العيدين
اما احدهما فيوم فطركم من صيامكم واما
الآخر فيوم تاكلون من نسككم فقال ابو عبيد ثم
شهدت مع عثمان بن عفان وكان ذلك يوم
الجمعة فصلى قبل الخطبة ثم خطب فقال
يا ايها الناس ان هذا يوم قد اجتمع لكم فيه
عيدان فمن احب ان يرجع فقد اذنت له
الحديث - (بخاری ج ۲ ص ۸۳۵، مؤطا امام مالک ص ۱۶۵)

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ابو عبید نے
کہ وہ عید الاضحیٰ کے موقع پر نماز کے لیے حضرت عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوئے آپ نے خطبہ سے پہلے نماز
پڑھائی، پھر لوگوں کو خطبہ دیا، فرمایا اے لوگو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے تم کو ان دونوں عیدوں کے روزے رکھنے سے منع
کیا ہے ان دونوں میں سے ایک تو عید الفطر ہے دوسری وہ ہے
جس میں تم اپنی قربانیوں کے گوشت کھاتے ہو۔

ابو عبید رحمہ اللہ کہتے ہیں پھر میں عید کی نماز کے لیے حضرت عثمان
بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا یہ اتفاق سے جمعہ کا دن
تھا آپ نے بھی خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا فرمایا لوگو
یہ ایسا دن ہے جس میں تمہارے لیے دو عیدیں اکٹھی ہو گئی ہیں
اہل حوال ہیں سے جو جمعہ کا انتظار کرنا چاہے وہ انتظار کرے اور
جو واپس جانا چاہے میری طرف سے اسے اجازت ہے۔

۲- عن عمر بن عبد العزيز قال اجتمع عيدان على
عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال من
احب ان يجلس من اهل العاليت فليجلس
في عشرين حرجاً، (كتاب الام ۵ ص ۱۳۳)
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانے میں دو عیدیں اکٹھی ہو گئیں تو آپ نے
فرمایا اہل عوالی میں سے جو (نماز جمعہ کے لیے) بیٹھنا چاہے وہ
بیٹھ جائے بغیر کسی تنگی کے۔

۳- عن النعمان بن بشير قال كان النبي صلى الله

عليه وسلوة يقرأ في العيدين وفي الجمعة بسبح
اسم ربك الا على وهل اشك حديث الغاشية
وربما اجتمعوا في يوم واحد فيقرأ بهما ،

(ترمذی ج ۱ ص ۱۱۱ ، نسائی ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
عیدین اور جمعہ کی نماز میں سبح اسم ربك الا على اور هل
اشك حديث الغاشية پڑھتے تھے بسا اوقات عید اور
جمعہ ایک ہی دن اکٹھے ہو جاتے تو بھی آپ دونوں نمازوں میں
یہی سورتیں پڑھتے تھے۔

محمد عن يعقوب عن ابى حنيفة عیدان
اجتمعوا في يوم واحد فالاول سنت والاخر فريضة
ولا يترك واحد منهما (جامع الصغير ص ۱۱۱)

حضرت امام محمد بروایت قاضی البریلوسف، حضرت امام ابو حنیفہ
رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب دو
عیدیں (عید اور جمعہ) ایک دن اکٹھی ہو جائیں تو اول سنت
ہے (یعنی اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے) اور دوسری
عید (جمعہ) فرض ہے اور ان دونوں میں سے کسی کو بھی
ترک نہیں کیا جاسکتا۔

”قال الشافعي واذا كان يوم الفطر يوم الجمعة
صلى الامام العيد حين تحل الصلوة ثم
اذن لمن حصوه من غير اهل المصروف

ان يصفوا ان شاء والى اهلهم ولا
يعودون الى الجمعة والاختيار لهم ان
يقيموا حتى يجمعوا او يعودوا بعد
انصرفهم ان قدروا حتى يجمعوا وان لم
يفعلوا فلا حرج ان شاء الله تعالى قال
الشافعي ولا يجوز هذا لاحد من اهل المص
ان يدعوا ان يجمعوا الا من عذر يجوز لهم
به ترك الجمعة وان كان يوم عيد، قال
الشافعي وهكذا ان كان يوم الاضحى لا يختلف
اذا كان ببغداد يجمع فيه الجمعة ويصلي
العيد ولا يصلي اهل منى صلاة الاضحى ولا
الجمعة لانها ليست بمحصر

(كتاب الام ج ۱ ص ۲۳۹)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب عید الفطر کا دن
جمعہ کا دن ہو تو عید کی نماز امام پڑھائے جس وقت نماز جائز
ہو جاتی ہے، پھر جو شہر والے نہیں ہیں ان کو اجازت دے
دے کہ وہ اگر چاہیں تو اپنے اہل کی طرف واپس چلے
جائیں اور جمعہ پڑھنے کے لیے واپس نہ آئیں اور انہیں اختیار
ہے کہ وہ جمعہ پڑھنے کے لیے ٹھہرے رہیں یا جانے کے بعد
اگر قدرت ہو تو جمعہ پڑھنے کے لیے واپس آجائیں اور عید اور
کریں۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو بھی کوئی حرج نہیں ہے

انشار اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور کسی شہری کے لیے جائز نہیں کہ بغیر کسی شدید عذر کے جمعہ ترک کرے اگرچہ عید ہی کا دن کیوں نہ ہو، اسی طرح عید الاضحیٰ کا حکم ہے کسی خلاف کے بغیر جب ایسے شہر میں ہو جہاں جمعہ جائز ہوتا ہے اور عید کی نماز پڑھی جاتی ہے کہ جمعہ بھی پڑھے اور عید کی نماز بھی پڑھے گاؤں دیہات والوں کے لیے اختیار ہے، اور اہل نئی عید الاضحیٰ اور جمعہ کی نماز نہ پڑھیں کیونکہ نئی شہر نہیں ہے۔

قال الزرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ

وبہ قال مالک فی روایت علی وابن وہب وعطوف وابن الماجشون واسکروا روایت ابن القاسم بالمنع وبالجواز قال الشافعی والبخاری
(شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک ص ۳۶۳)

علامہ زرقانی رحمہ اللہ متوفی ۱۱۲۲ھ فرماتے ہیں علی، ابن وہب، طرف اور ابن الماجشون رحمہم اللہ کی روایت کے مطابق حضرت امام مالک رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں اور ان بزرگوں نے ابن القاسم کی ممانعت والی روایت کا انکار کیا ہے (کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے) اور اسی جواز کے (کہ اہل قرئی وحوالی کے لیے ترک جمعہ جائز ہے) حضرت امام شافعی اور امام البخاری رحمہما اللہ قائل ہیں۔

قال العلامة بدر الدین العینی

”وفی المحلی والاشراف علی عثمان العید ثم خطب فقال امہ قد اجتمع فی یومکم هذا عیدان

فمن احب من اهل العالیة ان یفتقر الجمعة فلیفتقر ومن احب ان یرجع الی اہله فلیرجع فقد اذنت له وانا مجمعون قولہ وانا مجمعون دلیل علی ان ترکھا لایجوز وقال ابن عبد البر سقوط الجمعة والظہر بصلوة العید متروک صحیح لا یقول علیہ واما ویل ذالک فی حق اهل العالیة ومن لا تجب علیہ الجمعة،

(البایة فی شرح البایة ص ۲ ملک)

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

محلی اور اشراف ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا، فرمایا تمہارے اس دن میں دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں پس اہل عوالی میں سے جو شخص پسند کرتا ہے جمعہ کے انتظار کو وہ جمعہ کا انتظار کرے اور جو پسند نہ کرے وہ اپنا چاہے چلا جائے میری طرف سے اسے اجازت ہے، ہم جمعہ کی نماز ادا کریں گے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول انا مجمعون۔ کہ ہم تو جمعہ کی نماز ضرور ادا کریں گے۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ جمعہ کا ترک جائز نہیں۔ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ اور ظہر کی نماز کا قیام ہونا عید کی نماز کی وجہ سے یہ متروک، مہجور، غیر معتد ہے، اس پر اکتما نہیں کیا جاسکتا، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ترک جمعہ کی اجازت دینا اہل عوالی اور ان کے لیے سے جن پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

”واذا اجتمع عید فی یوم جمعة صلی للعید ثم للجمعة ولا بد ولا یصح اثر بخلاف ذالک قال ابو محمد الجمعة فرض والعید تطوع والنظوع لا یسقط الفرض (المحلی ابن حزم ۳۵۷ ص ۹۱)

اور جب جمعہ کے دن عید ہو جائے تو پہلے عید کی نماز پڑھے پھر جمعہ کی نماز پڑھے اور کوئی حدیث اس کے خلاف میں صحیح نہیں ہے ابو محمد (ابن حزم) کہتے ہیں کہ جمعہ فرض ہے اور عید تطوع ہے اور تطوع فرض کو ساقط نہیں کرتا۔

آیت کریمہ، احادیث مبارکہ اور اقوال محدثین سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر عید اور جمعہ دونوں ایک دن جمع ہو جائیں تو دونوں نمازیں پڑھنا ضروری ہے۔ عید کی نماز کی فرضیت سے جمعہ کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی۔ وجہ یہ ہے کہ جمعہ فرض ہے جس کی فرضیت نقص قطعی یعنی آیت مبارکہ لَا یُتَیَّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اِذَا قُودِیَ لِلصَّلَاةِ الْوُكُوفِ سے ثابت ہے جو تمام جمیعوں کو شامل ہے اس میں کسی جمعہ کی تخصیص نہیں ہے، نیز ذخیرہ احادیث میں ایسی احادیث پائی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بلا عذر جمعہ چھوڑ دینے پر انتہائی سخت وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔ ان احادیث کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جمعہ خواہ کسی دن ہو اس کی نماز پڑھی جائے اور ہرگز ترک نہ کی جائے۔ مستخرجت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک یہی تھا کہ اگر عید اور جمعہ ایک دن اکٹھے ہو جانے تو آپ دونوں نمازیں پڑھتے تھے، کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے موقع پر صرف نماز عید پڑھی ہو اور جمعہ نہ پڑھا ہو، بلکہ آپ کا معمول یہی تھا کہ آپ ایسے موقع پر دونوں نمازیں پڑھتے تھے، حضرت عثمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کبھی عید اور جمعہ ایک دن اکٹھے ہو جاتے

تو آپ اس دن نماز عید اور نماز جمعہ دونوں میں ہی سورتیں پڑھتے تھے (جیسا کہ حدیث علی سے واضح ہے) اس حدیث سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے موقع پر دونوں نمازیں پڑھا کرتے تھے البتہ اہل عوالی جن پر جمعہ فرض ہی نہیں تھا انہیں آپ اجازت دے دیتے تھے کہ تم جانا چاہو تو پہلے جاؤ جیسا کہ حدیث نمبر ۲ سے ظاہر ہے، حلیقہ راشد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا معمول بھی یہی تھا کہ اگر جمعہ اور عید ایک دن جمع ہو جاتے تو آپ دونوں نمازیں پڑھاتے البتہ اہل عوالی کو کہ جن پر جمعہ فرض ہی نہیں تھا انہیں اجازت دے دیتے تھے کہ اگر تم جمعہ کے لیے ٹھہرنا چاہو تو ٹھہر جاؤ اور اگر جانا چاہو تو پہلے جاؤ۔

امام مجتہدین حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں کہ اگر جمعہ اور عید ایک دن اکٹھے ہو جائیں تو شہر میں دونوں نمازیں لانا پڑھی جائیں گی اور دونوں میں سے کسی کو بھی ترک نہیں کیا جائیگا البتہ مکاؤں دیہات والے جن پر جمعہ فرض ہی نہیں ان کے لیے رخصت ہے جیسا کہ جامع الصغیر، کتاب الام، اور شرح زرقانی کی عبارات اس پر شاہد ہیں، ابن حزم کا مسلک بھی یہی ہے جیسا کہ محلی کی عبارت سے واضح ہے علامہ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے بھی عید کی نماز کی وجہ سے جمعہ کی نماز کے ساقط ہونے کا قول کیا ہے اس کا قول متروک مجور، غیر مستند اور ناقابل اعتبار ہے۔

لیکن آیت کریمہ احادیث مبارکہ اور اقوال محدثین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جس دن عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں اس دن جمعہ کی نماز کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اور جمعہ کی نماز میں رخصت ہوتی ہے چاہے کوئی پڑھے

میاں نذیر حسین صاحب سے ایک سوال ہوا کہ

”اگر اتناق سے عید و جمعہ دونوں ایک ہی دن میں جمع ہو جائیں تو اس میں جمعہ کا پڑھنا رخصت ہے یا نہیں۔ زید ایسے دنوں میں جمعہ نہیں ادا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ایک سنت مردہ کو زندہ کرتا ہوں یہ کہنا کیسا ہے؟“

اس سوال کے جواب میں آپ کے شاگرد مولوی عبدالرحیم صاحب لکھتے ہیں

”جب عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہو جائیں تو اس دن اختیار ہے جس کا جی چاہے جمعہ پڑھے اور جس کا جی نہ چاہے نہ پڑھے اور ایسے دنوں میں زید جو نماز ادا نہیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ایک مردہ سنت کو زندہ کرتا ہوں سو اس کا یہ کہنا اچھا ہے“
(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۵۵)

نوٹ :- یہ فتویٰ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کا مصدقہ ہے۔

نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں۔

”وچوں جمعہ و عید فرہم آئندہ ایک روز جمعہ رخصت باشد و ظاہراً سنت کہ اس رخصت عام ست از برائے امام سائبرم“
(عرف الجہادی ص ۳۶)

اور جب جمعہ اور عید ایک ہی دن اکٹھے ہو جائیں تو جمعہ میں رخصت ہوگی اور ظاہر یہ ہے کہ یہ رخصت تمام لوگوں اور امام کے لیے عام ہے۔

نواب وحید الزماں صاحب رقمطراز ہیں۔

”والجمعة في يوم العيد رخصته مطلقاً لأهل البلد وعيونهم فان شاء صلى العيد والجمعة كليهما وان شاء صلى العيد فقط ولم يصل الجمعة وفي سقوط الظاهر خلاف والحق جواز تركه أيضاً“
(نزل الابداع ۱۵۵)

اور جمعہ کی عید کے دن رخصت ہے۔ شہر والوں اور غیر شہر والوں کے لیے اگر چاہیں تو عید اور جمعہ دونوں پڑھ لیں چاہیں تو صرف عید پڑھ لیں اور جمعہ نہ پڑھیں البتہ ظہر کے ساقط ہونے میں اختلاف ہے حتیٰ بات یہ ہے کہ اس دن ظہر نہ پڑھنا بھی جائز ہے۔

ملاحظہ فرمائیے : جمعہ کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے جس میں کسی دن کی کوئی تخصیص نہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلا عذر جمعہ چھوٹنے پر سخت وعید بیان فرماتے ہیں : آپ کے نہاتے ہیں اگر جمعہ و عید ایک دن اکٹھے ہوتے تھے تو آپ جمعہ اور عید دونوں پڑھتے تھے، البتہ جن پر جمعہ فرض ہی نہیں (گناہ دیہات والے) انہیں آپ جانے کی اجازت دے دیتے تھے، شہر والے سب آپ کے ساتھ جمعہ اور عید دونوں پڑھتے تھے۔ غلیظہ لاشدینا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا معمول بھی یہی تھا، ائمہ مجتہدین کا کہنا بھی یہی ہے کہ اگر جمعہ و عید ایک دن اکٹھے ہو جائیں تو دونوں نمازیں پڑھی جائیں گی، علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ ان لوگوں کے قول کو جو نماز عید کی وجہ سے نماز جمعہ کے سقوط کے قائل ہیں۔ مسترک و مہجوز ناقابل احتما و ناقابل اعتبار قرار دیتے ہیں۔ لیکن غیر متقلدین اس سب سے قطع نظر کر کے حجہ کی نماز کو رخصت قرار دیتے ہیں جس کا مطلب ہے کوئی پڑھے تو بھی ٹھیک نہ پڑھے تو بھی ٹھیک

بلکہ ان کے نزدیک اس دن جمعہ نہ پڑھنا مردہ سنت کو زندہ کرنا ہے ، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

قارئین محترم قرآن کریم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل کے مقابلہ میں اپنی مرضی اور رائے پر عمل کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

غیر متقدمین کو تکبیر صلوٰۃ سے چڑ ہے
ایسے محسوس ہوتا ہے جسے
غیر متقدمین کو کثرت صلوٰۃ

سے کچھ چڑسی ہے کیونکہ

- (۱) فرض نمازوں کے بعد نوافل یہ نہیں پڑھتے الا ما اشار اللہ
- (۲) شب براءت میں نوافل پڑھنے کو یہ بدعت کہتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۱۵۵)
- (۳) وتر تین کے بجائے ایک رکعت پڑھنے پر یہ اکتفا کرتے ہیں۔
- (۴) تراویح میں رکعات کے بجائے آٹھ رکعات پر یہ زور دیتے ہیں۔
- (۵) تراویح کے بعد تہجد پڑھنے کو یہ اچھا نہیں سمجھتے۔
- (۶) مسافر کے لیے حالت فرصت و اطمینان میں بھی سنتیں پڑھنے کے یہ قائل نہیں ہیں۔

(۷) اگر کسی منافی صلوٰۃ عمل کرنے سے نماز فاسد بھی ہو جائے تاہم صرف سجدہ سہو پر اکتفا کر لینے کو یہ کافی سمجھتے ہیں اسے لوٹانے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے۔

(۸) اگر بے وضو یا جنبی امام نماز پڑھا دے تو ان کے یہاں مقتدیوں کو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

(۹) کسی نے جان بوجھ کر نمازیں نہ پڑھی ہوں تو ان نمازوں کی انکے یہاں قضا نہیں ہے صرف توبہ کافی ہے۔

(۱۰) جمعہ کے دن جمعہ کے بعد صرف ۲ رکعات پڑھ کر یہ راہ قرار اختیار کرتے ہیں۔

(۱۱) جمعہ اور عید دونوں ایک دن اکٹھے ہو جائیں تو جمعہ کی نماز میں ان کے یہاں رخصت ہے مرضی ہے پڑھو یا نہ پڑھو۔

فالی اللہ المشتکی

صلوٰۃ العیدین بست تکبیرات زوائد
عیدین کی نماز میں زائد تکبیریں چھ کہنی چٹا ہئیں

۱۔ عن القاسم ابی عبد الرحمن انه قال حدثني بعض اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال صلى بنا النبي صلى الله عليه وسلم يوم عيد فكبیر اربعاً واربعاً ثم اقبل علينا بوجهه حين انصرف فقال لا تنسوا كتكبير الجنائز و اشار باصابعه وقبض ابهامه

(طحاوی ج ۲ ص ۲۳۳)

ابو عبد الرحمن قاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز پڑھائی تو (بشمول تکبیر رکوع کے) چار چار تکبیریں کہیں جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا مجھول نہ جانا عید کی تکبیریں جنازہ کی طرح چار ہیں، آپ نے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ فرمایا اور انگوٹھا بند کر لیا۔

۲۔ عن مسحول قال اخبرني ابو عاصم جليس لابي

ہریرۃ ان سعید بن العاص سأل ابا موسى الاشعري
وحد يفتي بن اليمان كيف كان رسول الله صلى الله
عليه وسلم يكبر في الاضحى والظفر فقال ابو موسى
كان يكبر اربعاً تكبيراً على الجنائن فقال حد يفتي
صدق فقال ابو موسى كذا لك كنت اكبر في البصرة
حيث كنت عليهم قال ابو عائشة وانا حاضر
سعید بن العاص،

(ابوداؤد ۱ ص ۲۵۷، حمادی ۲ ص ۲۳۹، مشرعی ۳ ص ۲۱۱)

حضرت محمول رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
عنه کے ہمنشین ابو عائشہ نے بتلایا کہ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ
عنه نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت حدیقہ بن یمان رضی اللہ
عنہما سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الظفر
کی نماز میں کتنی تکبیریں کہا کرتے تھے، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ
عنه نے فرمایا (بشمول تکبیر رکوع کے) چار چار تکبیریں کہا کرتے تھے
جیسا کہ آپ جنازہ میں کہتے تھے، حضرت حدیقہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا
ٹھیک کہتے ہیں، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب
میں بصرہ کا حاکم تھا تو اسی طرح تکبیریں کہا کرتا تھا، حضرت ابو عائشہ
کہتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے سوال کے
وقت خود موجود تھا۔

۳۔ عن مکحول قال حدثني رسول الله صلى الله عليه وسلم
موسى بن عيسى عنهما ان رسول الله صلى الله

عليه وسلم كان يكبر في العيدين اربعاً واربعا
سوى تكبير الاضحية، (حمادی ۲ ص ۲۳۹)

حضرت محمول رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت حدیقہ اور حضرت ابو
موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے قاصد نے مجھے بتلایا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عیدوں میں (بشمول تکبیر رکوع کے) چار
چار تکبیریں کہتے تھے سوائے تکبیر تحریمہ کے۔

۴۔ عن علقمة والسود بن يزيد قال كان ابن مسعود

جالسا وعنده حد يفتي واومى الى اشعري
فألهما سعید بن العاص عن التكبير في الصلاة
يوم الظفر والاضحية فجعل هذا يقول سئل هذا
وهذا يقول سئل هذا فقال له حد يفتي سئل هذا
بعيد الله بن مسعود فسأله فقال ابن مسعود يكبر اربعاً
ثم يقرأ ثم يكبر فيركع ثم يقوم في الثانية
فيقرأ ثم يكبر اربعاً بعد القراءة،

(مصنف عبد الرزاق ۲ ص ۲۱۱، معجم طبرانی کبیر ۹ ص ۲۱۱)

حضرت علقمہ اور حضرت اسود بن یزید رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے
پاس حضرت حدیقہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما بھی تھے
حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان دونوں بزرگوں سے عید الظفر
اور عید الاضحیٰ کی نماز میں تکبیر کے متعلق سوال کیا، یہ کہنے لگے کہ ان سے
پوچھو اور وہ کہنے لگے کہ ان سے پوچھو، حضرت حدیقہ رضی اللہ عنہ

نے ان سے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھو، چنانچہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا چار تکبیریں کہے (بشمول تکبیر تحریر کے) پھر قرأت کرے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو اور قرأت کرے پھر چار تکبیریں (بشمول تکبیر رکوع کے) کہے قرأت کے بعد

۵۔ عن کردوس قال ارسل الوليد الى عبد الله بن مسعود وحذيفة و ابى مسعود و ابى موسى الاشعري بعد العتمة فقال ان هذا عيد المسلمين فكيف الصلوة ؟ فقالوا سل ابا عبد الرحمن فساله فقال يقوم فيكبر اربعاً ثم يقرأ بمناجاة الكتاب وسورة من المفصل ثم يكبر ويركع فتلك خمسة ثم يقوم فيقرأ بمناجاة الكتاب وسورة من المفصل ثم يكبر اربعاً ويركع في آخرهن فتلك تسع في العيدين منها اكره واحد منهم ،

(معجم طبرانی کبیرہ ۹ ص ۳۳۷ و مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۴۸) حضرت کردوس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابومسعود حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کے پاس ایک تہائی لائے کے بعد پیغام بھیجا (جس میں انہوں نے کہا کہ) یہ مسلمانوں کی عید کا دن ہے اس میں نماز کا کیا طریقہ ہے ؟ ان سب بزرگوں نے کہا کہ ابو

عبدالرحمن (عبداللہ بن مسعود) سے پوچھو، چنانچہ قاصد نے ان سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر چار تکبیریں (بشمول تکبیر تحریر کے) کہے پھر سورۃ فاتحہ اور مفصل سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھے، پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے پس یہ پانچ تکبیریں ہوئیں، پھر کھڑے ہو کر سورۃ فاتحہ اور مفصل سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھے پھر چار تکبیر کہے جن میں سے آخری تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے پس یہ نو تکبیریں ہوئیں دونوں عیدوں میں اُن بزرگوں میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔

۶۔ عن ابن مسعود في الاولي خمس تكبيرات بتكبيرة الركعة و بتكبيرة الاستفتاح و في الركعة (الاخرى) اربعة بتكبيرة الركعة ، (مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۳۴۸) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (عید کی نماز میں) پہلی رکعت میں پانچ تکبیریں ہیں۔ رکوع کی تکبیر اور تکبیر تحریر کو لا کر اور دوسری رکعت میں چار تکبیریں ہیں رکوع والی تکبیر ملا کر۔

۷۔ عن علقمة والاسود بن يزيد ان ابن مسعود كان يكبر في العيد تسعاً تسعاً اربعاً قبل القراءة ثم كبر فركع وفي الثانية يقرأ فاذا صرخ كبر اربعاً ثم ركع ،

(مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۳۴۸، معجم طبرانی کبیرہ ۹ ص ۳۴۸) حضرت علقمہ اور حضرت اسود بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عیدین میں نو تو تکبیریں کہتے تھے چار تکبیریں (بشمول تکبیر تحریمیہ کے) قرأت سے پہلے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرتے اور دوسری رکعت میں پہلے قرأت کرتے پھر قرأت سے فارغ ہو کر چار تکبیریں (بشمول تکبیر رکوع کے) کہتے اور رکوع کرتے ۸۔ عن کردوس قال کان عبد اللہ بن مسعود یکبر فی الاضحی والفقیر تسعا تسعا یبدأ فیکبر اربعاً ثم یقرأ ثم یکبر واحدة فیکبر اربعاً ثم یقرأ ثم یرکع باحداھن ، (معجم طبرانی کبیر ۹ ص ۳۰۲)

حضرت کردوسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں نو تو تکبیریں کہتے تھے۔ آپ نماز شروع فرماتے تو (بشمول تکبیر تحریمیہ کے) چار تکبیریں کہتے، پھر قرأت کرتے پھر ایک تکبیر کہہ کر رکوع کرتے، پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے تو قرأت سے ابتداء کرتے، پھر چار تکبیریں کہتے اور ان چار میں سے ایک کے ساتھ رکوع کرتے۔

۹۔ عن عبد اللہ قال التکبیر فی العید اربعاً كالصلوة علی المیت ، (معجم طبرانی کبیر ۹ ص ۳۰۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عید میں چار تکبیریں ہوتی ہیں جیسا کہ نماز جنازہ میں۔

۱۰۔ عن عامران عمرو عبد اللہ رضی اللہ عنہما اجتماع رأیہما فی تکبیر العیدین علی تسع تکبیرات خمس

فی الاول واربع فی الآخرة ویو الی بیوت القراءتین ، (طحاوی ۵ ص ۲ ص ۳۹)

حضرت عامر شجی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا اس پر اتفاق رائے ہوا کہ عیدین کی تکبیریں نو ہیں یا پانچ پہلی رکعت میں (بشمول تکبیر تحریمیہ و تکبیر رکوع کے) اور چار دوسری میں (بشمول تکبیر رکوع کے) اور دونوں رکعتوں میں قرأت پہلے درپے کرے۔

۱۱۔ عن حماد عن ابراہیم فی حدیث طویل فاجمعوا امرہم علی ان یجعلوا التکبیر علی الجنائز مثل التکبیر فی الاضحی والفقیر اربع تکبیرات فاجمع امرہم علی ذالک ، (طحاوی ۱ ص ۳۳۳)

حضرت حماد رحمہ اللہ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک طویل حدیث کے ذیل میں کہ ”پس ان سب کا اس پر اتفاق ہوا کہ جنازہ کی تکبیریں اتنی ہوں جتنی عیدین کی نماز میں ہیں یعنی چار تکبیریں۔“

۱۲۔ عن عبد اللہ بن الحارث قال شهدت ابن عباس کبر فی صلوة العید بالبصرة تسع تکبیرات والی بین القراءتین قال وشهدت المغيرة بن شعبه فعل ذالک ایضاً الحدیث ،

(مصنف عبدالرزاق ۵ ص ۲۹۳، مصنف ابن ابی شیبہ ۳ ص ۳۴۴)

حضرت عبداللہ بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت عبداللہ

بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوا۔ انہوں نے بصرہ میں عید کی نماز میں نو تکبیریں کہیں، اور دونوں (رکعتوں میں) قرأتیں پڑھے درپے کہیں، حضرت عبداللہ بن عمار رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت سعید بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔

۱۳- عن عبد اللہ بن الحارث اسد صلی خلت ابن عباس رضی اللہ عنہما فی العید فکبر اربعاً ثم قرأ ثم کبر فرفع ثم قام فی الثانية فقرأ ثم کبر ثلثاً ثم کبر فرفع۔ (مطامیر ج ۲ ص ۳۹۶)

حضرت عبداللہ بن عمار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے عید کی نماز پڑھی تو انہوں نے پہلے چار تکبیریں کہیں پھر قرأت کی پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا، پھر آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے تو پہلے قرأت کی پھر تین تکبیریں کہیں پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔

۱۴- عن ابن جریج قال ثنا یوسف بن ماہل الخبیر ان ابن الزبیر لم یکن یکبر الا اربعاً سوى تکبیرتین للركعتین، (مطامیر ج ۲ ص ۴۲۰)

حضرت ابن جریج فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یوسف بن ماہل سے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما چار تکبیریں کہتے تھے، دونوں رکعتوں کی تکبیروں کے علاوہ۔

۱۵- عن قتادة عن جابر بن عبد الله وسعيد بن المسيب

قال تسع تكبيرات ويؤلى بين القراءتين، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۵۴)

حضرت قتادہ رحمہ اللہ حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ دونوں عیدوں میں نو تکبیریں ہیں اور دونوں قرأتیں پڑھے درپے ہوں۔

۱۶- عن محمد بن انس بن مالك رضي الله عنه انه قال تسع تكبيرات خمس في الاولى واربع في الآخرة مع تكبيرة الصلوة، (مطامیر ج ۲ ص ۳۹۶)

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا عید کی نماز میں نو تکبیریں ہیں، پانچ پہلی رکعت میں چار دوسری رکعت میں نماز کی تکبیر سمیت۔

۱۷- عن محمد بن سیرین عن انس بن مالك انه كان يكبر في العید تسعاً فذكر مثل حديث عبد الله، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۶)

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے۔

۱۸- عن ابراهيم ان اصحاب عبد الله كانوا يكبرون في العید تسع تكبيرات، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۶)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ

بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے (پانچ پہلی رکعت میں اور چار دوسری رکعت میں)۔

۱۹۔ عن الشعبي قال ارسل زياد الى مسروق اننا يشغلنا اشغال فكيف التكبير في العيدين قال تسع تكبيرات قال خمساً في الاولى واربعاً في الآخرة و والى بين القراءتين ،

(مصحف ابن ابی شیبہ ۲/۳۲۵، مصنف عبدالرزاق ۳/۲۱۳)

حضرت امام شجعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زیاد نے حضرت مسروق رحمہ اللہ کی طرف پیغام بھیجا کہ ہمیں تو کاموں میں ہی مصروفیت رہتی ہے، آپ یہ بتلائیے کہ عیدین کی نماز میں تکبیریں کس طرح کہی جاتی ہیں، آپ نے فرمایا نو تکبیریں ہیں پانچ پہلی رکعت میں (بشمول تکبیر تحریمیہ و تکبیر رکوع کے) اور چار دوسری رکعت میں (بشمول تکبیر رکوع کے) اور دونوں قراءتیں پے درپے کرے۔

۲۰۔ عن ابراهيم عن الاسود ومسروق انهما كانا يكبران في العيد تسع تكبيرات ،

(مصحف ابن ابی شیبہ ۲/۳۲۵)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حضرت اسود اور حضرت مسروق رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے (پہلی رکعت میں پانچ بشمول تکبیر تحریمیہ و تکبیر رکوع کے اور دوسری میں چار بشمول تکبیر رکوع کے)۔

۲۱۔ عن هشام عن الحسن ومحمد انهما كانا

يكبران تسع تكبيرات ، (مصحف ابن ابی شیبہ ۲/۳۲۵)

حضرت ہشام رحمہ اللہ حضرت حسن بصری اور حضرت محمد بن سیرین رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازوں میں چھ زائد تکبیریں واجب ہیں۔ تین پہلی رکعت میں شمار کے بعد اور قراءت سے پہلے، اور تین دوسری رکعت میں قراءت سے فارغ ہو کر رکوع میں جانے سے پہلے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نماز میں چھ تکبیریں ہی زائد کہتے تھے جیسا کہ حدیث ۱-۲-۳ سے واضح ہے، یہی عمل جلیل القدر صحابہ کرام کا تھا چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول عیدین کی نماز میں چھ زائد تکبیریں ہی کہنے کا تھا جیسا حدیث ۸- سے ظاہر ہے، اور جب آپ سے عیدین کی نماز میں تکبیرات کے متعلق سوال ہوتا تھا تو آپ چھ زائد تکبیریں کہنے کا فتویٰ دیتے تھے، حضرت سعید بن العاص اور حضرت ولید بن عتبہ رضی اللہ عنہما نے عیدین کی تکبیروں کے متعلق آپ سے دریافت کیا تو آپ نے چھ ہی تکبیریں بتلائیں جیسا کہ حدیث ۳-۴-۵-۶- سے ظاہر ہے حضرت حذیفہ بن یمان حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ سے آپ کی تصدیق و تصویب یا آپ سے موافقت منقول ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا اس پر اتفاق رائے ہوا کہ عیدین کی نماز میں نو تکبیریں ہونی چاہئیں۔ پانچ پہلی رکعت میں بشمول تکبیر تحریمیہ اور تکبیر رکوع کے اور چار دوسری میں بشمول تکبیر رکوع کے،

قرأت کے بعد کہی جائیں، اسی پر آپ کا عمل ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی پر اتفاق رائے ثابت ہے
چنانچہ آپ نے نماز جنازہ میں چار تکبیریں اسی پر قیاس کر کے مقرر فرمائیں۔
دیگر صحابہ کرام مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت
عبداللہ بن زبیر، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم
بھی اسی کے قائل و فاعل ہیں، اسی طرح جلیل القدر تابعین حضرت سعید بن
المسیب، حضرت اسود بن یزید، حضرت مسروق، حضرت حسن بصری، حضرت
ابن سیرین رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل و فاعل ہیں لیکن آفرین ہے عمل بالحدیث
کے ٹھیکیداروں پر وہ اس سب سے آنکھیں موند کر بیک قلم عیدین کی نماز
کی دونوں رکعتوں میں چھ نماز تکبیروں کو بدعت قرار دے رہے ہیں،
یا للعجب قارئین محترم اگر حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام، تابعین عظام
سے ثابت عمل بھی بدعت ہے تو پھر غیر مقلد ہی بتلائیں کہ وہ سنت کس عمل
کو قرار دیں گے۔

جب کہ خود غیر مقلدین جو عیدین کی نماز میں چھ تکبیرات کے برعکس زائد
تکبیریں بارہ کہتے ہیں، اس کے ثبوت میں ان کے پاس ایک بھی صحیح صحیح
مرفوع حدیث نہیں۔

اب ہم قارئین سے پوچھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام،
تابعین عظام سے ثابت عمل کو جو چودہ صدیوں سے امت میں جاری و ساری
ہے اسے بدعت قرار دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

ترک رفع الیدین فی غیر الافتاح فی صلوٰۃ الجنائزۃ

نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین ناجائز باقی میں نہیں

۱۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کبر علی الجنائزۃ فرفع یدیه فی اول تکبیرۃ
ووضع الیمنی علی الیسری،

(ترمذی ۵۱۸۱، دارقطنی ۲۵۲، بیہقی ۴۳۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز جنازہ پڑھتے تھے تو پہلی تکبیر میں رفع
یدین کرتے تھے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ لیتے تھے۔

۲۔ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یرفع یدیه علی الجنائزۃ فی اول تکبیرۃ شوا
یمود،

(دارقطنی ۲۵۲ ص ۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں
رفع یدین کرتے تھے، پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

۳۔ عن الولید بن عبد اللہ بن جمیع الزہری قال

رأیت ابراہیم اذا صلی علی جنازۃ رفع یدیه
فکبر ثم لا یرفع یدیه فیہا بقی وکان یکبر اربعاً،
(مصنف ابن ابی شیبہ ۳۷۹)

حضرت ولید بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم رحمہ

رحمہ اللہ کو دیکھا ہے وہ جب نماز جنازہ پڑھتے تھے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر پہلی تکبیر کہتے تھے پھر باقی تکبیروں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور آپ چار تکبیریں کہتے تھے۔

۳۔ عن الحسن بن عبید اللہ انہ کان یرفع یدہ فی اول تکبیرۃ علی الجنائزۃ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳ ص ۶۶) حضرت حسن بن عبید اللہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر ہی میں رفع یدین کرتے

”(قال) وقال مالک بن انس ترفع الایدی فی الصلوۃ علی الجنائزۃ فی اول التکبیر قال ابن القاسم وحضرتہ غیر مرۃ یصلی علی الجنائزۃ بنا رأیتہ یرفع یدہ الا فی اول التکبیرۃ قال ابن القاسم وكان مالک لا یرک رفع الیدین فی الصلوۃ علی الجنائزۃ الا فی اول تکبیرۃ (المدة النکیری ص ۱۷۷)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں رفع یدین صرف پہلی تکبیر ہی میں کیا جائے حضرت ابن القاسم فرماتے ہیں کہ میں کئی دفعہ آپ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نماز جنازہ پڑھا رہے تھے میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کیا ہو۔ ابن القاسم کہتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔

”ولا ترفع الیدان فی الصلوۃ علی الجنائزۃ الا فی اول تکبیرۃ فقط لا سند لم یأت برفع الیدی فیما عدا ذلک نص وروی مثل قولنا هذا عن ابن مسعود وابن عباس، وهو قول الجحیفین وسفیان“ (المجلد ۳ ص ۱۸۷) علامہ ابن حزم تحریر فرماتے ہیں۔

کہ رفع یدین نہ کیا جائے نماز جنازہ میں سوائے پہلی تکبیر کے، کیونکہ پہلی تکبیر کے علاوہ باقی تکبیروں میں رفع یدین کے لیے کوئی نص نہیں آئی، اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا گیا ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ کا بھی یہی قول ہے۔

قال القاضی الشوکانی

”والحاصل انہ لم یثبت فی غیر التکبیرۃ الاولى شیء یصلح للاحتجاج بہ عن الشیخ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وافعال الصحابة واقوالہم لا حجة فیہا فینبغی ان یقتصر علی الرفع عند تکبیرۃ الاحرام“

(نیل الاوطار ج ۲ ص ۶۷)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کے بارے میں کسی علیہ الصلوۃ والسلام سے کوئی ایسی حدیث ثابت نہیں ہو سکتی جس سے قائل ہو اور صحابہ کرام کے افعال و اقوال حجت نہیں

ہیں لہذا مناسب یہ ہے کہ نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی رفع یدین کرنے پر اقتصار کیا جائے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جنازہ میں رفع یدین صرف پہلی تکبیر ہی میں کرنا چاہیے باقی تکبیروں میں نہیں، کیونکہ حدیث ۱۱۱ سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر ہی میں رفع یدین کرتے تھے باقی میں نہیں، علامہ ابن حزم اور قاضی شوکانی کے بقول کسی صحیح، صریح حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا باقی تکبیروں میں رفع یدین کرنا ثابت نہیں جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بھی صرف پہلی تکبیر ہی میں رفع یدین کرتے تھے ایسے ہی جلیل القدر تابعین حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت حسن بن عبد اللہ بھی صرف پہلی تکبیر ہی میں رفع یدین کرتے تھے، حضرت سنان ثوری، حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، ابن حزم اور قاضی شوکانی رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

لیکن ان احادیث و آثار کے خلاف غیر متقدمین کے نزدیک نماز جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا چاہیے، ان کے نزدیک نہ صرف یہ کہ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔

چنانچہ مولوی عبید اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں۔

”تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع قول یا فعلی یا تقریری حدیث موجود نہیں ہے البتہ بعض صحابہ سے ضرور ثابت ہے اس موقوف روایت و نیز بعض ضعیف احادیث کی رو سے تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین

کرنا جائز ہے۔ بدعت یا ممنوع نہیں۔“

(فتاویٰ عثمانیہ ج ۲ صفحہ ۲)

شمارۃ الثامین تشریحی صاحب رقمطراز ہیں۔

”جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔“

(فتاویٰ عثمانیہ ج ۲ صفحہ ۲)

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے باقیوں میں نہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیز آپ کے خلفاء راشدین میں سے کسی کا بھی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ آپ کے عمل کی موافقت میں نماز جنازہ کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہ کیا جائے لیکن غیر متقدمین بجائے اس کے کہ نماز جنازہ کی ہر تکبیر میں ترک رفع کے قائل ہوتے وہ ہر تکبیر میں رفع یدین کرنے کو مستحب قرار دے رہے ہیں قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

ترك القراءة في صلاة الجنازة

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ بطور قراۃ پڑھنا جائز نہیں

۱۔ عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم یقول اذا صلیتہ علی المیت

فاخلصوا له الدعاء (ابوداؤد ۲۵۵۱، ابن ماجہ ۱۰۷۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم کسی میت

کے نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لیے اخلاص کے ساتھ دعا کرو۔

۲۔ مالک عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابیہ انہ سأل اباهریرة کیف تصلی علی الجنائزہ فقال ابوہریرة انا لعمر اللہ اخبرک اتباعها من اهلها فاذا وضعت کبریت وحمدت اللہ وصلیت علی نبیہ ثم اقول اللہم ائد عبدک وابن عبدک وابن امتک کان یشہد ان لا الہ الا انت وان حمدا عبدک ورسولک وانت اعلموبہ اللہ وان کان حسنا فزدہ فی احسانہ وان کان سیئا فتجاوز عند سیئاتہ اللہم لا تحزننا اجدہ ولا تفتننا بعلہ ،

(موطا امام مالک ج ۱ ص ۱۹۱)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ حضرت سعید مقبریؒ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرة رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نماز جنازہ کیسے پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا بخدا میں تمہیں ضرور بتاؤں گا، میں جنازہ والے گھر سے ہی جنازہ کے ساتھ بولتا ہوں جب جنازہ (نماز کے لیے) لکھا جاتا ہے تو میں تکبیر کہہ کر اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دو دو شریف پڑھتا ہوں پھر یہ دعا پڑھتا ہوں۔ اللہم عیدک وابن عبدک وابن امتک کان یشہد ان لا الہ الا انت وان حمدا عبدک ورسولک وانت اعلموبہ اللہ وان کان حسنا فزدہ فی احسانہ وان کان سیئا فتجاوز عند سیئاتہ

کان مسینا فتجاوز عند سیئاتہ اللہم لا تحزننا اجدہ ولا تفتننا بعلہ۔

۳۔ مالک عن نافع ان عبد اللہ بن عمر کان لا یقرأ فی الصلوۃ علی الجنائزہ ، (موطا امام مالک ص ۱۹۱) حضرت امام مالک رحمہ اللہ حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ میں قرأت نہیں کرتے تھے۔

۴۔ روى عن ابن مسعود انه سئل عن صلاة الجنائزہ صل یقرأ فیہا فقال لم یؤتمت لتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قولہ ولا قرأۃ وفی روایۃ صاعہ ولا قرأۃ کثیر ما کثیر الامام واختر من اطیب الکلام ما شئت ، وفی روایۃ واختر من الدعاء اطیبہ (بانک المسانید ص ۱۵۱ ، مخنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۴۵۵) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُن سے نماز جنازہ میں قرأت کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے کوئی خاص کلام اور قرأت مقرر نہیں فرمائی، ایک روایت میں ہے کہ کوئی خاص دعا اور قرأت مقرر نہیں فرمائی، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، اور جو اچھے سے اچھا کلام (ثناء و دعا وغیرہ) چاہو اختیار کرو اور ایک روایت میں ہے کہ جو بہتر سے بہتر دعا ہو وہ اختیار کرو۔

۵۔ روى عن عبد الرحمن بن عوف وابن عمر انہما

قَالَ كَيْسَ فِيهَا قِرَاءَةُ شَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ ،

(بائع الصنائع ج ۱ ص ۱۳۱)

حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے فرمایا نماز جنازہ میں قرآن کے کسی حصہ کی بھی قرات نہیں ہے۔

۲۔ عن علی ابنہ کان اذا صلى على ميت يبدأ بحمد الله ويصلى على النبي صلى الله عليه وسلم ثم يقول اللهم اغفر لحياتنا وامواتنا وألوف بين قلوبنا واصلح ذات بئتنا واجعل قلوبنا على قلوب خيارنا ، (مصنف ابن أبي شيبة ج ۲ ص ۲۹۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ جب کسی میت کی نماز جنازہ پڑھتے تو اللہ کی حمد و ثنا سے ابتدا کرتے پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھتے پھر یہ دعائیں کرتے : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيَاتِنَا وَاَمْوَاتِنَا وَاَلُوفَ بَيْنَ قُلُوبِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاَجْعَلْ قُلُوبَنَا عَلَى قُلُوبِ خِيَارِنَا ،

۴۔ عن الشعبي قال في التكبيرة الاولى يبدأ بحمد الله والثناء عليه والثانية صلوة على النبي صلى الله عليه وسلم والثالثة دعاء للميت والرابعة للتسليم (مصنف ابن أبي شيبة ج ۲ ص ۲۹۵، مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۴۹۹)

حضرت امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نماز جنازہ میں پہلی تکبیر میں

اللہ کی حمد و ثنا سے ابتدا کرے دوسری تکبیر کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھے، تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعائیں اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرے۔

۸۔ عن عبد الله بن اياس عن ابراهيم و عن ابى الحصين عن الشعبي قال ليس في الجنازة قراءة (مصنف ابن أبي شيبة ج ۳ ص ۲۹۵)

ابراہیم نخعی اور امام شعبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں نماز جنازہ میں قرات نہیں ہے۔

۹۔ عن ايوب عن محمد بن اسحاق كان لا يقرأ على الميت (مصنف ابن أبي شيبة ج ۲ ص ۲۹۵، مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت ایوبؓ حضرت محمد بن سیرینؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نماز جنازہ میں قرات نہیں کرتے تھے۔

۱۰۔ عن حجاج قال سألت عطاء عن القراءة على الجنازة فقال ما سمعنا بهذا ،

(مصنف ابن أبي شيبة ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت حجاجؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباحؓ سے نماز جنازہ میں قرات کرنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا ہم نے یہ نہیں سنا ،

۱۱۔ عن أبي طائوس عن أبيه و عطاء انه ما كان يشكر ان القراءة على الجنازة ،

(مصنف ابن أبي شيبة ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت ابو طاؤس اپنے والد طاؤس اور حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ نماز جنازہ میں قرأت کا اٹھا کرتے تھے۔

۱۲۔ عن بکر بن عبد اللہ قال لا أعلم فيها قراءة
(مصنف ابن ابی شیبہ ۳ ص ۲۹۹)

حضرت بکر بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نماز جنازہ میں قرأت کو نہیں جانتا۔

۱۳۔ عن مفضل قال سألت ميمونة على الجنائز
قراءة أو صلوة على النبي صلى الله عليه وسلم
قال ما علمت (مصنف ابن ابی شیبہ ۳ ص ۲۹۹)
حضرت مفضل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ميمون رحمہ اللہ سے نماز جنازہ میں قرأت یا درود سے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔

۱۴۔ عن محمد بن عبد الله بن أبي سارة قال سألت
سالمًا فقلت القراءة على الجنائز فقال لا قراءة
على الجنائز (مصنف ابن ابی شیبہ ۳ ص ۲۹۹)
حضرت محمد بن عبد اللہ بن ابی سارہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سالم رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ میں نماز جنازہ میں قرأت کروں تو آپ نے فرمایا نماز جنازہ میں قرأت نہیں ہے۔

۱۵۔ عن ابی المنہال قال سألت ابا العالیة عن
القراءة في الصلوة على الجنائز فمنا تحة الكتاب

فقال ما كنت احسب ان فاتحة الكتاب تقرأ
الا في صلوة فيها ركوع وسجود
(مصنف ابن ابی شیبہ ۳ ص ۲۹۹)

حضرت ابی المنہال فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی العالیہ الریاحی رحمہ اللہ سے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا میرا تو یہی خیال ہے کہ سورۃ فاتحہ صرف رکوع و سجود والی نماز ہی میں پڑھی جاتی ہے۔

۱۶۔ عن موسى بن علي عن ابيه قال قلت
لفضالة بن عبيدة هل يقرأ على الميت شيئاً
قال لا (مصنف ابن ابی شیبہ ۳ ص ۲۹۹)
حضرت موسیٰ بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت فضالہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا میت پر (نماز جنازہ میں) قرأت کی جاتی ہے آپ نے فرمایا، نہیں،

۱۷۔ عن سعيد بن أبي جرة عن ابيه قال قال
له رجل اقرأ على الجنائز بمنا تحة الكتاب
قال لا تقرأ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳ ص ۲۹۹)

حضرت سعید اپنے والد ابو جردہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ کیا میں نماز جنازہ میں قرأت کر لیا کروں تو آپ نے فرمایا نہیں۔

۱۸۔ عن حماد عن ابراهيم قال سألت ابي ترة عن

المیت اذا صلی علیہ ؟ قال لا ،

(مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۹۱)

حضرت حماد کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ کیا نماز جنازہ میں قرأت کی جا سکتی ہے ؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

۱۹- عن طلحة بن عبد الله بن عوف قال صليت خلف ابن عباس على جنازة فقرأ بفاتحة الكتاب وسورة وجهر حتى اسمعنا فلما فرغ اخذت بيده فسألت فقال سنته وحق ،

(نوائ ج ۱ ص ۲۱۸)

حضرت طلحہ بن عبد اللہ بن عوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو آپ نے سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ جہراً پڑھیں حتیٰ کہ آپ نے ہمیں سنایا آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اس بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا یہ سنت اور حق ہے۔

۲۰- عن طلحة بن عبد الله بن عوف قال صليت خلف ابن عباس على جنازة فسمعتهم يقرأ بفاتحة الكتاب فلما انصرفت اخذت بيده فسألتهم فقلت يقرأ قال نعم انه حق وسنته (نوائ ج ۱ ص ۲۱۸)

حضرت طلحہ بن عبد اللہ بن عوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو میں نے آپ کو سورۃ فاتحہ پڑھتے ہوئے سنا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ آپ قرأت کر رہے تھے آپ نے فرمایا ہاں یہ حق اور سنت ہے۔

قال محنون قلت لعبد الرحمن بن القاسم اع شئ يقول على الميت في قول مالك قال الدعاء للميت قلت فهل يقرأ على الجنازة في قول مالك قال لا ابن وهب عن رجال من اهل العلو عن عمر بن الخطاب و علي ابن اب طالب وعبد الله بن عمر وعبيد بن فضالة والي هريرة وجابر بن عبد الله واثلة بن الاسقع والقاسم وسالو بن عبد الله وابن المسيب وربيعه وعطاء ويحيى بن سعيد انهم لم يكونوا يقرؤون في الصلوة على الميت وقال مالك ليس ذلك بمعمول به انما هو الدعاء اذ ركت اهل بلادنا على ذلك ، (المدونة الكبرى ج ۱ ص ۲۱۸)

حضرت سحنون فرماتے ہیں کہ میں نے عبد الرحمن بن قاسم رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے قول میں میت پر کیا پڑھنا چاہیئے ؟ فرمایا میت کے لیے دعا میں نے کہا ، کیا امام مالک رحمہ اللہ کے قول کے مطابق نماز جنازہ میں قرأت ہوتی ہے ؟ فرمایا نہیں۔ ابن وہب کہتے ہیں کہ بہت سے اہل علم

مثلاً حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت
عبداللہ بن عمر، حضرت عبید بن فضالہ، حضرت ابوہریرہ حضرت
جابر بن عبداللہ، حضرت وائلہ بن اسحق رضی اللہ عنہم اور حضرت
قاسم بن محمد، حضرت سالم بن عبداللہ، حضرت سعید بن مسیب،
حضرت عطار بن ابی رباح، حضرت یحییٰ بن سعید رحمہم اللہ نماز جنازہ
میں قرأت نہیں کیا کرتے تھے، ابن وہب رحمہ اللہ فرماتے
ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہمارے شہر مدینہ میں
میں اس پریل نہیں نماز جنازہ صرف دُعا ہے، میں نے اپنے شہر کے

اہل علم کو اسی پر پایا ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جنازہ میت کے حق
میں درحقیقت دُعا و استغفار ہے، اس لیے اس میں اللہ کی حمد و ثناء
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پھر میت کے لیے دُعا ہونی چاہیئے
جیسا کہ دُعا کا طریقہ ہے، نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ اور دوسری سورت بطور
قرأت پڑھنا صحیح نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میت کے لیے خود بھی دُعا فرماتے تھے
اور دوسروں کو بھی اخلاص کے ساتھ دُعا مانگنے کا حکم دیتے تھے، لیکن کسی
ایک بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز
جنازہ میں قرأت کرتے تھے یا دوسروں کو قرأت کا حکم دیتے تھے۔
علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”ومقصود الصلوٰۃ علی الجنازۃ هو الدعاء للہیت
وکذا لک حفظ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ولفعل عندہ ما لم یفتل من قراءۃ الفاتحۃ
والصلوٰۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم،

(نواد المعادیج اصلک)

نماز جنازہ سے مقصود میت کے لیے دُعا کرنا ہے اور اسی طرح
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنازہ کی دعائیں اس کثرت کے ساتھ
نقل کی گئی ہیں کہ فاتحہ یا درود شریف کا پڑھنا اس طرح نقل نہیں کیا گیا
موصوف مزید لکھتے ہیں:

”و یتذکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ امان
یقرأ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب ولا یصح
استناحہ۔“

(نواد المعادیج اصلک)

اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ نے نماز
جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے، لیکن اس کی سند
صحیح نہیں ہے،

یہی وجہ ہے کہ خلفاء راشدین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے امین
ہیں ان میں سے کسی بھی خلیفہ راشد سے نماز جنازہ میں قرأت فاتحہ منقول
نہیں جب کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا قرأت نہ کرنا صراحتاً
منقول ہے جیسا کہ مدونہ کبریٰ کی عبارت سے واضح ہے، حدیث علی
سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب نماز جنازہ پڑھا
تو شروع میں اللہ کی حمد و ثناء کرتے پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجتے
پھر میت کے لیے دُعا کرتے، اسی طرح دیگر جلیل القدر صحابہ کرام مثلاً حضرت
ابوہریرہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت فضالہ

بن حلیہ، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم بھی نماز جنازہ میں قرأت نہیں کرتے تھے جیسا کہ حدیث ۱۶۵۰-۱۶۵۱-۱۶۵۲ اور مؤلف کبریٰ میں حضرت ابن وہب کے بیان سے ظاہر ہے۔

ایسے ہی جلیل القدر تابعین و تبع تابعین مثلاً حضرت امام شعبی، حضرت محمد بن سیرین، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت طاؤس، حضرت بکر بن عبد اللہ، حضرت مسیون، حضرت سالم بن عبد اللہ، حضرت قاسم بن محمد، حضرت ابوالعالیہ الریاحی، حضرت ابو بردہ، حضرت سعید بن مسیب، حضرت یحییٰ بن سعید، حضرت امام مالک رحمہم اللہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کے قائل نہ تھے جیسا کہ حدیث ۱۸۱۵ نیز حضرت ابن وہب رحمہ اللہ کے بیان سے ظاہر و باہر ہے۔

احادیث و آثار کے تتبع سے ثابت ہوتا ہے کہ خیر القرون کے دور میں مراکز اسلام مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ وغیرہ میں نماز جنازہ میں قرأت کا بالکل رواج نہیں تھا۔ چنانچہ

مدینہ طیبہ کے امام حضرت امام مالک اور مدینہ طیبہ کے سات فقہاء میں سے حضرت سعید بن مسیب، حضرت قاسم بن محمد، حضرت سالم بن عبد اللہ رحمہم اللہ سب اس بات کے قائل ہیں کہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شہر (مدینہ طیبہ) میں نماز جنازہ میں قرأت کا رواج نہیں ہے۔

مکہ مکرمہ کے امام حضرت عطاء بن ابی رباح، رحمہ اللہ بھی نماز جنازہ میں قرأت کے قائل نہیں، حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے اس بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا ہم نے تو سنا ہی

نہیں کہ نماز جنازہ میں قرأت بھی کی جاتی ہے۔ آپ نماز جنازہ میں قرأت سے منع کرتے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں بھی اسکا بالکل رواج نہیں تھا۔

کوفہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت امام شعبی، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت یحییٰ بن نمران، حضرت امام ابوہریرہ رحمہم اللہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کے قائل نہیں تھے، حضرت امام شعبی رحمہ اللہ کا فتویٰ تھا کہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں ہوتی بلکہ پہلی تکبیر کے بعد ثنا، دوسری کے بعد درود، تیسری کے بعد دعا اور چوتھی کے بعد سلام ہوتا ہے۔

بصرہ کے امام حضرت محمد بن سیرین جو حضرت ابوہریرہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کے فیض یافتہ ہیں وہ بھی نماز جنازہ میں قرأت کے قائل نہیں۔

ان امور سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ خیر القرون کے دور میں نماز جنازہ میں قرأت کا بالکل رواج نہیں تھا۔ اس کی مزید تائید اس قصہ سے بھی ہوتی ہے جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ پیش آیا وہ یہ کہ آپ نے ایک دفعہ نماز جنازہ پڑھائی تو اونچی آواز سے قرأت کی، جب آپ فارغ ہوئے تو حضرت طلحہ بن عبد اللہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر تعجب سے پوچھا کہ حضرت آپ نے نماز جنازہ میں قرأت کی ہے؟ آپ نے جواباً فرمایا کہ ہاں یہ حق اور سنت ہے، حضرت طلحہ بن عبد اللہ کا آپ سے اس طرح سوال کرنا بتلا رہا ہے کہ ان کے نزدیک یہ ایک نئی اور عجیب بات تھی جو رواج کے بالکل خلاف تھی جسکا بالکل اہتمام نہ تھا۔

یہاں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نماز جنازہ میں قرأت کو

سنت قرار دینا جو اس سے سنت مصطلحہ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت مراد نہیں ہے کیونکہ پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ کسی بھی صحیح حدیث سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز جنازہ میں قرأت کرنا یا دوسروں کو حکم دینا ثابت نہیں نہ ہی خلفاء راشدین اور انتہائی متبع سنت صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے نماز جنازہ میں قرأت کرنا ثابت ہے، حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے بقول مدینہ طیبہ میں نماز جنازہ میں قرأت کا کوئی معمول نہیں ہے، اگر نماز جنازہ میں قرأت سنت ہوتی تو ناممکن تھا کہ ایک سنت عمل کو تمام اہل مدینہ ترک کر دیتے اور اس پر کوئی بھی عمل نہ کرتا، اس لیے اس کی توجیہ میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس سے مراد سنت لغویہ یعنی طریقہ ہے اور آپ کا مطلب واللہ اعلم یہ ہے کہ حمد و ثنا کی جگہ فاتحہ وغیرہ کے پڑھنے کا بھی ایک طریقہ ہے کوئی اگر حمد و ثنا کی جگہ فاتحہ وغیرہ بھی پڑھے تو صحیح ہے۔ ذخیرہ احادیث میں کئی مقامات ایسے ملتے ہیں جہاں صحابہ کرام نے لفظ سنت استعمال کیا ہے لیکن وہاں اس سے سنت لغویہ مراد ہے سنت مصطلحہ مراد نہیں۔

بہر کیف یہی وہ احادیث و آثار ہیں جن کی وجہ سے فقہا کرام فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں ستون یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد ثناء پڑھے، دوسری کے بعد درود، تیسری کے بعد دعا اور چوتھی کے بعد سلام پھیر دے، نماز جنازہ میں قرأت کرنا خلاف سنت ہے ہاں اگر کوئی بطور حمد و ثنا کے یا بطور دعا کے سورۃ فاتحہ پڑھے تو گناہ نش ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اگر کسی نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز باطل ہوگی اور بقول بعض شرط ہے جس کے بغیر نماز جنازہ

ہوگی ہی نہیں۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولوی یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد دعائے ماثورہ پڑھ کر امام اور مقتدی کو سورۃ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے..... اگر امام یا مقتدی نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو نماز باطل ہوگی (فتاویٰ علماء حدیث ج ۵ ص ۱۵۵)

نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

”وچوں نماز جنازہ یکے از نماز ہست کہ در آن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوة الا بقائه الكتاب ارشاد فرمودہ پس ایں قدر در فرضیت قرأت فاتحہ وریں نماز بلکہ در شرطیتش کہ عذر عدم نماز باشد کافی است“ (ابعد الاحادیث ص ۹)

چونکہ نماز جنازہ بھی نمازوں میں سے ایک نماز ہے جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا صلوة الا بقائه الكتاب پس اتنی بات ہی نماز جنازہ کے اندر سورۃ فاتحہ کے فرض ہونے کے لیے بلکہ شرط ہونے کے لیے کہ جس کے نہ پانے جانے سے نماز ہی نہ ہو۔ کافی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا یا اس کا حکم دینا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں جبکہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ وہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں کرتے تھے، اسی طرح دیگر علیل القدر صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین عظام بھی نماز جنازہ میں قرأت کے قائل نہیں تھے

خیر القرون میں مراکز اسلام مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ میں کہیں اس کا رواج نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کو فرض یا شرط قرار دینا تو کجا سنت قرار دینا بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر یہ سنت ہوتی تو خلفاء راشدین اور ان کے بعد باقی خیر القرون کے دور میں اس کا رواج ضرور ہوتا، غیر مقلدین پر تعجب ہے کہ وہ ایک ایسے عمل کو جس کا سنت قرار دینا بھی محل نظر ہے اسے فرض بلکہ شرط کا درجہ دے کر یہ فتویٰ لگا رہے ہیں کہ اگر نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو نماز ہی نہ ہوگی۔

سوال یہ ہے کہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ و تابعین اور تبع تابعین اور ان کے کھڑوں پیروکار جو نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے قائل نہیں تھے کیا ان سب کی نمازیں باطل و بیکار گئیں اور یہ سب بغیر نماز ہی کے مڑے دفاتے رہے، غیر مقلدین ہی یہ جرات کر سکتے ہیں کہ ان سب کی نمازوں کو باطل قرار دیں ان کے علاوہ کسی میں اتنی جرأت نہیں ہے۔

ایں کار از تو می آید و مرداں چنیں کنند
قارئین محترم تفصیل فرمائیے جلیل القدر صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین عظام اور ان کے کھڑوں و مقلدین کی نمازوں کو بیک قلم باطل و بے کار قرار دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

ترك الجهر في الجنازة

نماز جنازہ میں عاین و غیر آہستہ آواز سے پڑھنی چاہئیں کہ اونچی آواز
أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ
الْمُفْتَدِينَ ۝۵۷:۵۸
پکارو اپنے رب کو گرگڑا کر اور چپکے چپکے، اس کو خوش نہیں آئے
حد سے تجاوز کرنے والے۔

۱- عن ابی امامة قال السنة في الصلوة على الجنازة ان يقرأ في التكبيرة الاولى بام القرآن مخافتة ثم يكبر ثلثا والتسليم عند الآخرة،
(مسند ابی امامہ ص ۱۸۷)

حضرت ابوامامہ بن سہل بن خنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ آہستہ آواز سے پڑھی جائے پھر تین تکبیریں کہی جائیں جن میں سے آخری کے بعد سلام پھیرا جائے۔

۲- عن جابر قال ما اباح لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا ابوبكر ولا عمر في شيء ما اباحوا في الصلوة على الميت يعني لم يوقت،
(ابن ماجہ ص ۲۵۵)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے ہمارے

لیے نماز جنازہ میں کوئی چیز مقرر نہیں فرمائی۔

قال الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ

”وروی احمد من طریق ابی الزبیر عن جابر ما
آبَاحَ لَنَا فِي دُعَاءِ الْجَنَازَةِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَلَا أَجْوِبُكَ وَلَا عَمْرٍو قَسَرَ آبَاحَ بِمَعْنَى
قَدَرِ وَالَّذِي وَقَعَتْ عَلَيْهِ بَاحُ أَيُّ جَهْرٍ“

(التلخيص الجيزة ۲ ص ۱۱۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد نے
ابو زبیر کے طریق سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے حدیث
نقل کی ہے کہ ”ہمارے لیے نماز جنازہ“ کی دُعا میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے
کچھ مقرر نہیں کیا۔ اس حدیث میں لفظ آباح کی تفسیر قدر سے کی
ہے (یعنی مقرر نہیں کیا) لیکن یہاں تک میری معلومات ہیں
بَاح کے معنی جھکے ہیں (گویا معنی یہ ہیں کہ حضور علیہ
الصلوة والسلام، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے
نماز جنازہ میں دُعا اور سُنَّی آواز سے نہیں پڑھی۔

قال الامام النووي رحمه الله

”وقد اتفق اصحابنا على انه ان صلى عليها بالنهار
امر بالمترامة وان صلى بالليل ففیه وجہان
الصحيح الذي عليه الجمهور يسر والثالث
يجهر واما الدعاء فیسر به لا خلاف“

(نوی شرح مسلم ۱ ص ۱۱۱)

حضرت امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

ہمارے اصحاب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر نماز جنازہ دن
میں پڑھی جائے تو قرات آہستہ ہوگی، اور اگر رات میں پڑھی جائے
تو اس بارے میں دو وجہیں ہیں، پہلی وجہ جو صحیح ہے اور جس پر مجاہد
کا عمل ہے یہ ہے کہ رات میں بھی آہستہ ہی ہوگی، دوسری وجہ جو
کی ہے، یہ معاملہ دُعا کا تو وہ تو بغیر کسی اختلاف کے آہستہ
ہی پڑھی جائے گی۔

قال ابن قدامة الحنبلي ۵۴۰ م

”ويسر القراءة والدعاء في صلاة الجنابة
لا تفلح بين اهل العلم فيه خلافا“

(المغنی لابن قدامة ۲ ص ۱۱۱)

حضرت امام ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں قرات
اور دُعا آہستہ پڑھی جائے گی اور اس سلسلہ میں ہم اہل علم کے
درمیان کوئی خلاف نہیں پاتے۔

قال المتأخر الشوكاني

”وذهب الجمهور الى انه لا يثبت لجهر
في صلاة الجنابة وتمسكوا بقول ابن عباس
المتقدم لم اقرأ أي جَهْرًا الا لتقام ائنه
سننہ وبقوله في حديث ابی امامة سراً في
نفسہ“

(نیل الاوطار ۳ ص ۱۱۱)

جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ نماز جنازہ میں جہر اٹھنا مستحب نہیں ہے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے جو صحیح ہے گزرا دلیل پکڑی ہے یعنی آپ نے فرمایا کہ میں نے جہر اس لیے پڑھا ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ سنت ہے اور جمہور نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے اس قول (سرا فی نفسه) سے بھی استدلال کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اپنے جی میں آہستہ پڑھے۔

آیت کریمہ، احادیث مبارکہ اور اجماع امت سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جنازہ میں شمار، ورود، دعاء وغیرہ سب آہستہ آواز سے پڑھی جائیگی، کیونکہ نماز جنازہ حقیقتاً میت کے لیے دعا ہے اور دعا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ گرگڑا کر اور چپکے چپکے مانگو۔

حضرت ابوامامہ بن سہل بن ضیف رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ میں آہستہ آواز سے قرائت کو سنت قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث علی سے واضح ہے اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ میں آنے والے لفظ اذان کی تفسیر ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے فرمانے کے مطابق صحیح ہے، اس صورت میں حدیث شریف کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں جہر نہیں کیا، اس لحاظ سے نماز جنازہ کے اندر شمار ورود و دعاء کے آہستہ آواز سے پڑھنے کا مسنون ہونا ظاہر ہے۔ حضرت امام نووی شافعی، حضرت ابن قدامہ حنبلی اور قاضی شوکانی رحمہم اللہ کے بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں دعاء وغیرہ کے آہستہ آواز سے پڑھنے

پر اجماع ہے کسی کا بھی اس میں اختلاف نہیں ہے۔

تنبیہ ۱- ہم پچھلے باب میں ذکر کر چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کا بطور حمد و ثنا کے پڑھنا جائز ہے، لہذا اگر کوئی سورۃ فاتحہ شمار کے ساتھ پڑھنا چاہے تو آہستہ آواز ہی سے پڑھے۔ لیکن آیت کریمہ، احادیث مبارکہ اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز جنازہ میں بلند آواز کے ساتھ جنازہ پڑھنا افضل قوی، بلکہ مسنون ہے۔

چنانچہ مولوی ابوالحسنات علی محمد سعیدی لکھتے ہیں۔

”دلائل کے لحاظ سے بلند آواز کے ساتھ جنازہ پڑھنا افضل اور قوی ہے۔“ (فتاویٰ علماء حدیث جلد ۵ ص ۱۵۸)

حافظ احمد صاحب پٹوی لکھتے ہیں۔

”جنازہ کی نماز میں سورۃ فاتحہ اور اس کے بعد کی سورت باتوا بلند پڑھنا جائز بلکہ سنت ہے۔“ (فتاویٰ ثنائیہ ۲ ص ۱۵۸)

ملاحظہ فرمائیے: آیت کریمہ، احادیث مبارکہ اور اجماع امت میں وہ دلائل سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جنازہ آہستہ آواز سے پڑھنی چاہیئے، اللہ تعالیٰ آہستہ آواز سے دعاء مانگنے کا حکم دے رہے ہیں، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ آہستہ آواز سے پڑھنے کو سنت قرار دے رہے ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بلند آواز سے جنازہ کی نغی ذکر کر رہے ہیں اسی پر اجماع امت بھی ہے ان دلائل کا تقاضا تو یہ ہے کہ اپنی آواز سے جنازہ جائز ہی نہ ہو لیکن غیر مقلدین اس سب سے قطع نظر کر کے اپنی آواز سے جنازہ پڑھنے کو افضل

وقوی بلکہ سنت قرار دے رہے ہیں۔ غور فرمائیے خدا و رسول کے عمل کے خلاف اور ساری امت کے عمل کے خلاف کوئی عمل افضل ہو سکتا ہے؟ کیا ایسا عمل جس کا ثبوت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے نہیں وہ عمل سنت قرار دیا جاسکتا ہے؟ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اہل سنت کے چاروں طبقوں حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی میں سے کوئی بھی اونچی آواز سے جنازہ کا قائل نہیں، تو کیا ایسا عمل جس پر اہل سنت میں سے کسی بھی مسلک کا عمل نہ ہو وہ افضل، قوی اور مستون ہو سکتا ہے؟

قارئین محترم اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ ایسے عمل کو سنت قرار دینا جس پر چودہ صدیوں کے کسی کا عمل نہیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

یاد رہے کہ شیعہ حضرات نماز جنازہ اونچی آواز سے پڑھتے ہیں اور غیر متقدمین اس عمل پر اہل کی تقلید کرتے ہیں عربین شریفین میں بھی نماز جنازہ آہستہ آواز سے پڑھی جاتی ہے۔

کراہۃ صلوٰۃ الجنائزۃ فی المسجد

بغیر کسی عذر کے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے

۱۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم من صلی علی جنازۃ فی المسجد

فلو شیئ لہ (ابوداؤد ۲۵۱۱، ابن ماجہ ۱۵۸۱، مسند ابی یوسف ۳۵۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے

یہ کوئی اجر نہیں ہے۔

۲۔ عن صالح مولی التوامۃ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شیئ لہ، قال صالح وادرکت رجالاً من اہل کوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم واباکرا اذا جاؤا فلو یجوز الا ان یصلوا فی المسجد رجعوا فلو یصلوا، (مسند ابی یوسف ۱۵۸۱)

حضرت صالح مولی التوامہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے، حضرت صالح فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے ایسے لوگوں کو جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پایا ہے۔ دیکھا کہ وہ جب نماز جنازہ کے لیے آتے اور انہیں نماز جنازہ کے لیے مسجد کے سوا کوئی جگہ نہ ملتی تو وہ واپس ہو جاتے اور مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھتے۔

۳۔ عن صالح مولی التوامۃ عن ابی ہریرۃ قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی

جنازۃ فی المسجد فلا شیئ لہ قال وكان

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا

قضایق بہم المکان رجعوا ولو یصلوا،

(مسند ابن ابی شیبہ ۳۵۳ ص ۳۶۳)

حضرت صالح مولیٰ توأمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے کوئی اجر نہیں، حضرت صالح ؑ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام جب نماز جنازہ کے لیے جگہ تنگ ہو جاتی تو واپس چلے جاتے تھے۔ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔

۳۔ عن صالح مولی التوامۃ عن ادرك ابابکر وعمر انهم كانوا اذا تضایق بهم المصلی انصرفوا ولم یصلوا علی الجنائزۃ فی المسجد،

(مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۲۵۳)

حضرت صالح مولیٰ توأمہ ان صحابہ تابعین سے روایت کرتے ہیں جنہوں نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو پایا ہے کہ جب نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ تنگ ہو جاتی تو وہ واپس چلے جاتے تھے مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔

۵۔ عن کشیر بن عباس قال لا عرفنا ما صلیت علی جنازۃ فی المسجد،

(مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۲۵۳، مصنف عبد اللہ بن قیس ۳/۵۲۵)

حضرت کشیر بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ (عہد نبوی میں) کسی بھی جنازہ کی نماز مسجد نبوی میں نہیں پڑھی گئی۔

۶۔ عن وائل بن داود قال سمعت قال لہما مات ابراہیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی علیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المقاعد،

(ابوداؤد ۵/۲ ص ۹۷)

حضرت وائل بن داود فرماتے ہیں کہ میں نے سنا انہوں نے فرمایا کہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات ہوئی تو آپ نے ان کی نماز جنازہ مقامہ رسولی جنازہ میں پڑھی۔

۷۔ انبأ ابن جریج قال قلت لنافع آکان ابن عمر یکرہ ان یصلی وسط القیور قال لقد صلینا علی عائشۃ وام سلمۃ رضی اللہ عنہما وسط البقیع والامام یوم صلینا علی عائشۃ رضی اللہ عنہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وحضو ذلک عبد اللہ بن عمر،

(سنن کبریٰ بیہقی ۲/۳۳۵، مصنف عبد اللہ بن قیس ۳/۵۲۵)

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبروں کے درمیان نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا ہم نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ بقیع کے درمیان میں پڑھی تھی، جب ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی نماز پڑھی تو امام حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔

۸۔ عن عائشۃ انہا کما توفی سعد بن ابی وقاص ارسل ازواج الشی صلی اللہ علیہ وسلم ان یموتوا

بجنازته في المسجد فيصليين عليه ففعلوا فوقفت
به على حجر من يصليين عليه ثم اخرج به
من باب الجنائز الذي كان الى المقاعد فبلغهم
ان الناس عابوا ذلك وقاتلوا ما كانت الجنائز يدخل
بها المسجد فبلغ ذلك عائشة فقالت ما امرع
الناس اني ان يعجبوا ما علم لهم به عابوا
علينا ان يسمر بجنازة في المسجد وما صلى رسول الله
صلى الله عليه وسلم على سهيل بن بيضاء الا في
جوف المسجد (مسلم ۳۱۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت
سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی (۵۵ھ میں) وفات ہوئی
تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات نے پیغام بھیجا کہ
لوگ اُن کا جنازہ لے کر مسجد میں سے گزریں تاکہ وہ ان کے لیے
دعا کر سکیں، چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا، جنازہ اُن حجروں کے
سامنے رکھا گیا، ازواج مطہرات دعا کرتی رہیں پھر باب الجنائز
سے جو متاعہ کی طرف تھا جنازہ لے جایا گیا، ازواج مطہرات کو
یہ خبر پہنچی کہ لوگوں نے اس فعل کو معیوب سمجھا ہے اور وہ کہہ رہے
ہیں کہ جنازہ تو مسجد میں داخل نہیں کئے جاتے تھے۔ یہ خبر
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی پہنچی۔ آپ نے فرمایا لوگ کس
قدر جلد اس چیز پر عیب گیری کرنے لگے جس کا انہیں علم نہیں،
انہوں نے جنازہ لے کر مسجد میں گزارا ہے جانے پر ہمارا عیب

گیری کی ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سہیل بن بیضاء
کی نماز جنازہ جوف مسجد ہی میں پڑھی تھی۔

۹- عن ابن ابي ذئب عن المقبري انه رأى حرس
مروان بن الحنظل يخرجون الناس من المسجد
يمنعونهم ان يصلوا فيه على الجنائز،
(وفاء الوفا باخبار دارالمصطفى ج ۲ ص ۵۳)

حضرت ابن ابی ذئب رحمہ اللہ سعید بن ابی سعید مقبری (شوق) سے روایت کرتے ہیں
کہ انہوں نے مروان بن الحنظل کے سپاہیوں کو لوگوں کو مسجد میں نماز
جنازہ پڑھنے سے روکتے اور نکالتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۰- عن كشي بن زيد قال نظرت الى حرس عمر بن
عبد العزيز يطردون الناس من المسجد ان يصلوا
على الجنائز فيه،
(وفاء الوفا باخبار دارالمصطفى ج ۲ ص ۵۳)

حضرت کثیر بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر
بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے سپاہیوں کو نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے
سے روکتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۱- عن ابن شهاب قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم
اذا هلك الهالك شهده يصلي عليه حيث يدفن
فلما قتل رسول الله صلى الله عليه وسلم وبقيت
نفتل اليه المؤمنون موتاهم فصلى عليهم رسول
الله صلى الله عليه وسلم على الجنائز عند بيته في موضع
الجنائز اليوم ولم يزل ذلك جاريا،
(وفاء الوفا باخبار دارالمصطفى ج ۲ ص ۵۳)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کسی کی وفات ہو جاتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موقع دفن نماز پڑھانے کے لیے تشریف لے جاتے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بھاری ہو گیا (اور آپ کے لیے جانا دشوار ہو گیا، تو صحابہ کرام نے میت کو آپ کے مکان کے قریب ہی لے جانا شروع کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان کے قریب موضع جنازہ میں نماز جنازہ پڑھاتے، یہی دستور آج تک چلا آ رہا ہے۔

۱۲۔ عن ابن شہاب قال حدثني سعيد بن المسيب ان ابا هريرة قال ان النبي صلى الله عليه وسلم صَفَّ بِهِمْ بِالْمَصَلِيِّ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ اربعاً (بخاری ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سعید بن المسيب رحمہ اللہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصلیٰ جنازہ میں لوگوں کی صفت بندی کی اور نماز جنازہ میں چار تکبیریں کیں۔

۱۳۔ عن عبد الله بن عمر ان اليهود جاءوا الى النبي صلى الله عليه وسلم ورجل منهم وامرأة زنبا فامرهم فحبا قريبا من موضع الجنائز عند المسجد (بخاری ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہودی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس اپنے ایک ایسے مرد و عورت کو لائے جنہوں نے زنا کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے

بارے میں سنگسار کرنے کا حکم دیا چنانچہ انہیں موضع جنازہ کے قریب مسجد نبوی سے متصل سنگسار کیا گیا۔

قال وقال مالك واكره ان توضع الجنازة في المسجد فان وضعت قرب المسجد للصلاة عليها فلا بأس ان يصلى من في المسجد عليها بصلوة الامام الذي يصلى عليها اذا خاف حناج المسجد يا هله (المدة البخاری ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں جنازہ کے مسجد میں رکھے جانے کو مکروہ سمجھتا ہوں، ماں اگر نماز جنازہ کے لیے مسجد کے قریب جنازہ رکھا جائے تو پھر اس شخص کے لیے نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جو مسجد میں ہو اور جنازہ پڑھانے والے امام کی اتباع میں جنازہ پڑھے یہ بھی اس وقت ہے جب کہ مسجد کے باہر کی جگہ جنازہ پڑھنے والوں کی وجہ سے تنگ ہو جائے۔

قال محمد لا يصلى على جنازة في المسجد وكذلك بلغت عن ابي هريرة وموضع الجنازة بالمدينة خارج من المسجد وهو الموضع الذي كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلى على الجنازة فيه (موطا امام محمد ص ۱۷۵)

حضرت امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے، ایسے ہی پہنچا ہے ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

سے، مدینہ طیبہ میں موضع جنازہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام سے باہر ہے اور یہ وہی جگہ ہے جہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق

قال ابن القيم والجوزی رحمہ اللہ

والصواب ما ذكرناه أولاً وان سنته وهدية الصلوة على الجنازة خارج المسجد الا لعذر وكل الامرين جائز والا ففضل الصلوة عليها خارج المسجد (نفاذ المعاد في حدى خير العباد واصلح)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

درست بات وہی ہے جو ہم پہلے ذکر کر چکے، اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور آپ کا طریقہ نماز جنازہ مسجد سے باہر ہی پڑھنا ہے لایہ کہ کوئی حدز بیشیش آجائے اور دونوں امر جائز ہیں لیکن افضل یہی ہے کہ نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھی جائے۔

مذکورہ بالا احادیث و آثار اور اقوال محدثین سے درج ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں۔

(۱) ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں شروع دور میں یہ دستور تھا کہ جب کسی صحابی کی وفات ہو جاتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر تشریف لے جا کر بروج دفن نماز جنازہ پڑھا دیتے تھے، لیکن جب صحابہ کرام نے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشقت اور تکلیف کا احساس کیا تو انہوں نے عیت آپ کے در دولت پر لائی شروع کر دی اور آپ

کے گھر کے قریب ایک جگہ تجویز کر لی جہاں میت کو رکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی جاتی، آپ تشریف لاکر اس متعین جگہ پر نماز جنازہ پڑھاتے جیسا کہ حدیث سے واضح ہے۔

(۲) یہ متعین جگہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی مشرقی دیوار کی طرف مسجد سے باہر تھی اسی جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مستقلاً نماز جنازہ پڑھاتے تھے، اس جگہ کا نام موضع جنازہ اور مصلی جنازہ تھا، جیسا کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ کے بیان سے ظاہر ہے۔

(۳) اسی جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شاہ حبشہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی، اسی جگہ کے قریب دوڑنا کارہیوی مرد و عورت کو سنگسار کیا گیا تھا چنانچہ بخاری شریف کی حدیث (۱۱-۱۲) سے واضح ہے۔

(۴) اسی موضع جنازہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی جیسا کہ ابوداؤد شریف کی حدیث (۱۷) سے ظاہر ہے۔

(۵) علیل القدر تابعی حضرت ابن شہاب زہری جن کی وفات ۱۲۵ھ میں ہوئی ہے اس وقت تک مدینہ طیبہ میں نماز جنازہ اسی موضع جنازہ میں پڑھنے کا رواج تھا، جیسا کہ حدیث سے واضح ہے۔

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے شاید اسی لیے آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں نماز جنازہ پڑھتا ہے اسے کوئی اجر نہیں ملتا، چنانچہ حدیث (۲۰-۲۱) سے ظاہر ہے۔

(۷) حضرت کشیر بن عباس رضی اللہ عنہما کے بیان کے مطابق دور رسالت میں مسجد نبوی میں کسی بھی جنازہ کی نماز نہیں پڑھی گئی جیسا کہ حدیث سے

(۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبع صحابہ کرام کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ مسجد سے باہر ہی نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ اگر نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے تنگ ہو جاتی تھی تو پیچھے رہ جاتے والے صحابہ کرام نماز پڑھتے بغیر ہی چلے جاتے تھے مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے اس سلسلہ میں صحابہ کرام کی یہ حالت تھی کہ وہ جنازہ کو مسجد میں داخل کرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے کہنے پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو مسجد میں ان کے جہول کے پاس دُعا کے لیے لایا گیا تو سب صحابہ کرام نے اس پر اعتراض کیا اور کہنے لگے کہ پہلے تو جنازہ مسجد میں داخل نہیں کیے جاتے تھے چنانچہ حدیث ۲-۳-۱۰۴ اور ۸۷ سے واضح ہے۔

لے اسی حدیث میں آگے یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ پر ہمیں اور قرآنہ لوگ کس قدر صدمہ پہنچا ہے مالا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباسؓ کے جنازہ مسجد میں پڑھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان کے متعلق عرض ہے کہ ابن عباسؓ کے جنازہ کو معمول کے مطابق موضع جنازہ میں خارجہ مسجد ہی ہوئی تھی البتہ اس موقع پر جمع ہونے والے لوگ زیادہ ہونے کی وجہ سے مسجد میں آگئے تھے ۱۰ اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھیجیں کہ نماز جنازہ مسجد میں ہوئی تھی شاید یہی وجہ ہے کہ کسی بھی صحابی سے خصوصاً عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کی تصدیق مشمول نہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اشتباہ ہوا ہے وہ نہ کیے ہو سکتا ہے کہ ایک واقعہ جو صحابہ کرام کے درمیان پیش آیا ہو وہ صحابہ کرام میں سے کسی ایک کو بھی یاد نہ رہے سارے کے سارے ہی بھول جائیں صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کو یاد رہے، دوسری صورت کثرت عیاس رضی اللہ عنہا کا یہ فرمان کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ دو (باقی اگلے صفحہ پر)

(۹) حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی نماز مسجد سے باہر ہی پڑھی گئی، جیسا کہ حدیث ۱۰۳ سے ظاہر ہے۔

(۱۰) صحابہ کرام کے دور میں مروان بن الحکم اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس کام کے لیے سپاہی مقرر تھے کہ وہ مسجد کی حفاظت کریں اور کسی کو بھی مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھنے دیں جیسا کہ حدیث ۱۰۳ سے واضح ہے (۱۱) حضرت امام مالک رحمہ اللہ بھی مسجد میں نماز جنازہ کو مکروہ قرار دیتے ہیں جیسا کہ مدونہ کبریٰ کی عبارت سے ظاہر ہے۔

(۱۲) علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت اعدا آپ کا طریقہ نماز جنازہ مسجد سے باہر ہی پڑھنا ہے اس لیے نماز جنازہ مسجد سے باہر ہی پڑھنا افضل ہے۔

انہیں احادیث و آثار اور اقوال محدثین کے پیش نظر فقہاء کرام بلا عذر شدید مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقدمین کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ سنت ہے، اور اس سے انکار کرنا سنت کی مخالفت کرنا ہے چنانچہ جماعت غر بار اجماع حدیث کے مفتی، مفتی عبدالستار لکھتے ہیں۔

”کتاب و سنت کی رو سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز و درست بلکہ مسنون ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ ۵ ص ۲۵)

”ظفر المبین“ کے مولف بھی الدین لاہوری لکھتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ منور شدہ: رسالت میں مسجد نبوی میں کسی کو بھی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی، یہ بھی اس بات

کا واضح دلیل ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اشتباہ ہی ہوا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھنا سنت ہے اور اس سے انکار کرنا سنت کی مخالفت کرنا ہے۔

(مدارح المبین ص ۵۲ بحوالہ فتاویٰ مستاریدہ ۲ ص ۱۷۱)

یاد رہے کہ غیر متقدمین کا یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ ان کے تقریباً سب فتاویٰ میں نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے : احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ مدینہ طیبہ میں نماز جنازہ پڑھنے کے لیے مسجد نبوی سے باہر ایک جگہ مقرر تھی جسے موضع جنازہ اور مصلى جنازہ کہا جاتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک اسی جگہ نماز جنازہ پڑھانے کا تھا، اسی جگہ آپ نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی، اسی جگہ آپ نے اپنے صاحبزادے ابراہیمؑ کی نماز جنازہ پڑھائی، حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق ان کے زمانے میں اسی جگہ نماز جنازہ پڑھانے کا دستور تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز جنازہ پڑھانے کو اچھا نہیں سمجھتے اسی لیے آپ فرماتے ہیں کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔ وجہ ہے کہ صحابہ کرام موضع جنازہ میں جگہ تنگ ہوتی تھی تو واپس چلے جاتے تھے۔ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جنازہ مسجد میں لانے کو کہا تو اس پر صحابہ کرام نے اعتراض کیا کہ پہلے تو جنازہ مسجد میں نہیں لائے جاتے تھے۔ حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ دو برسالت میں کسی کی نماز جنازہ مسجد میں نہیں پڑھی گئی، حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھی گئی، دو صحابہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز اور مروان بن الحکم نے پہرے وار مقرر کر رکھے

تھے تاکہ وہ لوگوں کو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے سے منع کریں، ان سب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں بلکہ مکروہ ہے لیکن غیر متقدمین جو عمل بالحدیث کے دعویدار ہیں ان کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا صرف جائز بلکہ سنت ہے۔

خود فرمائیے اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا سنت ہے تو پھر

۱۔ : نماز جنازہ کے لیے مدینہ طیبہ میں مسجد سے باہر جگہ کیوں بنائی گئی؟
۲۔ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (سوائے ایک واقعہ کے جو کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ذکر کرتی ہیں) مسجد نبوی میں نماز جنازہ پڑھنا کیوں منقول نہیں جبکہ آپ کی زندگی میں آپ کے سینکڑوں جانشین فوت ہوئے؟
۳۔ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی جتنی کہ اپنے صاحبزادے ابراہیمؑ کی نماز جنازہ مسجد سے باہر کیوں پڑھائی؟
۴۔ : صحابہ کرام موضع جنازہ میں جگہ تنگ ہونے کے باعث نماز جنازہ پڑھنے بغیر کیوں چلے جاتے تھے، مسجد نبوی جو اس کے متصل تھی اس میں کیوں نہیں پڑھ لیتے تھے؟

۵۔ : ازواج مطہرات کے کہنے سے جب جنازہ مسجد میں لایا گیا تو اس پر صحابہ کرام نے کیوں اعتراض کیا؟

۶۔ : اور یہ کیوں کہا کہ جنازہ تو مسجد میں نہیں لائے جاتے تھے؟

۷۔ : سیدہ عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ مسجد سے باہر کیوں پڑھی گئی؟

۸۔ : دو صحابہ میں مسجد میں نماز جنازہ سے روکنے کے لیے پہرے دار کیوں مقرر تھے، کیا حضرت عمر بن عبدالعزیز جنہیں عمر ثانی کہا جاتا ہے انہیں معلوم نہیں

تھا کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا تو سنت ہے ؟ انہوں نے مفت قالم کرنے سے روکنے کے لیے پھر بار کیوں مقرر کئے تھے ؟

علا : اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مسنون ہے تو پھر حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ کیسے فرمادیا کہ مجھے معلوم ہے کہ دور رسالت میں مسجد نبوی میں کسی کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی ؟

علا : خیر القرون کے پورے دور میں (سوائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کے جو باہر مجبوری مسجد نبوی میں پڑھی گئی تھی) اور لوگوں کی نماز جنازہ مسجد نبوی میں کسی صحیح حدیث سے کیوں ثابت نہیں ؟

علا : اگر مسجد میں نماز جنازہ سنت ہے تو پھر امام دارالہجرت حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے مسجد میں نماز جنازہ کو کیسے مکروہ قرار دے دیا ؟

علا : علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے یہ کیوں لکھ دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت تو نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھنا ہے اسی لیے افضل یہی ہے کہ نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھی جائے ؟

قارئین محترم ان تمام باتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے غیر مقلدین کا نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کو سنت قرار دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

کتابیات

قرآن کریم

آتش مکہ ایران :

اختر شامی

آثار السنن

نہج بن علی النعمانی

اتحاف السادة المتقين شرح احياء

مکتبہ امداد و طہان

علوم الدین

دارالکتب العلمیہ بیروت

اثبات آمین بالجہن (متمم اتحاف السادة المتقين)

مولوی محمد حسین گرامی

الاجماع

مولوی اشرف سلیم

احادیث تبویعہ اذقہ حنفیہ

مولوی اشرف سلیم

الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان

ابو عاتم محمد بن حبان بن احمد

احسن الفتاوی

مفتی رشید احمد نعیمی

احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام

مولانا محمد رفیع صاحب

احیاء علوم الدین

ابو حامد محمد بن محمد الخوالی شافعی

اخیار الی حقیقۃ واصحابہ

ابو عبد اللہ حسین بن

اختلاف امت کا المیہ

مکتبہ عزیزیہ عنایت پورہ

علی الصبری

تحفیل شجاع آباد ضلع ملتان

حکیم فیض عالم صدیقی

مولانا محمد رفیع صاحب

حکیم فیض عالم صدیقی

مولانا محمد رفیع صاحب

حکیم فیض عالم صدیقی

مولانا محمد رفیع صاحب

حکیم فیض عالم صدیقی

مولانا محمد رفیع صاحب

حکیم فیض عالم صدیقی

مولانا محمد رفیع صاحب

حکیم فیض عالم صدیقی

مولانا محمد رفیع صاحب

۱۳ الاذکار : محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النوادی الشافعی

۱۴ ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری : المطبعة العثمانیة المصریة

۱۵ الاستیعاب فی معرفة الاصحاب : ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن دار احیاء التراث العربی

محمد بن عبد البر اللہ الماکلی

بیروت

۱۶ الاصابة فی تبيين الصحابة : احمد بن علی بن حجر العسقلانی دار احیاء التراث العربی

الشافعی

بیروت

۱۷ اصلی اهل سنت : عبد اللہ بہاؤدین ، مسجد دار السلام ، محدث کے گھاٹ حیدر آباد

۱۸ اصلی حنفی نماز : مولوی طالب الرحمن ، شبان اہل سنت ، ملتان

۱۹ اظہار التحسین فی اخفاء التامین : مولانا حبیب اللہ ڈیروی ، ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ

نصرة العلم کمر الوالہ

۲۰ الاعتصام (ہفت روزہ) لاہور

۲۱ اعلام الموقعین عن رب العالمین : ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم الجوزی ، دار الفکر بیروت

۲۲ اعلام السنن : مولانا حفص احمد عثمانی ، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

۲۳ امام ابو حنیفہ کا تعارف محدثین کی نظر میں : محمد بن عبد اللہ الظاہری ، مکتبۃ الاسلامیہ کراچی

۲۴ الانصاف (مع ترجمہ و صاف) : شیخ احمد بن عبد الرحیم المعروف بشاہ ولی اللہ دہلوی ، محدث المطبع

۲۵ الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف : ابوبکر بن محمد بن ابی ہاشم المنذر ، دار طبیبہ الریاض

۲۶ اہل حدیث دہلی (ماہنامہ)

۲۷ اہل حدیث کا مذہب : شہار اللہ امترسی ، دار الدعوة السلفیہ شیش محل روڈ لاہور

۲۸ اہل حدیث کے دس مسئلے : ابوبکر امام خان نوشہری ، مکتبہ نذیریہ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

۲۹ البحر الرائق شرح کنز الدقائق : شیخ زین الدین ابن نجیم المصری الشافعی ، ایچ ایم سعید پبلیکیشنز کراچی

۳۰ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع : ملک العلماء علیہ السلام ابو بکر بن مسعود الکسانی الشافعی ، " " "

۳۱ بدائع الفوائد : ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم ، دار الکتاب العربی بیروت

۳۲ بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقصد : ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن شمس القرطبی الماکلی ،

المکتبۃ العلمیہ لاہور

۳۳ البدایۃ والنہایۃ : الحافظ عماد الدین ابن کثیر الشافعی ، مطبعة السعادة بجمہور محافظۃ مصر

۳۴ بدور الہلہ من ربط المسائل بالادلة : سید صدیق حسن خان نواب ، مطبع شاہجہانی بھولہ

۳۵ بسط الیدين لنیل الفرقدين : علامہ انور شاہ کشمیری ، مجلس علمی ڈھاکہ

۳۶ بلوغ المرام من ادلة الاحکام (مترجم) : احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی ،

میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی

۳۷ البناية فی شرح الهدایۃ : بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی ، ملک سنز

کارخانہ بازار فیصل آباد

۳۸ بینات (ماہنامہ) کراچی

۳۹ تاریخ ابن خلدون : عبد الرحمن بن محمد بن خلدون

۴۰ تاریخ بغداد : ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی ، دار الکتاب العربی بیروت

۴۱ تاریخ جرجان : ابوالقاسم حمزہ بن یوسف السہمی ، طبع حیدر آباد دکن

۴۲ تحفة الاحوذی : عبد الرحمن مبارک پوری ، نشر السنۃ بیرون بوہر گیت ملتان

۴۳ التحقيق الراسخ فی ان احادیث الرقع ليس لها نسخ : حافظ محمد گوندلوی ،

دار الدعوة السلفیہ شیش محل روڈ لاہور

۴۴ تذکرة الحفاظ : ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذهبی الشافعی ،

مجلس دائرة المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن

۴۵ التعليق الممجد علی مؤطا الامام محمد : مولانا عبد الحی لکھنوی

ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

- ۴۶ تفسیر القرآن العظیم : الحافظ عماد الدین ابن کثیرؒ ، دار المعرفة بیروت
- ۴۷ التفسیر الکبیر : فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن حسین الشافعیؒ ،
دار الکتب العلمیہ طہران
- ۴۸ التلخیص الحبیث فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر :
احمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ ، المكتبة الاثرية سانکھلہ
- ۴۹ التوحید والسنة - فی رد اهل اللاحاد والبدعة ، قاضی عبد الاحد خانپوری
- ۵۰ التوضیح عن رکعات التراویح : ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ ، اسلامیہ ٹرسٹ
اندرن لہوری گیٹ لاہور
- ۵۱ تیسیر الباری ترجمہ شرح صحیح بخاری : وحید الزمان حیدر آبادی ، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور
- ۵۲ جامع البیان فی تفسیر القرآن : ابو جعفر محمد بن جریر الطبریؒ ، المطبعة الکبری الامیرتیہ لاہور
- ۵۳ جامع الترمذی : محمد بن عیسیٰ بن سونة الترمذیؒ ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
- ۵۴ جامع الصغیر : امام محمد بن حسن الشیبانی النخعیؒ ، عالم الکتاب بیروت
- ۵۵ جامع المسانید : ابو الموید محمد بن محمود الخوارزمیؒ ، المكتبة الاسلامیة سمندری
- ۵۶ الجانبان فی تحقیق عدد رکعات قیام رمضان : ہومیو ڈاکٹر محمد بشیر صام
متصل مدرسہ فیض العلوم فقیر دال ضلع بہاولپور
- ۵۷ جزر و فرج الیدین : امام محمد بن اسماعیل البخاریؒ ، المطبع العلمی دہلی
- ۵۸ الجسی البلیغ (مشمولہ سائل الہدیث جلد دوم) : حافظ غنایت اللہ راشدی ، جمیعت البینت لاہور
- ۵۹ الجوہر النقی : علاء الدین بن علی بن عثمان المارینی المعروف بابن الرکمانیؒ ،
مجلس دائرة المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن
- ۶۰ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح : احمد بن محمد بن اسماعیل الطوطاوی النخعیؒ ،
شرکتہ مکتبہ و مطبعہ مصطفیٰ البابی الحبلی مصر

- ۶۱ حاشیہ مالا بدمنہ (فارسی) ، کتب خانہ مجیدیہ ملتان
- ۶۲ حجة الله البالغة (عربی) : الشیخ احمد بن عبد الرحیم المعروف بشاہ ولی اللہؒ ،
دار نشر الکتب الاسلامیہ ۲ شیش محل روڈ لاہور
- ۶۳ حدیث نہماز : عبد المتین مبین ، الدار الحدیثیہ متصل الہدیث منزل نیو مارکیٹ روڈ جکب آباد
- ۶۴ حضرت مولانا داود غزنوی : سید ابوبکر غزنوی ، مکتبہ غزنویہ شیش محل روڈ لاہور
- ۶۵ الحطة فی ذکر الصحاح الستة : سید صلیق حسن خان نواب ، اسلامی اکیڈمی اردو بازار لاہور
- ۶۶ حقایق مسلک اہل حدیث : عبد الرحمن منیر راجو والوی ، منڈی راجو وال تحصیل دیپالپور
- ۶۷ حقیقت الفقه : محمد یوسف جے پوری ، ادارہ اشاعت دین آف مومن پورہ بمبئی ۱۱
- ۶۸ حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء : ابونعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانیؒ ،
دار الکتاب العربی بیروت لبنان
- ۶۹ حیاۃ امام طحاویؒ : مولانا سید فخر الحسن صاحبؒ
- ۷۰ الحیاۃ بعد الممات : فضل حسین بہاری ، المكتبة الاثرية سانکھلہ
- ۷۱ حیوة الحيوان : کمال الدین محمد بن موسیٰ الدیرمیؒ ، شرکت مکتبہ و مطبعہ مصطفیٰ البابی الحبلی مصر
- ۷۲ خطبات شہید اسلام : حبیب الرحمن یزدانی ، سبحانی اکیڈمی اردو بازار لاہور
- ۷۳ خطبہ امارت : ابو محمد عبدالستار ، شعبہ تبلیغ جماعت غر بار الہدیث فیس روڈ کراچی
- ۷۴ خلافت راشدہ : حکیم فیض عالم صدیقی
- ۷۵ الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمانؒ :
شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی المکی الشافعیؒ ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
- ۷۶ الدراریۃ فی تخریج احادیث المہدیۃ : احمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ الشافعی
- ۷۷ الدرر البہیۃ (مع شرح الروضة الندیۃ) : محمد بن علی بن محمد الشوکانیؒ ، دار نشر الکتب
الاسلامیۃ لاہور

۷۸ الدر المختار فی شرح تنویر الابصار : محمد علاء الدین بھکفی الخفی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
۷۹ الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور : جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی
المکتبۃ الجعفری طهران

۸۰ دستور المتقی فی احکام النبی : محمد یونس قریشی دہلوی ، اسلامک پبلشنگ ٹرسٹ
شیش محل روڈ لاہور

۸۱ الدلیل المبین علی ترک القراءة للمقتدین : مولانا محمد حسن فیض پوری
مطبع مجتہائی بیرن شیر نوالہ دروازہ لاہور

۸۲ الدین یسر : سید جعفر شاہ پھلواروی ، ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور

۸۳ رحمة الامة فی اختلاف الائمة : ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن الشافعی ، مکتبہ اہادیہ ملتان

۸۴ رد المحتار علی الدر المختار : محمد امین عابدین بن السید الشریف عمر عابدین ،

ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۸۵ رسول اکرم کا طریقہ نماز : مفتی جمیل احمد ندیری ، ادارہ اسلامیات ۱۹۰-۱۹۱ انارکلی لاہور

۸۶ رسول اکرم کی نماز : محمد اسماعیل اسلمی ، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور

۸۷ الروضة الندية شرح الدر البہیة : سید صیق حسن نواب ، دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور

۸۸ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد : ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر الشہید ابن القیم حنبلی

دار المکتب العلمیۃ بیروت لبنان

۸۹ سبیل الرسول : حکیم صادق سیالکوٹی ، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور

۹۰ السعایة فی کشف ما فی شرح الوفاية : مولانا عبدالحی کھنوی ،

سہیل اکیڈمی اردو بازار لاہور

۹۱ سنن ابن ماجہ : ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۹۲ سنن ابی داود : ابو داود سلیمان بن اشعث السجستانی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۹۳ سنن دارقطنی : ابوالحسن علی بن عمر بن احمد الدارقطنی ، دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور

۹۴ سنن دارمی : ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی

۹۵ السنن الکبری : ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی ،

مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانیہ آباد دکن

۹۶ سنن نسائی : ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی النسائی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۹۷ سنیة رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوات المکتوبة لمن شاء :

محمد بن عبد الرحمن الزبیدی ، المطبع العلمی دہلی

۹۸ سوانح مولانا نور حسین گرجا کھی : خواجہ عطاء اللہ ایم اے ، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

۹۹ سیاحۃ الجنان بمناکحة اهل الایمان (مشمولہ رسائل الہدیت جلد دوم)

: ابوالشکور عبدالقادر حصاروی ، جمعیت اہل سنت لاہور

۱۰۰ سیر اعلام النبلاء : ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذهبی ،

موسسة الرسالة بیروت لبنان

۱۰۱ سیرت البخاری : عبد السلام مبارکپوری ، فاروقی کتب خانہ اردو بازار لاہور

۱۰۲ سیرت النعمان : علامہ شبلی نعمانی ، اسلامی اکیڈمی اردو بازار لاہور

۱۰۳ السیف الصارم لمتکثر شان الامام الاعظم : فقیر محمد جیلانی ، سراج المطابع جہلم

۱۰۴ شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک : سید محمد الزرقانی ،

مطبعة الاستقامة قاہرہ مصر

۱۰۵ شرح معانی الآثار : ابو جعفر احمد بن محمد بن سلمہ بن سلمۃ الطحاوی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۱۰۶ شرح النقایة : علی بن سلطان محمد القاری ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۱۰۷ شعب الایمان : ابوبکر احمد بن حسین البیہقی ، دار المکتب العلمیہ بیروت لبنان

۱۰۸ صحیح ابن خزیمة : ابوبکر محمد بن اسحق بن خزمیہ ، المکتب الاسلامی بیروت لبنان

۱۰۹ صحیح البخاری : ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردنبہ البخاری ،

ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۱۱۰ الصحیح لمسلو : ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوری ،

ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۱۱۱ صدیقہ کائنات : حکیم فیض عالم صدیقی

۱۱۲ صلوٰۃ الرسول : حکیم صادق سیالکوٹی ، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور

۱۱۳ صلوٰۃ النبی : خالد گجاکھی ، ادارہ احیاء السنۃ گرجا گھر

۱۱۴ عرف الجادی من جنان ہدی الہادی : میر نور الحسن خان نواب ،

جمعیت اہلسنت لاہور

۱۱۵ علماء احناف اور تحریک مجاہدین : پروفیسر محمد مبارک

۱۱۶ عمدۃ الرعاۃ حاشیۃ شرح وقایۃ : مولانا عبدالحی کھنوی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۱۱۷ عمدۃ الفاری فی شرح صحیح البخاری : بدرالدین ابونعمان محمد بن احمد العینی الحنفی ،

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوٹہ

۱۱۸ عمل الیوم واللیلۃ : ابوبکر احمد بن محمد بن اسحق السنی ، مکتبۃ التراث الاسلامی بھارت لاہور

۱۱۹ غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داود : شمس الحق عظیم آبادی ،

المطبع الانصاری دہلی

۱۲۰ غنیۃ الطالبین (مترجم اردو عربی) : شیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی الحنبلی ،

مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور

۱۲۱ غنیۃ الطالبین (مترجم اردو عربی) : شیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی الحنبلی ،

کتب خانہ سعودیہ حدیث منزلت لاہور کراچی

۱۲۲ الغنیۃ لطالبی طریق الحق (عربی) : شیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی الحنبلی ،

شرکتہ مکتبہ و مطبعہ مصطفی البابی الحنبلی مصر

۱۲۳ فتاویٰ املادیۃ : مولانا اشرف علی تھانوی ، مکتبہ دارالعلوم کراچی

۱۲۴ فتاویٰ اہلحدیث : حافظ عبداللہ روپڑی ، ادارہ احیاء السنۃ النبویہ

ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن گوردھارا

۱۲۵ فتاویٰ برکاتیہ : ابوالبرکات احمد ، جامعہ اسلامیہ گلشن آباد گوجرانوالہ

۱۲۶ فتاویٰ ثنائیہ : ثناء اللہ امرتسری ، اسلامک پبلشنگ ہاؤس پشیش محل روڈ لاہور

۱۲۷ فتاویٰ دارالعلوم : مفتی عزیز الرحمن دیوبندی ، مکتبہ امدادیہ ملتان

۱۲۸ فتاویٰ ستاریہ : ابومحمد عبدالستار دہلوی ، مکتبہ ایوبیہ حدیث محل اے ایم بلاک کراچی

۱۲۹ فتاویٰ علماء حدیث : ابوالحسنات علی محمد سعیدی ، مکتبہ سعید خانوال

۱۳۰ فتاویٰ قاضی خان : فخر الدین حسن بن منصور اوزبندی الحنفی ،

۱۳۱ الفتاویٰ الکبریٰ : ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم المعروف بابن تیمیہ الحنبلی ،

دارالمعرفۃ بیروت

۱۳۲ فتاویٰ نذیریہ : میان نذیر حسین دہلوی ، ادارہ نور الایمان ۲۱۲۱ اجیری گیٹ دہلی

۱۳۳ فتاویٰ امام ربانی بر مرزا غلام احمد قادیانی : عبدالحق خان بشیر ،

مکتبہ بنیہ اردو بازار گوجرانوالہ

۱۳۴ فتح الباری لشرح البخاری : احمد بن علی بن حجر العسقلانی ، شرکتہ مکتبہ و مطبعہ مصطفی البابی

الحنبلی مصر

۱۳۵ فتح القیصر للعاجز الفقیر : کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الہمام الحنفی ،

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوٹہ

۱۳۶ فتح المعین فی کشف مکائد غیر المقلدین : محمد منصور علی بن محمد حسن علی مراد آبادی

مدنی کتب خانہ نور مارکیٹ گوجرانوالہ

- ١٣٤ فردوس الاخبار : حافظ شيرازي بن شهر دار بن شيرازي الديلمي ، دار الكتاب العربي بيروت
- ١٣٨ الفقه على المذاهب الاربعة : عبد الرحمن الجزيري ، دار احياء التراث العربي بيروت
- ١٣٩ فيصله رفع يدين (مشتمله اتصاف تطبيق) : مولوي عبد الغني طهاني ، فاروقى كسباني دار الانوار
- ١٤٠ قرّة العينين في اشيات رفع اليدين : مولوي نور حسين گرجاكي ،
اداره احياء السنّة گرجاكي گوجرانواله
- ١٤١ قيام الليل : ابو عبد الله محمد بن نصر المروزي ، مطبع رفاه عام لاهور
- ١٤٢ الكامل في ضعفاء الرجال : ابو احمد عبد الله بن عدي الجرجاني ، المكتبة الاشريّة سكريل
- ١٤٣ كتاب الآثار للإمام ابي حنيفة بروايت ابي يوسف القاضي ،
المكتبة الاشريّة سكريل
- ١٤٤ كتاب الآثار للإمام ابي حنيفة بروايت الامام محمد بن حسن الشيباني ،
مكتبة الادب طهاني
- ١٤٥ كتاب الام : ابو عبد الله محمد بن ادريس الشافعي ، مكتبة الكليات الاندلسية شارع صافي ازهر مصر
- ١٤٦ كتاب الحجة على اهل المدينة : امام محمد بن حسن الشيباني ،
دار المعارف النعمانية جامع نيسر لاهور
- ١٤٧ كتاب الزهد والرفائق : شيخ الاسلام عبد الله بن مبارك المروزي ،
مجلس احياء المعارف ماليكادس ناسك الهند
- ١٤٨ كتاب القراءة : ابو بكر احمد بن الحسين بن علي البهقي ، اداره احياء السنّة گرجاكي
- ١٤٩ كشف الاستار عن نوازل البزار على الكتب الستة : نور الدين علي بن ابي بكر الهيثمي ،
مؤسسة الرسالة بيروت لبنان
- ١٥٠ كشف الحجاب (مترجم) : قاضي عبد الرحمن محدث پاني پتي ، مطبع حبيبي دہلي ١٣٥٥
- ١٥١ كنز الحقائق : وحيد الزمان حيد آبادي ، جمعية الطلعت لاهور

- ١٥٢ كنز العمال في سنن الاقوال والافعال : العلامة علام الدين علي المتقي بن حسام الدين الهندي ،
مؤسسة الرسالة بيروت
- ١٥٣ لغات الحديث (اردو) : وحيد الزمان حيد آبادي ، مير محمد كسب خان آرام باغ كراچي
- ١٥٤ ما ثبت من السنّة في ايام السنّة : الشيخ عبد الحق محدث دہلوي ، دار الاشاعت كراچي
- ١٥٥ مآثر صديقي : سيد علي حسن خان ، جمعية اہل سنت لاہور
- ١٥٦ المبسوط : محمد بن احمد بن ابی سہل ابو بكر شمس اللّٰمة الشيرازي ، مطبعة السعادة بجوار محافظة مصر
- ١٥٧ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد : نور الدين علي بن ابي بكر الهيثمي ،
دار الكتاب العربي بيروت
- ١٥٨ المجموع شرح المہذب : محي الدين ابو زكريا يحيى بن شرف النووي ،
المكتبة السلفية مدينة منوره
- ١٥٩ مجموع فتاوى شيخ الاسلام ابن تيمية ، طبع سعوديہ
- ١٦٠ مجموعه رسائل مكمل نماز وهداية النبي ، طبع كراچي
- ١٦١ المحلى : ابو محمد علي بن حزم الظاهري ، مطبعة العام ١٣٣٥ شارع قرقول مصر
- ١٦٢ مختصر المنزني (ملحق بكتاب الام) ، مكتبة الكليات الاندلسية مصر
- ١٦٣ المدخل : محمد بن محمد عبد ربي المعروف بابن الحاج ، دار الكتاب العربي بيروت
- ١٦٤ المدونة الكبرى : امام مالك بن انس ، مطبع السعادة بجوار محافظة مصر
- ١٦٥ المراسيل (ملحق بـ سنن ابي داود) : سليمان بن اشعث السجستاني ،
ايك ايم سعيد اينديكيني كراچي
- ١٦٦ مرقا الفلاح شرح نور الايضاح ، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي مصر
- ١٦٧ المرقاات : فضل امام خير آبادي ، قديمي كتب خان آرام باغ كراچي
- ١٦٨ مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح : علي بن سلطان محمد القاري الحنفى ،
مكتبة الادب طهاني

١٦٩ المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث : ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ المعروف بابیہ ،
مکتبہ النصار الحدیثیہ ریاض

١٧٠ المسند : ابو بکر عبد اللہ بن زبیر الجمیدی ، المکتبۃ السلفیہ مدینہ منورہ

١٧١ مسند ابی عوانہ : ابو عوانہ یعقوب بن اسحق الاسفرائینی ، دار المعرفۃ بیروت لبنان

١٧٢ مسند ابی یعلی الموصلی : الحافظ احمد بن علی بن المثنی المثنی ، دار المأمون للتراث بیروت

١٧٣ مسند الامام احمد بن حنبل : دار المنکر بیروت لبنان

١٧٤ مسند الامام ابی عبد اللہ الشافعی ، دار الکتب العلمیۃ بیروت

١٧٥ (المنتخب من) مسند عبد بن حمید : ابو محمد عبد بن حمید ، مکتبۃ السنۃ قاہرہ مصر

١٧٦ مسوای مصفی شوح مؤطا امام مالک : شیخ احمد بن عبد الرحیم المعروف بشاہ ولی اللہ ،
محمد علی کارخانہ اسلامی کتب خان محل کراچی

١٧٧ المصنّف : ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ ، ادارۃ القرآن دارالعلوم الاسلامیۃ کراچی

١٧٨ المصنف : ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنفانی ، مجلس علی ڈھابیل ہندوستان

١٧٩ المختصر من المختصر من مشکل الآثار : ابو المہاسن یوسف بن موسی الخفی ،
دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدرآباد دکن

١٨٠ المعجم الصغیر : ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ،

شکرۃ معمل و مطبعۃ الزہراء الحدیثۃ موصل عراق

المعجم الكبير : ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ،

شکرۃ معمل و مطبعۃ الزہراء الحدیثۃ موصل عراق

١٨٢ معرفة السنن والآثار : ابو بکر احمد بن الحسن بن علی البیہقی ،

جامعۃ الدراسات الاسلامیۃ کراچی

١٨٣ المغنی : ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ الجنبلی ، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ ریاض

١٨٤ المقاصد الحسنۃ : شمس الدین محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن ابی بکر بن عثمان السخاوی م ٩٠٢ھ

١٨٥ مقدمة كتاب التعلیم : سعود بن شیبہ سندی ، لجنۃ احیاء الادب السندی

حیدرآباد پاکستان

١٨٦ مناقب ابی حنیفہ : حافظ الدین بن محمد المعروف بالکردری ، دارالکتب العربیۃ بیروت لبنان

١٨٧ مناقب ابی حنیفہ : صدیق اللہ موفقی بن احمد المہدی ، دارالکتب العربیۃ بیروت لبنان

١٨٨ مناقب الامام ابی حنیفہ : ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی ،

ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

١٨٩ مناقب الامام الاعظم (ذیل البحار المصنیۃ) : علی بن سلطان محمد القاری

مجلس ائمۃ المعارف النظامیۃ حیدرآباد دکن

١٩٠ منتخب كنز العمال (بر مسند احمد)

١٩١ منتقى الاخبار من احادیث سید الاخبار (مترجم) : ابو العباس تقی الدین احمد بن

عبد الحلیم المعروف بابن تیمیہ ، شکرۃ مکتبۃ مطبوعۃ البابی مصر

١٩٢ منحة المعبود في ترتيب مسند الطيالسي ابی داود ، المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت لبنان

١٩٣ موارد الظلمات الى زوائد ابن حبان : نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی ،

المطبعۃ السلفیۃ و مکتبۃ روضۃ

١٩٤ میزان المتكلمين : مولوی اشرف سلیم ، مکتبۃ تعمیر انسانیت قلندریار سنگھ گوجرانوالہ

١٩٥ نزل الابرار من فقه النبی المختار : وحید الزماں حیدرآبادی ، جمعیت اہلسنت لاہور

١٩٦ نصب الراية لاحادیث الهدایۃ : جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الخفی الزلیعی ،

دار نشر الکتب الاسلامیۃ شیش محل روڈ لاہور

١٩٧ نصيب العمود في مسألة تجافي المرأة في الركوع والسجود والفقود :

ابو محمد عبد الحق الهاشمی ، المطبعۃ العربیۃ الحدیثۃ القاہرہ

